مکمل و مدلل

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جلد ۱۸

کتاب الایمان و الرسوم و البدعات

افادات

مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی

مرتب

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر مکتبہ دارالعلوم دیوبند

افادات

مفتیٔ اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ

مفتی اوّل دار العلوم دیوبند

(ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ترتیب وتعلیق

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

مکمل و مدلل

فتاوی دارالعلوم دیوبند

جلد ۱۸

کتاب الإیمان و الرّسوم و البدعات

افادات | مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

مُرتّب | حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ | حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

حسب ہدایت | حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

نام کتاب : مکمل ومدلل فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ❁ جلد ۱۸ ❁

مسائل : کتاب الإیمان والرّسوم والبدعات

افادات : مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

مرتب : مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

سن اشاعت :

تعداد صفحات : ۶۲۴

تعداد فتاوٰی : ۹۵۲

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند، یوپی، انڈیا ۲۴۷۵۵۴

فہرست مضامین

کتاب الإیمان

ایمان کا بیان

توحید وصفات کا بیان

قرآن اور تفسیر کا بیان

حدیث کا بیان

انبیاء و اولیاء کا بیان

کفریہ اقوال وافعال اور باطل خیالات

کفر وارتداد کا حکم اور اس سے توبہ کرنے کا بیان

اہلِ حق اور فرقِ باطلہ کا بیان

رسوم و بدعات کا بیان

معتبر اور غیر معتبر کتابوں کا بیان

مسائل شتّٰی

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاوی شامی	دارالکتاب دیوبند
فتاوی ہندیہ	دارالکتاب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتاب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتاب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتاب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتاب دیوبند
البحرالرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند
قواعدالفقہ	اشرفی بک ڈپو دیوبند
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الإیمان

ایمان کا بیان

عرفِ شریعت میں مؤمن اور مسلم میں کوئی فرق نہیں

سوال: (۱) شہر کرنال میں کئی روز سے الفاظ مؤمن و مسلم پر بحث ہو رہی ہے، ایک فریق درجہ مؤمن کا بڑا بتلاتا ہے، دوسرا فریق درجہ مسلم کا بڑا بتلاتا ہے، جو کچھ حکم شرعی اس کے متعلق ہو، مطلع فرمائیں۔ (۸۷۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شریعت میں ایمان اور اسلام ایک ہے، جو مؤمن ہے وہ مسلم ہے، اور جو مسلم ہے وہ مؤمن ہے، ایمان بدون اسلام کے مقبول نہیں اور اسلام بدون ایمان کے معتبر نہیں، اللہ تعالیٰ نے جس جماعت کو اوّل مؤمن فرمایا اسی کو پھر مسلم فرمایا۔ **کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ . فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾** (سورۂ ذاریات، آیت: ۳۵-۳۶) پس یہ نزاع نہایت قبیح ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، یہ کیسی جاہلانہ بحث ہے، جواب تک کہیں سنی نہ دیکھی، ایسی جہالت سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ **والسّلام علی من اتّبع الهدیٰ والتزم شریعة المصطفٰی صلوات اللّٰه وسلامه علیه وعلٰی اٰله وأصحابه أجمعین. فقط**

سوال: (۲) مؤمن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟ اور دونوں کی تعریف کیا ہے؟

(۴۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مؤمن اور مسلم ایک ہی ہیں۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ . فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت:۳۵-۳۶) وصفهم الله بالإيمان والإسلام جميعًا لأنّه ما من مؤمن إلّا وهو مسلم (۱)(معالم التّنزيل) یعنی عند اللہ جو مؤمن ہے وہ مسلم ہے اور جو مسلم ہے وہ مؤمن ہے، کیوں کہ ایمان اور اسلام ایک ہے، فرق صرف لفظی ہے یعنی جب آدمی زبان سے اقرار کرتا ہے توحید و رسالت کا اور احکام شریعت کو مانتا ہے، اور تسلیم کر لیتا ہے وہ مسلمان کہلاتا ہے، اور ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے یعنی جو کچھ وہ زبان سے کہتا ہے دل سے بھی اس کی تصدیق کرتا ہے، پس تصدیقِ قلبی کے اعتبار سے اس کا نام مؤمن ہے، اور اقرارِ زبانی اور شہادتِ لسانی کے اعتبار سے نام اس کا مسلم اور مسلمان ہے، الغرض ان دونوں میں فرق صرف لفظی ہے معتبر عند اللہ ہونے میں ایمان اور اسلام دونوں شرط ہیں، تفسیر معالم التنزیل میں آیت: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۴) کی تفسیر میں لکھا ہے: فأخبر أن حقيقة الإيمان: التّصديق بالقلب، وأنّ الإقرار باللّسان و إظهار شرائعه بالأبدان لايكون إيمانًا دون التّصديق بالقلب والإخلاص (۲)(۸۴۲، معالم)

سوال: (۳) اسلام میں ایمان ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ (۱۴۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایمان کے بغیر کوئی عمل معتبر نہیں، تصدیقِ قلبی اور اقرار باللسان دونوں کا ہونا ضروری ہے اسلام درحقیقت ایمان ہی کے ظہور کا نام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان کرنے کا طریقہ

سوال: (۴) اگر کوئی ہندو مسلمان ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ (۱۴۵۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جو کوئی ہندو مسلمان ہو اس کو مسلمان کر لینا چاہیے اس کو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا دینا چاہیے: یعنی یہ کہ اللہ ایک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور پیغمبر ہیں۔ فقط

(۱) معالم التّنزيل كامل، ص:۸۴۹، تفسير سورة الذّاريٰت.

(۲) معالم التّنزيل كامل، ص:۸۴۲، تفسير سورة الحجرات.

سوال: (۵) ایک غیر مسلم کو مولوی صاحب نے صرف کلمۂ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا وہ مسلمان ہوا یا نہیں؟ جہلاء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تک پانچوں کلمے نہ پڑھائے جاویں مسلمان کس طرح ہوسکتا ہے؟ (۱۳۴۰/۲۳۹۱ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ شخص مسلمان ہوگیا، مولوی صاحب پر اعتراض کرنا غلط اور جہل کی بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶) اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان کیا جائے تو اس کو کیا پڑھایا جائے؟ (۱۳۴۲/۴۲۰ھ)

الجواب: لآ إلٰه إلّا الله محمّد رَّسول الله اس کو پڑھا کر اس کے معنی سمجھائے جائیں اس سے مسلمان ہوجاتا ہے، اور اگر آمنت بالله إلخ کا مطلب اس سے کہلایا جائے تو اور بھی اچھا ہے۔

نومسلم نام تبدیل نہ کرے یا ختنہ نہ کرائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷) ایک غیر مسلم شخص اللہ تعالیٰ کو وحده لاشريك مانتا ہے، آنحضرت ﷺ کی رسالت کا قائل ہے، اور تمام عقائد ایمانیہ اور ارکان اسلامیہ کا مصدق اور عامل ہے، مگر اس نے اپنا نام تبدیل نہیں کیا نہ ختنہ کرایا؛ تو اس شخص کو کافر مشرک کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۳۱۳ھ)

الجواب: جب کہ توحید و رسالت اور عقائد اسلام اور احکام ایمان کا معتقد اور قائل ہوگیا؛ مسلمان ہوگیا، نام تبدیل نہ کرانے یا ختنہ نہ کرانے سے اس پر حکم کفر و شرک کا نہ لگایا جاوے گا۔

بغیر جلاّب کے غیر مسلم مسلمان ہوسکتا ہے

سوال: (۸) اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان کیا جائے تو بغیر جلاّب (۱) کے مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جو شخص یہ کہے کہ بغیر جلاّب کے مسلمان نہیں ہوسکتا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۱۵۲ھ)

الجواب: بغیر جلاّب کے مسلمان ہوسکتا ہے اور جو شخص اس کے خلاف کہے وہ واقف نہیں ہے جاہل ہے، اس کی بات نہ مانی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۹) ایک بھنگی مسلمان ہونا چاہتا ہے، یہاں پر مسلمان کہہ رہے ہیں کہ اس کو مسہل

(۱) جلاّب: مُسْہِل، ایسی دوا جس سے دست آئیں، دست آور دوا۔ ۱۲ (فیروز اللغات)

دیئے جائیں تب مسلمان کیا جائے ، یہ لکھ دیجئے کہ بھنگی کو مسلمان کرنے میں کیا کیا قید شریعت نے رکھی ہیں؟(۳۲۲۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس بھنگی کو فوراً بلا کسی شرط اور قید کے مسلمان کرلیا جائے ، کیونکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص مسلمان ہونا چاہے اس کو فوراً مسلمان کرلیا جائے اور کچھ قید اور شرط اس کے لیے نہیں ہے، بلکہ تاخیر کرنا گناہ ہے اور ممنوع ہے، اور جو لوگ اس بھنگی کو مسہل دینے کے لیے کہتے ہیں وہ اپنی جہالت کی وجہ سے خطاء پر ہیں،قول ان کا غلط ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تصحیحِ عقائد کا کیا طریقہ ہے؟

سوال: (۱۰) تصحیح عقائد کا کیا طریقہ ہے؟(۲۳۳۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: تصحیحِ عقائد موافق مسلک اہل سنت و جماعت کے بعد فقہ حنفی کے موافق اعمال کا التزام کیا جائے اور اخلاق حسنہ حاصل کیے جائیں اور اخلاق ذمیمہ ردیہ سے اجتناب کیا جائے، الغرض اتباع مسلک اہل سنت و جماعت علماً وعملاً نجات کے لیے کافی ہے۔فقط واللہ اعلم

جو مؤمن اسلام کا اظہار نہ کرتا ہو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱) کیا وہ شخص جو ظاہرۃً کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اور باطنی طور پر اللہ، رسولوں، کتب سماوی اور علی ہذا ارکان اسلام پر کامل ایمان رکھتا ہو اور اسلام کے سب فرائض نماز، روزہ وغیرہ کو بہ دل خفیہ بجالاتا ہو، مگر دنیوی وجوہات سے اظہار اسلام نہ کرتا ہو؛ کیا وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟ (۱۰۵۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایمان معتبر وہ ہے کہ دل میں تصدیق ہو تمام ان امور کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اور زبان سے اقرار کرے ان سب امور کا، ایسا ہی ہے شرح عقائد وغیرہ میں، اور یہ بھی اس میں ہے کہ محققین یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق ہے ساتھ قلب کے اور اقرار شرط ہے احکام دنیاویہ جاری کرنے کے لیے(۱) اس ثانی قول کے موافق وہ شخص جس کا سوال میں

(۱) ذهب جمهور المحقّقين إلى أنّه هو التّصديق بالقلب، وإنّما الإقرار شرط لإجراء الأحكام في الدّنيا إلخ . (شرح العقائد، ص:۱۲۱، مبحث الإيمان)

ذکر ہے عنداللہ مؤمن ہے اگرچہ ظاہر میں اس کو مسلمان نہ کہا جاوے گا، اور احکام اسلام اس پر جاری نہ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان ہونے کا اعلان کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۲) زید نے دس مسلمانوں میں اپنے کفر سے توبہ کی، اور کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا، تو اب اس کو اپنے عزیزوں میں اس کے اظہار کی ضرورت ہے یا نہیں؟ آیا وہ مسلمان ہوا یا نہیں؟ (۵۲۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ شخص مسلمان ہو گیا اور اس سے زیادہ اعلان کرنا اس کے ذمہ ضروری نہیں ہے، خود اعلان ہو جاوے گا، لیکن بہتر ہے کہ سب عزیزوں میں اس کی اطلاع کرا دے اور جو کوئی دریافت کرے کہہ دے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پولیس میں مسلمان کرانے کی رپورٹ کرانا ضروری نہیں

سوال: (۱۳) ایک غیر مسلم دائرۂ اسلام میں آنا چاہتا ہے، ایک مولانا صاحب نے کلمۂ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا اور پولیس میں رپورٹ نہیں کرائی؛ کیا اس طرح وہ شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے گا یا نہیں؟ (۲۶۲۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: کسی کو مسلمان کرنے کے لیے پولیس میں رپورٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

مسلمان بنانے کے لیے عدالت کی اجازت لینا ضروری نہیں

سوال: (۱۴) اگر کوئی ہندو مسلمان ہونا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو مولوی صاحب کے پاس لے جاؤ، اور مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اگر عدالت اجازت دیوے تو ہم مسلمان کر سکتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۰۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو ہندو مسلمان ہونے کو تیار ہو اس کو فوراً مسلمان کر لیا جاوے، اس میں دیر نہ کی جاوے اور یہ نہ کہا جاوے کہ عدالت سے اجازت لے لو تب مسلمان کریں گے، یہ بہت برا ہے۔ فقط

بہ وقت غرق فرعون کا ایمان لانا مقبول نہیں

سوال: (۱۵) فرعون بہ وقت غرقابی جو ایمان لایا وہ معتبر ہے یا نہیں؟ (۲۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: فرعون کا ایمان لانا بہ وقت غرق مقبول نہیں ہوا۔ کما نطق به الکتاب (۱) فقط

یہود و نصاریٰ کو موحد کہنا درست نہیں

سوال: (۱۶) اہل کتاب کو موحدین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اہل کتاب جو بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن شریف پر ایمان نہیں لائے ان کو موحد نہ کہا جاوے گا، وہ کافر کے لقب سے موسوم ہوں گے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۷، و ۷۲)

کافر نے صدق دل سے لآ اِلٰہ اِلّا الرّحمٰن کہا تو مسلمان ہو گیا

سوال: (۱۷) کسی کافر نے لآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کے بجائے لآ اِلٰہ اِلّا الرّحمٰن صدق دل سے کہا تو وہ مسلمان ہو گیا یا نہیں؟ (۱۶۸۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ دل سے یہ عقیدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں تو وہ مسلمان ہو گیا، اور لآ اِلٰہ اِلّا الرّحمٰن کہنا بھی صحیح ہے؛ چنانچہ قرآن شریف میں ہے: ﴿قُلِ ادْعُوْا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوْا الرَّحْمٰنَ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس شخص کا آخری کلام بسم اللہ ہے وہ دخولِ جنت کی بشارت میں داخل ہے

سوال: (۱۸) جس شخص کا آخری کلام بسم اللہ ہو، اور اسی پر خاتمہ ہو گیا تو وہ شخص و من کان

---

(۱) ﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۹۰-۹۱)

آخر کلامه لآ إلٰه إلاّ اللّٰه دخل الجنّة (۱) والی حدیث میں شامل ہوا یا نہیں؟(۶۷۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: مطلب تو یہی ہے کہ ذکر اللہ میں آخر ہو، لہٰذا وہ شخص جس کا آخر کلمہ بسم اللہ ہو بشارتِ دخولِ جنت میں داخل ہے کیونکہ دوسری روایت میں یہ ہے: و أن تُفارقَ الدُّنیا و لسانك رطبٌ من ذکر اللّٰه (۲) أو کما قال صلّی اللّٰه علیه وسلّم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہلِ جنت کا کلام کرنا، کھانا پینا اور چلنا قرآن واحادیث سے ثابت ہے

سوال: (۱۹) جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ اس کے اندر چل پھر بھی سکیں گے اور کھا پی بھی سکیں گے یا نہیں؟ اور جو حوریں خدمت کے لیے ملیں گی ان سے صحبت کریں گے یا نہیں؟

(۷۴۸/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اہل جنت کا کلام کرنا کھانا پینا چلنا احادیث سے ثابت ہے(۳) اور قرآن شریف میں بھی موجود ہے: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵) دوسری جگہ ہے: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَ لُوْنَ﴾ (۴) اور ﴿فَجَعَلْنٰـهُنَّ اَبْكَارًا﴾ (سورۂ واقعہ، آیت: ۳۶)

---

(۱) عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من کانَ آخر کلامه لآ إلٰه إلاّ اللّٰه دخل الجنّة. (سنن أبي داؤد، ص:۴۴۴، کتاب الجنائز، باب في التّلقین)

(۲) عن عبد اللّٰه بن بُسر رضي اللّٰه عنه قال: جآء أعرابيّ إلی النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم، فقال أيّ النّاس خیر؟ فقال: طوبیٰ لمن طال عمرهٗ و حسن عملُه، قال: یا رسول اللّٰه! أيّ الأعمال أفضل؟ قال: أن تُفارق، الحدیث، رواه أحمد والتّرمذي. (مشکاة المصابیح، ص:۱۹۸، کتاب الدّعوات، باب ذِکر اللّٰه عزّ و جلّ والتّقرّب إلیه، الفصل الثّاني)

(۳) عن جابر بن عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه یقول: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: یأکل أهلُ الجنّة فیها ویشربون ولایَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ ولایبولونَ ولکن طعامهم ذاك جُشَاءٌ کَرَشْحِ الْمِسْكِ یُلْهَمُوْنَ التّسبیحَ والتّحمیدَ، کما تُلهمونَ النّفسَ. (الصّحیح لمسلم: ۳۷۹/۲، کتاب الجنّة وصفة نعیمها و أهلها)

وعن أنس رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: یعطی المؤمنُ في الجنّة قُوّة کذا وکذا من الجماع قیل: یا رسول اللّٰه! أو یطیق ذلك؟ قال: یُعطی قوة مائةٍ. (جامع التّرمذي: ۸۰/۲، أبواب صفة الجنّة، باب ما جاء في صفة جماع أهل الجنّة)

(۴) سورۂ صافات، آیت: ۲۷، سورۂ طور، آیت: ۲۵۔

غیر مسلم صرف اسلام کی کتابیں پڑھے اور کلمۂ توحید نہ پڑھے تو وہ مسلمان نہیں

سوال: (۲۰) اگر کوئی کافر ہندو وغیرہ مذہب اسلام کی کتابیں پڑھے اور اس کے کلام سے عقیدت بزرگان پائی جائے لیکن کلمہ توحید نہ پڑھا ہو تو وہ مومن ہے یا کافر؟ (۵۱۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کوئی کافر ہندو وغیرہ جب تک کلمۂ توحید نہ پڑھے اور شہادتین کا اقرار نہ کرے اس وقت تک اس کو مسلمان نہ کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان کو منافق نہ کہنا چاہیے

سوال: (۲۱) عام مسلمانوں میں مؤمن اور منافق کی تمیز کس طرح کی جائے؟ (۱۲۵۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس تمیز کی ضرورت نہیں ہے کسی مسلمان کو منافق نہ کہنا چاہیے، یہ حرام ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سمجھ دار نابالغ کا ایمان معتبر ہے

سوال: (۲۲) اگر ہندو کا نابالغ لڑکا اپنا ایمان ظاہر کرے تو معتبر اور مقبول ہوگا یا نہیں؟ (۲۹۱۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: نابالغ لڑکا اگر عاقل سمجھ دار ہے جس کی مقدار درمختار میں سات برس کی عمر قرار دی ہے تو اس کا اسلام لانا صحیح ہے۔ أو أسلمَ الصَّبيُّ وهو عاقل أي ابن سبع سنين صلّي عليه لصيرورته مسلمًا إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماں باپ میں سے جو مسلمان ہوگا بچہ اس کے تابع ہوگا

سوال: (۲۳) ایک ہندو عورت شوہر دار مسلمان ہوتی ہے، شوہر اپنے مذہب پر ہندو رہتا ہے

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱۲۴/۳، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، قبل مطلب في حمل الميّت

اور زندہ ہے، عورت مسلمان ہو جانے کے بعد اپنی نابالغہ لڑکی یا لڑکے عمر ۶ سالہ کو بھی مسلمان کرالیتی ہے، کیا شرعاً بہ حالت زیست موجودگی پدر مذکور اس کی ماں کی ولایت مرجح ہے، یا باپ کی؟ اور اس کی دوسری صورت میں بھی یہی سوال ہوتا ہے، یعنی باپ مسلمان ہوتا ہے اور ماں ہندو رہتی ہے باپ نومسلم اپنی لڑکی یا لڑکے نابالغ عمر ۶، ۷، ۸، ۹ سالہ کو بھی مسلمان کرلیتا ہے، ایسی صورت میں بہ حالت زیست وموجودگی ماں لڑکے یا لڑکی اس کی ماں کی ولایت مرجح ہے یا باپ کی؟ (۳۱۶۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: والولد يتبع خير الأبوين دينًا إلخ (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ بچہ خیر الابوین کے تابع ہوتا ہے، یعنی ماں باپ میں سے جو شخص مسلمان ہوگا بچہ اس کے تابع ہوکر اس کا حکم بھی مسلمان کا سا ہوگا، اور وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا، لہٰذا اس صورت میں دونوں حالتوں میں بچہ مسلمان ہے، اور والدین میں سے جو شخص مسلمان ہوگیا ہے بچہ اس کے پاس رہے گا، اور مسلمان سمجھا جائے گا، اور دوسرے کو یہ حق نہ ہوگا کہ اس بچہ کو ماں سے لے کر اس کو کافر بنالے۔

اسلام لانے سے کسی بھی قوم اور فرقہ کو روک نہیں سکتے

سوال: (۲۴) ایک ڈیپوٹیشن (وفد) ممبئی سے ہمارے شہر میں داخل ہوا ہے اپنے کو مولوی بتلاتے ہیں اور اشاعت اسلام کی غرض سے آئے ہیں، جو قوم ہندو اور مسلمانوں کے نزدیک ذلیل ہیں مثلاً چوہڑا (چمار) وغیرہ، ان لوگوں کو ان کے مکان پر جا کر ان کے بیوی بچوں کو مسلمان کر رہے ہیں، اور ہماری مسجدوں میں لا رہے ہیں جس کے سبب سے تمام مسلمانوں میں رخنہ پڑ گیا ہے، اور مسجدیں بند ہونے کا اندیشہ ہے، کیا علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ آج کل اس ذلیل قوم کو مسلمان کرنا ضروری ہے؟ (۱۳۵۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اسلام لانے سے کسی قوم اور فرقہ کو روک نہیں سکتے اور کوئی قوم ہوا گرچہ وہ اسلام لانے سے پہلے کیسی ہی ذلیل ہو، مگر اسلام لانے کے بعد اللہ کے نزدیک اس کی بڑی عزت ہے، اس میں کچھ قیل وقال اور مصلحت بینی نہ ہونی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۴/۲۷۶، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب الولد يتبع خير الأبوين دينًا .

خطرے کے موقع پر گائے کے بجائے بکرے کی قربانی کرنے سے ایمان میں فتور واقع نہیں ہوگا

سوال: (۲۵) مسلم ناتواں غیر مسلم حاکم ظالم کی وجہ سے اگر قربانی نہ کرے یا بقر (گائے) کی جگہ بکرے کی قربانی کرے تو اس کے اسلام اور ایمان میں فتور واقع ہوگا یا نہیں؟ (۴۰۰/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شعائر اسلامی کے قیام کی راہ میں مسلمان کو ہر قربانی کے لیے مستعد رہنا چاہیے، کمزوری سے دوسرے لوگوں کے حوصلے بڑھتے ہیں، تاہم ایسے خطرناک موقعہ پر اگر رخصت پر عمل کرے تو جائز ہے، اور اگر نیت میں سقم نہیں تو ان شاء اللہ ایمان بھی سالم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو نو مسلم عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے وہ مسلمان ہے

سوال: (۲۶) ایک شخص نے کسی ہندو عورت کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کر لیا، وہ عورت نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے اور ہندوؤں کے مندروں میں جاتی ہے وغیرہ وغیرہ، اب یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور وہ عورت مسلمان ہے یا کافر؟ اور اولاد جو ہوئی وہ حلال ہے یا نہ؟ (۲۹۵/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا زکوۃ نہ دینا یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، تارک صلاۃ وغیرہ فاسق ہے مگر کافر نہیں ہے، جیسا کہ حدیث: **وإن زنٰی وإن سرق الحديث** (۱) اس پر دال ہے، اور **لا تكفره بذنب** وارد ہے (۲) پس بہ موجب ارشاد رسول اللہ ﷺ: **ما من عبد قال: لآ إله إلاّ الله ثمّ مات علٰى ذلك دخل الجنّة، قلتُ: و إن زنٰی و إن سرق، قال: وإن زنٰی وإن سرق الحديث** (۱) اس عورت کو مسلمان سمجھا جائے گا، اور مسلمانوں کا سا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا،

---

(۱) عن أبي ذرّ رضي الله عنه قال: أتيتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وعليه ثوبٌ أبيضُ وهو نائم، ثمّ أتيتُه وقد استيقظ، فقال: ما من عبد قال، الحديث. (صحيح البخاري: ۲/ ۸۶۶-۸۶۷، كتاب اللّباس، باب الثّياب البيض)

(۲) عن أنس بن مالك رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ثلاثٌ من أصل الإيمان: الكفُّ عن مّن قال: لآ إله إلاّ الله، ولا تُكَفِّره بذنبٍ، ولا تُخْرِجه من الإسلام بعمل، الحديث. (أبو داؤد، ص: ۳۴۳، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمّة الجور)

نکاح اس کا مسلمان کے ساتھ بہ شرائط صحیح ہے اور اولاد جو نکاح کے بعد ہوئی ولد الحلال ہے۔ فقط

کراماً کاتبین وساوس کو لکھتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۷) اگر زید کے دل میں وسواس آوے، اور وہ اس کا مرتکب نہ ہو تو کراماً کاتبین اس کو لکھتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۰۷۷ھ)

الجواب: نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا دوزخ میں نیک و بد سب کو جانا ہوگا؟

سوال: (۲۸) زید کہتا ہے کہ بہ حکم آیت کریمہ: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت: ۷۱) دوزخ میں نیک اور بد سب داخل ہوں گے، اور نیک لوگوں کے واسطے آگ باغ ہوگی، بکر کہتا ہے کہ اس سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے تو کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۳۴۰/۲۸۶ھ)

الجواب: اس سے مراد پل صراط پر کو گزرنا ہے اور بکر صحیح کہتا ہے، اور اس پر جملہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس ورود سے مراد مرور علی الصراط ہے (۲) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹) زید کہتا ہے کہ قیامت کے روز ایک مرتبہ تمام لوگ دوزخ میں داخل کیے جائیں گے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ الله تجاوز عن أمّتي ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتكلّم، متّفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص:۱۸، كتاب الإيمان، باب في الوسوسة، الفصل الأوّل)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وساوس قابلِ مؤاخذہ نہیں، اور جب قابلِ مؤاخذہ نہیں تو اُن کو کراما کاتبین نہیں لکھتے، کیونکہ کراما کاتبین اُن ہی اعمال کو لکھتے ہیں جن پر جزاء وسزا مرتب ہوتی ہے۔

(۲) ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی میں ہے:

''اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اُس پر، ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر، پھر بچائیں گے ہم اُن کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دیں گے گنہ گاروں کو اُس میں اوندھے گرے ہوئے'': یعنی ہر نیک و بد، مجرم و بری، اور مؤمن و کافر کے لیے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور بالضرور دوزخ پر اُس کا گذر ہوگا، کیوں کہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر کو گیا ہے، جسے عام محاورات میں ''پل صراط'' کہتے ہیں۔ ==

بدلیل قولہٖ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ﴾ أي ما منكم احدٌ ﴿اِلَّا وَارِدُهَا﴾ داخِلُها يدخُلُ النّارَ برٌّ وفاجرٌ وتكونُ على المؤمنين بردًا وّسلامًا (۱) تفسیر مدارک وتفسیر جامع البیان میں زید کا دعویٰ ہے کہ لفظ برٌّ میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں، بکر کہتا ہے کہ اس حکم سے انبیاء علیہم السلام اور سادات کرام مستثنیٰ ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۴۸۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ مراد اس ورود سے عبور علی الصراط ہے، یعنی پل صراط پر کو گزرنا، چونکہ پل صراط جہنم پر قائم ہوگا، اس لیے اس پر گزرنے والوں کو وارد جہنم اور داخل جہنم اور عابر جہنم سب کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ کمالین میں ہے: وكثيرٌ من السّلف على أنّ الورود هو العبور على الصِّراط فإنّه ممدود على جهنّم و رجّحه النّوويّ ـــــ إلى أن قال: ـــــ والّذي يظهر لهذا العبد أنّ هذا الاختلاف لفظيّ فإن المرور على الصّراط ممّا اتّفقوا عليه غير أنّ منهم من عدّة دخولاً ومنهم حسبه عبورًا (۲) پس انبیاء علیہم السلام بھی ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ کے عموم میں داخل ہیں، کیونکہ ترتب ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ (سورۂ مریم، آیت: ۷۲) کا اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ اوّل ان کا دخول اور عبور علی جہنم تسلیم کرلیا جاوے۔ كما في الكمالين عن المدارك: الورود: الدّخول

== اُس پر لامحالہ سب کا گذر ہوگا، خدا سے ڈرنے والے مؤمنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گذر جائیں گے اور گنہ گار اُلجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے، (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے، اور آخر میں براہِ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہ گار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے، صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا مُنہ بند کردیا جائے گا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صالحین پر وہ آگ بردوسلام بن جائے گی، وہ بے کھٹکے اُس میں سے گذر جائیں گے۔ واللہ اعلم

امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فلیراجع

(ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی، ص: ۴۱۴-۴۱۵، تفسیر سورۂ مریم، آیت: ۷۱، حاشیہ نمبر: ۳)

(۱) تفسير مدارك التّنزيل و حقائق التّأويل، ص: ۳۹۵، تفسير سورة مريم، المطبوعة: المطبع الحنفي، دهلي.

(۲) تعليقات جديدة من التّفاسير المعتبرة لحلّ الجلالين، ص: ۲۵۸، رقم الحاشية: ۲۶، تفسير سورة مريم.

عند عليّ وابن عباس رضي الله عنهما وعليه جمهور أهل السّنّة لقوله تعالىٰ: ﴿ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ﴾(هود:۹۸)ولقوله: ﴿لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ﴾(الأنبياء:۹۹)ولقوله: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ﴾(مريم:۷۲) إذ النّجاة إنّما يكون بعد الدّخول إلخ. وعن الحسن وقتادة الورود: المرور على الصّراط، لأنّ الصّراط ممدود عليها إلخ(۱) ثمّ نقل بعد هذا ما نقلتُه أولاً من قوله : وكثيرٌ من السّلف إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سید دوزخ میں جائے گا یا نہیں؟

سوال: (۳۰) زید کہتا ہے کہ ہمارے پیر صاحب فرماتے تھے کہ سید دوزخ میں نہ جائے گا، برا عمل کرے یا بھلا، بکر کہتا ہے کہ برا عمل کرے گا دوزخ میں جائے گا سید ہو یا غیر۔(۱۶۴۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو شخص مرتکب گناہ کا ہوگا خواہ سید ہو یا غیر سید وہ مستحق عذاب کا ہوگا۔قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾(سورۂ زلزال، آیت:۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے نمازی مؤمن؛ کافر مشرک سے بہتر ہے

سوال: (۳۱) قرآن مجید بے نمازی کو مشرکوں میں داخل کرتا ہے: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾(سورۂ روم، آیت:۳۱) کیا محض کلمہ گو ہونے سے اس کو ہندو مشرک سے ترجیح ہے کہ اس سے سودا سلف کیا جائے، اور اس کو پابند نماز نہ ہونے کی حالت میں مشرک سے بہتر سمجھا جائے؟ (۴۱۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ تارک نماز کو حنفیہ کافر نہیں کہتے، بلکہ جمہور اہل سنت و جماعت سوائے بعض کے تارک نماز کو کافر نہیں کہتے، بلکہ فاسق ہی کہتے ہیں، اور جو روایات اس کے خلاف ہیں ان کی تاویل کرتے ہیں، اور کلمہ گو کو جب کہ وہ منکر ضروریات دین کا نہ ہو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں، یہاں

(۱) تعليقات جديدة من التّفاسير المعتبرة لحلّ الجلالين، ص:۲۵۸، رقم الحاشية:۲۵۔
(۲) تعليقات جديدة من التّفاسير المعتبرة لحلّ الجلالين، ص:۲۵۸، رقم الحاشية:۲۶، تفسير سورة مريم.

تک کہ بےنمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنا بھی بہ حکم صلّوا علٰی کلّ برّ وفاجر الحدیث (۱) ضروری ہے، پس مسلمان اگر چہ فاسق ہو لیکن اگر خاتمہ اس کا کلمۂ شہادت پر ہوگیا تو انجام کار اس کے لیے جنت ہے، اور کافر مشرک کے لیے خلود فی النار ہے، پھر ان میں برابری کیسے ممکن ہے؟! ﴿لَايَسْتَوِىْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ الآية﴾ (سورۂ حشر، آیت: ۲۰) فقط واللہ اعلم

ہر مسلمان پر تواضع لازم ہے

سوال: (۳۲) زید بہ وجہ کسرِ نفسی اپنے وجود کو بہ نسبت دیگر اہل اسلام کے قطع نظر اعمال کے حقیر سمجھتا ہے۔ (۲۴۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسا سمجھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور تواضع لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت، گھوڑا اور مکان منحوس ہوتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۳) عورت، گھوڑا، مکان منحوس ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتے تو کون سی حدیث میں لکھا ہے؟ اور اگر ہوتے ہیں تو اس کی دفعیہ کی کیا صورت ہے؟ (۱۷۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں اس کے متعلق اس قدر وارد ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہے تو عورت اور مکان اور گھوڑے میں ہے، اور غرض یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں ہے اگر ہوتی تو ان اشیاء میں ہوتی، مشکاۃ میں ابوداؤد سے روایت ہے کہ و إن تكن الطِّيرة في شيءٍ ففي الدّار والفرس والمرأة (۲) صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں: والمعنی إن فرض وجودها تكون في هذهِ الثّلاثة

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال : صلّوا خلف كلّ برّ و فاجر وصلّوا علٰى كلّ برّ وفاجر، وجاهدوا مع كل برّ وفاجر. (سنن الدّار قطني: ۱/۱۸۵، كتاب الصّلاة ، باب صفة من تجوز الصّلاة معه والصّلاة عليه، المطبوعة: المطبع الأنصاري الواقع في الدّهلي)

(۲) عن سعد بن مالك رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: لا هَامة ولا عَدوٰى ولا طيَرة ، و إن تكن الطّيرة ، الحديث . (مشكاة المصابيح، ص:۳۹۲، كتاب الطّب والرُّقى ، باب الفال والطّيرة ، الفصل الثّاني)

ویؤیّدہٗ ما ورد في الصّحیح بلفظ: ” إن کان الشُّؤم في شيءٍ ففي الدّار والمرأة والفرس“ والمقصود منه نفي صحّة الطّیرة علیٰ وجه المبالغة (۱) پس معلوم ہوا کہ منحوس کوئی چیز نہیں ہے اور اگر کسی کو وہم اور وسوسہ ہو تو احادیث میں ہے وہ اس کو اس طرح دفع کرے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ عقیدہ کرے کہ بدون امر الٰہی کوئی چیز نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتی، پس توکل علی اللہ اس کے اس وہم وشبہ کو دفع کردے گا (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمانوں کے حق میں کوئی ماہ یا کوئی دن منحوس نہیں

سوال: (۳۴) کیا شریعت غراء میں کسی ماہ یا روز کی نحوست ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کو منحوس سمجھنے والا کیا ہوگا؟ ایک بنگلہ کتاب میں یہ حدیث درج ہے یہ حدیث کیسی ہے؟ نبی ﷺ نے چھ دنوں کو منحوس فرمایا، ان میں سب عمل جدید کرنے کی ممانعت فرمائی مثلاً ہر ماہ کی تیسری تاریخ میں شادی وغیرہ کی ممانعت فرمائی، اس وجہ سے کہ قابیل نے ہابیل کو اس میں قتل کیا، اور پانچویں تاریخ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں اسی تاریخ میں ڈالا، اور آٹھویں تاریخ اس واسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس میں بہشت سے خارج کیے گئے، اور سولہ تاریخ کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس میں شہید کیے گئے، اور چوبیس تاریخ کہ اس میں دندان مبارک نبی کریم ﷺ کا شہید کیا گیا، اور پچیس تاریخ کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔

والحدیث الآخر وھو ھٰذا: نبی کریم ﷺ نے ان مہینوں کی ان تاریخوں میں شادی وغیرہ

---

(۱) مرقاة المفاتیح: ۴۰۱/۸، کتاب الطّب والرُّقی، باب الفال والطّیرة، رقم الحدیث: ۴۵۸۶۔

(۲) عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: الطِّیرةُ شركٌ، الطِّیرةُ شركٌ ثلاثًا، و مَا مِنّا إلاّ و لکنَّ اللّٰهَ یُذْهِبُهٗ بالتّوکّل. (سنن أبي داؤد: ۵۴۶/۲، کتاب الطّب، باب في الطّیرة والخطّ)

و عن عروة بن عامر رضي اللّٰه عنه قال: ذُکِرَتِ الطّیرةُ عند رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فقال: أحسنُها الفالُ، ولاتَرُدُّ مُسلمًا، فإذا رأی أحدُکم ما یَکْرَهُ، فلیقل: أللّٰهمّ لایأتي بالحسنات إلاّ أنت، ولایدفَعُ السِّیئات إلاّ أنت ولاحولَ ولا قوّةَ إلاّ باللّٰه. (مشکاة المصابیح، ص: ۳۹۲، کتاب الطّب والرّقی، باب الفال والطّیرة، الفصل الثّالث)

نئے کاموں کو منع فرمایا عشرۂ محرم میں اور محرم کی بیس تاریخ میں، ربیع الثانی کی پہلی اور سولہویں میں، جمادی الاولیٰ کی دو اور دس میں، شعبان کی دو اور سات میں، رمضان کی تین اور سات میں، شوال کی بیس اور ستائیس میں، ذی قعدہ کی دو اور چھ میں، ذی الحجہ کی چھ اور آٹھ میں، اور ہر ماہ کی ان چوبیس ساعتوں میں جن میں بدر علی وجہ الکمال ہوتا ہے یہ بنگلہ میں اماوشّا کہلاتا ہے، ویوم کلّ شهر یکون القمر فيه غائبًا غير ظاهر وغير مرئي اور ایسا دن بنگلہ میں پرنما کہلاتا ہے، کیا یہ باتیں ثابت اور جائز ہیں یا نہیں؟ (۱۳۷۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حدیث شریف صحیح میں وارد ہے کہ دہر کا اطلاق حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر کیا ہے، اور دہر کو برا کہنا اپنی ایذاء کے مرادف ٹھہرایا ہے، چنانچہ حدیث میں حق تعالیٰ کا یہ مقولہ وارد ہے: یؤذيني ابن آدم يسبّ الدّهرَ وأنا الدّهرُ الحديث (۱) یعنی ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے کہ زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ دہر میں ہوں یعنی دہر کو برا کہنا حق تعالیٰ کی طرف عائد ہوتا ہے، نعوذ باللّٰه البتہ مشرکین پر جس روز میں عذاب نازل ہوا ہے وہ روز صرف ان کے لیے نحس تھا، نہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مطیع بندوں کے لیے، چنانچہ مفسرین نے ﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ﴾ (سورۂ قمر، آیت:۱۹) کی تفسیر میں اسی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ یہ یوم ہمیشہ کے لیے مشرکوں پر نحس ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جس روز فرعون غرق ہوا وہ روز فرعون کے لیے یوم نحس تو تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے یوم نجات بھی وہی تھا، پس کیوں کر اس روز کو مطلق نحس قرار دے سکتے ہیں؟! اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی تکالیف کے ایام کو یوم نحس کہنا محض جہالت ہے، اس لیے کہ حق تعالیٰ نے کفار کے عذاب کے ایام کو یوم نحس کہا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کے ایام ابتلاء ان کے لیے ایام ترقئ درجات ہیں، پس وہ ایام ان کے لیے باعث مزید سعادات ہیں نہ نحس، ذی الحجہ کے پہلے دس دن کو علماء نے تمام سال کے ایام میں سے افضل و برتر کہا ہے (۲) پس (ہر ماہ کی تیسری) پانچویں اور آٹھویں کو برا

(۱) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: قال اللّٰه: يؤذيني، الحديث (صحيح البخاري: ۲/۷۱۵، كتاب التّفسير، باب: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا الدَّهْرُ﴾ الآية.

(۲) عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما من أيّامٍ العمل الصّالح فيهنّ أحبّ إلى اللّٰه من هذهِ الأيّام العشر، فقالوا: يا رسول اللّٰه! ولا الجهاد في سبيل اللّٰه؟ فقال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ولا الجهاد في سبيل اللّٰه، إلّا رجلٌ خَرَجَ بنفسهِ و مالهِ فلم يرجع من ذلك بشيء (جامع التّرمذي: ۱/۱۵۸، أبواب الصّوم ==

قرار دینا اس کے مخالف ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے: خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ علیه الشّمس یومُ الجمعة (۱) اس میں یوم جمعہ کو تمام ایام سے افضل قرار دیا گیا ہے، پس اگر ان تاریخوں میں کوئی تاریخ جمعہ کے روز ہوگی یا اماوشّا اور پرنما کی تاریخوں کے اندر جمعہ بھی آ گیا تو حدیث صحیح کی رو سے وہ ایام خَیْرُ یَوْمٍ طَلَعَتْ علیه الشّمس میں داخل ہوں گے، پس ثابت ہوا کہ ان ایام کو منحوس کہنا اہل اسلام کے لیے قطعًا صحیح نہیں، البتہ منحوس مشرکین کے لیے ہو سکتے ہیں اور وہ نحوست بھی ایام کی ذات پر کوئی سرایت نہ کرے گی بلکہ انہیں پر رہے گی ، پس اہل اسلام کو اما وشّا اور پرنما وغیرہ ایام میں شادی کرنا جائز ہے ، البتہ اگر کوئی خدا کے ساتھ ان ایام میں اپنے متعلق نحوست کا عقیدہ رکھے گا اسے علاوہ عاصی ہونے سے مشرکین کی طرح مضرت کا خطرہ بھی ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: أنا عندَ ظنِّ عَبْدِي بي الحديث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی

سوال: (۳۵) زید عقیدۃً کہتا ہے کہ ہندہ اپنا بیمار بچہ چند مرتبہ میرے گھر میں لائی، اس وجہ سے میرے بچے کو ہندہ کے بچہ کی بیماری لگ گئی اور بیمار ہو کر مر گیا، اور ہندہ کا بچہ تندرست ہو گیا۔
(۱۸۷۴/۱۳۳۷ھ)

== باب ما جآء في العمل في أيّام العشر)

قوله: (هذهِ الأيّام العشرة) اختلفوا في أنّ هذهِ العشرة أفضل أم عشرة رمضان ؟ والمختار أنّ أيّام هذهِ العشرة أفضل لوجود يوم عرفة فيها، وليالي عشرة رمَضان أفضل لوجود ليلة القدر فيها، ذكره الشّيخ المحدث الدّهلوي . (هامش المشكاة، ص:۱۲۸، كتاب الصّلاة، باب في الأضحية ، الفصل الأوّل ، رقم الحاشية:۱)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول:قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم:خيرُ يومٍ، الحديث (الصّحيح لمسلم:۱/۲۸۲، كتاب الجمعة ، فصل في فضيلة يوم الجمعة على باقي الأيّام إلخ)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : يقول الله: أنا عندظنّ عبدي بي ، و أنا معه إذا ذكرني ، فإن ذكرني الحديث. (صحيح البخاري: ۲/۱۱۰۱، كتاب التّوحيد، باب قول الله:﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾إلخ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: لاعدوی (۱) یعنی کسی کی بیماری دوسرے کونہیں لگتی، پس زید کا خیال غلط ہے اور عقیدہ اس کا صحیح نہیں ہے ایسا عقیدہ نہ رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیمار پرسی سے بیماری لگنے کا عقیدہ خلافِ شریعت ہے

سوال: (۳۶) بیمار پرسی سے بیماری لگتی ہے یا نہیں؟ (۳۴/۷-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسا عقیدہ نہ رکھنا چاہیے، حدیث شریف میں ہے: لاعدویٰ (۲) یعنی کسی کی بیماری دوسرے کونہیں لگتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انسان مجبور ہے یا مختار؟

سوال: (۳۷) زید کہتا ہے کہ جو کچھ کراتا ہے وہ اللہ جل شانہ کراتا ہے، انسان کے بس میں کچھ نہیں ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰـهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۷) زید اس آیت سے یہ سمجھتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے مہر نیکی یعنی جنت کی لگادی اس کو جنت ملے گی، اور جس کے دل میں دوزخ کی مہر لگادی اس کو دوزخ ملے گی، عمر کہتا ہے کہ انسان خود مختار ہے؛ اس صورت میں کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۱۱۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو کچھ تقدیر میں لکھا گیا سعادت یا شقاوت اسی کے موافق ظہور ہوتا ہے اور بندہ اسی کے موافق عمل کرتا ہے۔ قال اللّٰـه تعالٰی: ﴿فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۰۵) خالق ہر فعل کا اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ کاسب ہے اس مسئلہ کو کسی عالم محقق سے سمجھ لینا چاہیے عوام کو اس میں خوض وغور نہ کرنا چاہیے، اور آیت کریمہ مذکورہ کا جو کچھ مطلب زید نے سمجھا وہ غلط ہے، یہ آیت

---

(۱) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: لاعدویٰ، ولاطيرة. (صحيح البخاري: ۸۵۶/۲، كتاب الطّب، باب الطّيرة)

(۲) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه يقول: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: لا عدوى ولا طيرة ولاهامّة ولاصفر وفرّ من المجذوم كما تفرّ من الأسد. (صحيح البخاري: ۸۵۰/۲، كتاب الطّب، باب الجذام)

خاص ان کفار کے بارے میں ہے جن کے لیے ہدایت مقدر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اولیاء قبر میں زندہ ہیں؟ اور قبر میں حضور کے بارے میں جو سوال ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی؟

سوال: (۳۸)......(الف) کیا تمام بزرگ واولیاء زندہ ہیں؟

(ب) کیا آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء اس آیت میں داخل ہیں: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵۴) اور قبر میں جو آنحضرت ﷺ کی نسبت پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ (۱۳۴۳/۸۲۱ھ)

الجواب: (الف-ب) انبیاء اور شہداء کی حیات تو نصوص میں وارد ہے، اولیاء اللہ کے بارے میں نص نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: **إنّ اللّٰه حَرَّمَ علَى الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبي اللّٰه حيّ يرزق** (۱) اور شہداء کے بارے میں قرآن شریف میں **بل أحياء** وارد ہے (۲) اولیاء اللہ کے بارے میں ایسی کوئی نص نہیں ہے ممکن ہے کہ ان کو بھی ملحق بالشہداء کہہ کر اَحیاء کہا جائے (۳) اور

---

(۱) عن أبي الدّرداء رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم:......إنّ اللّٰه حرّم على الأرض الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۲۱، كتاب الصّلاة، باب الجمعة، الفصل الثّالث)

(۲) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۶۹)

(۳) في المرقاة شرح المشكاة: قيل: يتولّد الدّود من العفونة وتأكل الأعضاء ثمّ يأكل بعضها بعضًا إلى أن تبقٰى دودة واحدة فتموت جوعًا واستثنٰى الأنبياء والأولياء والعلماء من ذلك، فقد قال صلّى اللّٰه عليه وسلّم: إنّ اللّٰه حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، وقال تعالٰى في حقّ الشّهداء: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹) والعلماء العاملون المعبّر عنه بالأولياء مدادهم أفضل من دماء الشّهداء (مرقاة المفاتيح: ۵۳۵/۹، كتاب الرّقاق، باب البكاء والخوف، الفصل الثّاني، رقم الحديث: ۵۳۵۲)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: اولیائے کرام بھی بہ حکم شہداء ہیں اور مشمول آیت: ﴿بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ کے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۰۵، کتاب العقائد، اولیاء وشہداء کے عذاب قبر کا مسئلہ)

یہ جو قبر میں پوچھا جائے گا کہ یہ رجل یعنی محمد ﷺ کون ہیں الخ تو اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قبر سے پردہ اٹھا دیا جائے اور میت کو آنحضرت ﷺ دکھلائے جائیں اور پوچھا جائے کہ یہ شخص کون ہیں الخ اور یہ بھی احتمال ہے کہ معہود فی الذہن کی طرف اشارہ ہو(١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرشتے قبر میں حضور ﷺ کی تصویر لاتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (٣٩) مردہ کے پاس قبر میں فرشتہ آنحضرت ﷺ کی تصویر لاتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ (٢٥٢٧/١٣٤١ھ)

الجواب: حدیث شریف میں صرف هذا الرّجل کا لفظ وارد ہوا ہے(٢) اس کی شرح میں

---

(١) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا قبر الميّت أو قال أحدكم ، أتاه ملكان أسودان أزرقان ، يقال لأحدهما المنكر والآخر النّكير، فيقولان: ما كنتَ تقول في هذا الرّجل؟ فيقول ما كان يقول هو عبد الله و رسوله: أشهد أن لا إلٰه إلاّ الله وأنّ محمّدًا عبده ورسوله، فيقولان: قدكنّا نعلم أنّك تقول هذا ، ثمّ يفسح له في قبرهٖ سبعون ذراعًا في سبعين، ثمّ يُنوَّرُ له فيه، ثمّ يقال له: نم، فيقول:ارجع إلٰى أهلي فأُخْبِرُهُم، فيقولان:نَمْ كنومة العروس الحديث. وفي هامش الحديث:قوله: (في هذا الرّجل)عبّربذلك امتحانًا لئلاّ يتلقّن تعظيمه عن عبارة القائل، قيل: يكشف للميّت حتّى يرى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وهي بشرى عظيمة للمؤمن إن صحّ ذلك ، ولا نعلم حديثًا صحيحًا مرويًا في ذلك، والقائل بهٖ إنّما استند لمجرّد أن الإشارة لا تكون إلاّ للحاضر، لكن يحتمل تكون إشارة لما في الذّهن، فيكون مجازًا، قاله القسطلانيّ . (جامع التّرمذي وهامشه: ١/٢٠٥، أبواب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، ورقم الهامش:٤)

(٢) عن أنس رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: العبدُ إذا وُضِع في قبره وتُوُلِّيَ وذَهب أصحابُه حتّى أنّه ليسمعُ قرعَ نعالهم أتاه مَلكانِ فَأَقْعَدَاهُ، فيقولان له : ما كنتَ تقول في هذا الرّجل محمّدٍ ؟ فيقول : أشهد أنّه عبد الله و رسولُه . فيقال : أنظر إلى مقعدك من النّار أبْدَلَكَ اللّٰهُ بهٖ مقعدًا من الجنّة، قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: فيراهما جميعًا، و أمّا الكافر أو المنافق فيقولُ: لا أدري كنتُ أقول ما يقول النّاس، فيقال: لا دَرَيْتَ ولا تَلَيْتَ ثمّ يُضْربُ بِمِطْرَقَةٍ من حَدِيدٍ ضَرْبَةً بينَ أذنيه فيصحّ صيحةً يسمعها من يليه إلاّ الثّقلينِ(صحيح البخاري:١/١٧٨، كتاب الجنائز، باب: الميّتُ يَسمع خَفْقَ النّعالِ)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سامنے کیے جاویں گے(۱) پس تصویر کا اس میں کچھ ذکر نہیں ہے اور وہ تصویر نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روح کا قبر سے تعلق رہتا ہے

سوال: (۴۰) لوگ قبر پر فاتحہ پڑھنے جاتے ہیں تو کیا ارواح قبر میں موجود رہتی ہیں؟

(۱۱۷۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے، بس اتنا ہی خیال کرے اور موافق سنت کے سلام اہل قبور پر کرے، یعنی السّلام علیکم یا أھل القبور إلخ پڑھے(۲) اور قل ھو اللہ وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچادے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وفات کے بعد مسلمانوں اور کافروں کی ارواح کہاں رہتی ہیں؟

سوال: (۴۱) بعد مرگ روح انسان کہاں رہتی ہے؟ انسان مؤمن کو دفن کیا جاتا ہے، اور اسی طرح عیسائی و چند دیگر مذہب کے مردے بھی دفن کیے جاتے ہیں، آیا ان کی روح کا تعلق کچھ اپنی اپنی قبر سے رہتا ہے یا نہیں؟ اگر رہتا ہے تو قبر پر جانے سے روح کو خبر ہوتی ہے یا نہیں کہ فلاں شخص اس کی قبر پر آیا ہے؟ اگر کلام پاک وغیرہ سے کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے تو اس کو پہنچتا ہے

(۱) قوله: (في هذا الرّجل) عبّر بذلك إمتحانًا لئلاّ يتلقّنَ تعظيمَه عن عبارة القائل، قيل: يُكشفُ للميّت حتّى يرى النّبيَّ صلّى الله عليه وسلّم، وهي بشرىٰ عظيمةٌ للمؤمن إن صحّ ذلك، ولانعلم حديثًا صحيحًا مرويًّا في ذلك، والقائل به إنّما استند لمجرد أنّ الإشارة لاتكون إلّا للحاضر، لكن يحتمل أن تكون الإشارة لما في الذّهن فيكون مجازًا (هامش جامع الترمذي: ۱/ ۲۰۵، أبواب الجنائز، باب ماجاء في عذاب القبر، وهامش مشكاة المصابيح، ص:۲۴، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الأوّل، رقم الحاشية: ۱۵)

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: مرّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بقبور المدينة، فأقبل عليهم بوجهه، فقال: السّلام عليكم يا أهل القبور، يغفر الله لنا ولكم، أنتم سلفنا ونحن بالأثر. (جامع التّرمذي: ۱/۲۰۳، أبواب الجنائز، باب ما يقول الرّجل إذا دخل المقابر)

یا نہیں؟ انسان غیر مسلم یعنی غیر مؤمن کافر کی روح کہاں رہتی ہے؟ اگر دفن کیا گیا ہے تو اس کے مدفن پر جانے سے اس کی روح کو خبر ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی روح کو کچھ ثواب پہنچایا جائے تو اس کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ غیر مؤمن یعنی ہندو جلائے جاتے ہیں یا دریا میں بہائے جاتے ہیں ان کی روح کہاں رہتی ہے، مرگھٹ یا دریا پر جہاں ان کو جلایا بہایا گیا اس کی روح کا کچھ تعلق رہتا ہے یا نہیں؟ میں نے کلام پاک میں پڑھا ہے کہ نبیین، شہداء، صدیقین اور صالحین کو حیات بعد الممات حاصل ہے، اور ان کو خدا تعالیٰ اپنی مہربانی سے روزی پہنچاتا ہے، میرے خیال میں جب کہ کوئی شخص ایسے ہی چہار اقسام مندرجہ بالا بزرگوں کے مزار پر جائے تو اس کی حاضری کی خبر ان بزرگوں کو ہوتی ہوگی، اور جو کہ ہم عرض کریں گے اس کی بھی ان کو خبر ہوتی ہوگی، لہٰذا تحریر فرمائے کہ میرا خیال کہاں تک صحیح ہے؟ اور اگر غلط خیال ہے تو کیوں؟ (۱۳۴۲/۹۴۰ھ)

الجواب: روح کو قبر سے بھی تعلق رہتا ہے، اور اصل مقام روح کا علیین اور سجین ہے، مؤمنین کی ارواح علیین اور کافرین کی ارواح سجین میں رہتی ہیں۔ فقط

اور میت کے لیے خواہ قبر پر جا کر یا گھر میں بیٹھے ہوئے اگر کچھ قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے تو اس میت کو بہ شرطیکہ وہ مسلمان ہو اور ایمان پر خاتمہ ہوا ہو ثواب پہنچتا ہے، اور جب ثواب کسی میت کو پہنچے گا تو اس کو معلوم کرایا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے یہ ثواب پہنچایا ہے اور کافر کو ثواب نہیں پہنچتا۔

اور جو کافر مردے آگ میں جلائے جاتے ہیں یا دریا میں بہائے جاتے ہیں ان کی روح کو اس کے جسم کے اجزاء سے بھی تعلق رہتا ہے، جہاں جہاں وہ اجزاء یعنی راکھ وخاک وہڈیاں ہوں، اور اصل مقام ان کا سجین ہے۔

ممکن ہے کہ ان بزرگوں کو اس حاضری کی خبر ہوتی ہو، مگر قطعی طور سے یہ ثابت نہیں ہے، اور سماع میت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے حنفیہ بہ ظاہر عدم سماع اموات کے قائل ہیں لیکن اگر خبر ہو جاتی ہو تو کچھ مستبعد بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

سوال: (۴۲) مرنے کے بعد عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو یا دونوں کو؟ (۱۳۳۷/۱۶۳۱ھ)

الجواب: عذاب روح پر معہ جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث سے ثابت ہے(۱) فقط

کیا مرنے کے بعد قیامت تک روح قبر میں رہتی ہے؟

سوال: (۴۳) زید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد قیامت تک انسان کی روح قبر میں رہتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصلی اس کا علیین یا سجین ہے۔ فقط

سماعِ موتیٰ سے متعلق چند سوالات

سوال: (۴۴)......(الف) کیا ہر وقت مردے قبر میں سنتے ہیں؟

(ب) کیا حدیث واقعہ کفار مقتولین بدر سے عام سماع موتی ثابت ہوتا ہے یا یہ خاصۂ نبوت ہے؟

(ج) حدیث میں جو مذکور ہے کہ مردہ جوتوں کی آہٹ سنتا ہے کیا اس سے بھی سماع ثابت ہوتا ہے؟

(د) دعا: السّلام عليكم يا أهل القبور وغیرہ سے بھی کیا سماع ثابت ہوتا ہے؟ اور اگر نہیں تو لفظ ''یا'' کیوں؟

(ھ) حضرت عائشہؓ کا بعد دفن خلیفہ ثانی کے روضۂ اطہر میں نہ جانا، کیا اس حدیث سے عام مردوں کا سننا اور دیکھنا مستنبط ہوسکتا ہے؟

---

(۱) عن البراء بن عازب رضي الله عنه عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال:...... وأمّا الكافر فذكر موته قال: ويعاد روحه في جسدهٖ ويأتيه ملكان، فيجلسانهٖ فيقولان: من ربّك؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فيقولان: ما هذا الرّجل الّذي بعث فيكم؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فينادي مناد من السّماء: أن كذب، فأفرشوه من النّار، وألبسوه من النّار، وافتحوا له بابًا إلى النّار، قال: فيأتيه من حرّها وسمومها قال: ويضيّق عليه قبره حتّٰى تختلف فيه أضلاعه ثمّ يقيض له أعمٰى أصمّ معه مرزبة من حديدٍ، لو ضرب لها جبل لصار ترابًا، فيضربه بها ضربةً يسمعها مابين المشرق والمغرب إلّا الثّقلين، فيصير ترابًا ثمّ يعاد فيه الرّوح. رواه أحمد وأبوداؤد. (مشكاة المصابيح، ص:۲۵-۲۶، كتاب الإيمان، باب اثبات عذاب القبر، الفصل الثّاني)

(و) باوجود حنفی مذہب ہونے کے احادیث مذکورہ سے سماعِ موتیٰ کا ضرورۃً قائل ہونا کیا جائز ہے؟
(۲۶۶۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف - و) یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہا ہے حنفیہ کے نزدیک راجح عدم سماع ہے، چنانچہ حنفیہ نے ان دلائل کا جن سے سماعِ موتیٰ معلوم ہوتا ہے جواب دیا ہے: شامی میں ہے: ولا یرد ما في الصّحیح من قولہٖ صلّی اللّٰه علیه وسلّم لأهل قلیب بدر: "هل وجدتّم ما وعدکم ربّکم حقًّا ؟ فقال عمر: أتُکلّم المیّتَ یا رسول اللّٰه ؟ فقال علیه الصّلاة والسّلام: والّذي نفسي بیدهٖ ما أنتم بأسمع من هٰؤلاء أومنهم" فقد أجاب عنه المشایخ بأنّه غیر ثابت یعني من جهة المعنی، وذلك لأنّ عائشة رضي اللّٰه تعالٰی عنها ردّته بقوله تعالٰی: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾(فاطر: ۲۲)﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ (النّمل: ۸۰) وأنّه إنّما قاله علی وجه الموعظة للأحیاء، وبأنّه مخصوص بأولٰئك تضعیفًا للحسرة علیهم، وبأنّه خصوصیّة له علیه الصّلاة والسّلام معجزة، لکن یشکل علیهم ما في مسلم: "إنّ المیّت لیسمع قرع نعالهم إذا نصرفوا" إلّا أن یخصّوا ذلك بأوّل الوضع في القبر مقدّمة للسّؤال جمعًا بینه وبین الآیتین، فإنّه شبّه فیهما الکفّار بالموتٰی لإفادة بعد سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتٰی، هٰذا حاصل ما ذکره في الفتح هنا.

وفي الجنائز: ومعنی الجواب الأوّل أنّه وإن صحّ سنده لکنّه معلول من جهة المعنی بعلّة تقتضي عدم ثبوته عنه علیه الصّلاة والسّلام وهي مخالفته للقرآن، فافهم (۱) (شامی، جلد۳/ ۱۳۱) اور حضرت صدیقہؓ جو فرماتی ہیں: فلمّا دُفن عمرُ معهم فواللّٰه ! ما دخلته إلّا وأنا مشدودةٌ علی ثیابي حیاءً من عمر رضي اللّٰه عنه (۲) اس سے صرف احترام میت اور

(۱) ردّالمحتار للشّامي: ۵/ ۵۲۷-۵۲۸، کتاب الأیمان، باب الیمین في الضّرب والقتل وغیر ذلك ، مطلب في سماع المیّتِ الکلامَ .

(۲) عن عائشة رضي اللّٰه تعالٰی عنها قالت: کنت أدخل بیتي الّذي فیه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم و أبي ، فأضع ثوبي ، فأقول: إنّما هو زوجي و أبي، فلمّا دفن عمر إلخ. (مجمع الزّوائد و منبع الفوائد: ۸/ ۲۶، کتاب الأدب ، باب ما جاء في الحیاء والنّهيّ عن الملاحاة، و فیه أیضًا: ۹/ ۳۷، کتاب علامات النّبوّة، قبل باب تمنّی رؤیته صلّی اللّٰه علیه وسلّم، المطبوعة: دارالکتب العلمیّة ، بیروت)

حیات اور ادراک میت ثابت ہوتا ہے، سماعِ میت اس سے ثابت نہیں ہوتا، اور حضرت صدیقہ کا مذہب عدم سماع کا مشہور ہے، اور انہوں نے حدیث قلیب بدر کو بوجہ مخالفت آیات قرآنیہ رد کر دیا ہے، اور اس کی تاویل فرمائی ہے، کما مر، پس اس سے سماع موتی کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟! فقط

سماعِ موتیٰ کے سلسلے میں حضرات دیوبند کا کیا عقیدہ ہے؟

سوال: (۴۵) سماع موتیٰ کے بارے میں حضرات دیوبند کا کیا عقیدہ ہے؟ (۱۴۷۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو حنفیہ کا اس بارے میں مسلک ہے وہی اہل دیوبند کا عقیدہ ہے، سماع موتیٰ منفی ہے (۱)

(۱) سماع موتیٰ کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے اختلاف چلا آرہا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سماع کے قائل تھے، اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی تھیں۔ جو حضرات سماع کے قائل تھے ان کی دلیل سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۶۹ و ۱۷۰ تھیں جن میں ہے کہ شہداء حیات ہیں اور زندہ سنتا ہے۔ اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب لوگ مردے کو دفن کر کے لوٹتے ہیں تو مردہ لوٹنے والوں کی چپلوں کی آواز سنتا ہے (بخاری: ۱/۱۷۸، کتاب الجنائز) اور جنگ بدر کے موقع پر نبی ﷺ نے چو بیس کفار کی لاشوں کو ایک گندے کنویں میں ڈلوایا تھا، پھر ان سے خطاب کیا تھا (بخاری: ۱/۱۸۳، کتاب الجنائز) اور قبرستان جانے پر مردوں کو سلام کرنے کا حکم ہے (ترمذی: ۱/۲۰۳، ابواب الجنائز) یہ سب دلائل سماعِ موتی پر دال ہیں، اور جو لوگ سماع کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ اور ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ہے؛ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے دونوں فریق کے دلائل کو جمع کیا ہے؛ فرمایا: اِسماع (سنانا) تو ممکن نہیں البتہ سماع (سننا) ممکن ہے۔

حضرت قدس سرہ نے 'جمال قاسمی' میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے: وہاں پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے اور دوسری بات یہ کہی ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے، پس اس کی قرار واقعی تنقیح تو موت کے بعد ہی ہوگی اگر مرنے کے بعد ہم نے دوسروں کا سلام و پیام سن لیا تو سماع ثابت، اور نہیں سنا تو عدم سماع متحقق! اور تیسری بات یہ لکھی ہے کہ دونوں جانب اکابر ہیں اس لیے بالکل ایک طرف کا ہو کر نہیں رہنا چاہیے، اہل اسلام کے لیے ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے ہو کر نہ بیٹھ جائیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں، پھر فرمایا کہ سمع اموات حد اسماع سے تو پرے ہے، یعنی مردوں کو سنانا تو ممکن نہیں، مگر استماع اموات ممکن ہے، چنانچہ قرآن میں ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ آیا ہے، یعنی اسماع کی نفی ہے، اور نبی ﷺ نے اس کے باوجود اہل قبور کا سلام مسنون کیا، اگر استماع ممکن نہ ہوتا تو سلام اہلِ قبور ملحدوں کی زبان درازی کے لیے کافی تھا، پھر اس کی تفصیل کی ہے کہ اسماع ناممکن ہے تو سماع کیسے ممکن ہے؟ اس کو جمال قاسمی میں دیکھنا چاہیے۔ (تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری: جلد ۸، کتاب المغازی، غزوۂ بدر کا بیان، حدیث نمبر: ۳۹۷۶)

بقوله تعالیٰ: ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾(۱) وقوله تعالیٰ: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (سورۂ فاطر، آیت:۲۲) اور حضرت شیخ ابن ہمامؒ نے حدیث سماع قرع نعال وغیرہ کو اول وضع فی القبر پر محمول فرما کر مخصوص کیا ہے۔ کذا في الشّامي (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سماعِ موتیٰ عندالاحناف ثابت نہیں

سوال: (۴۶) کیا فرماتے ہیں علمائے حنفیہ اس مسئلہ میں کہ حضرت امام اعظمؒ امام الائمہ سلطان المجتہدین ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یا صاحبین کے نزدیک یا جمہور فقہاء کے نزدیک سماعتِ اموات واہل قبور کا سننا زندہ لوگوں کے کلام کو ثابت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مدلل مرحمت ہو؟

(۵۹۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حنفی مذہب میں سماعتِ موتیٰ اور سماعت من فی القبور ثابت نہیں، نہ حضرت امام اعظمؒ سے سماعت کے ثبوت میں کوئی روایت آئی، نہ صاحبین سے مروی ہوئی، نہ جمہور فقہاء کے نزدیک سماعت اہل قبور ثابت ہے، بلکہ اس کے خلاف عدم سماعت کی بہت سی روایتیں جمہور فقہاء سے کتب معتبرہ فقہ حنفیہ وغیرہ میں متواتر منقول ہیں، جس کی اس مختصر میں گنجائش نہیں، ان شاء اللہ دوسرے کسی موقع پر مفصل ذکر کیا جاوے گا، سرِدست ایک فتویٰ حضرت ملک العلماء سلطان الاتقیاء مولانا مولوی رشید احمد قدس اللہ سرہ الصمد کا جو جناب کے رسالہ لطائف رشیدیہ میں شائع ہوا ہے مع سوال نقل کیا جاتا ہے:

سوال: سماعِ موتیٰ کہ از احادیث ثابت است، وآیتِ کریمہ: ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ (سورۂ نمل، آیت:۸۰، سورۂ روم، آیت:۵۲) اگر بہ ظاہر خود ہم داشتہ آید اگر چہ محل تاملہاست باز ہم تخصیص آں از احادیث چرا نمی کنند واگر بہ تعمیم آیت نظر کردہ آید سماع موتیٰ سلام احیاء وغیرہ راچہ جواب است آیا حدیث متروک است یا چہ گونہ؟ وچہ خرابی است دریں کہ سماع را از احادیث ثابت گویند؟ ودرآیت نفی سماع قبول واجابت چناں چہ از سباق وسیاق آیت مفہوم می شود مراد باشد، غرض تحقیق دریں مسئلہ چیست؟

---

(۱) سورۂ نمل، آیت:۸۰، سورۂ روم، آیت:۵۲۔

(۲) سابقہ جواب میں شامی کی عبارت مذکور ہے۔

الجواب: مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اوّل میں مختلف ہوا ہے، اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں، مگر بہ تقلید اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں سو مسلک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مثل طریقہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنیٔ حقیقی پر حمل کر کے کہ اصل موضوع لہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطع معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے، چنانچہ اصول میں مبرہن ہے، پس آیت: ﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ قطعی خاص اور احادیث سماع ظنّی اخبار آحاد سے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے؟! پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات وصُم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کی حقیقۃً ہوتے ہیں، چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں، لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا؟! البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے، لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چونکہ فخر عالم کی زبان سے ما أنتم بأسمع منهم (۱) سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی، سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں تو ہوسکتا ہے، ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی اور آیت کو بہ حال خود رکھا، اور جمع کر دیا (۲)

أقول وباللّٰه التّوفيق: مسئلہ سماع موتیٰ مختلف فیہا ہے، لیکن مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب واَتباع کا عدم سماع موتی ہے بہ دلیل قولہ تعالیٰ: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ و قوله تعالىٰ: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (سورۂ فاطر، آیت:۲۲) قال في ردّالمحتار:

---

(۱) عن أبي طلحة رضي اللّٰه عنه أن نبيّ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أمريوم بدرٍ بأربعة وعشرين رجلاً من صناديد قريشٍ، فقذفوا في طويّ من أطواء بدرٍ خبيث مخبث و كان إذا ظهر على قوم أقام بالعرصة ثلاث ليال، فلمّا كان ببدرٍ اليوم الثّالثُ أمر براحلته، فشُدّ عليها رحلها، ثمّ مشى واتّبعه أصحابه و قالوا: ما نُرى ينطلق إلاّ لبعض حاجته حتّى قام على شفة الرّقيّ ...... فقال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: والّذي نفس محمّد بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم.
(صحيح البخاري: ۲/۵۶۶، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل)

(۲) لطائف رشیدیہ، ص: ۹-۱۰، مکتوب پنجم بہ جواب سوالات مولوی عزیز الرحمان صاحب دیوبندی، مطبوعہ: مکتبہ بلالی ساڈھورہ، ضلع انبالہ۔

وأمّا الكلام فلأنّ المقصود منه الإفهام والموت ينافيه ــــ إلى أن قال :ــــ فإنّه شبّه فيهما الكفّار بالموتى لإفادة بعد سماعهم و هو فرع عدم سماع الموتى، هذا حاصل ما ذكره في الفتح (۱) الغرض مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اصحاب کا عدم سماع اموات ہے، اور بہ اعتبار روایت ودرایت کے یہی راجح ہے، جیسا کہ حضرت رأس المحققین مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کی تحقیق سے ثابت ہے حيث قال رحمه الله: لہٰذا حسب قاعدہ مرجح عدم سماع ہے۔ فقط

سوال: (۴۷) کفایہ، عنایہ، فتح، شامی وغیرہ میں سماع موتی کا مذہب احناف کے مطابق انکار ہے اور شوافع قائل ہیں، حدیث قلیب بدر وغیرہ کی تاویل دور از کار کرتے ہیں، لہٰذا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں: ''انکار سماع موتی قریب بکفر است'' اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ (۱۳۰۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حدیث قلیب بدر کی تاویل کو دور از کار کہنا نہایت قبیح ہے، قرن صحابہ میں یہ تاویل کی گئی ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ تاویل فرمائی ہے، اور آیت قرآنیہ کے مطابق کرنے کے لیے حدیث میں اگر وہ تاویل کی جاوے جو قرینۂ قیاس اور منقول عن الصحابہ ہے تو اس کو دور از کار کیسے کہہ سکتے ہیں؟! يا للعجب ولضيعة الأدب! اور حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب کرنا اس قول کا جو آپ نے نقل کیا ہے غلط ہے، شاہ صاحب کا کوئی فتویٰ سند معتبر سے ثابت نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب جیسے بزرگ ایسے مسئلہ میں جس میں صحابہ وائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو اور نصوص متعارض ہوں کیسے انکار سماع کو قریب بہ کفر فرما سکتے ہیں؟! پس قول مذکور کو منسوب بہ شاہ صاحب کہنا محض غلط اور بے اصل ہے، ایسی بات کبھی زبان سے نہ نکالنی چاہیے، اور اس کی تغلیط کرنی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۴۸) سماعِ موتیٰ عند الحنفیہ ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو قرع نعال کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اور ما أنتم بأسمع منهم کا کیا جواب ہے؟ (۲۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: سماع موتی عند الحنفیہ ثابت نہیں ہے جیسا کہ آیت: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (سورۂ فاطر، آیت: ۲۲) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ سے ثابت ہے، اور حدیث: ما أنتم

(۱) ردّالمحتار: ۵/ ۵۲۷-۵۲۸، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضّرب والقتل وغير ذلك، مطلب في سماع الميّت الكلام.

بأسمع منهم (۱) وسماع قرع نعال (۲) وغیرہ کا جواب حنفیہ نے یہ دیا ہے کہ اسماعِ موتیٰ شاید خصوصیت رسول اللہ ﷺ کی ہو یا خاص دفن کے وقت کی خصوصیت ہو (۳) اور ما أنتم بأسمع منهم کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیا ہے کہ بہ معنیٰ أعلم کے ہے (۴) فقط واللہ اعلم

مُردے سنتے نہیں ہیں تو قبرستان میں السلام علیکم کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال: (۴۹) موتیٰ قبروں میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں سنتے تو قبرستان میں السلام علیکم کیوں کہا جاتا ہے؟ (۲۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: موتیٰ کے سماع کا مسئلہ مختلف فیہا ہے، ظاہر آیت قرآنیہ: ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ (۵)

(۱) عن نافع أنّ ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أخبره قال: اطّلع النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم على أهل القليب، فقال: وجدّتم ما وعدكم ربّكم حقّا؟ فقيل له: تدعو أمواتًا؟ قال: ما أنتم بأسمع منهم ولكن لايجيبون. (صحيح البخاري: ۱/۱۸۳، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر إلخ)

(۲) عن أنس رضي اللّٰه عنه عن النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: العبد إذا وضع في قبرہٖ و تولّى و ذهب أصحابه حتّى أنّه ليسمع قرعَ نعالهم الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۱۷۸، كتاب الجنائز، باب الميّتُ يسمع خفق النّعال)

(۳) تلك خصوصيّة له صلّى اللّٰه عليه وسلّم معجزةً و زيادة حسرة على الكافرين ...... أللّٰهمّ إلّا أن يخصّوا ذلك بأوّل الوضع في القبر مقدّمة للسّؤال جمعًا بينه وبين الآيتين إلخ. (مرقاة المفاتيح: ۷/۴۷۵، كتاب الجهاد، باب حكم الأسراء، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۹۶۷)

(۴) عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: إنّما قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: إنّهم ليعلمون الآن أن ما كنت أقول لهم حقّ وقد قال اللّٰه: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾.

(صحيح البخاري: ۱/۱۸۳، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر إلخ)

قال الكرمانيّ: وكان حديث "ما أنتم بأسمع منهم" لم يثبت عندها، ومذهبها أنّ أهل القبور يعلمون ما سمعوا قبل الموت ولا يسمعون بعد الموت انتهٰى، قال العيني في عمدة القاري وابن حجر في فتح الباري: هذا من عائشة ردّ على رواية ابن عمر إلخ.

(هامش البخاري: ۱/۱۸۳، رقم الهامش: ۹، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر إلخ)

(۵) سورۂ نمل، آیت: ۸۰، سورۂ روم، آیت: ۵۲۔

عدم سماع پر دال ہے، اور قبور پر جا کر سلام کرنا موافق حکم شریعت کے ہے، اگر سماع نہ ہو اور ادراک ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، اور دوسرے یہ ہے کہ ہم کو جو حکم ہے وہ کرنا چاہیے، اموات کے سننے نہ سننے کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عذاب وثواب مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے

سوال: (۵۰) اگر کوئی گنہ گار مر جاوے تو اس پر عذاب کب ہوگا؟ علیٰ ہٰذا نیک کو ثواب کب ہوگا؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرنے کے بعد ہی عذاب وثواب شروع ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۱) مردہ کو دفن سے پہلے بھی عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ہوتا ہے تو کون عذاب ہوتا ہے؟ (۴۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عالم برزخ مرنے کے بعد سے حشر تک ہے جو میت مستحق عذاب ہے اس کو مرنے کے بعد ہی عذاب شروع ہو جاتا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۲) جب قیامت قائم ہوگی اور فیصلہ ہوگا اس وقت جزا وسزا ملے گی یا مرنے کے بعد ہی عذاب شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے، جب کہ ملزمین کا فیصلہ نہیں ہوا تو پہلے عذاب کیوں ہوا؟ یا یہ عذاب برزخ ہے؟ (۲۱۰۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: عالم برزخ: مرنے کے بعد سے قیامت تک جو زمانہ ہے اس کا نام ہے، اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے: **من مات فقد قامت قيامته**(۲) اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ قبر

---

(۱) شرح عقائد اور اس کی شرح نبراس میں ہے: **وعذاب القبر ...... والمراد به عذاب يكون بعد الموت قبل البعث سواء كان الميّت مقبورًا أم لا، و إنّما أضيف إلى القبر نظرًا على الغالب.** (النّبراس، ص:۳۱۴) **وقال السّيوطيّ في شرح الصّدور: قال بعض العلماء: عذاب القبر هو عذاب البرزخ، أضيف إلى القبر لأنّه الغالب و إلاّ لكلّ ميّت أراد الله تعذيبه.** (هامش النّبراس، ص:۳۱۴، رقم الهامش:۴)

(۲) **حديث: من مات فقد قامت قيامته: رواه الدّيلميّ عن أنس رضي الله عنه مرفوعًا ولفظه: إذا مات أحدكم فقد قامت قيامته وللطّبراني من حديث زيادة بن علاقة عن المغيرة بن شعبة قال: يقولون: القيامة، القيامة وإنّما قيامة المرأ موته، ومن رواية سفيان بن أبي قيس قال:** ==

یا ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اور یا ایک گڈھا ہے دوزخ کے گڈھوں سے(۱) اور عذاب قبر حق ہے اور یہ عذاب برزخ ہے، غرض جیسا کچھ احادیث میں وارد ہے اس کو ماننا چاہیے، مرنے کے بعد ہی عذاب وثواب شروع ہوجاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر میں کھڑکی جنت یا دوزخ کی کھل جاتی ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا قبر کا عذاب اہل دنیا کو نظر آ سکتا ہے؟

سوال: (۵۳) میت کو قبر میں انواع واقسام سے عذاب ہوتا ہے اس عذاب کو اہل دنیا دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جس کا عقیدہ یہ ہو کہ دنیا میں وہ عذاب نظر آ سکتا ہے یہ عقیدہ کیسا ہے؟

(۲۸۵۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ عذاب دنیا میں نظر نہیں آتا اگرچہ ممکن ہے کہ احیاناً بہ غرض عبرت کسی کو کبھی نظر

== شهدت جنازة فيها علقمة، فلمّا دفن قال: أمّا هذا فقد قامت قيامته. (المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، ص:۴۲۸، رقم الحديث:۱۱۸۳، المطبوعة: مكتبة الخانجي بمصر)

(۱) عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: دخل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم مصلّاه ، فرأى ناسًا كأنّهم يكتشرون ، قال: أمّا إنّكم لو أكثرتم ذكر هاذم اللّذّات لشغلكم عمّا أرى ، فأكثروا من ذكر هاذم اللّذّات الموت......إنّما القبر روضة من رياض الجنّة أو حفرة من حفر النّار. (جامع التّرمذي: ۲/۷۲-۷۳، أبواب الزّهد عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بابٌ)

(۲) عن البراء بن عازب رضي الله عنه عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال:...... يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان له : من ربّك ؟ فيقول: ربّي الله ، فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: ديني الإسلام ، فيقولان له : ما هذا الرّجل الّذي بعث فيكم ؟ قال : فيقول: هو رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ...... قال: فينادي مناد من السّماء: أن صدق عبدي، فأفرشوه من الجنّة، و ألبسوه من الجنّة ، وافتحوا له بابًا إلى الجنّة ، قال: فيأتيه من روحها وطيبها، قال: و يفتح له فيها مدّ بصره، و قال: وإنّ الكافر...... فينادي مناد من السّماء : أن كذب ، فأفرشوه من النّار، وألبسوه من النّار، وافتحوا له بابًا إلى النّار، قال: فيأتيه من حرّها و سمومها، الحديث. (سنن أبي داؤد : ۲/۶۵۴، كتاب السّنّة ، باب في المسئلة في القبر و عذاب القبر)

آجاوے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا منکر ونکیر قبر میں میت کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں؟

سوال: (۵۴) میت سے قبر میں نکیرین سوال وجواب لیٹے ہوئے کرتے ہیں یا بٹھا کر؟
(۲۷۵۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے کہ نکیرین میت کو بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں (۱) فقط

عالم برزخ کس عالم کا نام ہے؟

سوال: (۵۵) بعد مرنے کے عذاب قبر کس جگہ ہوتا ہے؟ اور عالم برزخ کس جگہ کا نام ہے؟
(۱۱۶۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: عذابِ قبر سے مراد عالمِ برزخ کا عذاب ہے خواہ مردہ قبر میں ہو، یا دریا میں غرق ہو، یا مچھلیاں کھالیویں، یا درندہ کھالیوے یا جل جاوے، اور راکھ ہوجاوے اسی حالت میں عذابِ قبر موجود ہے، وہی ''عالم برزخ'' کہلاتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کا عذاب اور منکر نکیر کے سوال وجواب قرآن وحدیث سے ثابت ہیں

سوال: (۵۶) ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عذابِ قبر اور سوال وجواب منکر نکیر کا قرآن سے ثابت نہیں ہے، کیا وہ سچ کہتے ہیں؟ (۱۳۳۵/۶۱ھ)

الجواب: غلط کہتے ہیں، قرآن وحدیث سے ثابت ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن البراء بن عازب رضي الله عنه عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: يأتيه ملكان، فيُجلسانه، فيقولان له: من ربّك؟ الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۲۵، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثّاني)

(۲) و بعدها سورة المؤمن و فيها آية يستدلّ بها على اثبات عذاب القبر، و هي قوله تعالىٰ: ﴿النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْآ اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ هذهٖ الآية الّتي تمسّك بها أهل السّنّة في إثبات عذاب القبر صرح بذلك في علم الكلام و كتب التّفاسير جميعًا، وطريقه أنّ هذهٖ الآية في حقّ آل فرعون وقد أخبر الله أنّ ﴿النَّارُ يُعْرَضُوْنَ﴾ ==

منکر نکیر دو ہیں یا زیادہ؟ اور ایک ہی فرشتہ تمام اموات کی روح کس طرح قبض کرتا ہے؟

سوال: (۵۷) منکر نکیر دو ہی فرشتے ہیں یا کہ کئی ہزار، لاکھ ہیں؟ اگر دو ہیں تو تمام جہاں میں بہت سے بنی آدم قبر میں دفن ہوتے ہیں، ہر ایک میت کے پاس سوال و جواب کے لیے کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ اسی طرح سے ایک ملک الموت ہر ایک میت کی روح قبض کرنے کے لیے کس طرح پہنچتے ہیں؟ (۴۲۵/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک میت کے پاس دفن ہونے کے بعد دو فرشتے آتے ہیں جن کا نام منکر و نکیر ہے الخ (۱) یہ دو فرشتے ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ آتے ہیں، فرشتوں

== أي آل فرعون﴿عَلَيْهَا﴾أي على النّار﴿ غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ومعنى عرضهم على النّار إحراقهم بها من قولهم عرض الأسارىٰ على السّيف إذا قتلوا به ولا شكّ أنّ المراد بالغدوّ والعشي دار الدّنيا من بعد الوفات إلى يوم القيامة بقرينة قوله:﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾............ ﴿اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ من عذاب الدّنيا وهو عذاب جهنّم ولا شكّ أيضًا أنّ آل فرعون إنّما كانوا معذّبين لكونهم كفّارا لالخصوص أشخاصهم و تعيين ذواتهم فثبت أنّ الكفّار معذّبون في القبور أبدًا لأنّ ذكرالوقتين كناية عن التأبيد عند الأكثرين و إن كان يحتمل التّخصيص كما هوعند البعض، وأمّا إثبات العذاب في حقّ عصاة المؤمنين فلا يثبت من هذهٖ الآية، وإنّما يثبت ذلك بأحاديث ذكروها في كتبهم، ولا أطّلع على آيةٍ يثبت بها ذلك.

(التّفسيرات الأحمديّة، ص:۴۳۳-۴۳۴، تفسيرسورة المؤمن، رقم الآية:۴۶)

وعن البراء بن عازب رضي الله عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: المسلم إذا سئل في القبر يشهد أن لآ اله إلاّ الله و أنّ محمّدًا رسول الله ، كذلك قوله:﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾وفي رواية عن النبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾نزلت في عذاب القبريقال له: من ربّك فيقول: ربّي اللّٰه ، ونبيّي محمّد، متّفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص:۲۴، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الأوّل)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا قُبِرَ الميّت أو قال:أحدكم، أتاه ملكان أسودان أزرقان ، يقال لأحدهما المنكر والآخر النّكير، الحديث (جامع التّرمذي: ۱/ ۲۰۵، أبواب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر)

کی تعداد کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور ملک الموت کے اعوان و مددگار دوسرے فرشتے بھی ہیں (۱) اور یہ

(۱) ﴿حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ الملائكة الموكّلون بقبض الأرواح﴿وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ (الأنعام:۶۱) يقصّرون فيما يأمرون .

وفي هامشہ:قوله:﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ يعني أعوان ملك الموت الموكّلين بقبض أرواح البشر، و فيه بحث لأنّه قال الله تعالىٰ في آية أخرى:﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾ (الزّمر:۴۲) وقال في آية أخرى:﴿قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (السّجدة:۱۱) وقال هنا:﴿تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا﴾ فهذه النّصوص الثلاثة كالمتناقضة .

والجواب: أن التّوفّي الحقيقي يحصل بقدرة الله وحكمه وهو في عالم الظّاهر مفوّض إلى ملك الموت و هو الرّئيس المطلق في هذا الباب وله أعوان وخدم فيأمرهم بنزع روح ذلك العبد من جسده فإذا وصلت إلى الحلقوم تولّى قبضها ملك الموت، فحصل الجمع بين الآيات من الكبير والخطيب، وسمعت عن أستاذي أنّ أحوال العباد متفاوتة فيقبض الله تعالىٰ أرواح بعض عباده بنفسه، وملك الموت أرواح بعضهم بأمره ، وأعوان ملك الموت أرواح بعضهم فحصل الجمع أيضًا، والله أعلم. (تفسير الجلالين وهامشه ص:۱۱۷، تفسير سورة الأنعام، رقم الآية:۶۱، رقم الهامش:۱۱)

وعن البراء بن عازب رضي الله عنه قال:خرجنا مع النّبي صلّى الله عليه وسلّم في جنازة رجل من الأنصار،فانتهينا إلى القبر،ولمّا يلحد فجلس رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وجلسنا حوله كأنّ على رؤسنا الطّير وفي يدهٖ عودٌ ينكت بهٖ في الأرض، فقال:استعيذوا بالله من عذاب القبر مرّتين أو ثلاثًا ، ثمّ قال: إنّ العبد المؤمن إذا كان في انقطاع من الدّنيا و إقبال من الآخرة، نزل إليه ملائكة من السّماء بيض الوجوه كأنّ وجوههم الشّمس معهم كفن من أكفان الجنّة وحنوط الجنّة حتّى يجلسوا منه مدّ البصر ثمّ يجيء ملك الموت عليه السّلام حتّى يجلس عند رأسهٖ......قال:فيصعدون بها فلايمرّون يعني بها على ملإ من الملائكة، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۴۲، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند من حضره الموت، الفصل الثّالث)

وفي مرقاة المفاتيح: (قال) أي النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم (فيصعدون) أي أعوان ملك الموت أو ملائكة الرّحمة منهم أو من غيرهم .

وفيه قبل أسطر: قال الطّيبي: فيه إشارة إلى أن ملك الموت إذا قبض روح العبد، سلّمها إلى أعوانه الّذين معهم كفن من أكفان الجنّة. (مرقاة المفاتيح: ۴/۹۱، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۶۳۰)

بھی وارد ہوا ہے کہ ملک الموت کے بہت سے ہاتھ ہیں (۱) واللہ اعلم

بہر حال ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ایک ہیں ان کے اس قدر ہاتھ ہیں کہ سب طرف ایک وقت میں اموات کی ارواح قبض کرتے رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزرائیل علیہ السلام ہی کو ملک الموت کہتے ہیں

سوال: (۵۸) عزرائیل علیہ السلام ہی کو ملک الموت کہتے ہیں یا ملک الموت کوئی اور فرشتہ ہے؟ عبارت دقائق الاخبار امام غزالیؒ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ملک الموت کوئی اور ہے: **الباب الخامس في ذكر ملَكِ الموت: أنّه كيف يأخذ الأرواح؟ ذُكر في كتاب السّلوٰى عن مُقاتل بن سليمان رحمه اللّٰه أنّ ملكَ الموت كان لهُ سريرٌ في السّماء السّابعة، ويقال في السّماء الرّابعة خلقه اللّٰه تعالىٰ من نور ولهُ سبعون ألفَ قائمةٍ ، وله أربعة أجْنحةٍ مملوٌّ جميعُ جسدهٖ بالعيون والألسنة بقدر خلقه من الآدميّ والطّيور والسّباع ، وليس أحدٌ من هذه المخلوقات من الآدميّ والطّيور والوُحوش وكلّ ذى روح إلّاولهٗ في جسدهٖ وجهٌ وعينٌ ويدٌ بعددهم فيأخذ روحَه بذلك (۲) وفيه أيضًا: إنّ اللّٰه تعالىٰ إذا أفنى الخلقَ كلّهٗ من النّاس وغيره يَطمِسُ العيونُ الّتي على جسدِ ملَكِ الموت كلُّها، ويبقى ثمانيةٌ لثمانية يقال هي لجبرئيلَ وإسرافيلَ وعزرائيل وميكائيلَ وأربعة من حملة العرش عليهم السّلام (۳)**

(۱۳۳۶-۳۵/۵۴۱ھ)

---

(۱) **ذُكر في كتاب السّلوٰى عن مُقاتل بن سليمان رحمه اللّٰه أنّ ملكَ الموت كان لهُ سريرٌ في السّماء السّابعة، ويقال في السّماء الرّابعة خلقه اللّٰه تعالىٰ من نور ولهُ سبعون ألفَ قائمةٍ، وله أربعة أجْنحةٍ مملوٌّ جميعُ جسدهٖ بالعيون والألسنة بقدر خلقه من الآدميّ والطّيور والسّباع ، وليس أحدٌ من هذه المخلوقات من الآدميّ والطّيور والوُحوش وكلّ ذى روح إلّاولهٗ في جسدهٖ وجهٌ وعينٌ و يدٌ بعددهم فيأخذ روحَه بذلك. (دقائق الأخبار في مناقب الأبرار، ص:۱۷، باب في ذكر ملك الموت)**

(۲) **دقائق الأخبار في مناقب الأبرار، ص:۱۷، باب في ذكر ملك الموت .**

(۳) **دقائق الأخبار في مناقب الأبرار، ص:۱۹، المطبوعة: مطبع مصطفائي، لاهور .**

الجواب: عزرائیل علیہ السلام وہی ملک الموت ہیں اور عبارت دقائق الاخبار جو سوال میں درج ہے اس سے عزرائیل علیہ السلام کا غیر ملک الموت ہونا مفہوم نہیں ہوتا، کیونکہ ایک آنکھ ان میں بھی خاص اپنے لیے ہو، اور پھر یہ روایت بھی ایسی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے جو امر نصوص احادیث سے ثابت ہیں ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منکر ونکیر مردہ سے سوالات کب کرتے ہیں؟

سوال: (۵۹) سوالات منکر ونکیر جو مردہ سے ہوتے ہیں انسان کے فوت ہوتے ہی ہوتے ہیں یا بعد دفن کرنے کے؟ (۴۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بعد دفن کے جب دفن کرنے والے واپس ہونے لگتے ہیں اسی وقت منکر ونکیر آ جاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو مسلمان جمعہ کی شب میں یا دن میں مرتا ہے وہ ہمیشہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۰) اگر جمعہ کے روز فاسق فاجر مر جائے اس سے حساب منکر نکیر کا اور ضغطہ قبر کا ہوگا یا نہیں؟ اور بعد جمعہ کے پھر عود کرے گا یا نہیں؟ (۱۰۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: ما من مسلمٍ يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلاّ وقاه الله فتنةَ القبر (۲) قال القاري في شرح المرقاة: فتنة القبر أي عذابه وسؤاله وهو

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ العبدَ إذا وُضعَ في قبرهِ وتولّى عنهُ أصحابُهُ إنّه لَيسمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أتاهُ مَلكانِ فيُقْعِدانِهِ فيقولانِ: ما كُنتَ تقولُ فِي هٰذا الرّجُلِ لِمُحمّدٍ الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۲۴، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الأوّل)

(۲) عن عبد الله بن عمروٍ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما من مسلمٍ إلخ. (مشكاة المصابيح، ص:۱۲۱، كتاب الصّلاة، باب الجمعة، الفصل الثّالث)

يحتمل الإطلاق و التّقييد، والأوّل هو الأولى بالنّسبة إلى فضل المولى (۱) اوراس کے بعد شارح موصوف نے چند روایات اس بارے میں نقل فرمائی ہیں (۲) اورظاہر یہ ہے کہ پھر عذاب نہ ہوگا، اورشامی میں منقول ہے کہ جمعہ کے روز عذاب منقطع ہوکر پھر نہ ہوگا (۳) فقط واللہ اعلم

رمضان میں انتقال ہوجاوے تو میت سے حساب وکتاب ہوگا یانہیں؟

سوال: (۶۱) اگر رمضان شریف میں مسلمان کا انتقال ہوجاوے تو میت سے قبر کا حساب و کتاب ہوگا یانہیں؟ اوراگر جمعہ کے روز انتقال ہوتو کیا حکم ہے؟ (۲/۱۰۷۲-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: رفعِ عذاب کے متعلق کوئی قطعی بات تو نہیں کہی جاسکتی، تاہم علماء نے جو کچھ کہا ہے وہ سامنے ہے، ان کی تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والے سے قبر کا عذاب اٹھادیا جاتا ہے، انہیں تصریحات میں کہیں کہیں یہ بھی ہے کہ عذاب جب ایک دفعہ اٹھ جائے گا پھر قیامت تک نہ آئے گا، پھر رمضان شریف میں مرنے والوں کواس میں داخل کرنا زیر بحث ہے، کسی نے بھی خاص طور پراس کی تصریح نہیں کی، البتہ کلمات کا عموم چاہتا ہے کہ رمضان (میں مرنے)

---

(۱) مرقات المفاتيح: ۳/۴۱۵، كتاب الصّلاة ، باب الجمعة ، الفصل الثّالث .

(۲) أخرج أبونعيم في الحلية عن جابر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة أجير من عذاب القبر، وجاء يوم القيامة وعليه طابع الشّهداء .

و أخرج حميد في ترغيبه عن إياس بن بكير أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: من مات يوم الجمعة كتب له أجر شهيد و وقي فتنة القبر .

و أخرج من طريق ابن جريج عن عطاءٍ قال : قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما من مسلم أو مسلمة يموت في يوم الجمعة أو ليلة الجمعة إلاّ وقي عذاب القبر وفتنة القبر ولقي اللّٰه ولا حساب عليه وجاء يوم القيامة ومعه شهود يشهدون له أو طابع إلخ .

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۳/۴۱۶، كتاب الصّلاة، باب الجمعة ، الفصل الثّالث ، رقم الحديث: ۱۳۶۸)

(۳) ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثمّ لا يعود (الشّامي: ۳/۴۱، كتاب الصّلاة ، باب الجمعة ، مطلب: ما اختصّ به يوم الجمعة)

والوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو، علماء نے تو صرف اس قدر لکھا ہے کہ عصاۃِ مؤمنین (خدا کے نافرمان بندوں) سے جمعہ کے دن اور رات میں عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور جمعہ کے دن مرنے والے کو صرف ایک گھڑی عذاب ہوتا ہے پھر قیامت تک نہیں ہوتا۔

الحاصل روایاتِ مختلفہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ اور رمضان مبارک کے مہینہ کے ساتھ کوئی خاص معاملہ ہے جو دوسروں کے ساتھ نہیں، اور کم سے کم جمعہ کے دن رات میں مرنے والے سے اس وقت تو ضرور ہی عذاب اٹھادیا جاتا ہے: قال اليافعيّ في روض الرّياحين: بلغنا أنّ الموتىٰ لايعذّبون ليلة الجمعة تشريفًا لهٰذا الوقت، قال: ويحتمل اختصاص ذلك بعصاة المسلمين دون الكفّار وعمم النّسفيّ في بحرالكلام فقال: إنّ الكافر يرفع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها وجميع شهر رمضان (قال) وأمّا المسلم العاصي فإنّه يعذّب في قبره لكن يرفع عنه يوم الجمعة وليلتها ثمّ لايعود إليه إلى يوم القيامة وإن مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة يكون له العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر كذلك ثمّ ينقطع عنه العذاب ولايعود إلى يوم القيامة انتهى، وهذا يدل على أنّ عصاة المسلمين لا يعذّبون سوى جمعة واحدة أودونها وأنّهم إذا وصلوا إلى يوم الجمعة انقطع ثم لايعود وهو يحتاج إلى دليل انتهى (۱) (شرح الصّدور بشرح حال الموتىٰ والقبور للشّيخ جلال الدّين السّيوطيّ) وفي شرح الفقه الأكبر: فلا يخفى أنّ المعتبر في العقائد هو الأدلّة اليقينيّة إلخ نعم ثبت في الجملة أنّ من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة يرفع العذاب عنه إلاّ أنّه لايعود إليه إلىٰ يوم القيامة فلا أعرف له أصلاً إلخ (۲) (شرح فقه أكبر، ص:۱۲۳) ونقل الشّاميّ عن السّيوطيّ: أن من لا يسأل ثمانية: (وعد منها:) الميّت يوم الجمعة أو ليلتها (۳)

(۱) شرح الصّدور بشرح حال الموتىٰ والقبور للإمام جلال الدّين السّيوطي، ص:۷٦، باب عذاب القبر، المطبوعة: مطبعة دار إحياء الكتب العربيّة الحلبي .

(۲) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۲۳، اختلفوا في أنّه هل يُعاد الرّوح ، المطبوعة: المطبع المجتبائي، الواقع في الدّهلي .

(۳) ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ۳/۷۷، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب: ثمانية لا يسألون في قبورهم .

بعض روایات میں رمضان شریف میں مرنے والے سے بھی عذاب قبر کا مرتفع ہونا وارد ہوا ہے(۱)

عشرۂ محرم میں مرنے والے سے حساب اور عذاب کب ہوتا ہے؟

سوال: (۶۲) یہ مشہور ہے کہ جو شخص عشرۂ محرم میں فوت ہوا، اس سے عشرہ کے اندر عذاب قبر نہیں ہوتا نہ حساب ہوتا ہے، بعد دس روز کے حساب وغیرہ ہوگا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۷۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ بات غلط ہے، عشرۂ محرم میں مرنے والے کے لیے یہ نہیں آیا کہ دس دن تک عذاب قبر وغیرہ نہ ہوگا، البتہ رمضان شریف میں اور جمعہ کے دن میں مرنے والے کے لیے یہ بشارت حدیث میں آئی ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ولد الزنا نیک صالح ہو تو جنت میں داخل ہوگا

سوال: (۶۳) ولد الزنا اور ولد الحرام بہ حالت نیک اعمال داخل بہشت ہوگا یا نہیں؟ (۱۰۳۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: داخل بہشت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمانوں کے نابالغ بچوں سے قبر میں سوال نہیں ہوگا

سوال: (۶۴) مسلمانوں کے جو بچے نابالغ مرتے ہیں، کیا ان سے سوالِ قبر ہوگا؟ (۱۹۹۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: والأصحّ أنّ الأنبیاء لایسئلون ولا أطفال المؤمنین (۳)

---

(۱) أخرج البیهقيّ: قال ابن رجب: روي بإسناد ضعیف عن أنس بن مالك أنّ عذاب القبر یرفع عن الموتٰی في شهر رمضان. (شرح الصّدور بشرح حال الموتٰی والقبور للإمام جلال الدّین السّیوطيّ، ص:۸۷، باب ما ینجی من عذاب القبر، المطبوعة: مطبعة دار إحیاء الکتب العربیّة الحلبي)

(۲) سابقہ سوال کا جواب اور اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) الدّرّ مع الرّدّ: ۳/۷۷، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب: ثمانیة لا یُسألون في قبورهم.

ترجمہ: اور صحیح تر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے سوال نہ ہوگا اور نہ مسلمانوں کے بچوں سے۔ فقط

دوزخ سے نجات اور دخولِ جنت کے لیے عبادت کرنا شرک خفی نہیں

سوال: (۶۵) زید کا عقیدہ ہے کہ انسان کو جملہ عبادات بدنی و مالی صرف لابتغاء وجہ اللہ کرنی چاہیے اور دخولِ جنت واتقاءِ نار اس کے ضمن میں داخل ہے نہ اصل عبادت کا مقصود، اور اگر انسان صرف دخولِ جنت یا اتقاءِ نار کے لیے کرے اور ابتغاء وجہ اللہ کا تصور نہ ہوتو شرک خفی سے خالی نہ ہوگا۔ (۱۳۴۳/۲۴۰۷ھ)

الجواب: یہ بھی صحیح ہے اور ضروری ہے کہ عبادت لابتغاء وجہ اللّٰہ و رضاءً لِلّٰہ کرنی چاہیے، لیکن اس کے عذاب سے بچنا اور اس کے دارِ رضا میں داخل ہونا بھی مقصود ہے اس کو شرک خفی کہنا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا؟

سوال: (۶۶) ایک شخص نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے:

(۱) گناہ کم کیا کروتا کہ مرنا تم پر آسان ہو۔

(۲) قرض کم لیا کروتا کہ تم آزادی کی زندگی بسر کرو۔

(۳) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

(۴) ادائے جمعہ کے لیے جامع مسجد کا ہونا شرط نہیں۔

ان کے جوابات کیا ہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۲۳ھ)

الجواب: اس کتاب کا نمبر ۱ و ۲ قابل بحث نہیں ہے، گناہوں کو بالکل ہی چھوڑنا چاہیے، اور چھوڑنے کا ارادہ رکھنا چاہیے، کیونکہ گناہ سے اللہ کا غصہ نازل ہوتا ہے اور قرض بے ضرورت لینا بھی پسندیدہ نہیں ہے، باقی نمبر ۳ کے متعلق یہ تفصیل ہونی چاہیے کہ نافرمان والدین کا اور شراب خور فاسق ہیں،

کافر نہیں ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہیں، بلکہ بہ قدر گناہ ان کو عذاب ہو کر نجات ہو جائے گی اور داخل جنت ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بدون عذاب کے ہی مغفرت فرمادے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۸، ۱۱۶) اور نمبر۴ کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ بے شک جمعہ کے لیے جامع مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، شہر کی دوسری مسجد میں یا شہر کے میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے، مگر جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ شہر یا قصبہ ہونا چاہیے، اور بڑا گاؤں جو مثل قصبہ کے ہو وہ بھی اسی حکم میں ہے، چھوٹے قریہ میں جمعہ عندالحنفیہ درست نہیں ہے، حدیث علی رضی اللہ عنہ میں ہے: **لاجمعة ولا تشريق ولاصلاة فطر ولا أضحى إلاّ في مصر جامع الحديث**(۱) فقط

ہر شخص کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

سوال: (۶۷) زید سوال کرتا ہے کہ ہر شخص کی تقدیر لوح محفوظ پر نوشتہ ہے، بکر جواب دیتا ہے کہ ہر شخص کی تقدیر لوح محفوظ پر نوشتہ نہیں ہے، بلکہ تقدیر علم اللہ ہے، نوشتہ لوح بہ معنی حکم اللہ ہوتی ہے جو جائز نہیں، ان دونوں میں محاکمہ فرمائیے۔ (۲۲۰۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ہر ایک شخص کے لیے جو کچھ مقدر ہے اور اس کی تقدیر میں ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اللہ تعالیٰ نے تقدیر مخلوق کی پہلے ہی لکھ لی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **كتب اللّٰه تعالىٰ مقادير الخلائق قبل أن يخلق السّماوات والأرض بخمسين ألف سنةٍ ، قال: وعرشه على الماء**(۲) (رواہ مسلم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقدیر مبرم اور معلق کی تعریف

سوال: (۶۸) جو سننے میں آیا ہے کہ دو تقدیریں ایک مبرم اور ایک معلق ہوتی ہیں، اور تقدیر

---

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۴۶۳/۳، كتاب الصّلاة، باب الخطبة والصّلاة الفصل الثّالث ، رقم الحديث: ۱۴۱۹۔

(۲) عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال : سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: كتب الله مقادير الخلائق الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۳۳۵/۲، كتاب القدر، باب حِجَاج آدم و موسىٰ صلّى الله عليهما وسلّم)

مبرم کی یہ تعریف سنی ہے کہ اس کا نوشتہ ہرگز نہیں ٹلتا ہے اور تقدیر معلق کی یہ تعریف سنی ہے کہ اگر فلاں شخص فلاں وقت فلاں نیک یا بد کام کرے گا تو اس کے لیے فلاں نیک یا بد نتیجہ پیدا ہوگا، تو یہ دو تقدیریں اور ان کی ہر دو تعریف مذکورہ بالا شرعًا ثابت ہیں یا نہیں؟ (۱۸۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر دو تقدیر بہ تفسیر مذکور صحیح ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو کچھ ہوتا ہے من جانب اللہ ہوتا ہے

سوال: (۶۹) ایک صاحب فرماتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے منجانب اللہ ہوتا ہے۔ (۲۸۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے من جانب اللہ ہوتا ہے ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۷۸) لیکن بندہ کا سب اعمال خیر و شر کا ہے اس لیے جزا وسزا اس پر مرتب ہے۔ فقط

تقدیر میں کمی یا بیشی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰) انسان فاعل مختار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کن کن افعال میں؟ کیا نیکی وبدی اپنے اختیار سے کرتا ہے یا حسب ارادہ ازلی ومنشائے ایزدی؟ اگر کوئی انسان روز میثاق میں ناری لکھا گیا ہے تو وہ دنیا میں نیک افعال کر کے بہشتی ہوسکتا ہے؟ اور خاتمہ اس کا ایمان پر ہوگا یا نہیں؟ اور

---

(۱) اعلم أنّ لله تعالیٰ في خلقه قضائين : مبرمًا و معلّقًا بفعل ، كما قال: إن فعل الشّيء الفلاني كان كذا و كذا ، وإن لم يفعله فلا يكون كذا و كذا من قبيل ما يتطرق إليه المحو والإثبات. كما قال تعالیٰ في محكم كتابه : ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ﴾ (الرّعد:۳۹) و أمّا القضاء المبرم فهو عبارة عمّا قدره سبحانه في الأزل من غير أن يعلّقه بفعل، فهو في الوقوع نافذ غاية النّفاذ بحيث لا يتغيّر بحال و لا يتوقّف على المقضیٰ عليه ولا المقضى له ، لأنّه من علمه بما كان و ما يكون. و خلاف معلومه مستحيل قطعًا ، وهذا من قبيل ما لا يتطرق إليه المحو والإثبات ، قال تعالیٰ: ﴿لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ﴾ (الرّعد:۴۱) وقال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم : لا مردّ لقضائه ولا مردّ لحكمه ، فقوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم : ''إذا قضيت قضاءً فلا يردّ'' من القبيل الثّاني (مرقاة المفاتيح: ۱۰/۴۳۰، كتاب الفضائل والشّمائل، باب فضائل سيّد المرسلين صلّى اللّٰه عليه وسلّم، الفصل الأوّل، رقم الحديث : ۵۷۵۰)

انسان کی شقاوت وسعادت روزِ ازل ہی میں لکھی گئی ہے یا بعد میں بھی تغیر وتبدل ہوسکتا ہے؟ الغرض مقسوم ومرقوم ازل میں کمی یا بیشی حسب منشائے انسان ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: انسان فاعل مختار ہے؛ یعنی حرکات اس کی مثل حرکات جمادات نہیں ہیں، اور جملہ افعال اختیاریہ میں انسان کو فاعل مختار کہا جاوے گا، نیکی بدی سب اس کے اختیار سے حسب ارادہ ازلی ہے، اور تقدیر مبرم میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا، البتہ تقدیر معلق میں اور غیر مبرم میں محو واثبات ہوتا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتَابِ ﴾ (سورۂ رعد، آیت:۳۹) وقال في شرح الفقه الأكبر: فللعباد أفعال اختياريّة يثابون بها إن كانت طاعةً ويعاقبون عليها إن كانت معصيةً، لا كما زعمت الجبريّة أن لا فعل للعبد أصلاً لا كسبًا ولا خلقًا وإنّ حركاته بمنزلة حركات الجمادات لا قدرة عليها لا مؤثّرةً ولا كاسبةً في مقام الاعتبار، ولاقصد ولا إرادة ولا اختيار وهذا باطل إلخ فإن قيل: بعد تعلق علم اللّٰه و إرادته الجبر لازم قطعًا لأنّهما إمّا أن يتعلّقا بوجود الفعل فيجب أو بعدمه فيمتنع إلخ فالجواب أنه سبحانه يعلم ويريد أنّ العبد يفعله أو يتركه باختياره فلا إشكال في هذا المقال (۱) ومن شاء التّفصيل فليرجع إلى المطوّلات والكفّ عن ورود هذه الورطة أسلم.

قضاء معلق علی الشرط تحقّقِ شرط کے بعد تقدیر مبرم ہے

سوال: (۱۷)...... (الف) کیا قضاء معلق کا ہر وقت ٹل جانا ضروری ہے؟ یعنی جب کہ اس کا وجود لوحِ محفوظ ہی میں معلق علی الشرط ہے تو بہ توفیق الٰہی شرط ضرور پوری ہوجانے پر وہ ٹل ہی جاتی ہے؟

(ب) اگر کسی کا عزیز قضاء کر جائے تو کیا دل کی تسلی کے لیے اُسے یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کی قضاء مبرم تھی، اس لیے تدابیر بے سود رہی، یا قضاء معلق خیال کر کے اور یہ سمجھ کر کہ دوا و دُعا میں خامی رہی ورنہ وہ قضاء نہ کرتا، فضول رنج کرنا چاہیے، ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ (۲۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) جو قضاء معلق علی الشرط ہے اس شرط کے پائے جانے سے اس کا تحقق ضروری ہے، اس شرط کے بعد اس قضاء کا تحقق یہی قضاء مبرم ہے۔

(ب) یہی سمجھے کہ قضاء مبرم یہی تھی اور تقدیر الٰہی اسی طرح تھی وہ ٹل نہ سکتی تھی۔ فقط واللہ اعلم

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۵۱، المطبوعة، مطبع مجتبائي دهلي.

جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے

سوال: (۷۲) ایک شخص کہتا ہے رتبہ بلند تقدیر کا ہے، دوسرا کہتا ہے رتبہ بڑا تدبیر کا ہے؛ تحقیق کیا ہے؟ (۷/۳۹-۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے، تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی، باقی حکم شریعت کا ہے کہ تدبیر موافق حکم شریعت کے کرو، اگر تقدیر موافق ہوگئی تدبیر بھی کارآمد ہو جائے گی ورنہ نہیں (۱)

نیک بختی اور بد بختی تقدیر سے ہیں تو جزا سزا کیوں ہے؟

سوال: (۷۳) الشّقیّ من شَقِیَ في بطن أمّه والسّعید من وعظ بغیره (۲) جب یہ

(۱) تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی میں ہے:

جاننا چاہیے کہ تقدیر پر ایمان لانا معرفت خداوندی کے لیے ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تمام صفات کے ساتھ پہچاننا ضروری ہے، اور اللہ کی صفات میں قضاء وقدر بھی ہیں، مگر تقدیر پر ایمان لانے کے ساتھ معرفت خودی بھی ضروری ہے، یعنی اپنا مقام ومرتبہ پہچاننا بھی ضروری ہے، کیوں کہ ہم بندے ہیں، بندگی ہمارا وصفِ خاص ہے، پس اللہ کی جانب سے تقدیر پر نظر: معرفتِ خداوندی کے لیے ضروری ہے اور اپنی جانب سے تقدیر پر نظر: معرفت خودی کے لیے ضروری ہے اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو جزوی اختیار رکھنے والی مخلوق بنایا ہے، پس ہمیں اپنے اختیار سے اپنے لیے مفید کام کرنے چاہئیں، اور اپنے اختیار سے اپنے لیے مضر کاموں سے بچنا چاہیے، تاکہ آخرت میں ہمارے لیے جو مفید گھر ہے یعنی جنت وہ ہمیں ملے، اور جو مضر جگہ ہے یعنی جہنم اس سے ہم بچ جائیں، آگے قضاء وقدر کی جو روایات آرہی ہیں ان کو پڑھتے وقت یہ نکتہ خاص طور پر پیش نظر رہنا چاہیے، جب نبی ﷺ نے تقدیر کا مسئلہ سمجھایا تو صحابہ کو اشکال پیش آیا، یہ اشکال ان کو اللہ کی جانب سے تقدیر پر نظر کرنے کی وجہ سے پیش آیا تھا، نبی ﷺ نے ان کی نظر اس طرف پھیری کہ ہم بندوں کو اپنی جانب سے تقدیر کو دیکھنا چاہیے، یہی تدبیر ہے، فرمایا: اعملوا فکلّ میسّرٌ لما خُلق لهٗ: اپنے اختیار سے اچھے عمل کرو، ہر انسان کے لیے وہی عمل آسان کیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی دوسرے عمل کا وہ تصور ہی نہیں کرسکتا۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: ۵/۴۸۴-۴۸۵، أبواب القدر، تقدیر کے ساتھ تدبیر ضروری ہے)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه یقول: الشّقيّ. (الصّحیح لمسلم: ۲/۳۳۳، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدميّ في بطن أمّه وکتابة رزقه و أجله و عمله وشقاوته و سعادته)

فرمان نبوی ہے تو جزا سزا کیوں ہے، بندہ تو اب مجبور ہے؟ (۳۸۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ بھی حدیث شریف میں ہے: کلٌّ میسّرٌ لما خُلِقَ لهٗ (۱) جو سعید ہے اس کو عمل سعادت آسان ہوجاتا ہے، اور جو شقی ہے اس کو عمل شقاوت سہل ہوتا ہے، اور تفصیل ایسے سوال وجواب کی احادیث میں مفصلاً ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن عمران رضي الله عنه قال: قلت: يا رسول الله! فيما يعمل العاملون؟ قال: كلٌّ ميسّرٌ لما خُلق لهٗ. (صحيح البخاري: ۲/۱۱۲۷، كتاب التّوحيد، باب قول الله: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾)

(۲) عن عليّ رضي الله عنه قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في جنازةٍ، فأخذ شيئًا فجعل يَنْكُتُ به الأرضَ، فقال: ما منكم من أحدٍ إلّا و قد كُتب مقعده من النّار و مقعده من الجنّة، قالوا: يا رسول الله! أفلا نتّكِلُ علٰى كتابنا وندعُ العملَ؟ قال: اعملوا، فكلّ ميسّرٌ لما خُلق لهٗ، أمّا مَنْ كان مِن أهل السّعادة فيُيَسّرُ لعملِ أهل السّعادة، وأمّا مَنْ كان مِن أهل الشّقاء فيُيَسّرُ لعملِ أهل الشّقوة، ثمّ قرأ: ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الآية﴾ (صحيح البخاري: ۲/۷۳۸، كتاب التّفسير، باب قوله: ﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى﴾)

وعن عمر بن الخطّاب رضي الله عنه سُئل عن هذهٖ الآية: ﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ﴾ فقال عمرُ بنُ الخطّاب: سمعتُ رسول اللهِ صلّى الله عليه وسلّم سُئل عنها، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ الله خلق آدم، ثمّ مسحَ ظهرهٗ بيمينهٖ، فاستخرج منه ذرّيةً، فقال: خلقت هٰؤلاء للجنّة، وبعمل أهل الجنّة يعملون، ثمّ مسح ظهرهٗ فاستخرجَ منهُ ذرّيّةً، فقال: خلقتُ هٰؤلاء للنّارِ، وبعملِ أهلِ النّارِ يعملون.

فقال الرّجلُ: ففيمَ العَمَلُ؟ يا رسول الله! قال: فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ اللّٰهَ إذا خلق العبدَ للجنّةِ اسْتَعْمَلَهٗ بعمل أهلِ الجنّة، حتّى يموتَ علٰى عملٍ من أعمالِ أهل الجنّة، فيدخله اللّٰهُ الجنّةَ، و إذا خلق العبدَ للنّارِ اسْتَعْمَلَهٗ بعمل أهلِ النّار، حتّى يموتَ علٰى عملٍ من أعمالِ أهل النّار، فيدخله اللّٰهُ النّارَ. (جامع التّرمذي: ۲/۱۳۸، أبواب التّفسير، من سورة الأعراف)

تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی میں ہے:

بعض مسائل ذو جہتین ہوتے ہیں، اور دونوں جہتوں کے احکام الگ ہوتے ہیں، وہاں اگر فرق مراتب نہ کیا جائے تو مسئلہ پیچیدہ ہوجاتا ہے، مثلاً: ==

....

== ۱- حدیث میں ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا، حتی کہ نبی ﷺ بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے، بلکہ اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے جائیں گے...... یہاں بھی سوال پیدا ہوگا کہ پھر عمل سے کیا فائدہ؟! نیز قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں کہ ایمان واعمال صالحہ جنت میں لے جائیں گے اور کفر واعمال سیئہ جہنم میں پہنچائیں گے، پس پہلی حدیث ان تصریحات کے خلاف ہے!

اس کا جواب یہی ہے کہ پہلی حدیث میں جو بات ہے وہ عقیدہ ہے، اور قرآن وحدیث کی تصریحات میں اسباب کا بیان ہے، جو برائے عمل ہیں، کیوں کہ اسباب محض اسباب ہوتے ہیں، مسبب الاسباب حق تعالیٰ ہیں پس جس طرح کھانے پینے سے شکم سیری اور سیرابی حاصل نہیں ہوتی، بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ شکم سیر اور سیراب کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا، مگر شکم سیری اور سیرابی کے لیے اسباب اختیار کرنے ضروری ہیں، کیوں کہ وہ برائے عمل ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ رزّاق ہیں، قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے، مگر یہ عقیدہ ہے، برائے عمل یہ بات نہیں ہے، عمل کے لیے وہ اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے روزی کے لیے پیدا کیے ہیں، چنانچہ ہر شخص روزی کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور جو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہتا ہے وہ بے وقوف ہے، یہاں بھی مسئلہ کی دو جانبیں ہیں:

ایک: اللہ کی جانب ہے اور وہ صرف عقیدہ ہے۔

اور دوسری: عمل کی جانب ہے اور وہ اسباب کو اختیار کرنا ہے۔

اسی طرح تقدیر کے مسئلہ کی بھی دو جانبیں ہیں:

ایک: اللہ کی جانب ہے کہ سب کچھ ازل سے طے شدہ ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ جانتے بھی ہیں، مگر یہ صرف عقیدہ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے۔

اور دوسری: بندوں کی جانب ہے، جو عمل کی جانب ہے یعنی ہم کو یہ حکم ہے کہ اپنے اختیار تمیزی سے اچھے کام کریں تا کہ اچھے انجام سے ہم کنار ہوں، کیوں کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں ہر چیز کا سبب ہے، جس سے مسببات وجود میں آتے ہیں، اور تقدیر الٰہی میں صرف مسببات نہیں، بلکہ اسباب بھی ہیں، اور کائنات کو برتنے کی حد تک ہر شخص اس کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہے، پس کیوں نہ ایمان واعمال صالحہ اور کفر اور اعمال سیئہ میں بھی یہ بات تسلیم کر لی جائے؟! یعنی جو جنت میں جائے گا وہ اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا اور جو جہنم میں جائے گا وہ بھی اس کے اسباب کی وجہ سے جائے گا اور تقدیر الٰہی اسباب ومسببات کے مجموعہ کا نام ہے، تقدیر میں صرف مسببات ہی نہیں ہیں، اسباب بھی ہیں، اور اسباب اختیار کرنا یہ عمل کی جانب ہے اور اسی اعتبار سے تقدیر معلق ہے، امید ہے کہ اس سے مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: ۵/ ۴۸۶-۴۸۷، أبواب القدر، وفیه أیضًا: ۷/ ۲۴۸، أبواب تفسیر القرآن، عہد الست کی تفسیر)

یہ کہنا غلط ہے کہ تقدیر کوئی شئے نہیں ہے

سوال: (۷۴) ایک جاہل یوں کہتا ہے کہ تقدیر کوئی شئے نہیں ہے، اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے؛ کونسا قول درست ہے؟ (۶۳۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مولوی صاحب کا قول صحیح ہے، جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے ہی مقدر ہو چکا ہے، جیسا کہ والقدر خیرہٖ وشرّہٖ داخل ایمان قرار دیا گیا ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾، ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴾ (سورۂ قمر، آیات: ۴۹ اور ۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قیامت کے دن مردے ننگے اٹھائے جائیں گے

سوال: (۷۵) قیامت کے دن مردہ قبر سے ننگا اٹھے گا یا کپڑے کے ساتھ؟ (۱۰۴۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حدیث متفق علیہ میں ہے: إنّكم محشورون حفاةً عراةً غُرلاً ثمّ قرأ ﴿ كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ﴾ الحديث (۱) یعنی بے شک تم اٹھائے جاؤ گے ننگے پیر ننگے بدن غیر مختون، پھر پڑھی آپ نے یہ آیت: جیسا ہم نے مخلوق کو اوّل دفعہ پیدا کیا اسی طرح ان کو اٹھاویں گے۔ فقط

بالغ ہونے سے پہلے جو بچہ مر گیا جنت میں اس کو حوریں ملیں گی یا نہیں؟

سوال: (۷۶) مسلم کا جو لڑکا شیر خوار یا نابالغ مر گیا وہ جنت میں جوان ہو کر حوروں سے مزوج ہوگا یا نہیں؟ (۱۶۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: إنّكم محشورون حفاةً الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۴۷۳، كتاب الأنبياء، باب قول اللّٰه عزّ و جلّ واتّخذ اللّٰهُ ابراهيم خليلاً إلخ)

وعن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: سمعتُ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: يُحشر النّاس يوم القيامة حفاةً عراةً غُرلاً الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۲/۳۸۴، كتاب الجنّة وصفة نعيمها و أهلها، باب فناء الدّنيا و بيان الحشر يوم القيامة)

شکی آدمی جنت میں جائے گا یا نہیں؟

سوال: (۷۷) زید کہتا ہے کہ شکی آدمی جنت میں نہیں جاوے گا، یہ قول زید کا صحیح ہے یا غلط؟
(۱۴۷۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ قول زید کا غلط ہے، کسی حدیث میں ایسا نہیں آیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پاگل مواخذۂ اخروی سے بری ہے

سوال: (۷۸) جو لوگ پاگل تھے اور اسی حالت میں مر گئے ان کا کیا حشر ہوگا؟ (۳۶۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: دیوانہ اور پاگل شرعاً مرفوع القلم ہیں (۱) ان پر کچھ مواخذہ اور حساب و کتاب نہیں ہے۔

کیا زکاۃ، حج اور قربانی نہ کرنے والا ورثاء کے ایصال ثواب کی وجہ سے مواخذہ سے بری ہوسکتا ہے؟

سوال: (۷۹) ایک شخص صاحبِ نصاب تھا؛ نہ اس نے زکاۃ ادا کی، نہ حج کیا، نہ قربانی کی، اس کے مرنے کے بعد ورثاء نے کلمۂ طیبہ اور قرآن کا ثواب پہنچوادیا، تو کیا اس طرح وہ بری ہو جاوے گا؟ (۳۲۸/۱۳۴۴ھ)

الجواب: کلمۂ طیبہ اور قرآن شریف کا ثواب پہنچ جاوے گا اور حج نہ کرنے اور زکاۃ نہ دینے اور قربانی نہ کرنے کا مواخذہ اس پر رہے گا، اللہ تعالیٰ اگر چاہے معاف فرمادے اور اگر چاہے عذاب کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھوت، دیو، چڑیل اور پریاں سب جنات ہیں اور ان کا اثر پڑنا ممکن ہے

سوال: (۸۰) جنوں کا گروہ جو ہے انسانوں میں سے ہے یا الگ؟ اگر الگ ہے تو غیب ہیں

(۱) عن عائشة رضي الله عنها عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: رفع القلم عن ثلاث: عن النّائم حتّى يستيقظ وعن الصّغير حتّى يكبر وعن المجنون حتّى يعقل و يفيق. (سنن النّسائي: ۸٦/۲، كتاب الطّلاق، باب من لا يقع طلاقه من الأزواج)

یا ظاہر؟ انسان یا اور چیز بن جانا یا سوکوس ایک پل میں جانا ٹھیک ہے یا نہیں؟ چلتے پھرتے کیسے رہتے ہیں؟ ان کی پیدائش کہاں سے ہے؟ دوسرے کو یعنی عورت مرد کو لگ جانا درست ہے یا نہیں؟ بھوت دیو چڑیل پریاں بھی ٹھیک ہیں یا نہیں؟ ان کا لگ جانا دوسرے کو درست ہے؟ (۲/۳۶۷-۲۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: جنات کا گروہ انسان سے جدا ہے، ان کی پیدائش آگ سے ہے اور انسان کی خاک سے (۱) توالد تناسل ان میں بھی مثل انسان کے جاری ہے، صورِ مختلفہ میں ان کا ظاہر ہونا وغیرہ امور مذکورہ معروف ومشہور ہیں اور ثابت ہیں، انسان کو ان کا اثر ہو جانا واقع اور ثابت ہے (۲) بھوت دیو پریاں یہ سب جنات ہیں نام مختلف ہیں، ان کا اثر ہو جانا بھی ممکن ہے، مستبعد نہیں۔ فقط واللہ اعلم

---

(۱) ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ، وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾
(سورۂ رحمٰن، آیت: ۱۴-۱۵)

(۲) عن يَعْلَى بن مُرَّةَ الثّقفيّ رضي اللّٰه عنه ...... قال: ثُمّ سِرنَا فمررْنا بماءٍ فأتَتْهُ امرأةٌ بابنٍ لها بهِ جِنَّةٌ، فأخذ النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم بِمَنْخِرِهٖ، ثُمّ قال: اخرجْ فإنّي محمّد رسول اللّٰه، ثمّ سِرنَا فلمّا رجَعْنَا مررْنَا بذلكَ الماء فسألها عن الصّبيِّ، فقالت: والّذي بعثكَ بالحقِّ ما رأيْنا منه رَيْبًا بَعْدَكَ، رواه في شرح السّنّة.

وعن ابن عباسٍ رضي اللّٰه عنهما قال: إن امرأةً جاء ت بابنٍ لها إلى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فقالت: يا رسول اللّٰه! إنّ ابني به جنونٌ و إنّه لَيَأْخُذُهٗ عند غَدَائِنَا وَعَشَائِنَا، فمسح رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم صَدْرَهٗ و دعَا، فَثَعَّ ثَعَّةً و خرج من جوفهٖ مثل الجِرو الأسودِ يسعٰى، رواه الدّارمي (مشكاة المصابيح، ص: ۵۴۰-۵۴۱، كتاب الفتن، بابٌ في المعجزات، الفصل الثّاني)

ترجمہ: (۱) یعلی بن مرۃ ثقفی رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر چلے ہم پس گزرے ہم ایک پانی پر، پس لائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت اپنے بیٹے کو جس کو جنون تھا، پس پکڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناک، پھر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی جنوں کو یا شیطان کو جو اس پر تھا کہ باہر نکل! پس تحقیق میں محمد ہوں خدا کا رسول، پھر چلے ہم، پس جب کہ پھرے ہم گزرے اسی پانی پر، پس پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت سے حال اُس لڑکے کا کہ دیوانہ ہو گیا تھا، پس کہا اس عورت نے: قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! نہیں دیکھی ہم نے اُس لڑکے سے کوئی چیز کہ مکروہ سمجھیں ہم اُس کو آپ کے جانے کے بعد یا آپ کے دعا کرنے کے بعد اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں نقل کیا ہے۔

(مظاہر حق قدیم تتمہ جلد چہارم، ص: ۳۵، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) ==

عرش قدیم ہے یا حادث؟

سوال: (۸۱)......(الف) عرش قدیم ہے یا حادث؟
(ب) جو شخص عرش کے قدم اور ایمان فرعون کی مقبولیت اور سفارش مشرکین کا قائل ہو وہ سنی ہے یا نہیں؟ (۲۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) عرش مخلوق ہے قدیم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(ب) ایسا شخص سنی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنت کی نعمتیں مخلوق وموجود ہیں

سوال: (۸۲) آیا مکانات اور باغ بغیچہ بہ طریقہ مکمل جیسا کہ روز قیامت میں مؤمنین اور مؤمنات کو ملیں گے، آیا یہ ازل میں بہ وقت موجودیت جنت موجود تھے؟ یا وقتاً فوقتاً بہ اعتبار عمل صالح کے مکانات اور باغ بغیچہ موجود ہوتے جاتے ہیں؟ (۱۱۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اہل سنت وجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ جنت ودوزخ مخلوق ہیں اور موجود ہیں۔ وفي الحديث القدسيّ عن الله تبارك وتعالىٰ: أعددتُ لعبادي الصّالحينَ مالا عينٌ رأتْ ولا أذنٌ سمعتْ ولا خطَرَ على قلبِ بشرٍ، واقرؤا إن شئتم: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ متّفق عليه (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جنت کی نعمتیں اور لذائذ بھی مخلوق

== (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: بے شک ایک عورت اپنے بیٹے کو نبی کریم ﷺ کے پاس لائی اور کہا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے، اور جنون اس کو پکڑتا ہے، صبح وشام کے کھانے کے وقت، پس آنحضرت ﷺ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، پس قے کی اس لڑکے نے اور نکلا اس کے پیٹ سے کالے پلہ کے مثل دوڑتا ہوا، اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔
(مظاہر حق قدیم تتمہ جلد چہارم، ص: ۳۵-۳۶، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ)

مذکورہ دونوں روایتوں سے اس بات کی اصلیت معلوم ہوتی ہے کہ جنات جسم انسانی میں حلول کر کے یا کسی اور ذریعہ سے ضرر وتکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ ۱۲ محمد امین پالن پوری

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: قال الله تبارك وتعالىٰ: أعددت لعبادي الصّالحين الحديث. ==

اورموجود ہیں،لیکن اگران میں بہ وجہ اعمال صالحہ اضافہ ہوتا رہےتو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کما ورد فی الحدیث: من قال: سبحان الله العظيم وبحمده ، غُرِسَتْ له نَخلةٌ في الجنّة ، رواه التّرمذيّ(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قیامت کے دن عورتوں کو خدا کا دیدار ہوگا یا نہیں؟

سوال:(۸۳) کیا روز قیامت عورتوں کو دیدار خدا ہوگا یا نہیں؟(۱۸۱۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جولوگ جنت میں جائیں گے ان کو دیدار خدا کا ہوگا،خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو۔ كذا في كتب الأحاديث و الفقه(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالم برزخ میں اہل وعیال سے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال:(۸۴) عالم برزخ میں اہل وعیال سے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں؟(۲۴۴۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک حدیث میں ہے جو مسند امام احمد اور نسائی میں ہے۔ كذا في المشكاة: فيأتونَ بهِ أرواح المؤمنينَ فلهم أشدُّ فرَحًا بهِ من أحدكم بغائبه يَقْدُمُ

== (صحيح البخاريّ:۱/۴۶۰، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنّة و إنّها مخلوقة والصّحيح لمسلم:۱/۱۰۶، كتاب الإيمان، باب إثبات الشّفاعة و إخراج الموحّدين من النّار)

(۱) عن جابر رضي الله عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: من قال:سبحان الله العظيم الحديث. (جامع التّرمذي:۲/۱۸۴، أبواب الدّعوات، باب)

(۲) الثّالثة: قيل:لارؤية للنّساء وقال السّيوطي: الحقّ الإثبات في نحو أيّام العيد، وقال بعض العلماء : كيف يراه عوام المؤمنين ولا يراه خواص النّساء كفاطمة وخديجة وعائشة ومريم رضي الله عنهنّ ، وقال بعضهم: لا رؤية إلّا لفاطمة رضي الله عنها، وهذا خلاف الصّحيح، ومن استدلّ بأنّهنّ مقصورات في الخيام فقد سهى لأنّ الخيام لا تحتجب الحقّ سبحانهٗ —— الرّابعة : قال السّيوطيّ : هذهِ التخصيصات إنّما هي بعد دخول الجنّة وأمّا في المواقف فيراه كلّ أحد حتّى الكفّار بصفة القهر والجلال. (النّبراس شرح شرح العقائد النّسفيّة، ص:۲۵۹، مطبوعة: مكتبة رضوية لاهور)

علیہ إلخ (۱) اس سے ارواحِ مؤمنین سے ملاقات ہونا معلوم ہوتا ہے، پس متوفی کے اہل وعیال میں سے جو ایمان پر مرے ہیں ان سے ملاقات ہونا اس سے ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنّات میں پیغمبر ہوئے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۵) جنوں میں بھی پیغمبر ہوئے ہیں یا نہیں؟ (۹۸۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جنوں میں پیغمبر نہیں ہوئے، ہمارے حضرت ﷺ ہی جنوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه و سلّم : إذا حُضر المؤمنُ أتت ملائكة الرّحمةِ بحريرة بيضاء ، فيقولون: اخرجي راضيةً مرضيًا عنكِ إلى رَوح اللّٰهِ و رَيحانٍ و ربّي غيرِ غضبان فتخرج كأطيبِ رِيح المسك حتّى أنّه لَيُناوله بعضهم بعضًا حتّى يأتوا به أبوابَ السّماء فيقولون: ما أطيبَ هذهِ الرّيحَ الّتي جاء تكم من الأرض ؟! فيأتون بهٖ أرواحَ المؤمنينَ ، فلهم أشدُّ فرَحًا بهٖ من أحدكم بغائبهٖ يَقْدُمُ عليه، فيسئلونه ما ذا فعل فلانٌ ؟ ما ذا فعل فلانٌ ؟ فيقولون: دعُوه ، فإنّه كان في غمّ الدّنيا، فيقولون: قد مات ما أتاكم، فيقولون: قد ذُهبَ بهٖ إلٰى أمّهٖ الهاويةِ ، وإنّ الكافرَ إذا احتُضرَ، أتته ملائكة العذابِ بمِسح، فيقولون: اخرجى ساخطةً مسخوطاً عليكِ إلى عذاب الله عزّ وجلّ ، فتخرجُ كأنتنِ ريح جيفَةٍ حتّى يأتونَ بهٖ إلى باب الأرض، فيقولون: ما أنتَنِ هذهِ الرّيحَ ؟! حتّى يأتون بهٖ أرواحَ الكفّارِ، رواه أحمد والنّسائي. (مشكاة المصابيح، ص:۱۴۲، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند مَن حضره الموت، الفصل الثّالث)

(۲) شرح العقیدۃ الطحاویہ میں ہے:

قوله: (و هو المبعوث إلى عامّة الجنّ و كافّة الورىٰ بالحقّ و الهدى و بالنّور و الضّياء)

ش: أمّا كونه مبعوثًا إلى عامّة الجنّ، فقد قال تعالى حِكايةً عن قول الجنّ: ﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ الآية﴾(الأحقاف:۳۱) و كذاسورة الجنّ تدلّ على أنّه أرسل إليهم أيضًا......فقد قال تعالىٰ: ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُم الآية ﴾(الأنعام:۱۳۰) والرّسل من الإنس فقط، وليس من الجنّ رسول، كذا قال مجاهد وغيره من السّلف والخلف. وقال ابن عبّاس رضى اللّٰه عنهما: الرّسل من بنى آدم، ومن الجنّ نُذُرٌ. وظاهر قوله تعالىٰ حكايةً عن الجنّ: ﴿اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى ﴾(الأحقاف:۳۰) يدلّ على أنّ موسى مرسلٌ إليهم أيضًا. واللّٰه أعلم. (شرح العقيدة الطّحاويّة:۱/ ۱۶۷-۱۶۸، عموم بعثتهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم للإنس والجنّ، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة ، بيروت)

مگر یہ بات خلقِ انسان کے بعد تو درست ہے، جب کہ جنات: انسان سے قدیم مخلوق ہیں اور مکلّف مخلوق ہیں، پس وجودِ انسان سے پہلے ان میں نبوّت کا سلسلہ ہوگا واللہ اعلم۔ سعید احمد پالن پوری

توحید وصفات کا بیان

باری تعالیٰ ہر وقت کسی اہم کام میں ہیں

سوال: (۸۶) جب کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام اسباب چشم زدن سے بھی کم میں پیدا کر دیئے تھے، اور پیدائش سے دنیا کے جملہ اسباب فرشتگان وغیرہ کے ذریعہ سے ہمیشہ چلتے رہیں گے، لہٰذا خدا کے واسطے یہ کہنا نعوذ باللہ درست ہوگا کہ وہ نہ کبھی کام کرتا ہے اور نہ بے کار رہتا ہے؟

(۱۳۷۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرآن شریف میں ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ﴾ (سورۂ رحمٰن، آیت:۲۹) یعنی ہر وقت باری تعالیٰ ایک شان میں ہے: کسی کو مارتا ہے، کسی کو پیدا کرتا ہے، کسی کو رزق دیتا ہے، کسی کے رزق کو تنگ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح تمام کاروبار عالم اس کے ارادہ اور حکم سے ہوتے رہتے ہیں، اس وقت اس کے احکام جاری ہیں، پس اہل اسلام کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے اور زیادہ کج و کاؤ اور بحث وتفتیش اس میں نہ کی جاوے، ملائکہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے حکم سے کرتے ہیں، اس بارے میں اسی قدر اعتقاد رکھنا چاہیے اور بے کار اور باکار الفاظ کو زبان پر نہ لایا جاوے۔ فقط

انسان اور اس کے اعمال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں

سوال: (۸۷) زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور اس کے اعمال کو پیدا کیا ہے، بکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اعمال کا موجد انسان ہے، اس بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟

(۱۸۰۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قول زید صحیح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت:۹۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا فرمایا ہے، پس قولِ بکر غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خیر وشر سب اللہ ہی کی طرف سے ہے

سوال: (۸۸)......(الف) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ اعمال وافعال مذمومہ وقبیحہ شیطان اور نفس سے اور افعالِ حسنہ من جانب خدا تعالیٰ ہوتے ہیں۔

(ب) عمر کا عقیدہ اس کے خلاف ہے وہ کہتا ہے: خیر وشر سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، بغیر اس کے حکم وارادہ کے ایک پتّا نہیں ہل سکتا۔ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (سورۂ دہر، آیت:۳۰) ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۷۲) زید کہتا ہے اگر اس کو مان لیا جائے، تو اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہو: ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ، اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۶۸-۱۶۹) عمر کہتا ہے یہ ارشاد مجازاً ہے نہ حقیقۃً، اس صورت میں کس کا قول صحیح ہے؟

(۱۰۱۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق! اس نزاع میں قولِ عمر حق اور صواب ہے، اصل یہ ہے کہ خیر وشر سب من جانب اللہ ہے اور وہی خالق ہر شئے کا اور فاعل حقیقی ہے، شیطان بھی اسی وقت کسی کو گمراہ کرسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس شخص کے گمراہ کرنے کا ہو، ورنہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمانا چاہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور نفس کا متبع ہو کر بھی انسان اسی وقت گمراہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرنا چاہے، الغرض قول عمر حقیقت پر محمول ہے اور نص قاطع سے ثابت ہے کہ ہر ایک امر اللہ کی طرف سے ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۷۸) زید جو کچھ کہتا ہے کہ افعالِ قبیحہ شیطان اور نفس کی طرف سے ہیں اور افعالِ حسنہ من جانب خدا تعالیٰ ہوتے ہیں، یہ بہ اعتبار سببیت کے ہے اور مجازاً ہے، یعنی چونکہ شیطان اور نفس سبب ظاہری صدور افعال قبیحہ کے ہیں، اس وجہ سے اعمال قبیحہ کی نسبت شیطان اور نفس کی طرف مجازاً کی جاتی ہے، اور

نیز مقتضائے ادب بھی یہ ہے کہ افعالِ قبیحہ کو شیطان ونفس کی طرف نسبت کیا جاوے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۲۳) اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَمَآ اُبَرِّیءُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ﴾ (سورۂ یوسف، آیت:۵۳) اورارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خیر وشر کی نسبت اللہ کی طرف کرنا

سوال: (۸۹) انسان جس قدر بھلے برے کام کرتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ خود کراتا ہے یا کیا؟
(۱۱۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۷۹) پس اگرچہ ہر ایک کام اور ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن مقتضائے ادب یہ ہے کہ انسان بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرے اور برائی کو اپنی طرف۔ کما قال العارف:

تو نیکی کنی من نہ بدکردہ ام ❁ کہ بدرا حوالت بخود کردہ ام(۱)

(۱) یہ شعر عارف رومی رحمہ اللہ کا نہیں ہے، بلکہ نظامی گنجوی رحمہ اللہ کا ہے، اور 'سکندر نامہ' ص:۶ میں ہے، اس میں تصحیف بھی تھی ہم نے تصحیح کی ہے۔

ترجمہ: الٰہی! آپ اچھے کام کرتے ہیں اور میں بھی برا کام نہیں کرتا، مگر برائی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں —— حاصل شعر: نیکی اور بدی کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، انسان بدی کا خالق نہیں ہے، مگر جب نسبت کا وقت آتا ہے تو صرف نیکی کی نسبت آپ کی طرف کرتا ہوں، بدی کی اپنی طرف کرتا ہوں، اگرچہ میں اس کا خالق نہیں ہوں۔ اور اس سے پہلے والا شعر اس طرح ہے:

بد و نیک را از تو آید کلید ❁ ز تو نیک و از من بد آید پدید

یعنی نیک و بد دونوں قسم کے اعمال کا سرا آپ کے ہاتھ میں ہے، یعنی آپ ہی ہر چیز کے خالق ہیں، مگر آپ کی طرف سے نیکی اور میری طرف سے برائی ظاہر ہوتی ہے، یعنی نسبت ایک کی آپ کی طرف کرتا ہوں اور دوسرے کی اپنی طرف (سکندر نامہ نظامی گنجوی (ولادت:۱۱۴۱ء، وفات:۱۲۰۹ء) ص:۶، مطبوعہ: مطبع نامی، لکھنو، سنہ ۱۸۹۸ء)

آمنت باللّٰه و ملا ئكته و كتبه و رسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره .

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور پچھلے دن پر اور تقدیر پر کہ خیر اور شر سب اللہ کی طرف سے ہے۔

بندوں کے جملہ افعال کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں

سوال: (۹۰) انسان سے جو کام نیک یا بد سرزد ہوتے ہیں آیا خدا کی طرف سے ہوتے ہیں یا انسان کی طرف سے؟ (۱۰۲۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: خالق جملہ افعال عباد کا اللہ تعالیٰ ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت:۹۶) اور بندہ کاسب ہے اور مستحق ثواب وعقاب ہے۔ فقط

برے کاموں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بے ادبی ہے

سوال: (۹۱) زید اپنے ہر کام کو خواہ اچھا ہو یا برا حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے قتل کر کے بھی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ کے ہاتھ نے قتل کیا ہے، ایسے شخص کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۱۴۵۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فاعل حقیقی اور خالق جملہ افعال کا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہے، لیکن بندہ کَاسِبْ افعال کا ہے، لہٰذا نسبت افعال کی بندہ کی طرف ہوتی ہے، اور جزاء وسزا اس پر مرتب ہوتی ہے، پس یہ اس شخص کی خطاء وغلطی ہے جو جملہ افعال کی نسبت ایسا کہتا ہے، اور برے افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتا ہے، اور اس میں بے ادبی بھی ہے اور خلاف واقع ہے، آیات واحادیث میں بندوں کے افعال کی نسبت بندوں ہی کی طرف کی گئی ہے (۱) شخص مذکور عقیدۂ اہل سنت سے علیحدہ معلوم ہوتا ہے، اور خارج از اہل سنت وجماعت ہے، لہٰذا مبتدع وگمراہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ﴿جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۂ سجدہ، آیت:۱۷، سورۂ احقاف، آیت:۱۴، سورۂ واقعہ، آیت:۲۴) و ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۱۶۰)

==

جب بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو بندہ کاسب کیسے ہوسکتا ہے؟

سوال: (۹۲) مالابدمنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کاسب ہے اور حسبِ قدرت سزا و جزا کا اہل ہے، اور آیت کریمہ: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَشَآءَ اللّٰهُ﴾ سے کلیۃً ارادہ اللہ تعالیٰ کا ثابت ہوتا ہے؛ جس سے بندہ کا مرتکبِ معاصی ہونا من جانب اللہ لازم آتا ہے؛ دونوں میں مطابقت تحریر فرماویں؟ (۱۳۳۹/۱۰۷۸ھ)

الجواب: بندہ کے کاسب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بندہ کے جوارح سے وہ کام ہوتا ہے اور وہ اس کا عامل و کاسب ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ خالق اپنے افعال کا ہے۔ کیف؟! وقد قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت:۹۶) اور مالابدمنہ میں جو یہ لفظ ہے ”کہ ہرگاہ بندہ قصدِ فعلے کند الخ“ (۱) تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بلا مشیت و حکم حق تعالیٰ بندہ ارادہ کرتا ہے، بلکہ درحقیقت یہ ارادہ بندہ کا بھی بہ مشیت حق تعالیٰ ہے، پس آیت: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَشَآءَ اللّٰهُ﴾ (۲) کے ساتھ کچھ تعارض نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندوں کے افعال اختیاریہ اللہ کی مشیت کے تحت داخل ہیں اور لاجبر و لاقدر میں کوئی تعارض نہیں

سوال: (۹۳) افعال اختیاریۂ عباد مشیت ایزدی میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور اختیاریہ کے کیا

== وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ المؤمن إذا أذنب كانت نكتةٌ سوداءُ في قلبه ، فإن تاب واستغفر صُقل قلبه ، و إن زاد زادت حتّى تعلو قلبَهُ ، فذٰلكم الرّانُ الّذي ذكر الله تعالىٰ: ﴿ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ رواه أحمد والتّرمذيّ وابن ماجة ، وقال التّرمذيّ: هذا حديث حسن صحيح . (مشكاة المصابيح، ص:۲۰۴، كتاب أسماء الله تعالىٰ، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّاني)

(۱) مالابدمنہ فارسی، ص:۵، كتاب الإيمان .

(۲) سورۂ دہر، آیت:۳۰، وسورۂ تکویر، آیت:۲۹۔

معنی ہیں؟ کتابوں میں جو لکھا ہے: لا جبر و لا قدر لکن أمر بین أمرین میں تعارض معلوم ہوتا ہے، بدی کا حوالہ اپنی طرف کر لینا ادبًا ہے یا حقیقۃً ؟ بندہ مجبور ہے یا نہیں؟ اگر مجبور نہیں ہے تو کیوں؟ (۵۲۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: افعال عباد اختیاریہ تحت المشیت داخل ہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (سورۂ دہر، آیت: ۳۰) اور اختیاریہ کا یہ مطلب ہے کہ افعالِ عباد مثل حرکت مرتعش نہیں ہیں، اور لا جبر و لا قدر میں کمال کی نفی ہے(۱) فلا تعارض۔

تو نیکی کنی من نہ بدکردہ ام ❁ کہ بد را حوالت بخود کردہ ام(۲)

اور بندہ مجبور نہیں ہے۔ لإعطاء اللّٰہ تعالیٰ لہ اختیارًا و کسبًا بالإرادۃ. فقط واللہ اعلم

کیا آخر شب میں اللہ تعالیٰ سماء دنیا پر نزول فرماتے ہیں؟

سوال: (۹۴) اخیر شب میں اللہ تعالیٰ آسمان اوّل پر آجاتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۳۷۲ھ)

الجواب: آخر شب میں نزول حق تعالیٰ آسمانِ دنیا پر احادیث میں وارد ہے(۳) اور غرض اس سے نزولِ رحمت حق تعالیٰ اور اجابتِ دعا وغیرہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رحمتِ خداوندی کے بارے میں ایک شبہ اور اس کا جواب

سوال: (۹۵) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کے سو حصہ کیے اس میں سے ۹۹ اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ تمام عالم کو تقسیم کر دیا(۴) خاکسار کو اس میں یہ شبہ ہے کہ اللہ کی صفات

---

(۱) یعنی بندہ نہ مجبور محض ہے نہ قادر مطلق بلکہ کچھ جبر ہے اور کچھ قدرت۔۱۲ محمد امین پالن پوری

(۲) اس شعر کا ترجمہ سوال: (۸۹) کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: ينزِلُ ربُّنا عزّوجلّ كلَّ ليلةٍ إلى السّماء الدُّنيا حين يَبقى ثُلثُ اللّيلِ الآخرُ ، فيقول: مَن يَدعوني فاستجيبَ له ، مَن يسألني فأُعطيَه ، مَن يَستغفرُني فأغفِرَ لهُ (سنن أبي داؤد، ص:۱۸۶، كتاب الصّلاة ، باب أي اللّيل أفضل؟ وفيه أيضًا: ص:۶۵۱، كتاب السّنّة ، قبيل باب في القرآن)

(۴) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: إنّ للّٰه مائةَ رحمةٍ ==

میں سے ایک حصہ کم ہو جانا نقصان کی بات ہے۔(۱۹۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے کوئی حصہ کم نہیں ہوگا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ آپس میں محبت و رحمت ہے وہ ظل اور عکس ہے رحمت حق تعالیٰ کا، جیسا کہ آفتاب کا نور جو زمین پر واقع ہوتا ہے وہ ایک پرتو نور آفتاب کا ہے، لیکن یہ نہیں کہ آفتاب کے نور میں سے کچھ حصہ کم ہو جائے گا، اسی طرح اللہ کی رحمت کا انعکاس مخلوق پر ہوتا ہے جس کی وجہ سے مخلوق آپس میں محبت کرتی ہے، مگر اس انعکاس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں کچھ نقصان ہو، بہر حال ایسے شبہات کی طرف بالکل التفات نہ کرنا چاہیے، اور ترجمہ کی وجہ سے(۱) کسی شبہ میں نہ پڑنا چاہیے وہ محض تمثیل کے طور سے بیان ہوا ہے یہ نہیں کہ کوئی جز و علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں؟

سوال:(۹۶) غیر مقلدین نے خدا کو عرش پر بیٹھا ہوا نہ ماننے والے کو کفر کا فتوی دے رکھا ہے اور اس امر کے مدعی ہیں کہ باری تعالیٰ شانہٗ عرش پر بیٹھا ہوا ہے، لہٰذا مسئلہ استواء علی العرش کی پوری کیفیت تحریر فرمائیں۔(۱۲۵۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس پر اجماع اہل سنت و جماعت ہے کہ حق تعالیٰ جہت اور مکان وزمان سے پاک و منزہ و برتر ہے اور نیز جسم اور عوارض جسم سے منزہ و پاک ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (سورۂ شوری، آیت:۱۱) ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (سورۂ اخلاص، آیت:۴) نص قرآنی میں وارد ہے، پس قول غیر مقلدین باطل ہے، اور تکفیر اہل سنت و جماعت جو کہ استواء کو مجہول الکیفیت (۲) بہ اتفاق

== أنزل منها رحمةً واحدةً بين الجنّ والإنس والبهائم والهوامّ فبها يتعاطفون وبها يتراحمون وبها تَعْطِفُ الوحشُ على ولدها، وأخّر الله تسعًا وتسعين رحمةً يرحم بها عبادَه يوم القيامة.
(الصّحيح لمسلم: ۲/۳۵۶، كتاب التّوبة، باب سعة رحمة الله تعالىٰ و أنّها تغلب غضبه)

(۱) مذکورہ حدیث کے جملہ أنـزل منهـا کا ترجمہ ہے: اتارا رحمت میں سے: اس ترجمہ سے رحمت کے ایک حصہ کا انفصال مراد نہیں ہے، بلکہ وہ محض تمثیل ہے۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) اہل السنۃ والجماعۃ عرش الٰہی کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ استواء کا تعلق بھی مانتے ہیں، مگر کیفیت سے بحث نہیں کرتے، وہ تنزیہ مع التفویض کے قائل ہیں، سلف سے یہی منقول ہے: ==

فرماتے ہیں غیر مقلدین کے لیے نہایت جرءت اور بے باکی اور صریح گمراہی وخذلان ہے، اور تفصیل استواء علی العرش کی اور تردید غیر مقلدین کی بہت سے رسائل اور کتب میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں، بندہ کو فرصت نقل عبارات کی نہیں ہے، جو شخص چاہے ان کتابوں سے اپنی تسلی کرلے اور غیر مقلدین کے قول اور مذہب کا بطلان معلوم کرے۔ وما علینا إلاّ البلاغ .

اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر کب تھا؟

سوال: (۹۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش پانی پر تھا، یہ کب تھا؟ کتنے برس ہوئے؟ (۱۳۴۲/۱۱۹۳ھ)

الجواب: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا، اور تعداد برسوں کی اللہ ہی کو معلوم ہے، اور ایسے سوالات کرنا ممنوع ہیں، آئندہ ایسے سوالات نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم

خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے، کوئی خاص جگہ اس کے قیام کی نہیں

سوال: (۹۸) خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق بندہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سب جگہ موجود ہے، کوئی خاص جگہ اس کے قیام کی نہیں ہے؟ (۲۳۲۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقائد مندرجہ بالا موافق عقیدہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ هٰكذا في شرح العقائد(۱)

== الاستواء معلوم والكيف مجهول، والإيمان به واجب. والسّؤال عنه بدعة: استواء کے معنی ہم جانتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے، اور جو بھی کیفیت ہے اس پر بالاجمال ایمان لانا واجب اور اس کی تحقیق کے درپے ہونا گمراہ فرقوں کا کام ہے، سلف (صحابہ) نے کیفیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال نہیں کیا اور ان کا ایمان کامل تھا، پھر آج اس کی تحقیق کے درپے کیوں ہوا جاتا ہے؟! اور یہ بات اہل السنۃ والجماعۃ میں متفق علیہ ہے اور غیر مقلدین کا اختلاف مضر نہیں، گمراہ فرقوں کا اختلاف اجماع کو متأثر نہیں کرتا: ایسے حضرات کی تکفیر کرنا غیر مقلدین کی جرأت اور بے باکی ہے اور ان کی گمراہی کی صریح دلیل ہے۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۱) ولا يتمكّن في مكان، لأنّ التّمكّن عبارة عن نفوذ بعد في آخر متوهم أو متحقّق يسمونه المكان والبعد عبارة عن امتداد قائم بالجسم أو بنفسه عند القائلين بوجود الخلاء والله تعالىٰ منزّه عن الامتداد والمقدار لاستلزامه التّجزي. (شرح العقائد النّسفيّة، ص:۳۹-۴۰، المطبوعة: یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند)

اللہ تعالیٰ کا مقام فقط عرش ہے یا وہ ہر جگہ ہیں؟

سوال: (۹۹) زید وعمر میں سے ایک کہتا ہے کہ اللہ جل شانہ کا مقام فقط عرش ہے بلا کیف و اتصال، دوسرا کہتا ہے کہ اللہ جل جلالہ ہر جگہ پر ہے بلا کیف واتصال؛ صحیح کیا ہے؟ (۱۹۵۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ دونوں امر صحیح ہیں اور نص میں وارد ہیں، اس میں بحث نہ کرنی چاہیے۔ شرح فقہ اکبر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے: **ونعم ما قال الإمام المالك حيث سئل عن ذلك: الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسّوال عنه بدعة ، والإيمان به واجب، وهذه طريقة السّلف وهو أسلم ، والله أعلم** (۱) پس یہ یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں، اور اس میں خوض وتفتیش ممنوع ہے، اسی طرح نصوص میں وارد ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورۂ حدید، آیت:۴)، ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (سورۂ واقعہ، آیت: ۸۵) وغیرہ، پس اس پر بھی اسی طرح بلا کیف ایمان لاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے نہیں ہیں

سوال: (۱۰۰) بعض مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گویا ہر چیز میں حلول کیے ہوئے ہے، ہمارے حضراتِ اکابر کا کیا مسلک ہے؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کئے ہوئے نہیں ہے، مگر وہ سب کے ساتھ ہے اور سب کے نزدیک ہے اور سب کو محیط ہے، لیکن کیفیت اس کے قرب ومعیت واحاطہ کی ہم نہیں سمجھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات بے کیف و بے مثل ہیں

سوال: (۱۰۱) خدا تعالیٰ بہ ذات خود کسی خاص مقام میں قیام پذیر ہے یا بلا مقام کے ہر جگہ موجود ہے، اور اس کے لیے کوئی جہت خاص کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خدا تعالیٰ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے یا نہیں؟ اور بغیر کان کے سنتا ہے یا نہیں؟ اس کے لیے ہاتھ پاؤں ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۴۶، مطبع مجتبائي، دهلي .

کے لیے مقام معین کرے اور ہر جگہ موجود نہ جانے اور اس کے آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں کا قائل ہو تو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ ایمان کم و بیش ہوتا ہے یا نہیں؟ خدا تعالیٰ سمائے دنیا پر اترتا ہے یا اس کی رحمت اترتی ہے؟ (۱۱۶۸/۷ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: خدا تعالیٰ کے لیے کوئی مکان اور جہت اور اعضاء ثابت کرنا خلافِ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے ہے، حق تعالیٰ بے شک سمیع اور بصیر ہے اور موجود اور قریب اور ساتھ ہے، لیکن اس کی جملہ صفات بے کیف اور بے مثل ہیں۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۱۱) حق تعالیٰ کی صفات میں اس قسم کی ابحاث اور تحقیقات کرنا درست نہیں ہے، اس کی ہر ایک صفت کو بے مثل اور بے کیف سمجھنا چاہیے، اس کے سمیع و بصیر و متکلم ہونے کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیے، ایمان کی زیادتی اور کمی کو قوت وضعف ایمان سمجھنا چاہیے، اور حق تعالیٰ کے عروج و نزول کو بھی بے کیف سمجھنا چاہیے، لیکن جو کچھ نصوص میں وارد ہے اس پر ایمان لانا چاہیے، اور اس کی کیفیت کو مفوض بہ علم الٰہی سمجھنا چاہیے، جیسا کہ حضرت امام مالکؒ سے دربارۂ استواء علی العرش منقول ہے کہ استواء ثابت ہے، اور کیفیت اس کی مجہول ہے، اور سوال اس سے بدعت ہے (۱) الغرض اس قسم کے سوالات کرنا ہرگز درست نہیں ہے، جیسا کہ آیتوں اور حدیثوں میں آیا ہے اس پر ایمان لانا چاہیے، اور اقرار کرنا چاہیے لیکن اس کو بے مثل اور بے کیف سمجھنا چاہیے اور اس کی کیفیت سے بحث اور سوال نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۲) جو شخص یہ کہے کہ میں آیت: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ (۲) کی تاویل حکومت وغیرہ سے نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کو بلا کیف عرش پر مانتا ہوں، اسی طرح آیت: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورۂ حدید، آیت:۴) کی تاویل علم و نصرت و قدرت سے نہیں کرتا، اس معیت کو بھی

---

(۱) وقال الإمام الأعظم في كتابة الوصية: نقر بأنّ الله على العرش استوىٰ من غير أن يكون له حاجة إليه إلخ. و نعم ما قال الإمام المالكؒ حيث سئل عن ذلك: الاستواء معلوم ، والكيف مجهول، والسّوال عنه بدعة ، والإيمان به واجب إلخ. (شرح الفقه الأكبر، ص:۴۶، مطبع مجتبائي، دهلي)

(۲) سورۂ اعراف، آیت:۵۴، سورۂ یونس، آیت:۳، سورۂ رعد، آیت:۲، سورۂ فرقان، آیت:۵۹، سورۂ سجدہ، آیت:۴، سورۂ حدید، آیت:۴۔

بلا کیف تسلیم کرتا ہے، اور ایسے ہی ''ید'' ''وجہ'' ''نزول'' جو صفات باری قرآن وحدیث صحیح میں وارد ہیں ان کی تاویل ''قدرت'' ''رضا'' ''نزول رحمت'' وغیرہ سے نہیں کرتا، ہر ایک کو بلا کیف مانتا ہے، آیا ایسا کہنے والا شخص سچا ہے یا نہیں؟ (۲۸۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: **وقال الإمام الأعظم في كتابة الوصية: نقر بأنّ الله على العرش استوٰى من غير أن يكون له حاجة إليه إلخ. ونعم ما قال الإمام المالكؒ حيث سئل عن ذلك: الاستواء معلوم، والكيف مجهول، والسّوال عنه بدعة، والإيمان به واجب إلخ** (۱) اسی طرح ''ید'' ''وجہ'' وغیرہ جو آیات واحادیث میں وارد ہیں ان پر اسی طرح ایمان لانا چاہیے کہ ''ید'' و''وجہ'' ثابت ہے، لیکن کیفیت معلوم نہیں ہے یہ اصل مذہب ہے، اور تاویلات بہ وجہ بچانے عوام کے فساد عقیدہ سے کی گئی ہیں اور اس میں اختلاف بھی ہے، اور ایسے مسائل میں بحث وتفتیش نہ کی جاوے، **كما قال الإمام المالكؒ في الاستواء على العرش: أنّ السّوال عنه بدعة** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، منہ، آنکھ، کان اور پیر ہیں؟

سوال: (۱۰۳) ایک شخص پیر بن کر لوگوں کو مرید کرتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور منہ ہے اور پَیر ہے اور کان ہے، اگر آنکھ نہیں تو دیکھتا کیسے ہے؟ اگر کان نہیں تو سنتا کیسے ہے؟ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس سے مرید ہونا کیسا ہے؟ ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ جو شخص ان چیزوں کا قائل ہوگا وہ بھی کافر ہے، اور جو منکر ہے وہ بھی کافر ہے؛ ایسے قائل کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۹۲۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے وارد ہوئی ہیں ان پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے، اس میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دینا چاہیے اور ممکنات پر اس کو قیاس نہ کرنا چاہیے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿لیس كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۱۱) پس اللہ تعالیٰ کے ''سمع'' اور ''بصر'' اور ''ید'' اور ''وجہ'' کو ممکنات کے ''سمع'' و''بصر'' و''ید'' و''وجہ'' پر قیاس نہ کرنا

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۴۶، مطبع مجتبائي، دهلي.

چاہیے، شرح فقہ اکبر میں ہے: كما أنّ في الآيات المتشابهات وجب الإيمان بها من غير اشتغال بتأويلها إلخ (۱) ونحوه والسّمعُ والبصرُ أي أنّهما من الصّفات الذّاتية فإنّه تعالىٰ سميع بالأصوات والحروف والكلمات بسمعهٖ القديم الّذي هو له نعت في الأزل و بصير بالأشكال والألوان بأبصارهٖ القديم الّذي هو له صفة في الأزل إلخ (۲) پس اگر پیر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور منہ اور کان اور آنکھ مثل مخلوقات کے ہاتھ اور منہ اور کان کے اور آنکھ وغیرہ کے ہے تو وہ بد دین اور گمراہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کو گویا از قسم مجسمات مانتا ہے وذٰلك باطل وضلال، اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ امور بے کیف اللہ تعالیٰ کے ثابت ہیں تو یہ صحیح ہے اور یہ کہنا اس کا کہ جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا وہ آخرت میں بھی نہ دیکھے گا یہ صریح خلاف ہے آیات و احادیث کے اور یہ گمراہی ہے اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کے خلاف ہے؛ ایسے شخص سے بیعت ہونا اور اس کو مقتدا بنانا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا کوئی درویش مراقبہ میں خدا کی صورت دکھا سکتا ہے؟ اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیر ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۰۴) اگر کوئی درویش اپنے مریدوں کو یہ کہے کہ میں تم لوگوں کو مراقبہ میں خدا کی صورت دکھلاؤں گا، خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیر سب موجود ہیں بلکہ ظاہرًا آنکھ بھی دیکھ سکتی ہے، اور ایک گروہ عالم بھی درویش صاحب کی بہ خوبی تائید کرتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۸۶۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسا درویش درویش حقیقی اور عارف باللہ نہیں ہے، مدعی (۳) کذاب ہے، دنیا میں حق تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۱۰۳) اور یہ قول اس کا کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیر ظاہرًا آنکھ

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۰، مطبع مجتبائي، دهلي .
(۲) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۱، مطبع مجتبائي، دهلي .
(۳) مدعی: ڈینگیں مارنے والا۔۱۲

بھی دیکھ سکتی ہے سراسر باطل اور غلط ہے، تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ استواء علی العرش اور ید اور وجہ اور ساق وقدم وغیرہ سب بے کیف ہیں، پھر بے کیف چیز کیف میں کیسے آسکتی ہے؟!(۱) ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۱۱) الغرض یہ قول اس کا اور اس کے مؤیدین کا محض افتراء اور باطل اور کذب صریح ہے، اور عقائد اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

صفاتِ خداوندی میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے

سوال: (۱۰۵) جمیع صفات خاصہ خدائے پاک کے ساتھ جناب نبوی کو موصوف جاننے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے یا کسی ایک صفت خاصہ خدا کے ساتھ موصوف جاننے سے بھی شرک لازم آجاتا ہے؟ (۲۰۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کسی ایک صفت خاصہ باری تعالیٰ میں کسی کو سوائے باری تعالیٰ کے شریک جاننا اور متصف ماننا شرک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صفاتِ ثبوتیہ کو مخلوق وحادث ماننے والا مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰۶) ایک شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ خدواوند عالم کی صفات ثبوتیہ مخلوق ہیں، اور وہی اس کی عین ذات ہیں، پس ایسا اعتقاد رکھنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ (۱۷۰۹/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) سئل مالك عن قولهٖ تعالٰى: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه: ۵) كيف استوٰى؟ فأطرق مالك رأسه حتّى علاه الرّحضاء، ثمّ قال: الاستواء معلوم والكيف غير معقول والإيمان بهٖ واجب والسّؤال عنه بدعة ؛ فرق بين المعنٰى المعلوم من هذهٖ اللّفظة وبين الكيف الّذي لايعقله البشر، و هذا الجواب من مالك (رحمه اللّٰه) شافٍ عامٌّ في جميع مسائل الصّفات من السّمع والبصر والعلم والحياة والقدرة والإرادة والنّزول والغضب والرّحمة والضّحك فمعانيها كلّها معلومة ، و أمّا كيفيتها فغير معقولة ، إذ تعقل الكيف فرع العلم بكيفية الذّات وكنهها ، فإذا كان ذلك غير معلوم فكيف يعقل لهم كيفية الصّفات؟! ...... فما ذكر اللّٰه في القرأن من ذكر الوجه واليد والنّفس فهو له صفات بلا كيف (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المفاتيح: ۸/۲۱۷، كتاب اللّباس، الفصل الثّاني، رقم الحديث: ۴۳۴۰)

الجواب: صفات ذاتیہ ثبوتیہ کو مخلوق وحادث کہنا کفر ہے۔ قال في شرح الفقه الأكبر: وصفاته في الأزلِ غير مُحدَثةٍ ولا مخلوقةٍ ......فمن قال: إنّها مخلوقةٌ أو مُحدثةٌ أو وقف فيها ...... أوشكَّ فيها ...... فهو كافر بالله تعالىٰ إلخ. إلَّا أنَّ الجهل والشّكّ الموجبين للكفر مخصوصان بصفات الله المذكورة من النّعوت المسطورة المشهورة أعني الحياة والقدرة والعلم والكلام والسّمع والبصر والإرادة والتّخليق والتّرزيق إلخ(۱) وفي شرح العقائد النّسفيّة: وله صفات ...... أزلية ...... قائمة بذاته ...... وهي لا هو ولا غيره يعني أنّ صفات الله تعالىٰ ليست عين الذّات و لا غير الذّات، فلا يلزم قدم الغير و لا تكثر القدماء إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صرف خدا کی وحدانیت کو ماننے والا مسلمان نہیں

سوال: (۱۰۷) جو خدا کو ایک مانے بدون رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور شہادت ماننے کے وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے: ہندوستان کے سنیاسی لوگ چونکہ خدا کی وحدانیت کو مانتے ہیں رسول کی رسالت کو نہیں مانتے تاہم وہ لوگ مسلمان ہیں یہ قول اس کا کیسا ہے؟

(۵۴۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بدون اقرار رسالت کے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا زید کا قول غلط ہے۔ فقط

اقرارِ رسالت کے بغیر خدا کی وحدانیت کو ماننا بے سود ہے

سوال: (۱۰۸) زید اس بات کا قائل ہے کہ جو لوگ موحد ہیں، غیر مسلم ہیں خواہ قبل بعثت ہوں یا بعد نبوت، علماء نے ان کی نسبت خلود فی النار ہونے میں سکوت کیا ہے، زید اپنے دعوی میں آیت: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۶۲) پیش کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ تھا وہ توحید اس کو کسی طریق سے پہنچ گئی وہ مشرک نہیں، موحد ہے، البتہ

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۹، مطبع مجتبائي، دهلي .
(۲) شرح العقائد النّسفية، ص:۴۴-۴۶، مطبوعة: ياسر نديم، ديوبند .

مسلم نہیں، علماء نے اس کو جہنمی یا جنتی قرار نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار کیا ہے، عمر اس کے خلاف ہے اس کا قول ہے کہ رسالت کا زمانہ پانے کے بعد جس نے رسالت نہ مانی اگر چہ وہ موحد ہی ہو وہ قطعی جہنمی ہے اس کا موحد ہونا بغیر اقرار رسالت بے سود ہے، اس بارے میں فیصلہ شرعی کیا ہے؟

(۱۱۸۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: قبل بعثت یا جس کو بعثت کی خبر نہ ہو اس کے لیے تو اقرار توحید بے شک مُنْجِیْ (نجات دلانے والی) ہے، لیکن بعد بعثت جس کو خبر بعثت ہو چکی ہے اس کے لیے بدون اقرار رسالت کوئی چارہ نہیں ہے، اور بہ صورت انکار رسالت وہ شخص کافر اور دائمی جہنمی ہے اور یہ حکم بہ اتفاق امت ہے اس میں کسی کا اہل سنت میں سے خلاف نہیں ہے، اور زید کا استدلال آیت موصوفہ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ ایمان نام ہے: آمنت باللہ وملائکتہ و کتبہٖ ورسلہٖ إلخ کا، کما بین في موضعہٖ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا خانۂ کعبہ کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا: پتھر کو سجدہ کرنا ہے؟

سوال: (۱۰۹) ایک شخص نے وعظ میں بیان کیا کہ ہم پر جو بعض غیر قومیں اعتراض کرتی ہیں کہ مسلمان خانۂ کعبہ کو سجدہ کرتے ہیں، ہم دراصل خانۂ کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے، بلکہ سجدہ خداوند تعالیٰ کے واسطے ہے، صرف ہم کو یہ حکم ہے کہ کعبہ شریف کی طرف منہ اور رخ کر کے سجدہ کیا کرو، ہم اُس طرف کو منہ کر لیتے ہیں خانہ کعبہ نہ ہمارا معبود ہے نہ ہم اس کو سجدہ کرتے ہیں، اس لیے یہ اعتراض کہ مسلمان پتھروں کو سجدہ کرتے اور پوجتے ہیں غلط ہے، یہ مضمون اہل سنت وجماعت کے موافق ہے یا نہیں؟ (۱۴۵۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ مضمون ان مولوی صاحب واعظ کا بالکل صحیح اور مطابق مذہب اہل سنت وجماعت کے ہے، درحقیقت خانۂ کعبہ جہت توجہ ہے اور معبود ومسجود حق تعالیٰ شانہٗ ہے۔ کما نطق بہٖ النّصوص.

استقبال قبلہ اور بت پرستی میں فرق

سوال: (۱۱۰) بت پرست جو مورتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ اپنی حقانیت وصداقت میں یہ

دلیل پیش کرتے ہیں کہ دراصل ہمارے اوراہل اسلام کی پرستش میں کوئی فرق نہیں؛ اس لیے کہ اہلِ اسلام کعبہ اور دیوار کی پرستش میں جہتِ کعبہ کی تاویل کے ساتھ خاص اس مقدس مقام پر نزولِ رحمت وانوارِ الٰہی سے مختص کر کے اس جانب پرستش کرتے ہیں، علی ہذا ہم بھی ان بتوں میں یہی اثر سمجھ کر پرستش کرتے ہیں، ہم بتوں کو نافع وضار ہرگز خیال نہیں کرتے، اب جو جواب اہل اسلام ہمارے مقابلہ میں تجویز فرماتے ہیں وہی جواب ہمارے پرستش کے متعلق خیال فرمائیں؛ اس کا کیا جواب ہے؟ (۱۳۳۸/۴۸۵ھ)

الجواب: یہ دلیل ان کی باطل ہے کیونکہ اہلِ اسلام خانۂ کعبہ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کرتے ہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق جو جہت اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے مقرر فرمادی ہے اس طرف کو استقبال کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، چنانچہ بہت سے عبادت کرنے والوں کے سامنے کعبہ کے در و دیوار کا پتا بھی نہیں ہوتا، اور اگر خانۂ کعبہ نعوذ باللہ منہدم ہوجائے اور اس کے اینٹ پتھر کا نشان بھی نہ رہے تب بھی اہلِ اسلام اس جہت کا استقبال کرتے ہیں، اور اس کی پوری تحقیق اور تفصیل رسالہ قبلہ نما مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ میں ہے، اس کو ضرور منگا کر دیکھئے یہاں کے مطبع میں بھی غالباً ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا کو ماں باپ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۱) مسلم اور غیر مسلم بچوں کی تعلیم وتربیت کے واسطے رسالے لکھ کر چھپوا کے اسکولوں اور مدرسوں میں شائع کرتے ہیں، اور اس میں ایک فقرا اس طرح درج ہے: خدا: اپنا باپ اور ماں ہے، لہٰذا ایسی تعلیم مسلم بچوں کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ اور خدا کو باپ ماں کہنا جائز ہے یا نہ؟ اور جب جائز نہ ہو تو بہ موجب عبارت فتاوی عالمگیری: **يكفر إذا وصف اللّٰه تعالىٰ بما لا يليقُ بهٖ أو سَخِرَ باسم من أسمائهٖ أو بأمر من أوامرهٖ أو أنكر وعدَه و وعيدَه أو جَعَلَ له شريكًا أو ولدًا أو زوجةً إلخ** (۱) کے اس طرح عقیدے اور کلام سے کفر ہوگا یا نہیں؟ اور اگر مجازاً یہ

(۱) **الفتاوى الهندية: ۲/۲۵۸، كتاب السّير، الباب التّاسع في أحكام المرتدّين، مطلب موجبات الكفر أنواع.**

مقولہ خداوند پر اطلاق کیا جائے تو یہ مجازاً ہر کدام کے واسطے جائز ہے یا اہل علم کو مثل مقولہ: أنبت الرّبیعُ البقلَ عالم کو کہنا جائز ہو اور غیر عالم اور جاہل کو جائز نہ ہو؟ (۱۰۶۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: چونکہ مراد ایسے الفاظ سے معنی حقیقی نہیں ہیں اور یہ الفاظ مجاز ہیں بہ معنی مربی و پرورش کنندہ کے، اس وجہ سے کفر کہنا اس کو صحیح نہیں ہے، اور قائل کو کافر نہ کہنا چاہیے، لیکن تکلم ایسے کلمات موہمہ کے ساتھ کرنا نہ چاہیے اور بچوں کو تعلیم دینا ایسے کلمات کی نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے غلط فہمی ہو اور عقیدہ میں خرابی پیدا ہو، اور مسلمان صحیح العقیدہ ہونا قائل کا: مجاز کا قرینہ ہوسکتا ہے۔ فقط

الجواب صواب: اگرچہ ایک حدیث بہ لفظ: الخلق عیال اللّٰہ اھـ (۱) آئی ہے، لیکن تاہم فتویٰ مذکور الصدر درست ہے: قال في ردّالمحتار: ومجرد إیهام اللّفظ ما لایجوز کاف في المنع آه(۲) وقال قبله نقلاً عن الفَاسِيّ وقد اختلف العلماءُ في جوازِ إطلاقِ المُوهِمِ عند من لا یتوهّمُ به، أو کان سهْلَ التّأویل واضحَ المَحملِ أو تخصّص بطُرُق الاستعمال في معنًی صحیحٍ أهـ ، أقول: ومقتضی کلام أئمّتنا المنع من ذلك إلاّ فیما ورد عن النّبيّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم أهـ (۳) محمد انور عفا اللہ عنہ

سوال: (۱۱۲) ایک کتاب گجراتی میں ایک نظم ہے، وہ کتاب مذکورہ مدارس اسلامیہ میں بغرض تعلیم داخل ہے، اس کے ایک شعر کا یہ مضمون ہے:

اے اللہ! تو ہمارا باپ ہے، تو ہماری ماں ہے تو روزی دیتا ہے، تو ہم کو پالتا ہے

مصرعہ اول میں شرک ہے یا نہیں؟ مع ادلہ بیان فرمایئے۔ (۹۱۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ قائل کی مراد حقیقۃً ابوت کا ثابت کرنا باری تعالیٰ کے لیے نہیں ہے، بلکہ مراد مجاز اور تشبیہ ہے یعنی محبت و رحمت میں مثل باپ اور ماں کے ہے، اور اس قسم کی تشبیہات

---

(۱) عن أنس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: الخلق عیال اللّٰہ، فأحبّهم إلی اللّٰہ أنفعهم لعیاله. (مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد: ۱۹۱/۸، کتاب البرّ والصّلة، باب فضل قضاء الحوائج، المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) ردّالمحتار علی الدّر: ۴۸۴/۹-۴۸۵، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع.

(۳) الشّامي: ۴۸۳/۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع.

احادیث میں بھی وارد ہیں (۱) کما لا یخفی. لیکن وہ اشارات ہیں جو وارد ہوئے نہ بالتصریح ایسے کلمات موہمہ بلکہ ایسے کلمات سے ممانعت وارد ہے کما سیجئ لہٰذا یہ شرک تو نہیں ہے، لیکن ایہام شرک اس میں ضرور ہے، اور ممکن ہے کہ اس سے جہلاء غلط مطلب سمجھیں اور گمراہ ہوں، بہر حال احتراز ایسے کلمات سے لازم ہے، قرآن شریف میں یہود ونصاریٰ کا یہ مقولہ ذکر فرما کر اس کی تردید فرمائی گئی ہے: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُ اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۱۸) صاحب جلالین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: قوله تعالیٰ: ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُ اللّٰهِ﴾ أي كأبنائه في القرب والمنزلة وهو كأبينا في الشّفقة والرّحمة ﴿وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ﴾ لهم يا محمّد! ﴿فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ﴾ إن صدقتم في ذلك؟ ولا يعذّب الأبُ ولدَه ولا الحبيبُ حبيبَه وقد عذّبكم فأنتم كاذبون إلخ (۲)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: قال الله: كذّبني ابنُ آدم ولم يكن له ذلك و شتمني ولم يكن له ذلك، فأمّا تكذيبه إيّایَ فقوله: لن يعيدني كما بدأني وليس أوّل الخلق بأهونَ عليّ من إعادته، وأمّا شتْمهُ إيّایَ فقوله: اتّخذ الله ولدًا و أنا الأحدُ الصّمدُ لم أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لي كُفُوًا أَحَدٌ (۳) وفي رواية ابن عبّاس: وأمّا شتْمهُ إيّایَ فقوله: لي ولد فسبحاني أن أتّخِذَ صاحبةً أو ولدًا، رواه البخاريّ (۴) پس معلوم ہوا کہ جس کا عقیدہ ہی ایسا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ولد ہے، اور اللہ تعالیٰ کسی کا باپ ہے وہ مشرک وکافر ہے، اور اس کے عقیدہ کا بطلان اور اس کا کفر وشرک آیت وحدیث سے ظاہر ہے، اور بلا اس عقیدہ کے مجازاً ایسا کہنے میں اگرچہ شرک وکفر کا حکم نہ کیا جاوے گا، لیکن بچنا ایسے الفاظ سے ضروری ہوا کہ ایہام غیر مقصود کا نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مثلاً آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: الخلق عيال الله. (مشكاة، ص:۴۲۵، باب الشّفقة والرّحمة على الخلق)

(۲) تفسير جلالين، ص:۹۷، تفسير سورة المائدة، رقم الآية:۱۸۔

(۳) صحيح البخاريّ: ۲/۷۴۳-۷۴۴، كتاب التّفسير، باب: يقال لا يُنوّن أحدٌ أي واحدٌ.

(۴) صحيح البخاريّ: ۲/۶۴۴، كتاب التّفسير، باب قوله: ﴿وَقَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾

اللہ کے سوا کوئی حاضر وناظر نہیں

سوال: (۱۱۳) نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر جاننا کفر وشرک ہے یا عین ایمان؟ (۱۳۳۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حاضر وناظر ہر جگہ وہر وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علم غیب علی الاطلاق باری تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے

سوال: (۱۱۴) علم غیب خاصۂ خدا اور غیر میں منفی ہونے کی دلیل کتب فقہِ حنفیہ سے معہ حوالۂ صفحہ تحریر فرماویں۔ (۱۵۷۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: علم غیب علی الاطلاق صفت خاصہ باری تعالیٰ کی ہے، اور صفات خاصہ باری تعالیٰ کا غیر سے منفی ہونا قطعی ہے۔ لاشريك لـه في الذّات و الصّفات عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے، شامی میں ہے: وفي البزّازيّة: يكفر بادّعاء علم الغيب إلخ (۱) وفيه أيضًا: قلت: وحاصله أنّ دعوىٰ علم الغيب معارضة لنصّ القرآن فيكفر بها إلخ (۲) اور شرح فقہ اکبر میں ہے: وبالجملة فالعلم بالغيب أمر تفرّد به سبحانه ولاسبيل إليه للعباد إلّا بإعلام منه و إلهام بطريق المعجزة أو الكرامة أو إرشاد إلى الاستدلال بالأمارات فيما يمكن فيه ذلك ولهٰذا ذُكر في الفتاوىٰ أن قول القائل عند رؤية هالة القمر أي دائرته يكون مَطَرٌ مدّعيًا علم الغيب لا بعلامة كفر، و من اللّطائف ما حكاه بعض أرباب الظّرائف أن مُنَجِّمًا صُلب فقيل له هل رأيتَ هذا في نجمك؟ فقال: رأيت رِفعةً ولكن ما عرفتُ أنّها فوق خشبةٍ. ثمّ اعلم أنّ الأنبياء عليهم السّلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلّا ما أعلمهم اللّٰه تعالىٰ أحيانا و ذكر الحنفيّة تصريحًا بالتّكفير باعتقاد أن النّبيّ عليه السّلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾

(۱) ردّالمحتار: ۲۹۴/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في الكاهن والعراف.
(۲) الشّامي: ۲۹۴/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في دعوى علم الغيب.

كذا في المسايرة (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن مجید کی شان بڑی ہے یا رسول اللہ ﷺ کی؟

سوال: (۱۱۵) آیا قرآن مجید کی شان بڑی ہے یا کہ رسول اللہ ﷺ کی؟ (۱۳۳۷/۲ھ)

الجواب: قرآن شریف کلام الٰہی ہے، اور کلام الٰہی صفت ہے باری تعالیٰ کی اور صفات باری تعالیٰ کے مثل اور برابر کوئی نہیں ہے، پس یہ سوال ایسا ہے کہ یوں کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان بڑی ہے یا اللہ تعالیٰ کی اور اس کی صفات کی۔ والعياذ بالله ، قال الله تعالیٰ: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۱۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلام الٰہی انبیاء اور ملائکہ سے افضل ہے

سوال: (۱۱۶) کتب سماوی کا مرتبہ پیغمبران علیہم الصلوۃ والسلام سے بڑا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۶۹ھ)

الجواب: کتب سماویہ کلام الٰہی ہیں، لہٰذا وہ افضل ہیں تمام مخلوق انبیاء علیہم السلام وغیرہم سے اور انبیاء علیہم السلام افضل المخلوقات ہیں، لہٰذا ملائکہ سے افضل ہیں۔ قال في الشّامي: أجمعت الأمّة علیٰ أنّ الأنبياء أفضل الخليقة وأنّ نبيّنا عليه الصّلاة والسّلام أفضلهم وأن أفضل الخلائق بعد الأنبياء الملائكة الأربعة و حملة العرش و الرّوحانيون و رضوان و مالك إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تورات وانجیل کے کسی حکم پر عمل کرنا کب درست ہے؟

سوال: (۱۱۷) اب توریت وانجیل وغیرہ کتب سماویہ کے کسی حکم پر عمل کرنا گناہ ہے یا نہیں؟

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۸۵، الأنبياء لم يعلموا المغيبات .

(۲) ردّالمحتار على الدّرّ: ۲/۲۱۵، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة ، مطلب في عدد الأنبياء و الرّسل إلخ .

اس مضمون کی کوئی حدیث یا آیت ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۳۷۴ھ)

الجواب: جو حکم تورات وانجیل کا ہے مطابق حکم قرآنی کے اس پر عمل درست ہے اور قاعدہ اس کا کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ پہلی کتابوں کا یا پہلی امم کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بلا انکار نقل کیا ہو وہ قابل عمل ہے اور جس پر انکار فرمایا وہ قابل عمل نہیں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
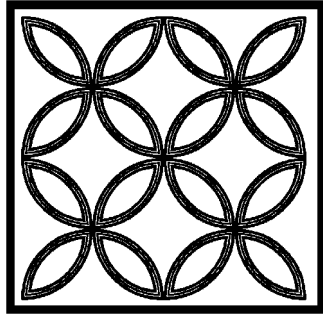
(۱) شریعةُ مَن قبلنا تلزمُنا إذا قصَّ اللّٰہ تعالٰی أو رسولُه بلا انکار کذا في الکافي. (الفتاوی الهندیّة: ۱/۳۰۲، کتاب النّکاح، الباب السّابع في المهر، الفصل الأوّل في بیان أدنی مقدار المهر إلخ)

وفي مجمع الأنهر: شریعةُ مَن قبلنا شریعةٌ لنا إذا قَصَّها اللّٰهُ تعالٰی و رسولُه بلا انکار کما في الکافي. (مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر: ۱/۵۱۲، کتاب النّکاح، باب المهر، المطبوعة: دارالکتب العلمیّة، بیروت)

قرآن اور تفسیر کا بیان

قرآن شریف تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے

سوال: (۱۱۸) ہنود اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف صرف اہل عرب کے لیے نازل ہوا ہے نہ کہ اہل ہنود و بنگال کے لیے، اس اعتراض کا جواب مفصل ہو؟ (۲۸۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرآن کی تعلیم تمام انسانوں کے لیے عام ہے، کسی قوم کسی نسل کسی ملک کے لیے مخصوص نہیں، وہ یورپ کے ایک حکیم اور افریقہ کے ایک وحشی دونوں کے لیے یکساں سرچشمۂ ہدایت ہے، جیسا کہ اس کے خطابات عامہ سے غیر متناہی مقامات میں ظاہر ہے، خدائی احکامات کسی خاص قوم کے لیے مخصوص نہیں ہوتے، پس جب کہ قرآن اصلِ مسلّم کی حیثیت سے خدائی کتاب ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کی تعلیمات کسی خاص جماعت کے لیے ہوں کسی خاص زبان میں تعلیمات ربانی کا نزول موجب تخصیص نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کس زبان میں اور کس پر نازل ہوا اور کون لایا؟

سوال: (۱۱۹) قرآن شریف کو کون لایا؟ اور کس پر نازل ہوا؟ اور کس زبان میں نازل ہوا؟

(۲۵۵۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہوا، حضرت جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے، اور آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا، چنانچہ سب مسلمان اس سے واقف ہیں۔ فقط

مکی اور مدنی آیات کی تعریف

سوال: (۱۲۰) مفسرین جو لکھتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے، قبل ہجرت ہے یا بعد ہجرت، اس کا کیا مطلب ہے؟ (۲۸۰۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس میں اقوال مختلفہ ہیں، راجح یہ ہے کہ مکی وہ ہے جو قبل ہجرت نازل ہوئی اور مدنی وہ ہے جو بعد ہجرت کے نازل ہوئی۔ قال في الفتوحات الإلٰهيّة المعروف بالجمل: في المكّيّ والمدنيّ خلاف كثير، وأرجحه أنّ المكّيّ ما نزل قبل الهجرة ولو في غير مكّة، وأنّ المدنيّ ما نزل بعد الهجرة ولو في مكّةَ أو عرفة إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کا مثل لانا ممتنع عقلی ہے یا شرعی؟

سوال: (۱۲۱) قرآن شریف کا مثل لانا ممتنع عقلی ہے یا ممتنع شرعی؟ مولانا اشرف علی صاحب کی رائے تو یہ ہے کہ ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہے، آپ حضرات کا اس میں کیا مسلک ہے؟

(۱۰۴۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قرآن کا مثل لانا ممتنع عقلی ہے، حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ کی یہی تحقیق ہے اور جو تقریر اس بارے میں فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف جیسی فصاحت وبلاغت کا لانا موقوف ہے حق تعالیٰ کے علم کے مانند کسی میں علم کا ہونا اور یہ محال عقلی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن شریف متفرق نہیں اُترا

سوال: (۱۲۲) قرآن شریف متفرق نہیں اترا بلکہ ایک رات لیلۃ القدر میں اترا؟

(۱۶۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الفتوحات الإلٰهيّة بتوضيح تفسير الجلالين للدّقائق الخفيّة، المعروف بالجمل: ۱/۹، تفسير سورة البقرة، المطبوعة: مطبع مرتضوي.

الجواب: یہ عقیدہ باطل اور غلط ہے، قرآن شریف میں کفار کا یہ مقولہ مذکور ہے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً﴾ (سورۂ فرقان، آیت:۳۲) اور متفرق نازل ہونا قرآن شریف کا آیات (۱) واحادیث میں مذکور ہے (۲) انکار اس کا گمراہی ہے۔ فقط

قرآن کریم کتنی مرتبہ جمع کیا گیا؟

سوال: (۱۲۳) جامع القرآن عموماً جناب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشہور ہیں اس جمع کرنے سے کیا مراد ہے پہلی دفعہ جمع کیا گیا یا دوسری مرتبہ؟ (۱۹۱۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: علماء رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جمع ہونا قرآن کا تین بار واقع ہوا (۳) ایک بار حضرت

---

(۱) ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِیْمَانًا﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۴) ﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۷)

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال :قلتُ لعثمان ...... قال عثمان: كان رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ممّا يأتي عليه الزّمان وهو ينزل عليه السُّوَر ذوات العدد، وكان إذا نزل عليه شيء دعا بعض من يكتب، فيقول : ضعوا هؤلاء الآيات في السّورة الّتي يُذكر فيها كذا وكذا إلخ . (مشكاة المصابيح ، ص:۱۹۴ ، كتاب فضائل القرآن ، قبيل كتاب الدّعوات)

(۳) والحاصل أنّ القرآن جمع ثلاث مرّات: الأولىٰ بحضرتهٖ عليه الصّلاة والسّلام ، فقد صحّ عن زيد بن ثابتٍ رضي الله تعالىٰ عنهُ قال: كنّا عند رسول الله صلّى الله عليه وسلّم نؤلف القرآنَ في الرّقاع ، أي يؤلّفون ما ينزل من الآيات المفرّقة ويجمعونها في سورها بإشارتهٖ عليه الصّلاة والسّلام، قاله البيهقيّ ، ومن ثَمّ قال الخطّابيّ: كتب القرآن كلّه في عهدهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لكنّه غير مجموعٍ في موضعٍ واحدٍ و لا مرتّب السّور، والثّانية بحضرة أبي بكر رضي الله عنه لمّا رأى عمر رضي الله عنه ذلك ، ومن ثمّ ورد أنّه أوّل من جمعه ، أي أشار بجمعهٖ ووافقه أبوبكر، فأمر زيدًا بجمعهٖ ، فجمعه في صحفٍ كانت عند أبي بكر، فعمر فبنته حفصة ، ومن ثمّ صحّ عن عليٍّ : أوّل من جمع كتاب الله أبوبكر، وما روي عنه أنّه جمعه منقطع وعلي فرض صحّته ، محمول علىٰ أنه حفظ صدره ، والثّالثة بحضرة عثمان رضي الله عنه مرتّبًا له على السّور . (مرقاة المفاتيح: ۱/۴۵۵-۴۵۶، كتاب العلم ، الفصل الثّاني، رقم الحديث:۲۳۸)

ﷺ کے روبہ رو، مگر یہ کہ ایک مصحف میں مرتب نہ تھا بلکہ متفرق طور پر، دوسری بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روبہ رو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کے معاملہ میں سب سے بڑھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مزدوری ملے گی، رحمت کرے اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس لیے کہ انھوں نے پہلے پہل قرآن کو اکھٹا کیا(۱) اور تیسری بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں جمع ہوا کہ جمع کیا صحابہ کو پھر قرآن کو مصحفوں میں بہ لغت قریش لکھوایا اور ان مصاحف کو جوانب واطراف میں بھیجا(۲) (شرح مشکاۃ) احقر کہتا ہے کہ یہی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہنے کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۴) قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مجلد ہوا یا آپ ﷺ کے بعد، اگر آپ کے بعد زمانہ میں ہوا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ (۱۳۳۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس مسئلہ جمع قرآن شریف کی تفصیل اتقان میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیا جاوے، اس میں ایک روایت مستدرک حاکم سے یہ نقل کی ہے کہ جمع قرآن شریف کا تین مرتبہ ہوا ہے: اوّل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں، دوم پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، سوم پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جس طریق سے جمع ہوا ہے اس کی تفصیل بھی اتقان میں ملاحظہ ہو، ص:۸۱ کتاب مذکور سے اس بحث کو شروع کیا ہے، اور احادیث میں تطبیق فرمائی ہے اس کو پوری طرح دیکھ لیا جاوے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ اشکال نہ رہے گا(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وجاء بسند حسن عن عليّ كرّم الله وجهه أنّه قال: أعظم النّاس في المصاحف أجرًا أبوبكر رحمة الله علىٰ أبي بكر، هوأوّل من جمع كتاب الله إلخ . (مرقاة المفاتيح: ۵/۱۰۴، كتاب فضائل القرآن، باب اختلاف القراء ات وجمع القرآن، الفصل الثّالث، رقم‌الحديث:۲۲۲۰)

(۲) ثمّ استكتبها عثمان رضي الله عنه مصاحف أخر، فأرسل إلى سائر البلدان حتّى قيل: أرسل عثمان إلىٰ كلّ جندٍ من أجناد المسلمين مصحفًا . (مرقاة المفاتيح: ۵/۱۰۷ ، كتاب فضائل القرآن ، باب اختلاف القراء ات وجمع القرآن ، الفصل الثّالث ، رقم‌الحديث:۲۲۲۱)

(۳) قال الحاكم في المستدرك : جمع القرآن ثلاث مرّاتٍ:

إحداها بحضرةِ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، ثمّ أخرج بسند علىٰ شرط الشّيخين عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال : كنّا عند رسول الله صلّى الله عليه وسلّم نؤلّف القرآن في الرّقاع الحديث .

==

یہ کہنا گمراہی ہے کہ موجودہ قرآن کی ترتیب صحیح نہیں

سوال: (۱۲۵) ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن شریف موجودہ جمع کردہ حضرت عثمانؓ صحیح نہیں، علی الخصوص ترتیب سورتوں اور آیتوں کی، اصلی قرآن شریف صحیح الترتیب خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ وہی قرآن پاک ہے اور ترتیب سور وآیات کی موافق ترتیب لوح محفوظ کے ہے، کون حق پر ہے؟ اور شخص اول کافر ہے کہ نہیں؟ (۱۵۱۹/ ۱۳۳۸ھ)

== وقال البيهقيّ شبّه أن يكون المراد به تأليف ما نزل من الآيات المتفرّقة في سورها وجمعها فيها بإشارة النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم .

الثّانية بحضرة أبي بكر رضي الله عنه . روى البخاريّ في صحيحه عن زيد بن ثابتٍ رضي الله عنه قال أرسل إلى أبو بكر مقتل أهل اليمامة فإذا عمر بن الخطّاب رضي الله عنه عنده ، فقال أبوبكر : إنّ عمر أتاني فقال: إنّ القتل قد استحرّ بقرّاء القرآن وإنّي أخشى أن يستحرّ القتل بالقرّاء في المواطن، فيذهب كثير من القرآن ، وإنّي أرى أن تأمر بجمع القرآن فقلت لعمر: كيف نفعل شيئًا لم يفعله رسول الله صلّى الله عليه وسلّم؟! قال عمر: هذا والله! خير، فلم يزل يراجعني حتّى شرح الله صدري لذٰلك، ورأيت في ذلك الّذي رأى عمر إلخ .

قال الحاكم: والجمع الثّالث هو ترتيب السّور في زمن عثمان رضي الله عنه ، روى البخاريّ عن أنس أنّ حذيفة بن اليمان قدم على عثمان و كان يغازي أهل الشّام في فتح أرمينية وآذربيجان مع أهل العراق فأفزع حذيفة اختلافهم في القراء ة ، فقال لعثمان أدرك الأمة قبل أن يختلفوا اختلاف اليهود والنّصارٰى، فأرسل إلٰى حفصة أن أرسلي إلينا بالصّحف ننسخها في المصاحف ثمّ نردها إليك ، فأرسلت بها حفصة إلى عثمان ، فأمر زيد بن ثابت و عبد اللّٰه بن الزّبير وسعيد بن العاص وعبدالرّحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرّهط القريشيين الثّلاثة : إذا اختلفتم أنتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنّه إنّما نزل بلسانهم ففعلوا حتّى إذا نسخوا الصّحف في المصاحف ردّ عثمان رضي الله عنه الصّحف إلى حفصة ، و أرسل إلى كلّ أفقٍ بمصحف بما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كلّ صحيفة أو مصحفٍ أن يحرق إلخ. (الإتقان في علوم القرآن للسّيوطيّ،ص: ۸۱-۸۴، المقدّمة، النّوع الثّامن عشرفي جمعه وترتيبه، المطبوعة: مطبع أحمدي ومشكاة المصابيح، ص:۱۹۳، كتاب فصائل القرآن، باب، الفصل الثّالث)

الجواب: دوسرے شخص کا قول صحیح ہے اور وہی حق پر ہے، قول اوّل باطل ہے اور قائل اس کا ضال ومضل ومبتدع ہے، البتہ کافر کہنا صرف اس سے اس کو صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلام اللہ کے احکام عقل کے خلاف نہیں

سوال: (۱۲۶) مولوی فدا علی فرماتے ہیں کہ احکام کلام مجید عقل انسانی کے مطابق نہیں ہیں یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۰۰۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس میں یہ تحقیق ہے کہ احکام کلام اللہ اور احکام شریعت عقل کے خلاف نہیں ہیں، لیکن ہر ایک کے عقل کی وہاں تک رسائی نہیں ہے، اس لیے انسان کو احکام کی تعمیل کرنی چاہیے، اگرچہ عقل میں نہ آویں، اور اس کے درپے بھی نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۷) زید کہتا ہے کہ قرآن شریف الہامی کتاب ہے اور عقل کے مطابق ہے، بکر کہتا ہے کہ الہام عقل کے مطابق نہیں ہوسکتا؟ (۳۸۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس قسم کے جھگڑے کتاب اللہ میں مسلمانوں کو شایاں نہیں، یہ اعتقاد رکھیں کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے، اس پر ایمان لانا واجب اور فرض ہے، ہماری عقل وفہم میں کوئی حکم اس کا آوے یا نہ آوے سب پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے، ہم اور ہماری عقل کیا ہیں جو مدعی اس کے ہوں کہ ہم سب کچھ عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کفار کے اقوال جو قرآن شریف میں آئے ہیں وہ صحیح ہیں

سوال: (۱۲۸) قرآن شریف میں کفار کے بعض ایسے اقوال ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم صحیح یا غلط ہونے کا نہیں فرمایا، کیا وہ اقوال درست ہیں یا غلط؟ (۲۰۵۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسے اقوال جن کی تردید حق تعالیٰ نے نہیں فرمائی اور نہ کوئی وعید اور انکار ان پر فرمایا ہو وہ صحیح ومسلم ہوتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن مجید کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں

سوال: (۱۲۹) قرآن شریف کا ایک ایک حرف پڑھنے پر نماز میں دس دس نیکیاں ملتی ہیں کیا

بیرون نماز بھی اسی قدر ملتی ہیں؟ (۱۳۴۰/۲۹۳ھ)

الجواب: بیرون نماز میں بھی اتنا ہی ثواب ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلمۂ طیبہ پڑھنے سے تلاوتِ قرآن کا ثواب ملے گا؟

سوال: (۱۳۰) کلمہ شریف تمام قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں ایک جگہ ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (سورۂ محمد، آیت:۱۹) دوسری جگہ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ہے (سورۂ فتح، آیت:۲۹) اگر کوئی شخص لآ إلٰه إلّا اللّٰه یا ربّنا، یا اللّٰه اللّٰه یالفظ ھو اس خیال سے پڑھتا رہے کہ کلماتِ قرآن شریف ہیں، کیا اس کو قراءت قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۹۳ھ)

الجواب: اگر بہ نیت مذکورہ پڑھے گا تو ثواب قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مل جاوے تو کیا تعجب ہے؟! کلمہ طیبہ کا ثواب تو بہر حال حاصل ہی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف پڑھنے کا ثواب درود شریف پڑھنے سے زیادہ ہے

سوال: (۱۳۱) قرآن شریف کے معنی نہیں سمجھتا ہوں، بلا سمجھے قرآن شریف کے پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے یا درود شریف کے پڑھنے کا؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۴۷۴ھ)

الجواب: قرآن شریف پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے اگر چہ معنی نہ سمجھیں، حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک حرف کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ الٓمٓ پڑھنے میں تیس نیکیاں ہوتی ہیں الف حرف ہے، لام حرف ہے اور میم حرف ہے(۱) یہ تین حرف ہوئے، اور درود

---

(۱) عن ابن مسعود رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من قرأ حرفًا من کتاب اللّٰه فله به حسنةٌ، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: الٓمٓ حرف؛ الف حرف، و لام حرف، ومیم حرف، رواه التّرمذي والدّارمي. (مشکاة المصابیح، ص:۱۸۶، کتاب فضائل القرآن، الفصل الثّاني)

شریف پڑھنے کا بھی ثواب ہے(۱) قرآن شریف پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھیں جس قدر کثرت ہو بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سورۂ بقرہ نام نہیں رکھا

سوال: (۱۳۲) زید کہتا ہے کہ سورۃ البقرۃ نام خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے نہیں رکھا، علماء نے خود یہ نام رکھ لیا ہے؛ کیا یہ قول صحیح ہے؟ (۶۴۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کا قول غلط ہے، متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے سورتوں کے نام مروی ہیں۔ حدیث مسلم میں ہے: اقرء وا الزّهرا وَين: البقرةَ وسورةَ آل عمران الحديث رواه مسلم (مشكاة)(۲) إنّ الشّيطانَ ينفِر من البيت الّذي يقرأ فيه سورةُ البقرة، رواه مسلم (مشكاة شريف)(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو ظاء کے مشابہ پڑھنا

سوال: (۱۳۳) قراءتِ کلام مجید میں حرف 'ض' کی آواز 'زواد' یا 'دواد' صحیح ہے؟ اگر 'زواد' کی

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من صلّى عليّ واحدةً صلّى الله عليه عشرًا، رواه مسلم

وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من صلّى عليّ صلاةً واحدةً صلّى الله عليه عشر صلواتٍ، وحُطّت عنه عشرخطيئات، و رُفعت لهٗ عشر درجات رواه النّسائي. (مشكاة المصابيح، ص:۸۶، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وفضلها، الفصل الأوّل والثّاني)

(۲) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: اقرء وا القرآن، فإنّه يأتي يوم القيامة شفيعًا لأصحابه، اقرء وا الزّهراوين، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۸۴، كتاب فضائل القرآن، الفصل الأوّل ، والصّحيح لمسلم: ۱/۲۷۰، كتاب فضائل القرآن ، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة)

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : لا تجعلوا بيوتكم مقابرَ، إنّ الشّيطان ينفِر، الحديث (مشكاة، ص:۱۸۴، والصّحيح لمسلم :۱/۲۶۶، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النّافلة في بيته وجوازها في المسجد إلخ)

آواز پڑھے تو اس شخص پر کفر تو عائد نہ ہوگا؟ (۹۶۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ بعض فقہاء نے اس پر کفر کا حکم کیا ہے، مگر ظاہر یہ ہے کہ کفر نہیں ہے، البتہ اس سے احتراز لازم ہے۔ **وفي المحيط: سئل الإمام الفضلي عمّن يقرء الظّاء المعجمة مكان الضّاد المعجمة ، أو يقرء أصحاب الجنّة مكان أصحاب النّار، أو على العكس، فقال: لايجوز إمامته ولوتعمّد يكفر إلخ (۱)(شرح فقه أكبر: ص:۲۰۵)** پھر **قلتُ** کہہ کر اس کی تفصیل اور توضیح فرمائی ہے، اور حکم کفر کو علی الاطلاق صحیح نہیں قرار دیا(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حروفِ مقطعات کے معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

سوال: (۱۳۴) بندہ کے پاس ایک سوال آیا ہے وہ یہ کہ الٓمٓ کے معنی کیا ہیں؟ قرآن وحدیث کے سواء کسی دوسری کتاب سے ثبوت ہونا چاہیے، اور یہ بھی کہتا ہے فقیر کامل کے سواء کوئی عالم کیا بتا سکتا ہے؛ جو شخص ایسے سوالات کرتا ہے اس کے واسطے کیا حکم شرعاً ہے؟ (۱۲۹۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تفسیر کی کتابوں میں ان حروف مقطعات مثل الٓمٓ ، حٰمٓ ، طٰسٓ ، وغیرہ کے متعلق یہ لکھتے ہیں: **اللّٰه أعلم بمراده بذلك** (۳) یعنی ان حروف سے جو کچھ اللہ کی مراد ہے اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۷) اور نہیں جانتا ہے کوئی اس کے معنی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن ہے اور قساوت اور غفلت ہے وہ اس قسم کی باتیں

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۰۵، فصل في القراءة والصّلاة، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي

(۲) قلت: أما كون تعمّده كفرًا فلا كلام فيه إذا لم يكن فيه لغتان ففي ضنين الخلاف سامي، و أمّا تبديل الظّاء مكان الضّاد ففيه تفصيل ، و كذا تبديل أصحاب الجنّة في موضع أصحاب النّار و عكسه ففيه خلاف و بحث طويلٌ ، و في تتمّة الفتاوى: من استخفّ بالقرآن أو بالمسجد أوبنحوه ممّا يُعظم في الشّرع كَفَرَ، و من وضع رِجله على المصحف حالفًا استخفافا كفر انتهٰى. (شرح الفقه الأكبر، ص:۲۰۵، فصل في القراءة والصّلاة)

(۳) تفسير الجلالين، ص:۴، تفسير سورة البقرة .

دریافت کرتے ہیں(۱) پس اس شخص کو کہہ دیں کہ تیرے ساتھ بات کرنا درست نہیں۔فقط واللہ اعلم

فرض نمازوں کی رکعات کا ثبوت احادیث سے ہے

سوال:(۱۳۵) خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ دو رکعت پڑھو یا چار پڑھو، اس کا کیا جواب ہے؟(۵۱۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: خداتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ﴾(۲) اور فرمایا: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾(سورۂ نساء، آیت:۱۰۳) اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ فلاں وقت فلاں نماز پڑھو اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھو، اور فرمایا کہ ظہر میں چار فرض پڑھو اور صبح میں دو فرض پڑھو وغیرہ وغیرہ، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن شریف میں ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾(سورۂ حشر، آیت:۷) یعنی جو کچھ رسول اللہ ﷺ تم کو احکام بتلاویں ان کو لو اور ان پر عمل کرو، اور جس امر سے منع فرماویں اس سے باز رہو اور رک جاؤ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آزاد عورت اور باندی کی سزا میں فرق کیوں ہے؟

سوال:(۱۳۶) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ یہاں بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ اور آگے کی آیت: ﴿فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾(سورۂ نساء، آیت:۲۵) میں تعارض کیوں ہے؟ کیونکہ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْض میں مساوات کی خبر دی ہے، اور نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ سے

---

(۱) ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ﴾(سورۂ آل عمران، آیت:۷)

(۲) سورۂ بقرہ، آیت:۴۳-۸۳-۱۱۰، سورۂ نساء، آیت:۷۷، سورۂ انعام، آیت:۷۲، سورۂ یونس، آیت:۸۷، سورۂ حج، آیت:۷۸، سورۂ نور، آیت:۵۶، سورۂ روم، آیت:۳۱، سورۂ مجادلہ، آیت:۱۳، سورۂ مزمل، آیت:۲۰۔

عدم مساوات لازم آتی ہے، دوسرے فطرۃ نے عصمت وعفت کی گراں مایہ نعمت سے جس طرح ایک ملکۂ ہفت اقلیم کو مالا مال کیا ہے اسی طرح ایک ادنی لونڈی کو بھی سرفراز کیا ہے، پس اس صورت میں جب کہ لوفرضا ملکۂ ہفت اقلیم کو عفت دری کے جرم میں سو کوڑے کی سزا کا فتویٰ صادر ہوگا تو لونڈی کو پچاس کا کیوں سزاوار رکھا؟ (۲۳۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْض سے مساوات لازم نہیں آتی تا کہ تعارض کا شبہ واقع ہو، کیونکہ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْض میں صرف شرکت انسانی کو بیان فرمایا گیا ہے کہ باندیوں سے نکاح کرنے میں عار کیوں کرتے ہو؟ تم سب انسانیت میں مشترک ہو، سب اولاد آدم علیہ السلام سے ہو، اور اخوت ایمانی سے سب کو بھائی بھائی کر دیا ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۰) پھر عار کی کیا وجہ؟! باقی فرق مراتب جو حق تعالیٰ نے قائم فرمادیا ہے اس کا انکار درست نہیں ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳۴) مردوں اور عورتوں میں فرق مراتب ہونا اس سے ظاہر ہوا، شہادت میں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو رکھنا بھی اس فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ میراث میں مرد کا حصہ عورت سے دوگونہ ہونا یا یوں کہو کہ دو عورتوں کا حصہ برابر ایک مرد کے ہونا بھی اس فرق کو واضح کرتا ہے، پس جب کہ مرد اور عورت میں باوجود اشتراک فی الانسانیۃ والحریۃ ایسا کیا گیا تو حر اور عبد اور امۃ میں اگر فرق کیا گیا تو کیا شبہ ہوسکتا ہے (۱) فقط

والسّلام علٰی من اتّبع الهدٰی والتزم متابعة المصطفٰی صلوات الله وسلامه علیه وعلٰی آله وأصحابه البررة الأتقیاء .

---

(۱) اور وجہ فرق یہ ہے کہ حدود (سزائیں) نَکال (سرزنش) ہوتی ہیں، اور غلام باندی مولیٰ کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور آزاد: آزاد ہوتا ہے، اس لیے آزاد کی بالغ (کامل) سرزنش ضروری ہے اور ارقاء کی آدھی سرزنش کافی ہے، باقی آدھی کی جگہ مولیٰ کی نگرانی ہوجائے گی، وہ دوبارہ یہ گناہ کرنے سے مانع بنے گی، اسی طرح احرار کو رجم (سنگسار) کیا جاتا ہے، جب کہ وہ شادی شدہ ہوں اور ارقاء کو رجم نہیں کیا جاتا، بلکہ پچاس کوڑے ہی مارے جاتے ہیں اور وجہ فرق یہ ہے کہ حدود: حق اللہ ہیں، اور احرار میں کوئی دوسرا حق متعارض نہیں، اس لیے ان کو رجم کیا جاتا ہے، اور ارقاء میں موالی کا حق متعارض ہے، اور جب حق اللہ اور حق العبد میں تعارض ہوتا ہے تو حق العبد کو ترجیح دی جاتی ہے، بندوں کی احتیاج کی وجہ سے، اس لیے ارقاء کو شادی شدہ ہونے کی صورت میں بھی رجم نہیں کیا جاتا، تا کہ آقاؤں کا مالی نقصان نہ ہو۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

نماز اور تلاوت میں محض خیال قلب کافی نہیں اور ذکر قلبی ونفسی کی فضیلت

سوال: (۱۳۷) اگر کوئی شخص خیال سے یا دل سے یا حبس نفس سے بغیر حرکت زبان کے کلمہ شریف یا اللہ اللہ یا کوئی آیت قرآن مجید کی پڑھے تو اس کو بھی ایک حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو وہ کونسی آیت یا حدیث ہے؟ اس لیے کہ اگر ہم نماز کو دل سے یا خیال سے بغیر حرکت زبان کے پڑھیں وہ نماز دہرانی پڑتی ہے تو یہ ثواب بھی رائیگاں گیا، اسی طرح سے مراقبہ میں جس میں نہ پڑھنا ہوتا ہے صرف خیالی تصور ہوتا ہے تو اس کا ثواب بھی کچھ نہ ہوا، اس لیے وقت کو ضائع کرنا ہوا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۹۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: نماز اور قرآن شریف کی تلاوت میں محض خیال قلب کافی نہیں ہے، بلکہ زبان سے کہنا ضروری ہے، اور ذکر قلبی اور ذکر نفسی کے فضائل حدیث شریف میں وارد ہیں بلکہ وہ اصلی ذکر ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: **فإن ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي ، الحديث** (۱) **والتّفصيل في المطوّلات.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کا مطلب

سوال: (۱۳۸) ایک شخص کہتا ہے کہ آیت شریفہ: ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ جمیع محرمات حتی کہ شرک کی اباحت پر دال ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۲۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۹) سے مراد یہ ہے کہ زمین سے جو غلہ وثمرات پیدا ہوں وہ سب آدمیوں کے لیے ہیں، جو شخص شرک کی اباحت اس سے مراد لے وہ جاہل اور اہل باطل میں سے ہے، اور آیت کے معنی کو بدلتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے، اور معانی الفاظ ولغت کو بھی نہیں سمجھتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : يقول الله: أنا عند ظنّ عبدي بي ، وأنا معه إذا ذكرني ، فإن ذكرني الحديث. (صحيح البخاري: ۱۱۰۱/۲، كتاب التّوحيد، باب قول الله: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ إلخ)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کے مخاطب کون ہیں؟

سوال: (۱۳۹) سورۂ بقرہ کے شروع میں ہے: ﴿وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴۵) اس آیت کے مخاطب کون لوگ ہیں؟ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ اس کے مخاطب یہود ہیں جب کہ یہود حبّ ریاست اور مال کی وجہ سے ایمان نہیں لائے، تو پھر صوم اور صلاۃ کے مخاطب کیسے ہوسکتے ہیں؟ (۱۴۶۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اوّل تو صاحب جلالین نے اس کو قیل سے تعبیر کیا ہے(۱) جو کہ اس کے ضعف پر دال ہے، اور علاوہ بریں ایسی صورت میں یہ مطلب ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ اور پھر ان کی سی نماز پڑھو اور روزہ رکھو وغیرہ، یا یہ کہ ان کے دین میں جو روزہ نماز فرض تھے، ان کے ادا کرنے کا حکم ہوا ہے کہ اگر نماز روزہ ادا کروگے تو توفیق ایمان کی بھی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیت اللہ کو اصنام سے پاک کرنے کا مطلب

سوال: (۱۴۰) سورۂ بقرہ کے شروع میں ہے: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۲۵) وہاں جلالین میں مفسر نے اس کے آگے نکالا ہے: أي من الأوثان (۲) جب کہ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کعبہ کی بناء کررہے تھے تو اس وقت بیت اللہ میں صنم وغیرہ کہاں تھے؟! پہلے اللہ تعالیٰ نے پاک کرنا بیت اللہ کو اصنام سے کیسے فرمادیا؟ (۱۴۶۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس تفسیر کے موافق مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک رکھو، یعنی یہاں بتوں کو نہ آنے دو، یا یہ حکم ہے ان کی ذریت کو کہ آئندہ بتوں سے بیت اللہ کو پاک رکھیں۔ فقط

---

(۱) وقيل: الخطاب لليهود لمّا عاقهم عن الإيمان الشَّرَهُ وحبّ الرّياسة، أمروا بالصّبر: و هو الصّوم، لأنّه يكسر الشّهوة، والصّلاة؛ لإنّها تورث الخشوع و تنفى الكبر. (تفسير الجلالين، ص:۹، تفسير سورة البقرة)

(۲) تفسیر الجلالین، ص:۱۹، تفسير سورة البقرة.

آیت فدیہ کی تفسیر

سوال: (۱۴۱) ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ اکثروں نے اس آیت شریفہ کے ترجمہ میں یہ تسلیم کرلیا ہے کہ علاوہ مریض کے جو شخص چاہے ایک فقیر کو کھانا کھلاوے اور روزہ نہ رکھے، لہٰذا اس ترجمہ کا مطلب صاف صاف تحریر فرمائیں اور روزہ کے متعلق جو فتویٰ ہو تحریر فرمائیں۔ (۱۳۳۵/۱۳۹۰ھ)

الجواب: آیت کریمہ: ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۴) کے متعلق بحث طویل ہے، مختصر جواب جو آپ کے لیے کافی ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے ساتھ آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۵) یعنی پس جو شخص تم میں سے پاوے مہینۂ رمضان کو سو ضروری ہے کہ وہ روزہ رکھے، حاصل یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں اختیار دیا گیا تھا کہ باوجود طاقت روزہ کی ہونے کے بھی اگر کوئی چاہے فدیہ دے دیوے اور روزہ نہ رکھے(۱) پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور روزہ رکھنا طاقت والے کے لیے متعین ہوگیا، اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ بلا عذر مرض وسفر روزہ رمضان کا افطار کرنا اور نہ رکھنا درست نہیں ہے، اور مریض اور مسافر پر بھی بعد میں قضا لازم ہے فدیہ دینا درست نہیں ہے، فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے ہے۔ والتّفصيل في المطوّلات. تفسیرات احمدی میں ہے: وكان في بدء الإسلام فرض عليهم الصّوم ولم يتعوّدوه فرخّص لهم في الإفطار والفدية، ثمّ نسخ التّخيير

(۱) ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا، جب اس کے بعد والی آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا، اس پر سب کا اتفاق ہے، مگر یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ اس کے بعد والی آیت: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت محکم اور معمول بہا ہے، اور يُطِيْقُوْنَهٗ سے پہلے ''لَا'' پوشیدہ ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ (کبرسنی کی وجہ سے) روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ فدیہ ہے اور وہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، یعنی اس آیت میں شیخ فانی کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر، ص:۲۴۱-۲۴۲، مطبوعہ: الامین کتابستان دیوبند)

بقولہٖ تعالیٰ: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ لأنّ من يّطيقون الصّيام ولا يصومون قصدًا إنّما يجب عليهم الكفّارة والقضاء لا الفدية المذكورة(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ میں جس عہد کا ذکر ہے اس سے مقصد کیا ہے؟

سوال: (۱۴۲) آیت: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۸۱) سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اعانت کرنے کا صرف عہد لینا مفہوم ہوتا ہے، لیکن اس کا ظہور وتحقق اس دنیا میں ہوا یا نہیں؟ نہ ہونے کی صورت میں مجرد اس عہد سے مقصود قرآنی کیا ہے؟ اور فضیلت خاتم النبیین کس طرح ثابت ہوسکے گی؟
(۱۳۳۸/۴۸۵ھ)

الجواب: مقصود اس عہد لینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا اور متبوع جملہ انبیاء ہونا ظاہر فرمانا ہے، اور چونکہ یہ بھی علم ازلی میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا نزول آخر زمانہ میں ہوگا اور وہ تابع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ہوں گے، تو اس طریق سے ظہور اس عہد کا بھی بعض انبیاء سے ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا الآية کا صحیح مطلب

سوال: (۱۴۳) قرآن مجید میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کو محض یتامی لڑکیوں کے ولیوں کو ان کے حقوق کی بے اعتنائی سے بچنے کی خاطر فرمایا گیا ہے بہ حکم ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا﴾ (سورۂ نساء، آیت:۳) مگر آج کل جو مسلمان بغیر قید متولیٔ یتامی کے چار عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں تو ایسا نکاح کس دلیل سے جائز ہے؟ (۱۳۴۱/۱۶۱۵ھ)

الجواب: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یتیم عورتیں جو تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے نکاح کرنے میں تم کو یہ خوف ہے کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے ماسواء دوسری عورتوں سے چار تک نکاح کرسکتے ہو، چنانچہ ایسا ہی عام مفسرین لکھتے ہیں، آپ اگر کتب تفاسیر واحادیث کو دیکھے ہوئے ہوتے تو ایسا شبہ آپ کو نہ ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) التّفسيرات الأحمديّة، ص:۵۳، المطبوعة: المكتبة الأشرفية، ديوبند.

فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا کا صحیح ترجمہ

سوال: (۱۴۴) سورۂ نساء کے شروع میں ہے: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا﴾ (سورۂ نساء، آیت:۴) اس کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟ (۱۱۰۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: عمدہ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے جو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا: ''پھر اگر اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو دل کی خوشی سے تو وہ کھاؤ رچتا پچتا'' (موضح) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ترجمۂ فارسی یہ ہے: ''واگر زناں در گذرند بہ خوش دلی برائے شما از بعض مہر پس بہ خورید آنرا سازگار خوشگوار'' صاحب جلالین فرماتے ہیں: ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا﴾ تمیز مُحَوَّلٌ عن الفاعل أي إن طابت أنفسهنّ لكن عن شيْءٍ من الصّداق فوهبنه لكم ﴿فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا﴾ طيّبًا ﴿مَرِيْٓئًا﴾ محمود العاقبة لاضرر فيه عليكم في الآخرة نزل ردًّا علىٰ من كره ذلك عبارت جلالین سے ترکیب بھی حل ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ الآية میں مرنے کے بعد میراث کا بیان ہے

سوال: (۱۴۵) آیت: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ﴾ کا حکم حیات میں ہے یا بعد ممات کے؟ یعنی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی حیات میں جس کو چاہے دے؟ (۱۶۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: رکوع ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۱) میں بعد مرنے کے میراث کا بیان ہے، زندگی میں خود صاحب مال مالک ہے، مگر خلاف عدل تقسیم کرنا اس کے لیے موجب گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کا صحیح مطلب

سوال: (۱۴۶) ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ آیا ایک نیکی نجات کے واسطے کافی ہوگی؟ (۱۶۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۳)

کے بعد واقع ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص تمام احکام شرعیہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس کے لیے فوز عظیم ہے، آپ نے یہ کیا سمجھ لیا کہ ایک نیکی پر یہ حکم ہے؟ یہ کہیں اس جگہ مذکور نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ کے جواز پر استدلال درست نہیں

سوال: (۱۴۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس آیت کے ترجمہ کے بارے میں کہ ترجمۂ مندرجۂ ذیل صحیح ہے یا نہیں؟ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ ترجمہ: پس متعہ کرو تم عورتوں سے اور دو تم مہر مقررہ ان کا کہ تم پر فرض ہے، اور قرآن شریف میں کوئی آیت متعہ کی تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو اس کی تنسیخ کس کے حکم سے ہوئی؟ (۶۳۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ ترجمہ اس آیت کا غلط ہے، متعہ معروفہ اس سے مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ ہے جو صاحب جلالین نے لکھا ہے، اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے: ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۴) جلالین کے الفاظ یہ ہیں: ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا﴾ تطلبوا النّساء ﴿بِاَمْوَالِكُمْ﴾ بصداق أو ثمن ﴿مُحْصِنِيْنَ﴾ متزوّجين ﴿غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ زانين ﴿فَمَا﴾ فمن ﴿اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ تمتعتم ﴿بِهٖ مِنْهُنَّ﴾ ممّن تزوّجتم بالوطي ﴿فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ مهورهنّ إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ مراد استمتاع سے وطی کے ساتھ فائدہ اٹھانا اپنی منکوحہ سے ہے، نہ غیر سے، اور متعہ کا منسوخ ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (۲) اور بہ اجماع صحابہ وائمہ متعہ منسوخ ہے اور باطل ہے، اور کمالین میں کہا کہ نسبت کرنا صاحب ہدایہ کا اس کے جواز کو امام مالکؒ کی طرف باطل ہے غلط ہے (۳) فقط واللہ اعلم

---

(۱) تفسير الجلالين، ص:۷۴، تفسر سورة النّساء۔

(۲) عن عليّ كرّم الله وجهه قال: نهى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم عن المتعة عام خيبر الحديث. (صحيح البخاري: ۸۳۰/۲، كتاب الذّبائح والصّيد، باب لحوم الحمر الإنسية)

(۳) ونسبتُه إلى مالك كما في الهداية غلطٌ فاحشٌ إلخ. (تعليقات جديدة من التّفاسير المعتبرة لحلّ جلالين، ص:۷۴، تفسر سورة النّساء، رقم الحاشية:۱۴)

==

سوال: (۱۴۸) روافض متعہ کو جائز کہتے ہیں اور وہ قرآن شریف سے دلیل پکڑتے ہیں، آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ سے ان کا استدلال ہے، اس آیت کا مطلب واضح طور پر بیان فرمائیے۔

(۹۷۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: متعہ جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں صاف اس کی مخالفت آ گئی ہے اور منسوخ ہو گیا، اب قیامت تک جائز نہ ہوگا اور روافض کا استدلال آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۲۴) سے بھی غلط ہے، کما حرّره المفسّرون. فقط اللہ تعالیٰ اعلم

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ کا مطلب

سوال: (۱۴۹) ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۳۶) میں ارشاد باری تعالیٰ ایمان لانے کا ہے حالانکہ وہ پیشتر ایمان لا چکے ہیں۔ (۲۶۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جملہ ثانیہ اٰمِنُوْا کے معنی یہ ہیں ثابت رہو ایمان پر، پس ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے: اے ایمان والو! ایمان پر ثابت رہو جیسا کہ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو ثابت رکھ راہ راست پر جو دین اسلام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہود ونصاریٰ کو اولیاء بنانے سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۱۵۰) یہ آیت جو ہے: ﴿لَا تَتَّخِذُوْا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۱) دوستی میں کیا کیا امور داخل ہیں اور کیا کیا امور خارج ہیں؟

(۲۸۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہود ونصاریٰ کو اولیاء بنانے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی امداد کی جائے یا امداد طلب کی

== وبطل نكاح متعة ومؤقّت (الدّرّالمختار) وفي الشّامي: ثمّ ذكر في الفتح أدلّةَ تحريمِ المتعة وأنّه كان في حجّةِ الوداعِ، وكان تحريم تأبيدٍ، لاخلاف فيه بين الأئمّة وعلماء الأمصار إلّا طائفةً من الشّيعة، ونسبة الجواز إلىٰ مالك كما وقع في الهداية غلطٌ. (الدّرّالمختار والشّامي: ۴/۱۰۹-۱۱۰، كتاب النّكاح، فصل في المحرّمات، مطلب في ما لو زوّج المولىٰ أمته)

جائے اوران کے ساتھ اس طرح کے معاملات کیے جائیں جیسے اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں، غرضیکہ آیت میں جس شئے کی نہی وارد ہے وہ یہود ونصاریٰ کے ساتھ باہمی مواخات، دلی ہمدردی، ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا ہے، یعنی کفار کے ساتھ ظاہری اورضروری معاملات میں مشارکت کی ضرورت ہے نہ کہ ان کو قطعًا اپنا ولی نعمت سمجھ کر تمام بھلائیوں کا منبع سمجھنا اوران سے ایسے معاملات کرنا جوایک حقیقی دوست کے ساتھ کیے جاتے ہیں(۱) قال في مدارك التّنزيل: أي لا تتّخذوهم أولياء تنصرونهم وتستنصرونهم وتؤاخونهم وتعاشرونهم معاشرة المؤمنين إلخ(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زمین وآسمان چھ دنوں میں پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

سوال: (۱۵۱) کلام اللہ میں جو وارد ہے کہ ہم نے چھ روز میں آسمان وزمین کو بنایا(۳) اور

(۱) ''اولیاء'' ولی کی جمع ہے، ''ولی'' دوست کو بھی کہتے ہیں، قریب کو بھی، ناصراور مددگار کو بھی، غرض یہ ہے کہ ''یہود ونصاریٰ'' بلکہ تمام کفار سے، جیسا کہ سورۂ نساء میں تصریح کی گئی ہے، مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں، اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ موالات، مروت وحسن سلوک، مصالحت، رواداری اورعدل وانصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں، اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اورعہد وپیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں۔﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾(انفال، آیت:۶۱) عدل وانصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکا، مسلم وکافر ہر فردِ بشر کے حق میں ہے۔ ''مروت'' اور ''حسن سلوک'' یا ''رواداری'' کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہوسکتا ہے جو جماعتِ اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اورعناد کا مظاہرہ نہ کریں، جیسا کہ ''سورۂ ممتحنہ'' میں تصریح ہے۔ باقی ''موالات'' یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرت و معاونت، تو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے۔

(فوائد عثمانی مع ترجمۂ شیخ الہند ص:۱۵۴، سورۂ مائدہ، آیت:۵۱، حاشیہ نمبر:۲)

(۲) تفسير مدارك التّنزيل و حقائق التّأويل، ص:۱۶۸، تفسير سورة المائده، المطبوعة: مطبع حنفي، دهلي.

(۳) ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾(سورۂ اعراف، آیت:۵۴، و سورۂ یونس، آیت:۳) نیز ملاحظہ فرمائیں! سورۂ ہود، آیت:۷، وسورۂ فرقان، آیت:۵۹، وسورۂ سجدہ، آیت:۴، وسورۂ قٓ، آیت:۳۸، وسورۂ حدید، آیت:۴۔

دوسری جگہ آتا ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (سورۂ یٰس، آیت:۸۲) پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود کُنْ فَیَکُوْنُ کے ستہ ایام میں بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ دوسرے اس وقت میں یوم ولیلہ بھی نہیں تھے، تو ستہ ایام کیسے درست تھے؟ تیسرے کُنْ فَیَکُوْنُ مقتضی وجود شئے کو ہے، اور وہاں پر اب تک وجود ہی متحقق نہیں ہوا تھا؟ (۲۰۱۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ اگر چاہتا فوراً بنا سکتا تھا، مگر بہ وجہ اُن حِکَمْ کے جن کو وہی جل شانہ خوب جانتا ہے اس قدر ایام اختیار کیے گئے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۲) قرآن شریف میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ ہم نے زمین اور آسمان کو چھ روز میں میں بنایا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ایک کن کے فرمانے سے تمام جہان کو پیدا کرسکتا ہے۔ (۱۳۶۱/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی میں ہے:

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دن میں'': یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا، کیوں کہ یہ متعارف دن اور رات تو آفتاب کے طلوع وغروب سے وابستہ ہیں، جب اُس وقت آفتاب ہی پیدا نہ ہوا تھا تو دن رات کہاں سے ہوتا؟! یا یہ کہا جائے کہ عالم شہادت کے دن رات مراد نہیں، عالم غیب کے دن رات مراد ہیں جیسے کسی عارف نے فرمایا ہے:

غیب را اَبرے وآبے دیگر است ❁ آسمان و آفتابے دیگر است

پہلی صورت میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے ہمارے چھ دن کی مقدار مراد ہے، یا ہزار برس کا ایک ایک دن جسے فرمایا ہے: ﴿وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ﴾ (سورۂ حج، آیت:۴۷) میرے نزدیک یہ آخری قول راجح ہے، بہر حال مقصود یہ ہوا کہ آسمان و زمین دفعۃً بنا کر نہیں کھڑے کیے گئے، شاید اوّل ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو، پھر اُس کی استعداد کے موافق بہ تدریج مختلف اشکال و صورتیں منتقل کرتے رہے ہوں، حتی کہ چھ دن (چھ ہزار سال) میں وہ بہ جمیع متعلقاتہما موجودہ مرتب شکل میں موجود ہوئے جیسا کہ آج بھی انسان اور کل حیوانات ونباتات وغیرہ کی تولید وتخلیق کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے اور یہ اُس کی شان ''کن فیکون'' کے منافی نہیں، کیوں کہ ''کن فیکون'' کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جس چیز کو وجود کے جس درجہ میں لانا چاہے اس کا ارادہ ہوتے ہی وہ اس درجہ میں آجاتی ہے، یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی چیز کو وجود کے مختلف مدارج سے گذارنے کا ارادہ نہیں کرتا، بلکہ ہر شئے کو بدون توسط اسباب و علل کے دفعۃً موجود کرتا ہے۔

(ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی، ص:۲۰۹، سورۂ اَعراف، آیت:۵۴، حاشیہ نمبر:۵)

الجواب: اس کا جواب عام مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لیے کیا کہ اپنی مخلوق کو تثبت اور ترکِ تعجیل کی تعلیم فرماوے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وغیرہ آیات میں ذکر دائمی سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۱۵۳) آیت: ﴿الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰـہَ قِیٰمًا الآیة﴾، ﴿وَاذْکُرُوْا اللّٰـہَ کَثِیْرًا﴾ (۲) وغیرہ آیات میں ذکر دائمی سے کیا مراد ہے؟ (۱۰۲۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: آیت: ﴿الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۹۱) سے مفسرینؒ نے نماز بہ حالات مختلفہ حسب طاقت بھی مراد لی ہے، اور ذکر حقیقی لسانی یا قلبی بھی مراد لیا ہے (۳)

---

(۱) ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی میں ہے:

''تحقیق تمہارا رب اللہ ہے، جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں'': یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کی برابر تھا، اور ایک دن ابن عباس کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائے گا، گویا چھ ہزار سال میں زمین وآسمان وغیرہ تیار ہوئے، بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آنِ واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کر دیتا، لیکن حکمت اسی کی مقتضی ہوئی کہ تدریجًا پیدا کیا جائے، شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر تائی اور متانت سے کیا کریں، نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعۃً پیدا کرنے کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں، بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اُس کی مشیت واختیار سے وابستہ ہے جب چاہے، جس طرح چاہے پیدا کرے۔ (ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی، ص:۲۷۵، سورۂ یونس، آیت:۵۴، حاشیہ نمبر:۴)

(۲) سورۂ انفال، آیت:۴۵، وسورۂ جمعہ، آیت:۱۰۔

(۳) قال عليّ بن أبي طالب وابن عبّاس رضي الله عنهم والنّخعيّ وقتادة: هٰذا في الصّلاة، يصلّي قائمًا، فإن لم يستطع فقاعدًا، فإن لم يستطع فعلٰى جنب إلخ.

وبعد أسطر: وقال سائر المفسّرين: أراد به المداومة على الذّكر في عموم الأحوال، لأنّ الإنسان قلّ ما يخلوا من إحدى هذه الحالات الثّلاث، نظيره في سورة النّساء. ﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾ (النّسآء:۱۰۳) (تفسير معالم التّنزيل، ص:۲۰۴، تفسير سورة آل عمران)

اور یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ اگر اوراد واذکار وادعیہ ماثورہ کا اوقاتِ صبح وشام وغیرہ میں التزام رکھے تو ذکر کثیر حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں کون سے صدقات مراد ہیں؟

سوال: (۱۵۴) آیت: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۶۰) میں کون صدقات مراد ہیں؟ قربانی اس صدقہ میں شامل ہے یا نہیں؟ یا قربانی کا چمڑا یا گوشت کا صدقہ واجب ہوتا ہے اگر صدقہ واجب ہے تو پھر اپنے صرف میں کیوں لاتے ہیں؟ اگر صدقہ واجب نہیں ہوتا تو اس کو مسجد مدرسہ کے اخراجات، معلم وغیرہ کی تنخواہ میں کیوں نہیں دے سکتے؟ اگر چمڑا بغیر فروخت کے مدرسہ میں دے دیا تو تب بھی درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۵۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس آیت کریمہ میں صدقات سے مراد صدقات واجبہ مثل زکاۃ وصدقۂ فطر وکفارہ و قیمت چرم قربانی وغیرہ ہیں، یہ سب صدقات واجبہ ہیں، اور شامی میں ہے کہ جو مصرف زکاۃ کا ہے وہی جمیع صدقات واجبہ کا ہے (۱) اور چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے (۲) اور تملیکِ فقیر اس میں شرط ہے، لہٰذا تعمیر وبنائے مسجد ومدرسہ اور تنخواہ مدرسین اس سے دینا درست نہیں ہے (۳) اور ظاہر ہے کہ چرم قربانی سے بعینہٖ یہ کام نہیں ہو سکتے، بلکہ فروخت کرکے ہی اس کو مسجد ومدرسہ وغیرہ

---

(۱) شامی میں ہے: قوله: (أي مصرف الزّكاة والعُشر)...... وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفّارة والنّذر وغير ذٰلك من الصّدقات الواجبة (الشّامي مع الدّر: ۲۵۶/۳، كتاب الزّكاة، أوائل باب المصرف)

(۲) درمختار میں ہے: و يتصدّق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب إلخ لا بمستهلك إلخ فإنّ بيع اللّحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدّق بثمنه إلخ (الدّر مع الرّد: ۳۹۸/۹، كتاب الأضحيّة)

(۳) و يشترط أن يكون الصّرف تمليكًا ، لا إباحةً كما مرّ، لا يصرف إلٰى بناء نحو مسجد إلخ وفي الشّامي : قوله: (نحو مسجد) كبناء القناطر والسّقايات وإصلاح الطّرقات وكرى الأنهار والحجّ والجهاد وكلّ ما لا تمليك فيه. (الدّرّ المختار والشّامي: ۲۶۳/۳، كتاب الزّكاة، باب المصرف)

میں صرف کیا جاسکتا ہے، لہٰذا چرم قربانی کہنے یا اس کی قیمت کہنے میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

سورۂ کہف کی آیت:۵۱ کا مطلب

سوال: (۱۵۵) قرآن مجید میں سورۂ کہف (آیت:۵۱) میں مذکور ہے کہ ہم نے شیاطین کے پیدا کرتے وقت اپنی مدد کے لیے شیاطین کو نہیں بلایا، کوئی شئ اپنے وجود سے پہلے موجود نہیں ہوسکتی تو شیطان پیدا کیے جانے سے پہلے کس طرح پیدا ہوگئے؟ (۱۳۴۵/۹۳۳ھ)

الجواب: اس کا جواب صاحب جلالین کی اس عبارت سے واضح ہوجاتا ہے ﴿مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ﴾ أي إبليس وذرّيّته ﴿خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الكهف:۵۱) أي لم أحضر بعضهم خلق بعض إلخ (۱) مطلب یہ ہے کہ بعض شیاطین سے دوسرے بعض شیاطین کے پیدا کرنے میں مدد نہیں لی، اور صاحب معالم التنزیل نے اس قدر اور عبارت زیادہ کی: فاستعين بهم علىٰ خلقها و أشاورهم فيها (۲) یعنی میں نے ان بعض شیاطین مخلوقہ کو دوسرے شیاطین کے پیدا کرنے کے وقت حاضر نہیں کیا کہ ان سے مدد طلب کروں اور مشورہ کروں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ میں بُدْن کے کیا معنیٰ ہیں؟

سوال: (۱۵۶) آیت کریمہ: ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ حج، آیت:۳۶) میں بُـدْن کے کیا معنیٰ لیے جائیں اور بُـدْن کے معنیٰ لغت میں گائے کے آئے ہیں یا نہیں؟ اکثر لوگ شک کرتے ہیں، مفصل تحریر فرمائیں۔ (۱۳۳۷/۲۴۴۴ھ)

الجواب: بُدْن: جمع ہے بَدَنَة کی اور بَدَنَة کے معنیٰ لغت میں اونٹ اور گائے دونوں کے آئے ہیں مجمع البحار میں ہے: ومنه البدنة لعظمها وتقع على الجمل والنّاقة والبقرة (۳) (مجمع البحار) اور صراح میں ہے: بَدَنَة شتر وگاؤ قربانی الخ (۴) اور قاموس میں ہے: والبدنة محركة من الإبل

---

(۱) تفسير جلالين، ص:۲۴۷، تفسير سورة الكهف.

(۲) تفسير معالم التّنزيل للبغوي، ص:۵۵۳، تفسير سورة الكهف.

(۳) مجمع بحار الأنوار (كامل):۱/۸۱-۸۲، باب الباء مع الدّال، المطبوعة: نول كشور.

(۴) صرّاح فارسی:۲/۳۳۰، باب النّون، فصل الباء، مطبوعة: مطبع رونق.

والبقر إلخ (۱) اور صحاح جوہری میں ہے: ناقة أو بقرة (۲) پس معلوم ہوا کہ بدن کا اطلاق ابل وبقر دونوں پر آتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بدن سے مراد دونوں لیے جاتے ہیں۔ کما هو مذكور في كتب الفقه (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس مکان میں پردہ نہ ہو اس کے صحن سے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۵۷) جس گھر میں پردہ نہ ہو اس کے صحن سے گزرنا جب کہ مکان والوں کی اجازت بھی ہو۔ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ﴾ میں داخل سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(۱۶۲۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ مکان والوں کی اجازت ہے صراحۃً یا عرفًا وعادۃً تو ان کے صحن میں سے گزرنا ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۲۷) کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ فقط

آیت: وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کا مطلب

سوال: (۱۵۸) آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۵۵) اس کا کیا مطلب ہے؟ شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اس سے اصحاب ثلاثہ کا کفر ثابت ہوتا ہے۔ (۲۰۴۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس آیت سے خلفائے راشدین کی خلافت کا اسی ترتیب سے ثبوت ہے کیونکہ

---

(۱) تاج العروس: ۱۳۶/۹، فصل الباء من باب النّون .

(۲) البحر الرّائق: ۶۲۴/۲، كتاب الحجّ، باب الإحرام، قبيل باب القِران .

(۳) والبُدْنُ من الإبل والبقر، وقال الشّافعيّ رحمه اللّٰه: من الإبل خاصّةً، لقوله عليه السّلام في حديث الجمعة "فالمستعجل منهم كالمُهْدِي بَدَنةً، والّذي يليه كالمُهدي بقرةً" فصّل بينهما. ولنا أنّ البدنة تنبىء عن البدانة وهي الضّخامة؛ وقد اشتركا في هذا المعنى ولهذا يجزي كلّ واحدٍ منهما عن سبعة . والصّحيح من الرّواية في الحديث "كالمُهدي جزورًا" واللّٰه تعالىٰ أعلم بالصّواب. (الهداية: ۲۵۶/۱-۲۵۷، كتاب الحجّ، قبيل باب القِران، فتح القدير: ۵۳۱/۲، كتاب الحجّ)

وعدۂ الٰہی ضرور پورا ہونے والا ہے، اور ﴿وَمَنْ كَفَرَ﴾ سے منکرین خلافت خلفاء راشدین مراد ہو سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز بے حیائی اور برے کاموں سے کب روکتی ہے؟

سوال: (۱۵۹) ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (سورۂ عنکبوت، آیت: ۴۵) جس کا مفہوم یہ ہے کہ نماز جملہ بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ کم از کم ۸۰ فیصدی نمازی دغا وفریب، جھوٹ، ریا کاری ومکاری میں مصروف ہیں، کیوں نہیں عیوب سے پاک ہوتے؟ (۱۳۳۹/۱۰۰ھ)

الجواب: اگر نماز اخلاص اور خشوع وخضوع کے ساتھ ہوگی تو امید رکھنی چاہیے کہ اثر مذکور ضرور حاصل ہوگا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی میں ہے:

''بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے'': نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے: ایک بہ طریق تسبب؛ یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر یہ رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے، جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے، اس صورت میں یاد رکھنا چاہیے کہ دوا کے لیے ضروری نہیں کہ اُس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لیے کافی ہو جائے، بعض دوائیاں خاص مقدار میں مدّت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں، اُس وقت اُن کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بہ شرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اُس دوا کی خاصیت کے منافی ہو، پس نماز بھی بلا شبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے، ہاں! ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اُس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت تک اُس پر مواظبت کی جائے، اُس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بہ طور اقتضاء ہو، یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع وتذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت وشہنشاہی کا اظہار واقرار کر کے آیا ہے، مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اُس شہنشاہِ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو، ==

لَهْوَ الْحَدِيْث سے کیا مراد ہے؟

سوال:(۱۶۰) ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ کی کیا تفسیر ہے؟

(۱۳۳۳-۳۲/۶۱۳ھ)

الجواب: لَهْوَ الْحَدِيْثِ کی تفسیر غناء کے ساتھ کی گئی ہے، شامی میں ہے درمختار کے اس قول کی شرح میں: قال ابن مسعود رضي الله عنه: صوت اللّهو والغناء ينبت النّفاق في القلب إلخ (الدّر المختار)، وذكر شيخ الإسلام أن كلّ ذلك مكروه عند علمائنا واحتجّ بقوله تعالىٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الآية﴾ (لقمان:٦) جاء في التّفسير: أنّ المراد: الغناء إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلّی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے! واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ، اور بہ زبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت وسرکشی سے باز آ، اب کوئی باز آئے یا نہ آئے، مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی اور منع کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ كَمَا قَالَ تَعَالىٰ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبىٰ وَيَنْهىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (نحل:۹۰) پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی اُن کا نہ رُکنا محل تعجب نہیں؟! ہاں! یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اُسی درجہ تک ہوگا، جہاں تک اُس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیوں کہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں، سب سے بڑی چیز اُس میں خدا کی یاد ہے، نمازی ارکان صلاۃ ادا کرتے وقت اور قرأت قرآن یا دعاء وتسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو متحضر اور زبان ودل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اُس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا، اور اُسی قدر اُس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی، ورنہ جو نماز قلب لاہی وغافل سے ادا ہو وہ صلاۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی، جس کی نسبت حدیث میں فرمایا: لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا اِسی نماز کی نسبت لَمْ يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ إِلَّا بُعْدًا کی وعید آئی ہے۔

(ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی ص:۵۳۵، سورۂ عنکبوت، آیت:۴۵، حاشیہ نمبر:۲)

(۱) الدّرّ المختار والشّامي: ۴۲۴/۹، كتاب الحظر والإباحة.

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى الآية کی تفسیر

سوال: (۱۶۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس آیت کی تفسیر میں: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى، فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى﴾ (سورۂ نجم، آیات: ۹-۱۰) (۵۴۹/۱۳۴۸ھ)

الجواب: راجح تفسیر اس آیت کریمہ کی جس کو صاحب جلالین نے اختیار فرمایا ہے یہ ہے: (۱) فنزل جبرئيل عليه السّلام في صورة الآدميين ثمّ دَنٰى قرب منه فَتَدَلّٰى زاد في القرب فَكَانَ منه قَابَ قدر قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى من ذلك حتّى أفاق وسكن رَوعه فَاَوْحٰى تعالٰى إلٰى عَبْدِهٖ جبرئيل مآ اَوحٰى جبرئيل إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ولم يذكر الموحٰى تفخيمًا لشأنه (۲) وفي الآية تفاسير أخر مذكورة في كتب التّفاسير. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کا مصداق کون ہے؟

سوال: (۱۶۲) آج کل مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب رزم افزوں ہے، اور پیروانِ مرزا مذکور کا دعویٰ ہے کہ مرزا مذکور بھی گذشتہ انبیاء کی طرح پیغمبرِ خدا تھے، اور خاتم النبیین سے یہ مراد ہے کہ گو شریعت نو قائم نہ ہوگی، تاہم انبیاء ضرور آئیں گے، اسی امر کو حد ثبوت تک پہنچانے کے لیے یہ آیت

---

(۱) بیان القرآن میں ہے: کہ ایک بار حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے درخوست کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت دکھلا دو، اُنہوں نے حراء کے پاس وحسب روایت ترمذی ''جیاد'' میں وعدہ ٹھہرایا، آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو اُن کو اُفق مشرقی میں دیکھا کہ اُن کے چھ سو (۶۰۰) بازو ہیں، اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ اُفق غربی تک گھیر رکھا ہے، آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے، اُس وقت جبرئیل علیہ السلام بہ صورت بشریہ ہو کر آپ کے پاس تسکین کے لیے اُتر آئے، جس کا آگے ذکر ہے، كذا في الجلالين.

حاصل یہ کہ وہ فرشتہ اوّل صورت اصلیہ میں اُفق اعلیٰ پر نمودار ہوا، پھر جب آپ بے ہوش ہو گئے تو وہ فرشتہ آپ کے نزدیک آیا، پھر اور نزدیک آیا، سو...... دو کمانوں کی برابر فاصلہ رہ گیا، بلکہ...... اور بھی کم فاصلہ رہ گیا...... پھر افاقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کے ذریعہ سے اپنے بندے محمد ﷺ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔ (بیان القرآن: ۱۱/ ۶۶، تفسیر سورۂ نجم، مطبوعہ: اشرف المطابع، تھانہ بھون، مظفر نگر)

(۲) تفسير الجلالين، ص: ۴۳۷، تفسير سورة النّجم.

پیش کرتے ہیں: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ﴾ إلى قوله تعالى: ﴿وَهُوَ يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ﴾ (سورۂ صف، آیات:۶-۷) اوراس کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ بشارت آنحضرت ﷺ کے لیے ہے تو پھر ﴿يُدْعٰى إِلَى الْإِسْلَامِ﴾ کیوں فرمایا؟ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا نہ کہ آنحضرت ﷺ کو اسلام کی طرف کسی نے بلایا، اور یہ بشارت مرزا غلام احمد پر صادق آتی ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمانوں نے کفر کا فتویٰ لگا کر دوبارہ مسلمان ہونے کی ترغیب ودعوت دی تھی، ظاہرًا یہ دلیل معقول معلوم ہوتی ہے، اور جب سے اس ہیچ مداں (بےعلم) نے اس کو سنا ہے طبیعت عجیب مخمصہ میں گرفتار ہے، اور علوم دینیہ کی طرف سے جاہل مطلق ہونے کے سبب عقل نارَسا قرارِواقعی فیصلہ سے معذور ہے، خوف ہے کہ راہِ حق سے برگشتہ نہ ہوجاؤں، امیدواثق ہے کہ آیت مذکورہ بالا کا مطلب بالتشریح بیان فرمائیں۔ (۱۷۲۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ازحضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم، جناب من! بعد سنت الاسلام کے عرض ہے کہ آپ کے شبہ کے متعلق ہمارے مدرسہ کے ایک مدرس صاحب نے جو تحریر لکھی ہے وہ مرسل خدمت ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ گو شریعت نو قائم نہ ہو، مگر انبیاء ضرور آئیں گے محض غلط ہے، اوراس میں تکذیب ہے آنحضرت ﷺ کی کہ آپ فرماتے ہیں: أنا خاتم النّبيين لانبيّ بعدي (۱) کہ میرے آنے کے بعد انبیاء کا آنا موقوف ہوگیا، کوئی نبی میرے بعد نہیں آئے گا، اور ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ﴾ کا صاف اورصحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی امت بنی اسرائیل کو فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف، تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے کہ نام ان کا احمد ہے، اس بعد میں آنے والے رسول کی نسبت خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نبی اور رسول کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے وہ میں ہوں

---

(۱) عن ثوبان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لا تقوم السّاعة حتّى تَلْحَقَ قبائلُ من أمّتي بالمشركين، وحتّى يعبدوا الأوثانَ، وأنّه سيكون في أمّتي ثلاثون كذّابون كلّهم يزعم أنّه نبيّ وأنا خاتم النّبيّن الحديث. (سنن التّرمذي: ۴۵/۲، أبواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم السّاعة حتّى يخرج كذّابون)

جیسا کہ الفاظ حدیث: وبشریٰ عیسیٰ اس کی صریح دلیل ہے پس اس کے بعد بہ مقابلہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مفتری کذاب کا یہ کہنا کہ جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں وہ میں ہوں کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اس کے بعد آیتوں کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ رسول جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی، آیات قرآن شریف لے کر آئے تو کفار نے کہا کہ یہ جادو ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کافر سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے کہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور وہ اس کی تکذیب کرتا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، تو حاصل یہ ہے کہ جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور ایمان کی طرف بلایا اور وہ بلانے والے کی تکذیب کرنے لگے اور ان کی لائی ہوئی کتاب کو جھوٹا کہنے لگے تو ان کفار سے زیادہ ظالم کون ہیں یعنی وہ بڑے ظالم ہیں والسّلام علٰی من اتّبع الهدٰی .

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیت: ﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ﴾ (سورۂ صف، آیت:۶) پر مرزائیوں کے اعتراضات کا جواب آیت میں ﴿مِنْ بَعْدِيْ﴾ ہے، جس کا ترجمہ ''میرے بعد ہے''، اب بتلائیے کہ اگر آیت کا مصداق مرزا جی کو قرار دیا جائے تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی ہیں یا بہ قول مرزائیان اگر رسول ہوں بھی جب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں، لہٰذا فصیح محاورہ کے موافق وَمُبَشِّرًا مِنْ بَعْدِ محمّد صلّی اللّٰه علیه وسلّم ہونا چاہیے تھا، جس کا ترجمہ یہ ہوتا کہ ''میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہے'' مگر الفاظ آیت کے ﴿مِنْ بَعْدِيْ﴾ ہیں، جس کا مقتضا یہ ہے کہ وہ مبشر رسول ان کے بعد ہی ہونا چاہیے۔

یہ درست ہے کہ مرزا بھی ان کے بعد میں ہی ہے، مگر یوں تو قیامت بھی ان کے بعد میں ہی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ محاورہ اور فصیح زبان کے موافق ﴿مِنْ بَعْدِيْ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر مرزا پر صادق آتا ہے، یا براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر، قرآن معجز ہے، درجۂ فصاحت میں ذروۂ علیا میں ہے، کیا ایسے کلام میں ﴿مِنْ بَعْدِيْ﴾ کے ایسے رکیک معنی لیے جاسکتے ہیں، دیکھو! جب اردو میں بولتے ہیں کہ فلاں جلسہ میں میں گیا اور میرے بعد زید گیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس شخص اور زید کے درمیان بہت سے آدمی زید سے قبل ہی جاچکے تھے؟! اسی طرح جب بولتے ہیں کہ میں آفتاب غروب ہونے سے پہلے تم سے ملاقات کروں گا تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دن کے دس

بجے میں تم سے ملوں گا؟! حالانکہ دن کے دس بجے پر بھی غروب آفتاب سے قبل صادق ہے، پس فی نفسہٖ کسی بات کا صادق ہو جانا اور بات ہے اور اس کا محاورہ کے موافق ہونا امر دیگر ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی میرے بعد کا لفظ نبی کریم ﷺ پر ہی حسب محاورہ صادق ہوگا نہ مرزا پر، کیونکہ مرزا بھی بعد ہی میں ہے اور آنحضرت ﷺ بھی بعد ہی میں ہیں، مگر چونکہ حسب محاورہ میرے بعد کا کلمہ اقرب اور اتصال کے لیے بیشتر مستعمل ہوتا ہے، لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ بلا وجہ ایک فصیح محاورہ کو چھوڑ کر مرزا جی کو اس کا مصداق قرار دیا جائے، حالانکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نہیں، بلکہ محمد ﷺ کے بعد ہیں، لہٰذا اس بناء پر اگر اس پیش گوئی کو مرزا پر چسپاں کیا جائے تو اوّلاً عیسیٰ علیہ السلام پر سخت الزام عاید ہوتا ہے، والعیاذ باللہ، یعنی یہ کہ باوجود اس تفصیل کے پھر پیش گوئی کے الفاظ خواہ مخواہ خلاف محاورہ اور خلاف فصاحت ایک ایسے معنی کیوں مراد لیے جس سے بے وجہ لوگ دھوکے میں مبتلا ہوں، گویا کہ ان کا مقصد ہی یہ تھا کہ میرے بعد کا لفظ بول کر مراد لوں محمد مصطفیٰ ﷺ کے بھی بعد تاکہ لوگ خوب گمراہ ہوں والعیاذ باللہ۔

دوم اس میں آنحضرت ﷺ کی سخت ہتک ہے، کیا عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک مرزا جی آنحضرت ﷺ سے زیادہ قابل بشارت تھے کہ قرآن میں مرزا علیہ اللعن کی تو بشارت آئے اور آنحضرت ﷺ کا ذکر ہی نہ ہو۔ والعیاذ باللہ

خدا کے عذاب سے خوف چاہیے کہ ہم خدا کے افضل الرسل سے بھی مرزا علیہ اللعن کو آگے بڑھائیں حالانکہ مرزا کفار میں سے بھی اعلیٰ درجہ کا کافر بلکہ کافر گر ہے کہ مدعیٔ نبوت ہے اور نصوص قطعیہ کا منکر۔ دوسری بات یہ سمجھئے کہ قرآن میں تو نام لے کر بتلا دیا گیا ہے کہ وہ مبشَرِ رسول احمد ہوگا، کیا مرزا کا نام احمد ہی ہے یا غلام احمد ہے؟! یاد رکھو کہ احمد کے نام سے تو اس کے مریدین بھی اسے شناخت نہیں کر سکتے اور غلام احمد کے نام سے ساری دنیا سمجھ لیتی ہے کہ اس سے وہی مدعیٔ نبوت کاذبہ مراد ہے۔

تیسری بات یہ بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ قرآن آج سے تیرہ سو سال پہلے خبر دے رہا ہے کہ وہ مبشَرِ رسول آچکا حالانکہ اس وقت مرزا جی کے آباء واجداد کا بھی پتا نہ ہوگا، چنانچہ اسی آیت کو آخر تک

پڑھیے۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (سورۂ صف، آیت: ۶) کسی ترجمہ والے قرآن شریف کو ہاتھ میں لے کر دیکھئے کہ اس آیت کا کیا ترجمہ ہے یعنی جب وہ رسول معجزات کے سمیت ان کے پاس آپہنچا تو اس کے معجزات کو کفار نے کھلا جادو ٹھہرایا، پس کیا انصاف کا خون نہ ہوگا کہ جو شخص حسب بیان قرآن شریف اس وقت آلیا ہو، اور اس کے معجزات کو سحر بھی ٹھہرایا گیا ہو، وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد میں بھی ہو، اس کا نام بھی احمد ہو وہ تو اس پیش گوئی کا مصداق نہ ٹھہرے، اور وہ شخص جس کا اس قرآنی خبر کے وقت کہیں نام ونشان تک نہ ہو، نہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہو، نہ اس کا نام احمد ہو، نہ اس کے مزعومہ معجزات کو سحر وکہانت ٹھہرایا گیا ہو بلکہ جھوٹ بتلایا گیا ہو وہ اس کا مصداق قرار دیا جائے، اور کیا مخلوق کی عقل جاتی رہی تھی جو ان کے معجزات کو سحر ٹھہراتی، انہوں نے بہت بڑا نشان یہ مقرر کیا تھا کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی، حالانکہ اگر ان کے نکاح میں آجاتی جب بھی کون سا معجزہ تھا؟! آخر دنیا میں نکاح ہوتے ہی ہیں مگر خدا نے بھی مرزا کی رسوائی کے لیے نکاح نہ ہونے دیا، اور محمدی بیگم نہایت خوش وخرم با اولاد دوسرے کے نکاح میں رہی، اگر آپ کو مفصل دیکھنا ہے تو ''فیصلہ آسمانی'' مصنفہ مولوی محمد علی صاحب مونگیری منگا کر دیکھئے، تاکہ آپ کو حقیقت کھل جائے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی شخص کی بشارت دیں گے جو محض ایک جوان عورت سے نکاح کی خاطر ایک مدت دراز تک اپنے عزیزوں کی کس قدر خوشامد کرتا رہا، الغرض مرزا نے کوئی سحر کے طور پر بھی کام نہیں کیا، البتہ جوتشی اور رومانی کا کام تو کیا ہے، سو اس میں بھی کوئی خاص امتیاز نہیں دکھلایا، ایک ہندو پنڈت جتنا حساب لگا کر کہہ سکتا ہے مرزا کی پیش گوئیاں اس کے حساب سے کچھ زیادہ ہی جھوٹی ثابت ہوئیں، مجھے چونکہ اس وقت تفصیل مدنظر نہیں اس لیے آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ ایک مرتبہ ضرور اس کے رد کی کتابیں بھی پڑھیں تاکہ حقیقت حال آپ پر روشن ہو۔

چوتھے اس پر بھی غور کیجئے کہ ﴿وَهُوَ يُدْعٰىٓ إِلَى الْإِسْلَامِ﴾ کے معنی کیا ہیں؟ پوری آیت اس طرح ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰىٓ اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ (سورۂ صف، آیت: ۷) کسی مسلمان کے مترجم حمائل میں اس کا ترجمہ دیکھ لیجئے تاکہ آپ پر مرزائیوں کی

دھوکا بازی خوب منکشف ہوجائے، ترجمہ یوں ہے: اور اس سے زیادہ ظالم کون شخص ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افتراء باندھے اس حال میں کہ وہ بلایا جاتا ہو اسلام کی طرف، خدا کے نبی کی طرف، ظاہر ہے کہ خدا پر افتراء کرنا بہت بڑا جرم ہے، مگر ایسے حال میں افتراء کرنا جب کہ خدا کا رسول اسے اسلام کی طرف بلائے بہت ہی بڑا ظلم ہے، لہٰذا وَهُوَ کا مرجع مَنْ اَظْلَمُ ہے، جو کہ بہ حقیقت مکذبین ہیں نہ رسول، اگر آیت کا ترجمہ اسی طور سے ہو جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو بجائے اس کے کہ مرزا جی نبی ثابت ہوں اعلیٰ درجہ کے مفتری قرار پاتے ہیں کیونکہ پوری آیت کا ترجمہ تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا پر افتراء کرے اس حال میں کہ وہ اسلام کی طرف بلایا گیا ہو، اب اگر ﴿وَهُوَ يُدْعٰىٓ اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ سے مراد مرزا جی ہیں تو مرزا جی سب سے اوّل نمبر کے جھوٹ باندھنے والے اور اعلیٰ درجہ کے ظالم قرار پاتے ہیں، کیونکہ ﴿وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ قرآن عزیز میں اسی شخص کی نسبت کہا جارہا ہے جو خدا پر افتراء باندھے اور اس حال میں افتراء باندھے کہ اسے اسلام کی طرف بھی بلایا جارہا ہو، ماسواء اس کے یہ بھی تو غور کیجئے کہ اگر ﴿وَهُوَ يُدْعٰىٓ اِلَى الْاِسْلَامِ﴾ سے مراد مرزا جی ہیں تو پھر قرآن شریف سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو، مگر مرزا جی کے خیال کے موافق جب کہ ہم ان کے انکار سے کافر ٹھہر گئے تو کیا ہمارے مذہب کا نام خداوند عالم اسلام رکھے گا، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کافر ہے اور اس کے مخالف مسلمان ہیں، اور اسی لیے اسے اسلام کی طرف بلاتے ہیں اور اسی لیے خدا ان کے مذہب کا نام اسلام رکھتا ہے، ہاں اگر آیت میں: وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْكُفْرِ ہوتا جب بھی ایک بات تھی، دیکھئے اسی کی نظیر قرآن میں دوسری جگہ بھی ہے: ﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ، وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۶۸) یعنی شیطان وعدہ کرتا ہے تم سے فقر کا اور امر کرتا ہے تم کو بری باتوں کا اور اللہ تعالیٰ تم سے مغفرت وفضل کا وعدہ کرتا ہے، اب دیکھئے کہ شیطان جس کو دھوکا دیتا ہے اس کو وہ مغفرت اور فضل ہی قرار دیتا ہے، مگر خدا اس کا نام فقر اور فحشاء رکھتا ہے، اسی طرح اگر مرزا کے مخالف کافر ہوتے تو خدا تعالیٰ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْكُفْرِ کہتا۔

پنجم اس کے بعد آخر میں ایک فیصلہ کن بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ مرزائی تو کہتے ہیں کہ مرزا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہوں بشارت عیسیٰ علیہ السلام، اب

آپ خود فیصلہ کر لیجئے کس کو ترجیح دیتے ہیں، روایت تفسیر ابن کثیر: (۹/۴۵۰) میں اس طرح مذکور ہے: قالوا: یا رسول اللّٰہ! أخبرنا عن نفسك، قال: دعوة أبي إبراهيم وبشریٰ عیسیٰ الحدیث ...... وھٰذا إسناد جيّد وروي له شواهد من وجوه آخر إلخ (۱) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دعا ہوں ابراہیم علیہ السلام کی اور بشارت ہوں عیسیٰ علیہ السلام کی، اسی طرح تفسیر فتح البیان: (۹/۳۱۴) میں ہے: عن أبي موسیٰ قال: أمر رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أصحابه أن یأتوا النِّجاشي وذکر الحدیث، وفیه قال: سمعتُ النِّجاشيّ یقول: أشهد أنّ محمّدًا رَّسول اللّٰه وأنّهٗ الّذي بشّربه عیسیٰ إلخ (۲) حضرت نجاشی فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں، اور آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔

پتھروں کو دوزخ میں جلانے کی حکمت

سوال: (۱۶۳) ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ سب پتھر دوزخ میں جلیں گے یا خاص خاص؟ اور پتھروں کا کیا قصور ہے؟ (۱۲۹۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: مفسرین ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ (سورۂ تحریم، آیت: ۶) کی تفسیر میں کأصنامهم منها (۳) تحریر فرماتے ہیں کہ ان پتھروں میں بت بھی شامل ہیں اور دوسرے پتھر بھی، لیکن کل پتھروں کا وقودِ نار (دوزخ کا ایندھن) ہونا ضروری نہیں ہے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا اس قدر پتھر دوزخ کا وقود (ایندھن) ہوں گے اور قصور پتھروں کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس سے غرض تذلیل عابدین اصنام ہے، اور کوئی دوسری حکمت بھی ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی میں هَوٰی سے کونسی خواہشات مراد ہیں؟

سوال: (۱۶۴) قوله تعالیٰ: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی﴾

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۸/۳۴۲، تفسیر سورة الصّفّ، المطبوعة: مطبعة المنار، مصر.

(۲) فتح البیان في مقاصد القرآن: ۹/۳۱۴، تفسیر سورة الصّفّ، المطبوعة: المطبعة الکبریٰ المیریة، مصر.

(۳) تفسیر الجلالین، ص: ۴۶۵، تفسیر سورة التّحریم.

(سورۂ نازعات، آیت:۴۰) میں ھَــوٰی کون سی خواہش کو کہتے ہیں؟ حالانکہ نفس ہمیشہ عمدہ خوراک، نفیس لباس، مزین مکان، حسین شہوات وغیرہ کی خواہش کرتا ہے جو فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن اگر حد سے تجاوز کر جاوے تو ناجائز ہے، مثلاً ان چیزوں کے حاصل کرنے میں مال اور دولت کی ضرورت ہے جو حسب دل خواہ نہیں ملتا، تو حرص وغیرہ مذموم اخلاق میں گرفتار ہو جاتا ہے؟ (۲۶۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ھوی سے مراد معاصی ہیں، یعنی وہ خواہشات نفسانیہ جو معاصی کی طرف بلاتی ہیں۔

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ میں مِثْلُهَا کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

سوال: (۱۶۵) ﴿لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ (سورۂ فجر، آیت:۸) میں مِثْلُهَا کی ضمیر قوم عاد کی طرف راجع ہے، یا باغ ارم کی طرف جو شداد نے بنایا تھا، مفسرین کا اس میں کیا فیصلہ ہے؟

(۸۲۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس میں اختلافات ہیں، آپ کو ان اختلافات کی تحقیق کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے، اور ضمیر کا مرجع دونوں ہو سکتے ہیں (۱) چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں دونوں قول نقل کیے ہیں (۲) فقط

سورۂ ماعون میں مَاعُوْنَ سے کیا مراد ہے؟

سوال: (۱۶۶) سورۂ ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ﴾ کی آخری آیت کا کیا مطلب ہے؟ اور کس موقع پر نازل ہوئی؟ (۱۲۱۰/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) فوائد عثمانی میں ہے:

یعنی اُس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط وطاقتور نہ تھی، یا اُن کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ (فوائد عثمانی مع ترجمۂ شیخ الہند، ص:۷۹۰، سورۂ فجر، آیت:۸، حاشیہ نمبر:۴)

(۲) و قولـه : ﴿لَـمْ يُـخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ أي لم يخلق مثل تلك القبيلة في الطّول والقوّة ، وهـم الّذين قالوا: "من أشدّ منّا قوّةً". وقيل سمّوا ذات العماد لبناء بناه بعضهم فشيد عمده و رفـع بـنـائـه ، يـقال: بناه شدّاد بن عاد على صفة لم يخلق في الدّنيا مثله ، و سار إليه في قومهٖ فـلـمّا كان منه على مسيرة يوم وليلة بعث الله عليه و على قومهٖ صيحةً من السّماء فأهلكتهم جميعًا. (تفسير معالم التّنزيل للبغوي، ص:۹۷۳، تفسير سورة الفجر)

الجواب: سورۂ ﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ﴾ کی آخری آیت: ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ، الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ، الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُ وْنَ ، وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ (سورۂ ماعون، آیت:۴-۷) کا ترجمہ یہ ہے: ''سو خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو نماز سے غفلت کرتے ہیں، اور اگر پڑھتے ہیں تو ریاء سے پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو برتنے کی چیز کسی کو عاریۃً نہیں دیتے یا مال کی زکاۃ نہیں دیتے''۔

حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ سے یہ تفسیر منقول ہے کہ مَاعُوْنَ سے مراد زکاۃ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ کلہاڑی ڈول وغیرہ مراد ہے جو اشیاء آپس میں لی دی جاتی ہیں، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ مَاعُوْنَ میں زکاۃ سے لے کر چھوٹی چھوٹی چیزیں جو عاریۃً دی جاتی ہیں داخل ہیں (۱) الغرض اگر مراد زکاۃ لی جاوے تب تو کچھ اشکال نہیں ہے، اور اگر ڈول وکلہاڑی وغیرہ مستعار دینا مراد ہو تو پھر مطلب یہ ہے کہ کسی کو اگر ضرورت کسی ایسی چیز کی پیش آوے اور وہ مستعار مانگے اور جس سے مانگتا ہے اس کے پاس موجود ہو تو پھر انکار کرنا اچھا نہیں، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیات: ﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ﴾ سے آخر تک منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے، معالم التنزیل میں ہے: قال ابن عبّاس رضي الله عنهما: هم المنافقون إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند آیتوں کی تفسیریں

سوال: (۱۶۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین ان مسئلوں میں کہ ایک شخص مولوی عبداللہ شاہ صاحب نے ان آیتوں کی یہ تفسیریں کی ہیں جو ذیل میں درج ہیں، یہ تفسیریں صحیح

---

(۱) ﴿وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ روي عن عليّ أنّه قال: هي الزّكاة، وهو قول ابن عمر والحسن وقتادة والضّحّاك، وقال عبدالله بن مسعود: اَلْمَاعُوْنَ: الفأس والدّلو والقِدْر وأشباه ذلك، وهي رواية سعيد بن جبير عن ابن عبّاس رضي الله عنهم، قال مجاهد: اَلْمَاعُوْنَ: العاريّة، وقال عكرمة: أعلاها: الزّكاة المعروفة وأدناها عارية المتاع، وقال محمّد بن كعب والكلبيّ: اَلْمَاعُوْنَ: المعروف الّذي يتعاطاه النّاس فيما بينهم .... وقيل: اَلْمَاعُوْنَ: ما لا يحلّ منعه مثل المآء والملح والنّار. (تفسير معالم التّنزيل، ص:۹۹۶، تفسير سورة الماعون)

ہیں یا نہیں؟ اور مطابق مذہب اہل سنت ہیں یا نہیں؟ اگر صحیح ہیں تو قرآن مترجم مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا محمودالحسن صاحبؒ اور تفسیر جلالین اور تفسیر کشاف وغیرہ میں کیوں اس کے خلاف لکھا ہے؟ اگر نہیں ہیں تو مولوی صاحب کی غلطی ہے یا نہیں؟ اور آیتوں کی صحیح تفسیر مع شان نزول اور مقام نزول اور احادیث صحیحہ جو ان آیتوں کے متعلق ہوں اور اقوال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مطلع فرماویں، وہ آیتیں یہ ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(الف) آیتِ تطہیر کی تفسیر اور حدیثِ کساء کا مطلب

سوال: (الف) آیت تطہیر: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الآیة ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۳۳) کی تفسیر مولوی صاحب مذکور نے یہ کی ہے کہ یہ آیت شان میں حضرت علیؓ وفاطمہؓ وحسنؓ وحسینؓ کے نازل ہوئی ہے، اور وہی اس کے مخاطب ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت یہی لوگ ہیں اور دلیل اس کی حدیث کساء پیش کی۔

الجواب: (الف) حدیث کا مقتضا صرف یہ ہے کہ اہل بیت میں یہ لوگ بھی ہیں، اور ان کے سواء ازواج مطہرات وغیرہم بھی داخل ہیں، اور ''حدیث کساء'' مستدل شیعہ کا ہے جس سے وہ اہل بیت کا اطلاق صرف حضرت فاطمہ وحسنین وعلی رضی اللہ عنہم کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ استدلال اور ان کا مقصد غلط ہے، الفاظ روایت مساعدت نہیں کرتے (۲)

---

(۱) رجسٹر میں پہلے تمام سوالات، پھر اردو میں ان کے جوابات، اس کے بعد عربی عبارتیں درج ہیں، ہم نے ہر آیت سے متعلق سوال اور اس کے اردو وعربی جوابات کو ایک ساتھ رکھا ہے، تاکہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔۱۲

(۲) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری تحفۃ الالمعی شرح جامع الترمذی میں ارقام فرماتے ہیں:

ایک دفعہ آنحضور ﷺ نے اپنی ازواج سے ناراض ہو کر ایک مہینہ کے لیے ایلاء فرمایا تھا، جب مہینہ پورا ہوا تو سورۂ احزاب کا ایک مکمل رکوع نازل ہوا جس میں حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں کو اختیار دیں جو چاہے تنگی ترشی کے ساتھ آپ کے ساتھ رہے اور جو دنیا کی آسائش چاہے وہ آپ سے علیحدگی اختیار کر لے، تمام ازواج نے ذاتِ نبوی کو دنیا کی آسائش پر ترجیح دی اور آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کو پسند کیا، اس واقعہ کے ضمن میں یہ آیت ہے: ==

== ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک وصاف کرے، شیعہ کہتے ہیں: اس آیت کا مصداق حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ہیں، اور وہی اہل بیت ہیں، ان کو یہ غلط فہمی ایک حدیث سے ہوئی ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، آپ نے کمبل اوڑھ رکھا تھا، حضرت حسن جو بچے تھے آئے آپ نے ان کو کمبل میں لے لیا، پھر حضرت حسین آئے تو ان کو بھی کمبل میں لے لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو بھی کمبل میں لے لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انہیں بھی کمبل اوڑھا دیا اور خود باہر نکل گئے، اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرما اور ان کو پاک صاف رکھ'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب رحمت کا دریا بہتا دیکھا تو دوڑی آئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی کمبل میں لے لیجیے، آپ ﷺ نے اُن کو کمبل کے نیچے نہیں لیا اور فرمایا: أنتِ علی خیر اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تم تو پہلے ہی سے اہل بیت میں شامل ہو، یعنی تم تو آیت کا شانِ نزول ہو؛ کیوں کہ ان آیتوں کا اصل مصداق ازواج مطہرات ہیں، مگر حضور ﷺ نے آیت کے عموم میں ان چاروں کو بھی شامل کرنا چاہا اور اس کے لیے دعا فرمائی اور یقیناً آپ کی دعا قبول ہوئی ہوگی۔

پس جس طرح اس آیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات ہیں اور حضراتِ اربعہ ان کے ساتھ ملحق ہیں، اسی طرح آیت: ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى﴾ کا اصل مصداق مسجد قبا ہے، اور مسجد نبوی اس کے ساتھ ملحق ہے، مگر خارجی قرائن کی بناء پر مسجد نبوی بہ درجۂ اولیٰ مصداق ہے، یعنی یہاں ملحق بہ بڑھ گیا ہے، کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے اس میں دس سال تک مسلسل نمازیں پڑھی ہیں، اور مسجد قبا میں صرف چودہ دن نمازیں پڑھی ہیں، اور حضراتِ اربعہ کی ازواج مطہرات پر افضلیت کے لیے کوئی قرینہ نہیں، اس لیے اصل یعنی ازواج مطہرات اور ملحق بہ یعنی حضراتِ اربعہ اہل بیت کے مصداق میں یکساں ہیں۔ واللہ اعلم (**تحفة الألمعي: ۲/۱۴۳-۱۴۴، كتاب الصّلاة، باب ما جاء في المسجد الّذي أسّس على التّقوى، رقم الحديث: ۳۲۳**)

نیز حضرت موصوف ایک اور جگہ ارقام فرماتے ہیں:

چہارتن، یعنی حضرات فاطمہ، حسن، حسین اور علی رضی اللہ عنہم کی اہل البیت میں شمولیت: دعائے نبوی کی برکت سے ہوئی ہے، اہل البیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، کیونکہ سورۃ الاحزاب میں آیاتِ تخییر کے بعد پانچ آیتوں میں ازواج ہی کے لیے مختلف ہدایات، نصائح اور فضائل بیان ہوئے ہیں، اور ان کے درمیان میں یہ آیت آئی ہے:　==

....

== ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا﴾: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے، اور تم کو ہر طرح سے پاک صاف کرے، أهل البیت میں الف لام عہدی ہے، اور مراد نبی ﷺ کا گھر ہے، اور آپ کے گھر والوں سے مراد آپ کی ازواج ہیں، اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ پورے رکوع میں خطاب ازواج ہی سے ہے اور سورۃ ہود، رکوع: ۷ میں بھی أهل البیت سے حضرت سارہؓ مراد ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ تھیں، مگر آیت عام ہے، کیونکہ عَنْکُمْ اور وَیُطَهِّرَکُمْ میں مذکر ضمیریں استعمال ہوئی ہیں، اس لیے نزول آیت کے ساتھ ہی نبی ﷺ نے چارتن کو ایک کمبل میں لے کر دعا کی: "الٰہی! یہ بھی میرے گھر والے ہیں" یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی جیسا کہ (ایک) دوسری حدیث میں آپ کا چارتن کو اہل البیت سے خطاب فرمانا مروی ہے۔

حدیث: نبی ﷺ کے پروردہ حضرت عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں: جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی: "اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے، اور تم کو ہر طرح سے پاک وصاف کرے" تو آپ ﷺ نے حضرات فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پس ان کو ایک چادر اوڑھائی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے تھے، پس ان کو بھی کمبل اوڑھائی، پھر دعا فرمائی: "الٰہی! یہ لوگ (بھی) میرے گھر والے ہیں، پس ان سے گندگی کو دور کیجیے، اور ان کو خوب پاک صاف کیجیے"...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور میں (بھی) ان کے ساتھ ہوں اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اپنی جگہ رہو، اور تم بڑی خیر پر ہو"۔

تشریحات

۱- چارتن کے لیے دعا کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ وہ آیت کا مصداقِ اوّلیں نہیں تھے، آیت ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی، مگر چوں کہ آیت کا اسلوب عام تھا، اس میں مؤنث کے بجائے مذکور ضمیریں استعمال ہوئی تھیں، اس لیے اس میں مردوں کی شمولیت کی بھی گنجائش تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے چارتن بھی آیت میں شامل کر لیے گئے۔

۲- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی چادر کے نیچے آنا چاہتی تھیں، مگر اس کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے ان سے فرمایا: "تم اپنی جگہ رہو، اور تم بڑی خیر پر ہو" یعنی تم تو آیت کا شانِ نزول ہو، آیت تم ازواج مطہرات کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہے، پس تم آیت کا مصداق اوّلیں ہو، تمہیں دعائے نبوی کی حاجت نہیں۔

(تحفة الألمعي: ۷/۳۹۶-۳۹۷، أبواب تفسیر القرآن، چہارتن کی اہل البیت میں شمولیت، رقم الحدیث: ۳۲۲۹)

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ الآية﴾ معالم التّنزيل میں ہے:
وأراد بأهل البيت نساء النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لأنّهنّ في بيته وهو رواية سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما وتلا قوله: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾(الأحزاب: ۳۴) وهو قول عكرمة و مقاتل، وذهب أبو سعيد الخدريّ رضي اللّٰه عنه و جماعة من التّابعين منهم مجاهد وقتادة وغيرهما إلٰى أنّهم علي وفاطمة والحسن والحسين رضي اللّٰه عنهم .

حدّثنا أبوا الفضل زياد بن محمّد الحنفيّ، أخبرنا أبو محمّد عبدالرّحمٰن بن محمّد الأنصاريّ، أخبرنا أبو محمّد يحيٰى بن محمّد بن صاعديّ، أخبرنا أبو همام الوليد بن شجاع، أخبرنا يحيى بن زكريا بن زائدة، أنا أبي عن مصعب بن شيبة عن صفيّة بنت شيبة الحجبيّة عن عائشة أمّ المؤمنين قالت: خرج رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ذاتَ غداةٍ وعليه مِرْطٌ مُرَحَّلٌ من شعر أسود فجلس، فأتت فاطمة فأدخلها فيه، ثمّ جآء عليّ فأدخله فيه، ثمّ جآء حسن فأدخله فيه، ثمّ جآء حسين فأدخله فيه، ثمّ قال: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

أخبرنا أبو سعيد أحمد بن محمّد الحميدىّ أخبرنا أبو عبد اللّٰه الحافظ، أخبرنا أبوالعبّاس محمّد بن يعقوب، حدّثنا الحسن بن مكرم، أخبرنا عثمان بن عمر، حدّثنا عبد الرّحمٰن بن عبد اللّٰه بن دينار عن شريك بن أبي نَمِر عن عطاء بن يسار عن أمّ سلمة رضي اللّٰه عنها قالت: في بيتي نزلت ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ قالت: فأرسل رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم إلى فاطمة وعلي والحسن والحسين، فقال: هؤلآء أهل بيتي قالت: فقلت: يا رسول اللّٰه! أمّا أنا من أهل البيت، قال: " نعم إن شاء اللّٰه تعالىٰ " قال زيدبن أرقم: أهل بيته مَن حَرُمَ الصَّدقة عليه بعده آل عليّ وآل عقيل وآل جعفر وآل عبّاس رضي اللّٰه عنهم(۱)

اور یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ سورۂ احزاب مدنیہ ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ شیعہ

---

(۱) تفسير معالم التّنزيل، ص:۷۱۶، تفسير سورة الأحزاب۔

حدیثِ کساء سے استدلال کرتے ہیں، اور صرف حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور ان کے بیٹوں کو اہل بیت کہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ حدیث کساء سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کا اہل بیت ہونا ثابت ہے، مگر حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورین کے سواء اور کوئی اہل بیت میں داخل نہیں ہے، بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ یہ بھی اہل بیت ہیں اور ان کے سواء ازواج مطہرات وغیرہم بھی اہل بیت میں داخل ہیں، چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے:

والحديث يقتضي أنّهم أهل البيت لا أنّه ليس غيرهم انتهٰى(۱)

(ب) آیت مودتِ قربی کی مختلف تفاسیر

سوال: (ب) آیت مودۃ القربیٰ: ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا الآية﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۲۳) کی تفسیر مولوی صاحب نے یہ کی کہ اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی کہہ دو میں تبلیغ دین پر اجرت نہیں مانگتا، مگر چاہتا ہوں کہ میرے قرابت والوں سے محبت رکھو، نبی کے قرابت والے کون لوگ ہیں؟ علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ۔

الجواب: (ب) اس میں صحابہ کا خلاف ہے(۲)۔

---

(۱) تفسیر أنوار التّنزیل للبیضاوي: ۱۸۰/۲، سورة الأحزاب، المطبوعة: نول کشور، لکھنؤ.

(۲) ترجمۂ شیخ الہند اور فوائد عثمانی میں ہے:

''تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اُس پر کچھ بدلہ مگر دوستی چاہیے قرابت میں'': یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں اور ابدی نجات وفلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوش خبری سناتا ہوں، یہ سب محض لوجہ اللہ ہے، اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا، صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی و خاندانی تعلقات ہیں کم از کم اُن کو نظر انداز نہ کرو، آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے، بسا اوقات اُن کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو، میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے، نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے، یا میری تائید وحمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی، لیکن کم از کم قرابت ورحم کا خیال کر کے ظلم واذیت رسانی سے باز رہو، اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں، کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ ==

جیسا کہ دوسرے پرچہ میں مفصل لکھا گیا(۱)

﴿قُلْ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ أخبرنا عبد الواحد بن أحمد المليحيّ، أخبرنا أحمد بن عبد الله النّعيميّ، أخبرنا محمّد بن يوسف، حدّثنا محمّد بن إسماعيل، حدّثنا محمّد بن بشّار، حدّثنا محمّد بن جعفر، حدّثنا شعبة عن عبد الملك ابن ميسرة، قال: سمعتُ طاؤسًا عن ابن عبّاس رضي الله عنهما أنّه سئل عن قوله: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ فقال: سعيد بن جبير "قُرْبٰى" آل محمّد صلّى الله عليه وسلّم، فقال: ابن عبّاس رضي الله عنهما: عجبت أنّ النّبي صلّى الله عليه وسلّم لم يكن بطن من قريش إلاّ كان له فيهم قرابة، فقال: الا أن تصلوا مابيني وبينكم من القرابة.

وكذلك روى الشّعبيّ وطاؤس عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ يعني أن تحفظوا قرابتي وتودّوني وتصلوا رحمي، وإليه ذهب مجاهد وقتادة و عكرمة و مقاتل و السّدّي و الضّحّاك رضي الله تعالىٰ عنهم، و قال عكرمة: لا أسئلكم على ما أدعوكم إليه أجرًا إلاّ أن تحفظوني وقرابتي بيني وبينكم، وليس كما يقول الكذّابون.

== تنبیہ: آیت کے یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیحین میں منقول ہیں، بعض سلف نے اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو، اور حق قرابت کو پہچانو، اور بعض نے قُرْبٰى سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے، یعنی ان کاموں کی محبت جو خدا سے قریب کرنے والے ہوں، مگر صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو ہم نے اوّل نقل کی ہے، بعض علماء نے مَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو، کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقاربِ نبی کریم ﷺ کی محبت وتعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم وواجب اور جزو ایمان ہے، اور اُن سے درجہ بہ درجہ محبت رکھنا حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے، لیکن آیت ہذا کی تفسیر اس طرح کرنا شانِ نزول اور روایاتِ صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(ترجمۂ شیخ الہند وفوائد عثمانی، ص:۶۴۶، سورۂ شوریٰ، آیت:۲۳، حاشیہ نمبر:۳)

(۱) یعنی آگے جو عربی عبارت آرہی ہے اس میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔۱۲

و روى ابـن أبي نُجيح عن مجاهد عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما في معنى الآية إلاّ أن تـوادّوا اللّٰه وتتقرّبوا إليه بطاعتهٖ ، وهذا قول الحسن ، قال: هو القربىٰ إلى اللّٰه يقول إلاّ التّـقـرّب إلـى اللّٰه ، والتّودّد إليه بالطّاعة والعمل الصّالح ، وقال بعضهم: معناه إلاّ أن تودّوا قرابتي وعترتي وتحفظوني فيهم ، وهو قول سعيدبن جبير وعمر وبن شعيب .

واختـلـفوا في قرابته ، قيل: هم فاطمة الزّهراء وعلى وابناهما . و فيهم نزل: ﴿اِنَّمَا يُـرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ و رويـنا عن يزيد بن حيّان عن زيد بن أرقم عـن الـنّبـيّ صـلّـى الـلّـه عليه وسلّم قال: إنّي تارك فيكم الثّقلين: كتاب اللّٰه وأهل بيتي ، أذكركم اللّٰه في أهل بيتي ، قيل: لزيد بن أرقم من أهل بيتهٖ ، قال: هم آل عليّ وآل عقيل وآل جعفر وآل عبّاس رضي اللّٰه عنهم .

أخبـرنا عبد الواحد المليحيّ ، أخبرنا أحمد بن عبد اللّٰه النّعيميّ ، أخبرنا محمّد بن يـوسف، حـدّثنا محمّد بن إسماعيل حدّثنا عبد اللّٰه بن عبدالوهّاب ، حدّثنا خالد ، حدّثنا شعبة عن واقد ، قال: سمعتُ أبي يحدّث عن ابن عمر عن أبي بكر رضي اللّٰه عنهم قال: ارقبـوا مـحـمّـدا في أهل بيتهٖ ، وقيل: هم الّذين تحرم عليهم الصّدقة من أقاربه ، و يقسم فيهم الخُمس ، وهم بنو هاشم و بنوالمطّلب الّذين لم يفترِقوا في جاهلية ولا في إسلام.

وقال قوم: هذهٖ الآية منسوخة ، وإنّما نزلت بمكّة وكان المشركون يؤذون رسول الـلّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم فأنزل اللّٰه هذه الآية ، فأمرهم فيها بمودّة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عـليـه وسلّم وصلة رحمه ، فلمّا هاجر إلى المدينة وآواه الأنصار ونصروه أحبّ اللّٰه عزّ وجلّ أن يلحقه بإخوانهٖ من الأنبياء عليهم السّلام حيث قالوا: ﴿وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الشّعراء:۱۰۹) فـأنـزل اللّٰه تعالىٰ: ﴿قُـلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ (الاَنـعام:۹۰) ﴿قُـلْ مَـا سَـاَلْتُـكُـمْ مِّـنْ اَجْـرٍ فَهُـوَلَكُمْ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰـهِ﴾ (السّبا:۴۷) فهي منسوخة بهذه الآية ، وبقوله: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (صٓ:۸۶) وغيرها من الآيات، و إلىٰ هذا ذهب الضّحّاك بن مزاحم والحسين بن الفضل وهذا قول غير مرضي لأنّ مودّة النّبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم وكفّ الأذى عنه ،

ومودّة أقاربه والتّقرّب إلى الله بالطّاعة والعمل الصّالح من فرائض الدّين ، وهذه أقاويل السّلف في معنى الآية ، فلا يجوز المصير إلىٰ نسخ شيءٍ من هذهٖ الأشياء (١) فقط

(ج) آیتِ ولایت کی مختلف تفاسیر

سوال: (ج) آیت ولایت: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۵) کی تفسیر یہ کی کہ یہ آیت شان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نازل ہوئی ہے اور روایت یہ بیان کی کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، ایک سائل نے سوال کیا، آپ نے حالت رکوع میں انگوٹھی سائل کو دے دی، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

الجواب: (ج) یہ تفسیر بھی صحیح ہے۔ (’بھی‘ یعنی مختلف تفسیروں میں سے یہ بھی ایک تفسیر ہے)

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ في معالم التّنزيل: روى عن ابن عبّاس رضي الله تعالىٰ عنهما أنّها نزلت في عبادة بن الصّامت وعبد الله بن أبى بن سلول حين تبرأ عُبادة من اليهود، وقال: أتولى الله ورسوله والّذين آمنوا، فنزل فيهم من قولهٖ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ﴾ (المائدة: ۵۷) إلىٰ قولهٖ: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ يعني عُبادة بن الصّامت وأصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم.

وقال جابر بن عبد اللّٰه: جآء عبد الله بن سلام إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال: يا رسول الله ! إنّ قومنا قريظة والنّضير قد هجرونا وفارقونا وأقسموا أن لا يجالسونا، فنزلت هذه الآية، فقرأها عليه رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقال: يا رسول الله ! رضينا بالله و برسولهٖ و بالمؤمنين أوليآء . و علىٰ هذا التّأويل أراد بقولهٖ: ﴿وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ صلاة التّطوّع باللّيل والنّهار، وقاله: ابن عبّاس رضي الله عنهما.

وقال السّدّي: قوله: ﴿وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (المائدة: ۵۵) أراد بهٖ عليّ بن أبي طالب رضي الله عنه مرّ به سائل و هو راكع

(١) تفسير معالم التّنزيل، ص: ۹۲۷-۹۳۷، تفسير سورة الشّورى.

في المسجد فأعطاه خاتمه، وقال جوير عن الضّحاك في قوله: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ قال: هم المؤمنون بعضهم أولياءَ بعض ، وقال أبو جعفر محمّد بن عليّ الباقر: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نزلت في المؤمنين ، فقيل له: إنّ أناسًا يقولون: إنّها نزلت في عليّ رضي اللّٰه عنه فقال: هو من المؤمنين(۱)

وفي تفسير البيضاوى أنّها نزلت في عليّ رضي اللّٰه تعالٰى عنه حين سأله سائل وهو راكع في صلاة فطرح له خاتمه إلخ (۲)

(د) آیتِ ایفائے نذر کی مختلف تفاسیر

سوال: (د) آیت: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا﴾ (سورۂ دہر، آیت:۷) کی تفسیر مولوی صاحب نے یہ بیان کی کہ ایک مرتبہ حسنین رضی اللہ عنہما بیمار ہوگئے، رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لائے، اور فرمایا کہ اگر تم لوگ کچھ نذر مانو تو اچھا ہے، حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما نے روزوں کی نذر مانی، گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا الخ مطابق روایات شیعہ۔

الجواب: (د) یہ تفسیر بھی صحیح ہے۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ في معالم التّنزيل: هذا من صفاتهم في الدّنيا أي كانوا في الدّنيا كذلك، قال قتادة: أراد يُوْفُوْنَ بما فرض اللّٰه عليهم من الصّلوات والزّكاة والصّوم والحجّ والعمرة وغيرها من الواجبات ومعنى النّذر: الإيجاب، وقال مجاهد وعكرمة: إذا نذروا في طاعة اللّٰه وافوا به، أخبرنا أبوالحسن السّرخسيّ أخبرنا زاهربن أحمد، أخبرنا أبو إسحاق الهاشميّ، أخبرنا أبومصعب عن مالك عن طلحة بن عبد الملك الأيليّ عن القاسم بن محمّد عن عائشة زوج النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: من نذر أن يطيع اللّٰه فليطعه ومن نذر أن يعصى اللّٰه فلا يعصه(۳)

(۱) تفسير معالم التّنزيل للبغوي، ص:۲۸۶، تفسير سورة المائدة.
(۲) تفسير أنوار التّنزيل للبيضاوي: ۱/۲۳۱، تفسير سورة المائدة.
(۳) تفسير معالم التّنزيل للبغوي، ص:۹۴۹، تفسير سورة الدّهر.

تفسیر بیضاوی میں ہے: وعن ابن عبّاس رضي اللّٰه تعالٰى عنهما أنّ الحسن والحسين رضي اللّٰه تعالٰى عنهما مرضا، فعادهما رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم في ناس، فقالوا: يا أبا الحسن! لو نذرت على ولديك، فنذر عليّ وفاطمة رضي اللّٰه تعالٰى عنهما وفضّة جارية لهما صوم ثلاث إن برئا فشفيا وما معهم شيءٌ فاستقرض عليّ رضي اللّٰه عنه من شمعون الخيبريّ ثلاثة أصوع من شعير، فطحنت فاطمة رضي اللّٰه تعالٰى عنها صاعًا واختبزت خمسة أقراص، فوضعوا بين أيديهم ليفطروا، فوقف عليهم مسكين فأثروه وباتوا ولم يذوقوا إلّا الماء، واصبحوا صيامًا، فلمّا أمسوا وضعوا الطّعام وقف عليهم يتيم فأثروه، ثمّ وقف عليهم في الثّالثة أسير، ففعلوا مثل ذلك، فنزل جبرئيل عليه السّلام بهذه السّورة، وقال: خذها يا محمّد هناك اللّٰه في أهل بيتك(۱) فقط

(ھ) سورۂ منافقون کی غلط تفسیر

سوال: (ھ) آیت سورۂ منافقون کے تحت میں یہ تفسیر کی کہ جب عبداللہ بن ابی منافق بیمار ہوا تو اس نے اپنے لڑکے کو جس کا نام عبداللہ تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ایک پیراہن مانگ کر لاوے، تا کہ عذاب سے نجات ہو، پس عبداللہ نے جا کر عرض کیا؛ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیا کرتا دے دیا، اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مجھ کو نیا کرتا نہیں چاہیے، بلکہ وہ کرتا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے استعمال کیا ہو، جب رسول اللہ ﷺ نے دینے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ مانع ہوئے اور عرض کیا کہ یہ منافق ہے۔

الجواب: (ھ) سورۂ منافقون کی تفسیر جو مولوی عبداللہ شاہ بیان فرماتے ہیں صحیح نہیں ہے، اور کتب تفاسیر میں یہ تفصیل مذکور نہیں ہے۔

(و) سورۂ اخلاص کی غلط تفسیر

سوال: (و) سورۂ اخلاص کی تفسیر یہ بیان کی کہ خدا کو ''احد'' کہو ''واحد'' مت کہو، کیونکہ احد کے

---

(۱) تفسير أنوار التّنزيل للبيضاوي: ۴۰۳/۲، تفسير سورة الدّهر.

آگے کوئی لفظ نہیں ہے، اور واحد کے آگے اثنان، ثلاثہ، اربعہ وغیرہ ہیں۔

اس استفتاء کا جواب دونوں زبانوں یعنی عربی اور اردو میں آنا چاہیے، کیونکہ بہ نسبت اردو کے عربی کی ضرورت زیادہ ہے۔ (۲۰۳۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (و) سورۂ اخلاص کی یہ تفسیر کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گزری۔ فقط واللہ اعلم

کیا درج ذیل دو آیتوں میں تعارض ہے؟

سوال: (۱۶۸) آیت کریمہ: ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ اور آیت کریمہ: ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ﴾ (سورۂ زلزال، آیت: ۷) میں تعارض معلوم ہوتا ہے؟

(۱۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ''تقویٰ'' کے ایک معنی یہ ہیں کہ شرک وکفر سے بچنا، بعض مفسرین نے ﴿اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲۷) کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین ہی سے قبول فرماتا ہے، پس اس صورت میں جملہ مؤمنین اس میں داخل ہیں اگر چہ وہ گنہ گار ہوں، اب کچھ تعارض نہ رہا، اور ایک مطلب یہ ہے کہ قبول کامل پرہیز گاروں سے ہوتا ہے، فساق وفجار سے بھی اگر چہ اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں، مگر اس درجہ کے مقبول نہیں جیسے متقیوں سے، اس صورت میں بھی کچھ اشکال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آیت: مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ منسوخ ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت شریفہ: ﴿مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ﴾ (سورۂ احقاف، آیت: ۹) منسوخ ہے یا نہیں؟ اس آیت کے ظاہر معنی کیا ہے؟ اور کس علم کی نفی ہے؟ (۲۱۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس آیت کے ظاہر معنی میں وہی قول ہے جو قاضی بیضاوی، ابوسعود، شیخ زادہ علی البیضاوی وغیرہ میں مذکورہ ہے کہ نفی ہے درایت مفصلہ کی، چاہے علم متعلق امور دنیا سے ہو یا آخرت سے، اس واسطے کہ کوئی لفظ تخصیص کا موجود نہیں ہے، بیضاوی میں ہے: ﴿وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ

وَلَا بِكُمْ﴾ فِي الدَّارَيْنِ عَلَى التَّفْصِيلِ (۱) شیخ زادہ میں ہے: اختلف في أنّ المراد بما نفي عنه علمه ممّا يفعل به وبهم من أحوال الدّنيا أم من أحوال الآخرة والمصنّف حمله على ما هو أعمّ من أحوالِ الدُّينا والآخرة لعموم اللّفظ وعدم المخصّص (۲) اور یہ نفی ہے اس علم کی جو بغیر وحی کے ہو، کیونکہ اس آیت کے ساتھ ہے: ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ﴾ بیضاوی ہی میں ہے: وهو جواب عن اقتراحهم الإخبار عمّا لم يوح إليه من الغيوب، أو استعجال المسلمين أن يتخلّصوا من أذى المشركين (۱) آیت کا یہ مطلب بہ اعتبار لفظ کے ظاہر اور صریح ہے، اور اس صورت میں نسخ کی ضرورت نہیں ہے، تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوری فرماتے ہیں: والأصحّ عند العلماء أنّه لاحاجة إلى التزام النّسخ، فإنّ الدّراية المفصّلة غير حاصلة، وعلى تقدير حصولها فإنّه لم ينف إلاّ الدّراية من قبل نفسه، وما نفى الدّراية من جهة الوحى (۳) اور امام رازی، ابن جریر بغوی وغیرہ نے امور دنیا غیر متعلق شان نبوت کی نفی پر محمول کیا ہے، اور اس حمل کی وجہ شان نزول کا قصہ ہے، ان اقوال کی بناء پر بھی منسوخ نہیں ہے اور بعضوں نے نفی علم آخرت پر حمل کیا ہے، یعنی مآ أدري ما يفعل بي ولا بكم في الآخرة اور اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کفار نے اعتراض کیا تھا کہ جب ان کو اپنی نجات کی بھی خبر نہیں ہے تو ہم ان پر ایمان کیوں لائیں؟ محققین تو اس حمل کا انکار کرتے ہیں بلکہ محال کہتے ہیں مگر اس کی دو صورت ہوسکتی ہیں، علم آخرت کی نفی کی تخصیص بھی اگر مان لی جائے تو وہ علم اجمالی ہوگا جس کی نفی ہوئی ہے، یا تفصیلی، علم اجمالی کی نفی کی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ مرنے کے بعد میرا تمہارا کیا حال ہوگا، اس کا علم اجمالی بھی ہمیں نہیں ہے نعوذ باللہ، جو یہ مطلب لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت: ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ (سورۂ فتح، آیت:۲) کے نزول کے بعد یہ آیت منسوخ ہوگئی مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ امام ابن جریر، ابن

---

(۱) أنوار التّنزيل و أسرار التّأويل للبيضاوي: ۲/۲۹۶، تفسير سورة الأحقاف.

(۲) تفسير شيخ زاده على تفسير القاضي البيضاوي: ۳/۳۳۱، تفسير سورة الأحقاف.

(۳) غرائب القرآن و رغائب الفرقان المعروف بتفسير النيسابوريّ على هامش جامع البيان في تفسير القرآن للطّبريّ: ۲۶/۷، المطبوعة: المطبعة الميمنيّة، مصر.

خزیمہ، حسن بصری وغیرہ نے ناجائز اور محال کہا ہے کہ آیت کا یہ مطلب لیا جائے اور منسوخ کہا جائے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ عرصۂ دراز تک باوجود نبی ہونے کے واقعی آپ کو اپنی نجات میں شک تھا جو صریح باطل ہے، اس کے علاوہ اس آیت کے قبل سور بنی اسرائیل، جن، مزمل، مدثر، اعراف، مریم وغیرہ نازل ہوچکی تھیں، جس میں بڑی بڑی بشارتیں حضور ﷺ کے متعلق موجود ہیں، پھر نجات کے علم حاصل نہ ہونے کے کیا معنیٰ؟! اور علم آخرت تفصیلی مراد ہو تو وہ منسوخ نہیں ہے، یہ تمام معانی محکم وثابت غیر منسوخ ہیں، الغرض نسخ کسی صورت سے صحیح نہیں بنتا، حالانکہ عموم لفظ سے عدول کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حررہ ابوالبرکات محمد عبدالرؤف داناپوری

أقول بعد حمد الله والصّلاة والسّلام علىٰ رسوله: إنّ الرّاجح ما رجّحه المحقّقون كالرّازيّ والسّيوطيّ وابن جرير وأبي سعود والبغويّ والخازن وابن عبّاس في تفسيرهٖ وغيرهم من المفسّرين وأبي جعفر النّحاس في النّاسخ والمنسوخ وغيرهم من علماء هذا الفنّ الّذين لم يعدوا هذهٖ الآ ية المذكورة في السّؤال من المنسوخ كا لسّيوطيّ في اتّقانه، حتّى قال الشّاه ولي الله الدّهلويّ: أنّ المجمع على نسخ خمس آيات فقط ليست هذه منها(۱) من أنّ المراد بقولهٖ تعالىٰ: ﴿وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ﴾ في الدُّنيا لا في الآخرة لما يلزم على الثّاني من عدم علم النّبي بعد بعثته بما يصير إليه بعد الموت، وذلك خلل في إيمان من يعتقد ذلك وعليه فالرّاجح عدم النّسخ كما صرح به غير واحد من المحقّقين والله أعلم، أمّا أنا فالّذي اعتقده واتّق الله عليه هو ماذهب إليه القاضي البيضاوي في تفسيرهٖ وهو أنّ الآية واردة في نفي علم رسول الله بأحوال الدّنيا والآخرة تفصيلاً لا إجمالاً حيث قال رضي الله عنه: ما نصّه: ﴿وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا

(۱) قال السّيوطيّ موافقًا لابن العربيّ : فهذهٖ إحدى و عشرون آيةً منسوخةٌ ، على خلافٍ في بعضها؛ ولايصحّ دعوى النّسخ في غيرها؛ والأصحّ في آيتيِ الاستئذان والقسمة الإحكام وعدم النّسخ فصارت تسعَ عشرةَ آيةً ؛ و على ما حرّرنا لا يتعيّن النّسخ إلّا في خمسِ آياتٍ . (الفوز الكبير مع العون الكبير، ص:۱۵۸، الفصل الثّاني في معرفة النّاسخ والمنسوخ، قبيل الفصل الثّالث)

بِكُمْ﴾ في الدّارين على التّفصيل إذ لا علم لي بالغيب (۱) قلت: أي على التّفصيل كلّياتها وجزئياتها، إذ ذٰلك من اختصاصياته تعالىٰ وحده لاشريك له وذلك لاينافي أنّ اللّٰه تعالىٰ اطّلعه على كثيرمن المغيبات الّتي لم يطلع عليها أحدًا من خلقه سواه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، هٰذا ما اعتقده، والسّلام على من اتّبع الهدٰی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ احمد موسیٰ مصری امام مسجد کلکتہ

جب ایک جماعت مفسرین ومحققین علماء کے نزدیک بلانسخ کے آیت کا مطلب صحیح بن جاتا ہے تو پھر نسخ کا احتمال غیر ضروری ہے، علاوہ ازیں احتمال نسخ سے نسخ نہیں ہوسکتا، عبدالوہاب بہاری، مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ۔

القول بالنّسخ في هذهٖ الآية ممّالا يحتاج إليه ، لأنّ لها محملاً صحيحًا لايحوم حوله النّسخ مع أنّ النّسخ بالاحتمال لا يثبت فالقول بأنّها محكم صحيح لاسترة فيه.

عبدالصمد اسلام آبادی، مدرس مدرسہ عالیہ۔

للّٰه درّالمجيب، فقد صرّح بالصّواب في الجواب. حرّره العبدالسّيّد محمّد أمير علي، مدرّس مدرسة عالية .

أجاب من أصاب. محمّد يحيٰى مدرّس مدرسة عالية.

قد أصاب من أجاب. محمّد عبد الشّكور، مدرّس مدرسة عالية كلكته .

هذا الجواب صواب، وما أحسن ما ذكرالنّيسابوري من معنى الدّراية أنّ نفيه من جهة نفسه لا من جهة الوحي، والحقّ أن قرن الصّحابة والتّابعين لم يُنْقَل منهم أنّ هذهٖ الآية منسوخ مع أنّ الجمل الأخبارية لامجال للنّسخ فيه ، ومن ادّعى النّسخ فلا معوّل له عن جهة النّقل، بل نهايته التّأويلات الكاسدة .

حررہ محمد ناظر حسن، مدرس مدرسہ العالیہ

یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اور نہ اس میں احتمال نسخ ہے، لأنّه خبر اور جوکسی نے منسوخ کہا ہے وہ مجازًا۔ محمد اسحاق، مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۱) أنوار التّنزيل و أسرار التّأويل للبيضاوي: ۲/۲۹۶، تفسير سورة الأحقاف .

أقول و بالله التّوفيق: اختلف في معنى الآية، فاختار بعض المفسّرين كصاحب الجلالين: أنّ المراد نفى الدّراية بالفعل به وبهم في الدّنيا وهو منقول عن الحسن، و قال ابن الجوزيّ: الصّحيح في معنى الآية قول الحسن واختار بعض المفسّرين أنّ المراد نفى الدّراية في الآخرة، وقدمه البغويّ على الأوّل وأسند في تائيده حديثًا في قصّة عثمان بن مظعون رضي الله تعالىٰ عنه والله مَآ اَدْرِىْ وأنَا رسول الله مايفعل بي ولابكم. قال البغوي: هوقول أنس وقتادة وحسن وعكرمة وزادالقرطبي ابن عبّاس والضّحّاك و معنى النّسخ على قولى هٰؤلآء الأكابر من الصّحابة والتّابعين أنّ نفى الدّراية قبل الإعلام بمغفرة الذّنوب المتقدّمة والمتأخّرة، والغرض منه ردّ قول الكفار الّذين فرحوا بنزول هٰذهِ الآية وقالوا: كيف نتّبع نبيًا لايدري ما يفعل به ولا بنا، فأنزل الله ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ﴾(الفتح:٢) فقالت الصّحابة رضي الله عنهم أجمعين هنيئًا لك يا نبيّ الله إلخ وتفصيله في معالم التّنزيل للبغوي (١) واختار البيبضاوي وغيره نفى الدّراية في الدّارين ولامانع منه ولٰكن لاينبغي أن يرد أقوال الأكابر ويعرض عن تفسير السّلف فإنّهم هم المتبوعون والمعمول عليهم في هذا الباب والله تعالىٰ أعلم بالصّواب وعنده علم الكتاب .

کتبه: عزيزالرّحمان، مفتي دارالعلوم ديوبند

قرآن شریف میں کوئی آیت منسوخ ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۰) قرآن شریف میں کوئی آیت منسوخ العمل بھی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۴۲۳ھ)

الجواب: بعض آیات ایسی ہیں جن کا حکم منسوخ ہے اوروہ معمول بہا نہیں ہیں (۲) جیسے: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِىَ دِيْنِ﴾ (سورۂ کافرون، آیت:٦) وغیرہ کہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ فقط

(١) تفسير معالم التّنزيل للبغوي، ص:٨١٠، تفسير سورة الأحقاف .

(۲) متأخرین کی اصطلاح کے اعتبار سے موجودہ قرآن شریف میں کوئی آیت منسوخ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک بعض آیتیں منسوخ ہیں، لیکن ان کی تعداد اور تعیین میں بہت اختلاف ہے، اور محققین کے نزدیک کوئی آیت منسوخ نہیں، الفوز الکبیر کی شرح العون الکبیر میں ہے: ==

== والثّالثة:وجود الآيات المنسوخة في هذا القرآن الّذي هو بأيدينا، فذهب الجمهور إلى وجودها، واختلفوا في إحصاء ما نسخ منه ، فأكثر منه القدماء لتوسّعهم في إطلاق النّسخ ، وما زال المتأخّرون يَسْعَوْن في تقليله حتّى جعله الشّيخ السّيوطيّ نحوعشرين، وزاد عليه في التّقليل صاحبنا الإمام حجّة الهند و نا بغتها في كتابه هذا حتّى حصره في خمسة ، و ذهب جماعة في القديم والحديث إلى إنكار وجود الآيات المنسوخة في القرآن ، حتّى قال الشّيخ عبيد اللّٰه بن الإسلام السّنديّ(تلميذ شيخ الهند) في كتابه: *شاہ ولی اللہ اوران کا فلسفہ* بالأرديّة ما تعريبه : ظنّيّ: أن أصل مقصود الإمام ولي اللّٰه أن لا وجود للآيات المنسوخة بالكلّيّة في القرآن الكريم؛ ولكنّه رحمه اللّٰه لم يصرح بذلك للمصلحة ، لأنّ صراحته يشبه قوله بقول المعتزلة ، فيطرح عامّةُ أهل العلم قولَه ، ويفوت الغرض الأصليّ الّذي يروم ، فاختار أسلوبًا حكيميًّا فبين توجيه الآيات المشكلة ، وسلّم النّسخ في الآيات السّهلة أهـ (ص:۷۵) ويؤيّد ما قاله ابن الإسلام صنيع الإمام في هذا الكتاب فإنّه أشار إلى أن هذا الاختلاف ليس اختلافًا حقيقيّا بل هو اختلاف لفظيّ ، راجع إلى اختلاف اصطلاح القوم في معنى النّسخ ، وكتب المصنّف في التّفهيمات الإلٰهيّة (۲:۱۷۳): للمفسّرين فيما بينهم اختلاف كثير، و لما فتشنا أقاويلهم، وحذقنا النّظر فيها وجدناها على صنوف ...... ومنها: اختلافهم في النّسخ والحقّ عندي : أنّ ذلك باجتهاد واستنباط ، ولذلك قال أئمّة الأصول: لا يعض بالنّواجذ على قولهم بالنّسخ حتّى يُكْشفوا جلية الحال ، وبيّنوا أنّ الآية الأولى نزلت يوم كذا ، والثّانيّةَ يوم كذا، بشيء يسكن إليه القلب اهـ. فيميل القلب إلى قول الإمام المحدّث الكبير الشّيخ محمّد أنور شاه الكشميريّ:لا يكاد يوجد شيء في القرآن المتلو منسوخًا في الحكم بحيث لا يبقى حكمه في وجه من الوجوه ، أو مَحْمل من المحامل ، بل لا جرم يوجد حكمه مشروعًا في مرتبة من المراتب ، وحال من الأحوال و زمانٍ من الأزمانأهـ (حكاه تلميذه العلاّمة محمّد يوسف البنّوريّ في يتيمة البيان تقدمة مشكلات القرآن، ص:۷۹) وادعى في أماليه: أنّ النّسخ لم يرد في القرآن رأسًا، أعني بالنّسخ : كون الآية منسوخة في جميع ماحوته ، بحيث لا تبقى معمولة في جزئيّ من جزئياتها ، فذلك عندي غير واقع ، و ما من آية منسوخة إلاّ وهي معمولة بوجه من الوجوه ، وجهة من الجهات اهـ (فيض الباريّ بشرح صحيح البخاريّ: ۳/۱۴۷، و راجع البرهان في علوم القرآن للإمام الزّركشيّ:۲/۴۲-۴۳)

سوال: (۱۷۱) قرآن شریف میں ناسخ ومنسوخ ہیں یا نہ؟ اگر ہیں تو کیا وجہ جب کہ باری تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے۔ (۱۳۴۲/۶۳۷ھ)

الجواب: نسخ کی حکمت خود قرآن شریف میں مذکور ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۰۶) اس کے متعلق تفاسیر کو دیکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ابن مسعود معوّذتین کو قرآن نہیں سمجھتے تھے؟

سوال: (۱۷۲) مولوی عبدالشکور صاحب نے مناظرہ حصہ دوم میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو کلامِ الٰہی تو جانتے تھے، مگر اس کو قرآن نہ سمجھتے تھے یہ صحیح ہے یا نہ؟ علاوہ بریں یہ بھی لکھتے ہیں کہ قرآن شریف یوں ہی بین الدفتین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحریر ہو رہا تھا، تو اس میں معوذتین لکھی ہوئی تھیں یا نہیں؟ اگر لکھی ہوئی نہیں تھیں تو مولوی صاحب کا یہ لکھنا کیسا ہے؟ اور اگر تھیں تو حضرت ابن مسعود کے اعتراض کے کیا معنی؟ (۱۳۳۴-۳۳/۵۲۰ھ)

الجواب: مولانا عبدالشکور کے اس قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کو مصحف میں لکھنا درست نہ جانتے تھے، مگر بعض علمائے محققین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس نسبت کا انکار کیا ہے، اور بعض نے تاویل کی ہے، اتقان میں منقول ہے: **والأغلب على الظّنِ أنّ نقل هٰذا المذهب عن ابن مسعود رضي الله عنه نقل باطل و بهٖ يحصل الخلاص عن هـذهٖ العـقدة ، وكذا قال القاضيّ أبوبكر: لم يصح عنه أنّها ليست بقرآن ولاحفظ عنه ، إنّما حكاها و أسقطها من مصحفهٖ إنكارًا لكتابتها لاجحدًا لكونها قرآنًا لأنّه كانت السُّـنَّةُ عنده ، أن لا يكتب في مصحف إلّا ما أمر النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بإثباتهٖ فيه ، ولـم يـجـده كتـبٌ ذلك ولاسـمـعــه أمـربــهٖ ، وقـال النّووي في شرح المهذب: أجمع المسلمون على أنّ المعوّذتين والفاتحة من القرآن إلخ** (۱) پس جب کہ اجماعًا معوذتین قرآن شریف میں داخل ہیں تو پھر اس میں بحث کرنا فضول ہے۔

(۱) الإتقان في علوم القرآن للسّيوطي، ص: ۱۱۴. المقدمة ، النّوع الثّاني والثّالث ...... والسّابع والعشرون: معرفة المتواتر والمشهور إلخ ، المطبوعة: مطبع أحمدي .

سورۂ براءت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی مستحب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۳) قرآن شریف میں کوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایسی بھی ہے جو پڑھی نہ جاوے؟ (۷۷۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: قرآن شریف میں ہر ایک سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے، سوائے سورۂ توبہ یعنی سورۂ براءت کے، پس سوائے سورۂ توبہ کے ہر ایک سورت کے اوّل بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھنی مستحب ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) بیان القرآن میں ہے: (۱) جوشخص خود سورت (براءت) سے قراءت شروع کرے، (۲) یا اس کے درمیان سے کہیں سے شروع کرے اِن دونوں حالتوں میں وہ بسم اللہ پڑھے، (۳) اور جو اوپر سے پڑھتا آتا ہو وہ بدون بسم اللہ اس سورت کو شروع کردے جیسا کہ مطلقًا سب سورتوں کے اجزاء کا یہی حکم ہے، پس یہ جو آج کل حفاظ نے دستور نکالا ہے کہ پہلی دو حالتوں میں بھی بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ تینوں حالتوں میں ایک تراشیدہ عبارت أعوذ باللّٰہ من النّار إلخ پڑھا کرتے ہیں، اس سے اوّل کی دو حالتوں میں دو بدعتیں لازم آتی ہیں، ایک بسم اللہ نہ پڑھنا اور ایک وہ عبارت پڑھنا، اور اخیر حالت میں ایک بدعت لازم آتی ہے، یعنی وہ عبارت پڑھنا، پس مجموعہ تین حالت میں پانچ بدعتوں کا ارتکاب ہوتا ہے، جیسا کوئی اور کسی جزو سورت کے ساتھ یہی معاملہ کرنے لگے، یقینًا وہ مخالف سنت ہوگا، خوب سمجھ لو! (بیان القرآن: ۴/ ۹۵، فائدۂ پنجم، مطبوعہ: اشرف المطابع، تھانہ بھون، مظفر نگر)

اور سورۂ براءت کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے بیان القرآن میں ذکر کی ہے وہ درج ذیل ہے:

فائدۂ چہارم: اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ خود حضرت عثمان جامع القرآن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ ترمذی سے نقل کی جاتی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ آپ حضرات نے انفال کو جو کہ ''مثانی'' سے ہے اور براءت کو جو کہ ''مئین'' سے ہے ترتیب قرآنی میں پاس پاس رکھا، اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی، اور انفال کو ''سبع طوال'' میں رکھ دیا، اس کا کیا باعث ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ میں کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا، جب کوئی آیت آتی آپ کسی کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو۔ ==

تَرْجُوْا مفرد کا صیغہ ہے، اس کے آخر میں الف کیوں لکھا جاتا ہے؟

سوال: (۱۷۴) سورۂ قصص کے آخر کے رکوع میں جو یہ آیت ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْآ اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ﴾ (سورۂ قصص، آیت: ۸٦) اس میں تمام مصحفوں میں تَرْجُوْا کے آخر میں بعد واو کے الف لکھا ہے حالانکہ یہ صیغہ مفرد کا ہے جمع نہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ (۴۸۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قرآن شریف کی کتابت میں رسم خط مصحف امام کا اتباع لازم ہے اگر چہ وہ قواعد معروفۂ نحو وصرف کے خلاف ہو کیونکہ وہ قواعد اکثریہ ہیں نہ کلیہ، پس چونکہ مصحف امام میں ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا﴾ میں ﴿تَرْجُوْا﴾ واو اور الف کے ساتھ لکھا ہے، لہٰذا اسی طرح لکھنا چاہیے، خزانۃ الرسوم فی مرسومات العثمانیہ میں ہے: تَرْجُوْا بواو والف است اگر چہ جمع نیست انتہی (۱) فقط

مضارع کو ماضی کے معنی میں استعمال کرنے کا کیا قاعدہ ہے؟

سوال: (۱۷۵) ﴿مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۵۹) اس آیت میں فَيَكُوْنُ جو مضارع ہے بہ معنی ماضی استعمال ہوا ہے یہ کس قاعدہ سے؟ اور کس وقت ماضی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے؟ (۱۵۹۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: لفظ فَيَكُوْنُ کبھی اپنے اصلی معنی حال یا استقبال میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ اس

== اسی طرح جب دوسری آیت آتی تب بھی یوں ہی فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں رکھ دو، اور انفال اُن سورتوں میں سے تھی جو مدینہ میں اوّل اوّل نازل ہوئیں اور براءت آخر قرآن سے تھی اور دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا میں سمجھا کہ یہ اسی کا جزو ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور آپ نے اس کی تصریح نہ فرمائی؛ اس لیے میں نے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا، اور بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور انفال کو ''سبع طوال'' میں رکھ دیا۔ (بیان القرآن: ۴/۹۴، تفسیر سورۂ توبہ)

(۱) یہ عبارت جس کتاب کی ہے وہ دستیاب نہیں، البتہ نثر المرجان میں ہے: ﴿تَرْجُوْا﴾ بالتّاء الفوقانيّة مفتوحة، وضمّ الجيم على الخطاب والبناء للفاعل، وبزيادة الألف بعد الواو بالاتّفاق تشبّهًا لها بواو الجمع في التّطرف كما نصّ عليه الدّاني وغيره. (نثر المرجان في رسم نظم القرآن: ۵/۲۱۹ سورة القصص، المطبوعة: شمس الإسلام، حيدر آباد)

آیت میں ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ (سورۂ یٰسٓ، آیت:۸۲) کیونکہ اس کا ترجمہ اس طرح ہے کہ امر باری تعالیٰ یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا فرمانے کا اراہ فرماتا ہے تو اس کو فرماتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے، اور کبھی فکان کے معنی میں یعنی ماضی میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ مثال مذکور فی السوال وامثالہ میں ہے، اور یہ قرائن پر موقوف ہے، جیسا قرینہ ہوتا ہے ویسے معنی لیے جاتے ہیں، ایک قاعدہ نحویوں میں ''حکایت حال ماضیہ'' کا بھی ہے کہ امر گذشتہ کو صیغۂ مضارع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سورۂ مائدہ میں وَالصّٰبِئُوْنَ بالواو ہی ہے، یہ سہو کاتب نہیں

سوال: (۱۷۶) قرآن مجید میں دو جگہ اِنَّ کے بعد مطابق قاعدہ کے ﴿وَالصّٰبِئِیْنَ﴾ آیا ہے (۱) ایک جگہ خلاف قاعدہ ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ واقع ہوا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ میری رائے ناقص میں یہ سہو کاتب ہے۔ (۵۶۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: سورۂ مائدہ، پارہ ۶، دسویں رکوع میں جو ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۶۹) ہے، یہاں ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ بالواو ہی ہے یہ سہو کاتب نہیں ہے، بلکہ مصحفِ عثمانی میں اسی طرح ہے، اور یہاں بہ اتفاق قراء ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ واو کے ساتھ ہے، چنانچہ معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے: وكان حقه ﴿وَالصّٰبِئِیْنَ﴾ وقد ذكرنا في سورة البقرة وجه ارتفاعه، وقال سيبويه: فيه تقديم و تأخير، تقديره: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ إلىٰ آخر الآية﴾ ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ كذلك إلخ (۲) اور سورۂ بقرہ میں وجہ رفع یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ مبتدا ہے خبر اس کی محذوف ہے، جیسا کہ سیبویہ سے نقل کیا، اور جب کہ قراءت ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ متواتر ہے اور ترکیب اس کی صحیح ہوسکتی ہے تو پھر اگر کسی کی تسلی نہ ہو تو اس کی وجہ سے قراءت متواترہ نہ چھوڑی جاسکتی ہے، اور نہ اس سے انکار ہوسکتا ہے اور

---

(۱) (الف) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۶۲)

(ب) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (سورۂ حج، آیت:۱۷)

(۲) تفسير معالم التنزيل للبغوي، ص:۲۸۹، تفسیر سورۂ مائدہ۔

نہ سہو کاتب پر محمول ہوسکتا ہے، اور جو شخص محاورات اہل عرب سے واقف اور اس میں ماہر ہوگا وہ ہرگز اعتراض نہیں کرسکتا کیوں کہ تغییر نسق کلام عرب میں برابر معروف ومستعمل ہے، اور تغییر اسلوب کلام عین بلاغت سمجھا تا ہے(۱) کما قال في المعالم: ومن شأن العرب أن تغير الإعراب إذا طال

---

(۱) اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیتوں میں مشہور نحوی قاعدے کی خلاف ورزی کی گئی ہے، مثلاً سورۂ نساء کی آیت:۱۶۲ میں ہے: ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ حالانکہ یہاں نحوی قاعدے کے اعتبار سے ﴿وَالْمُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ہونا چاہیے تھا، اسی طرح سورۂ طٰہ کی آیت:۶۳ میں ہے: ﴿اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ حالانکہ یہاں نحوی قاعدے کے اعتبار سے اِنَّ هٰذَيْنِ ہونا چاہیے تھا، نیز سورۂ مائدہ کی آیت:۶۹ میں ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ﴾ حالانکہ یہاں وَالصّٰبِئِيْنَ ہونا چاہیے تھا —— ان ارشادات خداوندی کے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سَتُقِيْمُهَا الْعَرَبُ بِأَلْسِنَتِهَا: عرب عنقریب اپنی بول چال سے ان کو درست کردیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب شاہ صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ مشہور تعبیرات و محاورات کی مخالفت کرنا بھی ایک تعبیر اور محاورہ ہے، چنانچہ قدیم عرب خطبوں اور عام گفتگو کے دوران بسا اوقات ایسے جملے استعمال کرتے تھے جو مشہور قاعدے کے خلاف ہوتے تھے، مثلاً مسلم شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

إنّ مِنْ أَمَنِّ النّاسِ عَلَيَّ في صحبَتِهِ و مالِهِ أبوبكر (مشکاۃ شریف،ص:۵۵۴) بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے اپنی رفاقت اور مال میں ابوبکر ہیں۔

اس ارشاد نبوی میں ''ابوبکر'' إنّ کا اسم ہے، مگر مرفوع ہے، یہ مشہور قاعدہ کی خلاف ورزی ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری کو جو جاگیر عطا فرمائی تھی اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مروی ہے: شَهِدَ بِهِ أبو بكر بنُ أبو قُحافةَ و عليّ بنُ أبو طالبٍ و معاويةُ بنُ أبو سفيانَ (برحاشیہ مشکاۃ شریف،ص:۵۵۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ابو قحافہ، ابو طالب اور ابوسفیان تینوں مضاف الیہ ہونے کے باوجود مرفوع ہیں، یہ بھی مشہور قاعدہ کی خلاف ورزی ہے۔

اور قرآن کریم چوں کہ قدیم عربوں کی زبان ولغت میں نازل ہوا ہے؛ اس لیے ممکن ہے کہ کہیں ''واؤ'' کی جگہ ''یاء'' اور ''یاء'' کی جگہ ''واؤ'' آئے، یا تثنیہ کی جگہ مفرد، اور مذکر کی جگہ مؤنث آئے، لہٰذا ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ﴾ کو مرفوع سمجھ کر تفسیر کرنی چاہیے، اور اِنَّ هٰذٰنِ اور وَالصّٰبِئُوْنَ کو منصوب مان کر تفسیر کرنی چاہیے، کیوں کہ یہی تفسیر صحیح اور راجح ہے۔ (الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر،ص:۴۸۲، نحوی ترکیب کے بارے میں اہم ہدایت اور انوکھی تحقیق، مطبوعہ: الامین کتابستان، دیوبند)

الکلام والنّسق، و مثله في سورة النّساء: ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ﴾ وفي سورة المائدة: ﴿وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى﴾ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خمر کی تعریف اور اس کا حکم

سوال: (۱۷۷)......(الف) کلام پاک کے لفظ خمر کی کیا تعریف ہے؟

(ب) اس سے مراد شراب ہے یا عام نشیلی چیز؟

(ج) عربی میں شراب کا مرادف خمر ہے یا کیا؟

(د) کیا نمک ڈالنے سے شراب نشیلی نہیں رہتی؟

(ھ) نمک ڈال کر استعمال شراب کا جائز ہوگا؟ (۱۳۴۲/۴۴۸ھ)

الجواب: حدیث شریف میں یہ وارد ہے: کلّ مسکرٍ خمرٌ و کلّ مسکرٍ حرامٌ (۲) یعنی ہر ایک نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر ایک نشہ والی چیز حرام ہے، اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے: ما أسکر کثیرہ فقلیله حرامٌ (۳) یعنی جس چیز کی کثیر مقدار میں نشہ ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، پس ان دونوں قاعدوں کو محفوظ کرنے سے جملہ سوالات ضروریہ کا جواب حاصل ہوسکتا ہے، اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر شراب کا سرکہ بنالیا جائے جس طریق سے بھی سرکہ بن جائے مثلاً سرکہ اس میں ڈال دیا جائے یا نمک وغیرہ ڈال کر سرکہ بن جائے اور نشہ جاتا رہے تو وہ حلال ہے، اور جائز ہے اب نمبروار مختصر جواب:

(الف، ب، ج) خمر سے مراد عام نشہ والی اشیاء ہیں اور وہی شراب بھی ہے۔

---

(۱) تفسیر معالم التّنزیل للبغوي، ص:٦٦، تفسیر سورۂ بقرہ۔

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: كلّ مسكر خمر وكلّ مسكر حرام، الحديث، رواه مسلم (مشكاة المصابيح: ص:۳۱۷، كتاب الحدود، باب بيان الخمر و وعيد شاربها، الفصل الأوّل)

(۳) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ما أسكر كثيرهٗ فقليلهٗ حرامٌ (جامع التّرمذي: ۸/۲، أبواب الأشربة، باب ما جآء ما أسكر كثيرهٗ فقليلهٗ حرامٌ)

(د-ھ) یہ امر اہل تجربہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ آیا نمک سے نشہ جاتا رہتا ہے اور شراب کا سرکہ بن جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نشہ شراب کا نمک سے زائل ہوجائے اور وہ سرکہ بن جائے تو جائز ہے، درمختار میں ہے کہ شراب میں سرکہ ڈال کر اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ وہ شراب سرکہ ہوجائے اس وقت وہ حلال اور پاک ہے(۱) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

تلاوت کے وقت دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸) اگر کوئی شخص کلام مجید کی کوئی سورت پڑھ رہا ہے، اور اس کے دل میں خیال آئے کہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے، تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۹۲۳ھ)

الجواب: دل میں ایسا وسوسہ آنے سے کفر نہیں ہوتا، مگر اس خیال کو دفع کرے، اور یہ خیال کرے اور سمجھے کہ میں اللہ کا کلام پڑھ رہا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلم کو ترجمۂ قرآن دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۱۷۹) قرآن مجید کی تفسیر یا ترجمہ جو مرہٹی یا کسی اور زبان میں کرایا گیا ہے، پڑھنے کے لیے کسی غیر مسلم شخص کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے ترجمہ کو غیر مسلم کا مس کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ ترجمہ یا تفسیر بالا کے ساتھ اصل قرآن شریف عربی یا اور کسی زبان میں مکتوب نہیں ہے۔ (۱۳۴۳/۲۰۶۱ھ)

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ تفسیر اور ترجمۂ قرآن کا وہ حکم نہیں ہے جو قرآن شریف کا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ تفسیر اور ترجمۂ قرآن کا مس کرنا محدث کو جائز ہے یا نہیں، بعض

---

(۱) وأمّا طهارتها بانقلابها خلاًّ فهي ثابتة بنصّ المجتهد أخذًا من إطلاق حديث : نعم الإدام الخلّ (الشّامي: ۱۰/۲۹، كتاب الأشربة)

الخمر ...... إذا خلّلهٗ بعلاج بالملح أو بغيره، يحلّ عندنا (الفتاوىٰ الهنديّة: ۵/۴۱۰، كتاب الأشربة–الباب الأوّل في تفسير الأشربة إلخ)

روایات سے جواز اور بعض سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: **والتّفسير كمصحف إلخ** (۱) اوراشباہ ونظائر سے منقول ہے: **و قد جوّز أصحابنا مسّ كتب التّفسير لمحدث، و لم يفصلوا بين كون الأكثر تفسيرًا أو قرآنًا، ولوقيل به اعتبارًا للغالب لكان حسنًا إلخ** (۱) اور یہ بھی درمختار میں ہے: **ويمنع النّصراني من مسّه، وجوّزه محمّدؒ إذا اغتسل إلخ** (۱) روایات مذکورہ بالا سے گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ غیر مسلم کو ترجمۂ قرآن شریف جو کہ مرہٹی یا اور کسی زبان میں ہو اور اصل قرآن عربی اس میں نہ ہو دیا جاسکتا ہے، خصوصًا جس صورت میں کہ اس میں نیت یہ ہو کہ شاید اس کو ہدایت ہو جائے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **و لا بأس بتعليمه القرآن و الفقه عسٰى (أن) يهتدى إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں اِیَّاہُ نَعْبُدُ وَ اِیَّاہُ نَسْتَعِیْنُ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۰) ایک واعظ صاحب نے خطبہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی، مگر یہ یوں پڑھی اِیَّاہُ نَعْبُدُ وَ اِیَّاہُ نَسْتَعِیْنُ میں نے بتلایا کہ یہ فاتحہ نہ ہوئی یہ تو دعا ہوئی جس کا کچھ حصہ قرآن کا ہے اور کچھ نہیں، تو ایسا پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ (۶۲/۷۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ تاویل ہوسکتی ہے جو آپ نے بتلائی اور بتاویل مذکور جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سَلْ مِنْ اَهْلِ عِلْمٍ کو کلام پاک کی آیت کہنا

سوال: (۱۸۱) جو شخص جملہ: سَلْ مِنْ اَهْلِ عِلْمٍ کو کلام مجید کی آیت کہے اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۷۰۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ اس سے خطاء ہوئی، آئندہ بلا تحقیق ہر ایک عربی عبارت کو قرآن کی آیت نہ کہہ دے، باقی غلطی اکثر ہو جاتی ہے اس میں احتیاط کرنی چاہیے۔ اصل آیت یہ ہے: ﴿فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۲) حاصل اس آیت کا بھی یہی ہے جو عبارت مذکورہ کا مطلب ہے

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱/ ۲۸۶-۲۸۷، كتاب الطّهارة، قبيل باب المياه .

(۲) سورۂ نحل، آیت: ۴۳۔ سورۂ انبیاء، آیت: ۷۔

یعنی سوال اہل علم سے کرنا چاہیے۔ کما ورد في الحدیث: شفاء العيّ السّؤال(۱) فقط واللہ اعلم

ہاروت وماروت کا قصہ معتبر نہیں

سوال: (۱۸۲) ہاروت وماروت کا قصہ جو بعض تفاسیر میں ہے وہ معتبر ہے یا نہ؟

(۱۳۴۰/۱۶۴۷ھ)

الجواب: یہ قصہ ہاروت وماروت کا بعض تفسیروں میں لکھا ہے، لیکن کچھ معتبر نہیں ہے۔ فقط
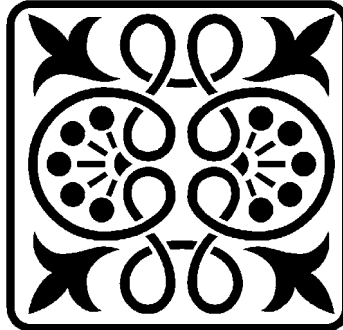
(۱) عن جابر رضي اللّٰہ عنه قال: ...... فإنّما شفاء العيّ الحدیث. (سنن أبي داوٗد، ص:۴۹، کتاب الطّهارة – باب المجدور یتیمّم)

حدیث کا بیان

حدیث: وحی غیر متلو ہے

سوال: (۱۸۳)......(الف) حدیث: وحی سے نازل ہوئی ہے یا نہ؟

(ب) حدیث: رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اور آپ کے سامنے لکھی گئی یا تین سو سال کے بعد لکھی گئی ہیں؟ (۱۳۴۲/۲۴/۷ھ)

الجواب: (الف) حدیث وحی متلو مثل قرآن کے نہیں ہے، البتہ وحی غیر متلو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى﴾ (سورۂ نجم، آیت: ۳-۴)

(ب) بعض احادیث آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی لکھی گئی ہیں جیسا کہ زکاۃ کی مقادیر میں کتاب رسول اللہ مشہور ہے، اسی طرح بعض دیگر احادیث بھی لکھی گئی ہیں، اور اکثر احادیث بعد زمانہ آنحضرت ﷺ کے لکھی گئی ہیں اور جمع کی گئی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احادیث کی تدوین بدعت نہیں

سوال: (۱۸۴) احادیث کی تدوین بعد قرون ثلاثہ کے ہوئی تو یہ بدعت ہونی چاہیے؟

(۱۳۴۵/۷/۱۱ھ)

الجواب: جس کی اصل قرون ثلاثہ میں ہو وہ بدعت نہیں ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ تدوینِ احادیث: قرون ثلاثہ میں شروع ہوگئی ہے، لہٰذا یہ بدعت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کو صحیح کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال: (۱۸۵) علاوہ صحاح ستہ کے جو دیگر کتب حدیث کا نام صحیح ہے وہ کیوں ہے؟
(۲۵۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صحاح ستہ کے سواء وہ کتابیں کہ جن کو ائمہ حدیث نے خود ایسے اسماء کے ساتھ موسوم کیا ہے جو خود ان کی صحت کو بتلا رہے ہیں ان میں اکثر احادیث صحیح ہیں جیسے صحیح ابن حبان، صحیح ابن خذیمہ، صحیح ابن سکن وغیرہ وغیرہ، پھر اسی طرح معجم طبرانی، مستدرک حاکم، سنن دار قطنی، مسند دارمی، مصنف ابن ابی شیبہؒ، مصنّف عبدالرزاق ان سب کتابوں میں بھی بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

یہ کہنا کہ بخاری شریف قول رسول نہیں: کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۶) اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بخاری شریف قول رسول نہیں ہے، کیونکہ غیروں سے نقل کیا ہوا ہے؛ اس لیے قول رسول ہونے میں شک ہے، بلکہ امام بخاری نے اپنی طرف سے استنباط کیے ہیں، تو بناءً علیہ شخص مذکور پر کیا الزام شرعًا آتا ہے؟ (۵۸۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: صحیح بخاری نام ہے اس کتاب حدیث کا جس میں بہ کثرت احادیث رسول اللہ موجود ہیں، اور وہ اقوال وافعال رسول اللہ ہیں جو سند صحیح سے کتاب مذکور میں موجود ہیں، اور آثار صحابہ وتابعین وائمہ دین بھی اس میں موجود ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کا خود اپنا اجتہاد اور مسائل اجتہادیہ بھی اس میں موجود ہیں، لیکن غالب حصہ اس میں اقوال وافعال رسول اللہ کا ہے، پس علی الاطلاق یہ کہنا کہ بخاری شریف میں اقوال رسول اللہ نہیں ہیں فسق ومعصیت ہے، اور قائل فاسق ومبتدع ہے، اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ تمام بخاری شریف قول رسول اللہ نہیں ہے، بلکہ اس میں دیگر اقوال علاوہ اقوال رسول اللہ کے بھی ہیں تو یہ صحیح ہے کیونکہ اس میں آثار واقوال ائمہ مجتہدین وغیرہم بھی موجود ہیں، لیکن یہ کہنا کسی حال روا نہیں ہے کہ بخاری شریف قول رسول اللہ نہیں ہے۔

بخاری اور ترمذی کی حدیثوں میں تطبیق

سوال: (۱۸۷) بخاری شریف میں ہے: الحلال بیّنٌ والحرام بیّنٌ، و بینهما مشتبهاتٌ

لایَعْلَمُها کثیرٌ من النّاس فمن اتّقی المشتبهاتِ استبرأ لِدِینهٖ و عِرْضِهٖ إلخ (۱) ابن ماجہ اور ترمذی میں ہے: الحلال ما أحلّ اللّٰه في کتابهٖ ، والحرام ما حرّم اللّٰه في کتابهٖ ، و ما سَکَتَ عنه فهو ممّا عفا عنه (۲) پہلی حدیث میں حلال اور حرام کے بیچ میں مشتبہات ہیں، جن سے بچنا استبراء دین وعرض کا سبب ہے، اور دوسری حدیث میں حلال اور حرام کے بیچ میں مسکوت عنہا معاف ہیں، اس تعارض کا کیا جواب ہے؟ (۸۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: أقول و باللّٰه التّوفیق: دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں ہے، مسکوت عنہ سے وہ مراد ہے جس میں کچھ شبہ حرمت کا نہ ہو اور دلیل حرمت اس میں نہ پائی جاوے، پس مطلب یہ ہے کہ ما سکت عنه فهو غیر مشتبه فهو عفو .

کیف ما اتّفق احادیث پر عمل کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۸) عام طور سے حدیث پر عمل کرنا کیسا ہے؟ اور کیا حکم ہے؟ (۱۸۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر ایک شخص کو یہ درست نہیں ہے کہ بدون جاننے ناسخ ومنسوخ وغیرہ کے حدیث پر عمل کرے، اور حدیث کو حجت میں پیش کرے، بلکہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی کی تقلید ضروری ہے، جو مسائل ائمہ نے کتاب وحدیث سے اخذ کیے ہیں ان پر عمل کرے، دین میں خودرائی نہ کرے، بعض احادیث منسوخ ہوتی ہیں بعض مؤول ہوتی ہیں، علی الإطلاق کیف ما اتّفق احادیث پر عمل کرنے کی اجازت عوام کو بلکہ آج کل کے علماء کو نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث: علیکم بسنّتي إلخ کی سند کے تمام راوی ثقہ اور مقبول ہیں

سوال: (۱۸۹) علیکم بسنّتي و سنّة الخلفاء الرّاشدین المهدیین و عضّوا علیها

---

(۱) عن النّعمان بن بشیر رضي اللّٰه عنه یقول: سمعتُ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول: الحلال بیّنٌ ، الحدیث (صحیح البخاري: ۱/۱۳، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه)

(۲) عن سلمان الفارسيّ رضي اللّٰه عنه قال : سئل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم عن السَّمْنِ والجُبُنِ والفِرَآءِ، قال: الحلال، الحدیث. (سنن ابن ماجة، ص:۲۴۱، أبواب الأطعمة، باب أکل الجُبُنِ والسَّمْنِ، وجامع التّرمذي: ۱/۳۰۳، أبواب اللّباس، باب ماجآء في لبس الفِرَآء)

بالنواجذ یہ حدیث قابل وثوق واعتماد وواجب العمل ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ حدیث کچھ نہیں۔
(۱۴۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ حدیث سنن ابی داؤد میں سند ذیل سے مروی ہے: حدّثنا أحمد بنُ حنبل، نا الوليد بن مسلم، نا ثور بن يزيد، حدّثني خالد بن مَعدانَ، حدّثني عبد الرّحمان بن عمرو السّلميُّ وحُجْرُ بن حُجر قالا: أتينا العرباضَ بن ساريّة وهو ممّن نزل فيه: ﴿وَلاَ عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ (التّوبة: ۹۲) فسلّمنا و قلنا أتيناك زائرين و عائدين و مقتبسين فقال العرباض: صلّى بنا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ذاتَ يومٍ الحديث (۱) پہلے راوی اس کے امام احمد بن حنبل ہیں جو ائمہ حدیث وفقہ میں سے ہیں، دوسرے راوی ولید بن مسلم ہیں یہ صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی کے رواۃ میں سے ہیں، اور حافظ نے ان کے ترجمہ میں ثقة من الخامسة أھ. لکھا ہے (۲) تیسرے راوی ثور بن یزید صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ قال الحافظ: هو ثقة ثبت إلخ (۳) چوتھے راوی خالد بن معدان صحاح ستہ کے رواۃ سے ہیں (۴) پانچویں راوی عبدالرحمان بن عمرو سلمی ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے رواۃ میں سے ہیں؛ قال الحافظ مقبول إلخ (۵) اسی طرح حجر بن حجر کے بارے میں بھی حافظ نے تقریب میں مقبول من الثّالثة لکھا ہے (۶) یہ دونوں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے

(۱) سنن أبي داؤد: ۲/ ۶۳۵، كتاب السّنّة، باب في لزوم السّنّة.
(۲) الوليد بن مسلم بن شهاب العنبريّ، أبو بشر البصريّ: ثقة، من الخامسة. ر م د س. (تقريب التّهذيب، ص: ۵۸۴، حرف الواو، الرّقم: ۷۴۵۵، المطبوعة: المكتبة الأشرفية ديوبند)
(۳) ثور بن يزيد: ثقة، ثبت إلّا أنّه يرى القدر، من السّابعة، ع. (تقريب التّهذيب، ص: ۱۳۵، حرف الثّاء، الرّقم: ۸۶۱)
(۴) خالد بن معدان الكلاعي الحمصی، أبو عبد اللّٰه، ثقة عابد يرسل كثيرًا، من الثّالثة. ع (تقريب التّهذيب، ص: ۱۹۰، حرف الخاء، الرّقم: ۱۶۷۸)
(۵) عبد الرّحمان بن عمرو بن عبسة السّلميّ الشّاميّ: مقبول، من الثّالثة، د ت ق (تقريب التّهذيب، ص: ۳۴۷، حرف العين، الرّقم: ۳۹۶۶)
(۶) حُجر بن حُجر الكلاعي الحمصي: مقبول من الثّالثة، د. (تقريب التّهذيب، ص: ۱۵۴، حرف الحاء، الرّقم: ۱۱۴۳)

اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی راوی سند مذکور میں کذاب و مردود نہیں ہے، نیز ابوداؤد میں اس کی تخریج کے بعد حدیث پر کوئی جرح بھی نہیں کی، بلکہ سکوت کیا ہے جو کہ اس کی صحت کی دلیل عند ابوداؤد ہوگی، امت نے بھی اس حدیث کی تلقی بالقبول کی ہے، لہٰذا زید کا کہنا محض لغو و بے ہودہ ہے حدیث قابل اعتماد اور حسن الاسناد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلمہ طیبہ کا احادیث سے ثبوت

سوال: (۱۹۰) کلمۂ طیبہ لآ إلٰه إلاّ اللّٰه مُحمّدٌ رَّسولُ اللّٰه بعینہ انہیں الفاظ سے حدیث کی کن کن کتابوں میں کس کس راوی کی روایت سے وارد ہے؟ (۲۷۱۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہ کلمۂ طیبہ ان الفاظ سے مروی ہے، حدیث وفد عبدالقیس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کیا ہے ایمان ساتھ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: شهادة أن لآ إلٰه إلاّ اللّٰه و أنّ مُحمّدًا رَّسول اللّٰه الحديث (۱)

دوسری روایت صحیحین میں ہے: أمِرتُ أن أقاتل النّاس حتّى يشهدوا أن لآ إلٰه إلاّ اللّٰه و أنّ مُحمّدًا رَّسول اللّٰه الحديث (۲) اسی طرح بہت سی احادیث میں ہے یہ کلمۂ طیبہ بہ طریق مذکور وارد ہے، پس حاصل اُن تمام روایات کا یہی ہے کہ لآ إلٰه إلاّ اللّٰه مُحمّد رسول اللّٰه کہنا یہ ایمان کا اوّل رکن ہے، پس یہ قول اس شخص کا کہ کلمۂ طیبہ لآ إلٰه إلاّ اللّٰه مُحمّد رسول اللّٰه حدیث میں نہیں آیا غلط ہے، اور اس کی کم فہمی ہے، کیونکہ جب آپ نے فرمایا کہ تم گواہی دو اس کی کہ نہیں ہے

(۱) عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما قال: إنّ وفد عبد القيس لمّا أتوا النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ...... فأمرهم بأربع و نهاهم عن أربع ، أمرهم بالإيمان باللّٰه وحدهٗ ، قال: أتدرون ما الإيمان باللّٰه وحدهٗ ؟ قالوا: أللّٰه و رسولهٗ أعلم ، قال: شهادة ، الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۱۳، كتاب الإيمان ، الفصل الأوّل)

(۲) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: أمرتُ ، الحديث (صحيح البخاري: ۱/۸، كتاب الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾)

کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اس کی کہ محمد رسول اللہ ہیں، تو اہل ایمان اس ارشاد کی تعمیل اسی طرح کر سکتے ہیں کہ یہ کہیں کہ لآ إلٰہ إلاّ اللّٰہ مُحمّد رسول اللّٰہ . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے: اس کی تشفی بخش وضاحت

سوال: (۱۹۱) اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الأمَّة علی رأس کلّ مِائَة سنةٍ من یجدِّد لھا دینَھا باعث تصدیعہ (تکلیف دہی) یہ ہے کہ حدیث مذکورہ بالا کے دیکھنے سے طبیعت پر بہت سے شکوک ووسوسہ ووجوہات چندر چند پیدا ہو گئے ہیں، لہٰذا اس کے متعلق حسب ذیل عرض کر کے التماس ہے کہ بہ وجہ احسن جواب باصواب سے مشکور فرمایا جائے گا:

(۱) کیا حدیث متذکرہ بالا صحیح ومستند ہے؟

(۲) اگر واقعی حدیث شریف صحیح ہے تو مخبر علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے؟

(۳) لہٰذا سوال ہے کہ اگر ۱۳ مجدد حسب وعدہ آ گئے ہوں تو صدی چہاردہم (۱۴) کا کون مجدد آیا؟

(۴) مجدد کی کیا شناخت ہے؟

(۵) کیا مجدد خود علی الاعلان دعوی کرتا ہے؟

(۶) کیا مجدد کی شناخت وتلاش عوام الناس کے لیے ضروری ہے؟ (۲۵۲۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث مذکور صحیح ہے(۱) ہر ایک صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے، لیکن علماء نے

---

(۱) یہ حدیث سنن أبي داؤد: ۲/۵۸۹، کتاب الملاحم، باب ما یذکر في قرن المائة میں ہے، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ کشف الخفاء اور المقاصد الحسنہ میں ہے:

رواہ أبوداؤد عن أبي ھریرة رضي اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، وأخرجہ الطّبراني في الأوسط عنہ أیضًا بسندٍ رجالہ ثقات، و أخرجہ الحاکم من حدیث ابن وھب وصحّحہ ، وقد اعتمد الأئمّة ھذا الحدیث. (کشف الخفاء و مزیل الإلباس: ۱/۲۸۲، رقم الحدیث: ۷۴۰، المقاصد الحسنة ص:۱۲۱، رقم الحدیث: ۲۳۸)

نیز عون المعبود میں ہے:

حدیث أبي ھریرة سکت عنہ المنذري، وقال السّیوطيّ في مرقاة الصّعود: ==

فرمایا ہے کہ مجدد ایک ہونا ضروری نہیں ہے، ہر ایک صدی میں چند مجدد ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں یہ حدیث مطابق ہوگی دوسری حدیث صحیح کے، آپ نے ﷺ فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت ایسی رہے گی جو حق پر قائم ہوگی اور ان کو کسی کی مخالفت مضر نہ ہوگی (الحدیث)(۱) باقی یہ بات کہ فلاں صدی کا مجدد کون ہوا، نہ اس کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہ کسی کو محقق طور سے معلوم ہے، قرائن سے کچھ ظن غالب ہوجاتا ہے کہ اہل حق میں فلاں فلاں عالم ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے دین کو تازہ کیا، اور رسوم باطلہ مٹائیں اور یہی علامت مجدد کی ہے، اور مجدد خود دعوی اپنے مجدد ہونے کا نہیں کیا کرتا الا ماشاء اللہ، جب کسی کو اس اعلان کا من جانب اللہ امر ہو تو وہ اظہار و اعلان فرمادیتا ہے، مجدد کی تلاش اور شناخت عوام پر لازم نہیں ہے، اس حدیث کی شرح میں جو کچھ علماء نے فرمایا ہے اس کو نقل کیے دیتا ہوں، اور اس سے جملہ امور متعلقہ کا جواب بالاجمال معلوم ہوسکتا ہے۔

سراج المنیر شرح جامع صغیر میں ہے: **أي في شرح قوله عليه السّلام: من يجدّد لها دينها ، قال المناويّ: رجلاً كان أو أكثر أي يبين السّنّة من البدعة ويدلّ أهلها ، قال ابن كثير: وقد ادّعى كلّ قوم في إمامهم أنّه المراد والظّاهر حمله على العلماء من كلّ طائفة اهـ وقال العلقمي: معنى التّجديد إحياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسّنّة والأمر بمقتضاهما،**

== اتّفق الحفاظ على تصحيحه ، منهم الحاكم في المستدرك والبيهقي في المدخل، وممّن نصّ على صحّته من المتأخّرين: الحافظ ابن حجر .

وقال العلقميّ في شرح الجامع الصّغير، قال شيخنا: اتّفق الحفّاظ على أنّه حديث صحيح، وممّن نصّ على صحّته من المتأخّرين : أبوالفضل العراقي و ابن حجر، ومن المتقدّمين : الحاكم في المستدرك والبيهقيّ في المدخل ، انتهٰى .

وقال المناوي في فتح القدير: أخرجه أبوداؤد في الملاحم والحاكم في الفتن وصحّحه والبيهقيّ في كتاب المعرفة ، كلّهم عن أبي هريرة رضي الله عنه ، قال الزّين العراقي وغيره : سنده صحيح انتهٰى. (عون المعبود: ۱۱/۲۶۷، كتاب الملاحم ، باب ما يذكر في قرن المائة ، المطبوعة: المكتبة الأشرفية ديوبند)

(۱) عن معاوية رضي الله عنه قال سمعتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول: لا يزال من أمّتي أمّة قائمة بأمر الله لا يضرّهم مَنْ خَذَلَهُمْ و لا مَن خَالَفُهمْ حتّى يأتي أمر الله وهم على ذلك، متّفق عليه. (مشكاة، ص:۵۸۳، كتاب الفتن، باب ثواب هذه الأمّة ، الفصل الأوّل)

واعلم أنّ المجدّد إنّما هو بغلبة الظّنّ بقرائن أحوالہٖ والانتفاع بعلمه(۱)

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ مجدد ہر ایک صدی کا عام ہے اس سے کہ ایک ہو یا چند، اور تجدیدِ دین کے معنی یہ ہیں کہ سنت اور بدعت کو واضح کردے، اور اہل سنت کو اہل بدعت سے متمیز کردے مثلاً جیسے حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ اور حضرت سید (احمد) صاحب بریلویؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ، حضرت مجدد الف ثانی نے بدعات کو مٹایا اور سنت کو جاری کیا، اور اس دورِ آخر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی بھی انہیں افراد میں سے ہیں جنہوں نے دین کی تجدید فرمائی اور بدعت وسنت کو ممتاز کردیا، اور علم و عمل ان کا شاہد عدل ہے ان کے کمال کا، پھر جامع شریعت وطریقت وحقیقت ومحدث وفقیہ ومحقق کامل ہوئے ہیں، اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ہر ایک قوم نے اپنے امام ومقتدیٰ کو مجدد کہا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ ہر ایک طائفہ کے علماء مراد ہوں، مثلاً کوئی محدثین میں ہوں، اور کوئی فقہاء میں، اور کوئی تصوف وطریقت میں، اور احقر کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی جامع ہو ان جملہ امور کو اور ہر ایک شعبہ کا مجدد ہو، ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۵۴) اور علقمی فرماتے ہیں کہ معنی تجدید کے یہ ہیں کہ مجدد زندہ کرتا ہے ان امور کو جو کتاب وسنت میں سے متروک ہوگئے ہیں، اس کا حاصل بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ احیاءِ سنت وامانت بدعات کرے، اور محقق کامل جامع شریعت وطریقت ہو، اور جان لو کہ مجدد کا علم غلبہ ظن سے ہوتا ہے، اس کے احوال کے قرینہ سے اور اس کے علم سے نفع حاصل ہونے سے یعنی بہ یقین معلوم نہیں ہوسکتا صرف اس کے علم وعمل وتقوی وغیرہ کو دیکھ کر غلبۂ ظن ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث: طلب العلم فريضة علىٰ كلّ مسلمٍ کا مطلب

سوال: (۱۹۲) ایک صاحب حدیث شریف طلب العلم فريضة علىٰ كلّ مسلم (۲) کے

(۱) السّراج المنير شرح الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير: ۱/۳۴۵، حرف الهمزة.

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: طلب العلم فريضة، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۴، كتاب العلم، الفصل الثّاني)

حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرنا مسلمان مردوں اور عورتوں پر یکساں فرض ہے، یعنی جو تعلیم مردوں کے لیے ضروری ہے وہی تعلیم عورتوں کے لیے لازمی ہے، اب ملک کی حکومت اہل ہند کے ہاتھوں میں بہ تدریج آرہی ہے، اسامہ (؟) اقوام کی عورتیں کونسلوں میں پہنچ چکی ہیں، ججی اور مجسٹریٹی کرتی ہیں، بیرسٹری اور وکالت کرتی ہیں، اس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۲۹۶۳ھ)

الجواب: حدیث شریف مذکور کا مطلب یہ ہے کہ علم دین اور مسائل دینیہ کا سیکھنا مردوں اور عورتوں پر فرض ہے، یعنی جن مسائل کی مردوں کو ضرورت ہے ان پر اس کا سیکھنا اور دریافت کرنا لازم ہے، اور جن مسائل کی عورتوں کو ضرورت ہے وہ عورتوں کو دریافت کرنا اور سیکھنا لازم ہے، مثلاً خاص حیض ونفاس کے مسائل یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، یہ عورتوں پر سیکھنا اور دریافت کرنا لازم ہے، اور جو مسائل مشترکہ دونوں پر یعنی مرد عورت پر فرض ہیں جیسے نماز، زکاۃ، روزہ وغیرہ، وہ دونوں کو سیکھنا ودریافت کرنا لازم ہے، غرض یہ ہے کہ جس مسئلہ کی جس کو ضرورت پیش آئے اس کا سیکھنا ہر ایک پر فرض ہے، یہ مطلب ہے طلب علم کے فرض ہونے کا ہر ایک مرد اور عورت پر، اور شخص مذکور نے جو کچھ حدیث مذکور کا مطلب لیا اور کونسلوں وغیرہ میں شریک ہونے پر زور دیا ہے یہ ان صاحب کی خوش فہمی ہے حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أقلّ الدّعاء ثلاثة کا مطلب

سوال: (۱۹۳) حصین حصین میں ایک ٹکڑا حدیث کا بہ روایت بخاری ومسلم منقول ہے: أقلّ الدّعاء ثلاثة اس کا کیا مطلب ہے؟ (۵۱۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حصن حصین میں آدابِ دعا میں بہ روایت بخاری ومسلم صرف اس قدر مذکور ہے: وأن یُکرّرَ الدّعاءَ. خ، م (أي رواه البخاريّ و مسلم) اس کے بعد بہ روایت ابوداؤد اور ابن السنی یہ الفاظ مروی ہیں: وأقلُّه التّثلیثُ، د، ی، (أي رواه أبو داؤد وابن السّنّي) اس کے بعد یہ ہے: و أن یلحّ فیه، س، مُسْ، عَوْ، (أي رواه النّسائيّ والحاکم وأبو عوانة)(۱)

(۱) الحصین الحصین، ص:۲۴-۲۵، المنزل الأوّل، آداب الدّعاء، المطبوعة: مطبع أنواري محمّد، لکناؤ.

الحصن الحصین کے حاشیہ میں کنز العباد سے منقول ہے: قوله: (و يُلحّ في الدّعاء) لقوله عليه الصّلاة والسّلام: إنّ اللّٰه يحبّ الملحّين في الدّعاء و أدنى الإلحاح أن يكرّره ثلاثًا، والأوسط خمسًا، والأكمل سبعًا(۱) كنز العباد .

اور روایت بخاری اور مسلم جس میں وأن يُكرّر الدّعاء وارد ہے، اس کی تشریح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں: قوله: (و أن يُكرّرَ الدّعاء) أي في مجلس أو مجالس والتّثليث أي تثليث الدّعاء بأن يكرّر ثلاثًا(۲) (حرز ثمين. شرح حصن حصين)

ان سب روایات اور اقوال کے ملاحظہ کے بعد معلوم ہوا کہ آداب اور مستحباتِ دعا میں سے یہ ہے کہ اس کا تکرار کرے اور الحاح واصرار سے دعا کرے، اس کا ادنیٰ درجہ تین دفعہ دعا کرنا ہے اور اوسط پانچ اور اعلیٰ درجہ سات، نیز دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آہستہ اور خفیۃً ہو۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۵۵) علاوہ بریں آداب دعا میں سے اگر کوئی ادب کسی وقت فوت ہو جاوے تو محل اعتراض نہیں؛ بلکہ مستحبات وآداب میں بہتر یہ ہے کہ کبھی ترک بھی کیا جاوے، تاکہ عوام کو اس کے لزوم و وجوب کا گمان نہ ہو، اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی تحقیق سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکرارِ دعا اس طرح بھی صادق آتا ہے کہ مجالس متعددہ میں تکرار ہو۔

صبح وشام رضيتُ باللّٰه ربًّا إلخ پڑھنے کی فضیلت

سوال: (۱۹۴) عبارت رضيتُ باللّٰه ربًّا و بالإسلام دينًا و بمحمّد نبيًّا کے متعلق یہ سنا ہے کہ جو شخص صبح وشام اس کو پڑھے خدا تعالیٰ پر بہ لحاظ رحمت واجب ہے کہ اس کی جملہ آرزو کو پورا فرماوے، اور مقام رضا وتسلیم بھی اس کو عطا فرماوے، آپ کی تحقیق اس کے متعلق کیا ہے؟ اس کے فوائد کیا ہیں؟ (۱۳۴۳/۹۸۷ھ)

الجواب: دعائے مذکورہ فی السوال یعنی رضيتُ باللّٰه ربًّا إلخ کی فضیلت میں بہ روایت ترمذی ومسند امام احمد مشکاۃ شریف میں منقول ہے: عن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه

(۱) هامش الحصن الحصين، ص:۲۴، رقم الحاشية:۱۲۔

(۲) هامش الحصن الحصين، ص:۲۴، رقم الحاشية:۱۱۔

صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: ما من عبدٍ مسلم یقول: إذا أمسی و إذا أصبح ثلاثًا رضیتُ باللّٰہ ربًّا و بالإسلام دینًا و بمحمّد نبیًّا إلّا کان حقًّا علی اللّٰہ أن یُرضیَہ یوم القیامۃ (۱) حاصل ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جو شخص صبح وشام تین دفعہ یہ دعا پڑھے: رضیتُ باللّٰہ ربًّا إلخ تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے اور ثابت ہے یہ کہ اس کو قیامت کے دن راضی اور خوش فرمادے گا، یعنی جس ثواب سے وہ خوش ہو اس کو وہ ثواب عطاء فرمادے اور ظاہر ہے کہ اس میں سب کچھ آ گیا، اور قرآن شریف میں ارشاد ہے: ﴿وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۷۲) اور اللہ کی رضامندی بہت بڑی چیز ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ جو شخص اللہ کے رب ہونے سے راضی ہوگیا اللہ اس سے راضی ہوگا، اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اس کو دین اور دنیا کے تمام مقاصد حاصل ہوں گے، ایک دوسری حدیث میں ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے: ذاق طعم الإیمان من رضی باللّٰہ ربًّا و بالإسلام دینًا وبمحمّد رسولاً (۲) یعنی جو شخص اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوگیا اور اسلام کو اپنا دین بنانے پر راضی ہوگیا اور محمد ﷺ کے رسول بنانے پر راضی ہوگیا اس نے ایمان کا ذائقہ اور لذت حاصل کرلی، الغرض فضیلت اس کی بہت کچھ ہے بندہ اس کا کیا احصاء کرسکتا ہے، پس مناسب ہے کہ اس کو صبح وشام تین تین بار پڑھ لیا کریں؛ تو بہ موجب وعدۂ حدیث شریف اس کو ذائقہ ایمان نصیب ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کو راضی کردے گا، جو وہ چاہے گا وہ اس کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادعیہ ماثورہ کے برابر کوئی دعا اور وظیفہ نہیں ہوسکتا

سوال: (۱۹۵) ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ جس قدر وظائف احادیث میں وارد ہیں وہ بہ اعتبار خیر و برکت کے بزرگان دین کے ترتیب دادہ اور مجوزہ اوراد سے بہتر ہیں؛ یہ صحیح ہے یا نہیں؟
(۱۳۴۲/۹۴۳ھ)

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۱۰، کتاب الدّعوات، باب ما یقول عند الصّباح والمساء والمنام، الفصل الثّاني.

(۲) عن العبّاس بن عبد المطّلب رضي اللّٰہ عنہ أنّہ سمع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: ذاق طَعْمَ الإیمان ، الحدیث. (الصّحیح لمسلم: ۱/۴۷، کتاب الإیمان ، الدّلیل علی أنّ من رضی اللّٰہ ربًّا إلخ)

الجواب: یہ خیال اس کا بہت صحیح اور درست ہے اوراد وادعیہ ماثورہ کے برابر کوئی دعا اور وظیفہ نہیں ہوسکتا، اور اتباع سنت پورا پورا اس میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ما رآه المؤمنون حسنًا کا مطلب

سوال: (۱۹۶) عرف وعادت کی تحکیم فقہاء تسلیم کرتے ہیں اور دلیل میں **ما رآه المؤمنون حسنًا** کو پیش کرتے ہیں، اور یہی حدیث حجیتِ اجماع کے لیے بھی پیش کی جاتی ہے، اس صورت میں مشتبہات ضرور حسن ہوجاویں گے۔ (۳۲/۸۴۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دلیل حجیتِ اجماع **لا تجتمع أمّتي على الضّلالة** وغیرہا احادیث ونصوص ہیں (۱) اور عرف ورواج بھی وہی معتبر ہے جو موافق شرع ہے، خلاف شرع کوئی عرف ورواج معتبر نہیں، اور **ما رآه المؤمنون** (۲) میں مؤمنین کاملین مراد ہیں، پس معلوم ہوا کہ عرف ورواجِ خواص مراد ہے، نہ عرف ورواجِ عوام، اور حق یہ ہے کہ حدیث **لا تجتمع أمّتي** سے بھی امت کاملہ مراد ہے،

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ الله لايجمع أمّتي أو قال: أمّة محمّد على ضلالة، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۰، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّاني)

(۲) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: إنّ الله نظر في قلوب العباد، فوجد قلب محمّدٍ صلّى الله عليه وسلّم خير قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه، فابتعثه برسالته، ثمّ نظر في قلوب العباد بعد قلب محمّد، فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراءَ نبيه، يقاتلون على دينه، فما رأى المسلمون حسنًا، فهو عند الله حسن، وما رأوا سيّئًا، فهو عند الله سيّء. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۸۴/۶، رقم الحديث: ۳۶۰۰، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة، بيروت)

قال العجلوني في كشف الخفاء: أخرجه البزّار والطّيالسيّ والطّبراني وأبونعيم والبيهقيّ في الاعتقاد عن ابن مسعود رضي الله عنه ...... وقال الحافظ ابن عبد الهادي: رُوي مرفوعًا عن أنس رضي الله عنه بإسناد ساقط، والأصحّ وقفه على ابن مسعود رضي الله عنه انتهى. (كشف الخفاء و مزيل الإلباس: ۲۴۵/۲، رقم الحديث: ۲۲۱۴، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة، بيروت)

اور مؤمنین سے مراد بھی مؤمنین کاملین، مشتبہات جن سے شارع علیہ السلام نے بچنے کا حکم فرمایا ہے، نہ اس کو مؤمنین کاملین حسن فرما سکتے ہیں، اور نہ اس پر امت کاملہ مجتمع ہو سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من تشبّہ بقوم فھو منھم کا مطلب

سوال: (۱۹۷) من تشبّہ بقوم فھو منھم (۱) کا ٹھیک مطلب کیا ہے؟ (۱۱۸۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ٹھیک مطلب اس کا یہی ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں شمار ہوتا ہے (یعنی جو فاسقوں اور بدکاروں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار بدکاروں میں ہوگا، اور جو شخص نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار نیک لوگوں میں ہوگا، اس ارشاد نبوی کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی وضع قطع اور اسلامی تہذیب اختیار کرنی چاہیے، مغربی تہذیب اور غیر مسلموں کی وضع قطع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ محمد امین پالن پوری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۹۸) من تشبّہ بقوم فھو منھم اس حدیث میں کس قسم کا تشبّہ مراد ہے؟ (۲۰۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پورا تشبّہ تو کفار کے شعائر خاصہ میں تشبّہ اختیار کرنے سے ہوتا ہے، اور اس صورت میں فھو منھم حقیقت پر محمول ہوگا جیسا کہ شد زنار وغیرہ، اور اگر اس درجہ کا تشبّہ نہیں ہے، تو کفر نہیں ہے کراہت وغیرہ درجہ بہ درجہ حاصل ہوگی۔

حدیث: صلّوا خلف کلّ برّ و فاجر کا مطلب

سوال: (۱۹۹) حدیث: صلّوا خلف کلّ برّ و فاجر (۲) کا کیا مطلب ہے؟ (۱۰۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من تشبّه بقوم فهو منهم (سنن أبي داوٗد:۲/۵۵۹، كتاب اللّباس، باب في لبس الشّهرة)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال : صلّوا خلف كلّ برّ و فاجر وصلّوا على كلّ برّ وفاجر، و جاهدوا مع كل برّ وفاجر. (سنن الدّار قطني:۱/۱۸۵، كتاب الصّلاة ، باب صفة من تجوز الصّلاة معه والصّلاة عليه، المطبوعة: المطبع الأنصاري الواقع في الدّهلي)

الجواب: اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نماز فاجر کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے، لیکن دوسری احادیث اور نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ ہوتی ہے(۱) اور مکروہ بھی تحریمی جیسا کہ شامی میں منقول ہے وہاں مفصل دیکھ لیا جائے اور انہوں نے وجہ کراہت بھی نقل فرمائی ہے(۲) فقط

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان یقول: ثلاثةٌ : لا یقبل اللّٰهُ منهم صلاةً من تَقَدَّمَ قومًا و هم له کارهونَ ، الحدیث (سنن أبي داؤد، ص:۸۸، کتاب الصّلاة ، باب الرَّجل یؤمُّ القومَ وهم لهٗ کارهونَ)

تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی میں ہے:

حدیث: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں پر لعنت فرمائی:

اوّل: وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے درانحالیکہ لوگ اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں —— اور یہ ناگواری دنیاوی جھگڑے اور دنیاوی اسباب کی بنا پر نہ ہو بلکہ کسی دینی وجہ سے ہو، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں اس کی تین وجہیں بیان کی ہیں:

ایک: امام کا جاہل ہونا، مثلاً وہ صحیح قرآن نہیں پڑھتا یا نماز کے بنیادی مسائل سے واقف نہیں، اس لیے لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔

دوسری وجہ: وہ فاسق وفاجر ہے، برملا گناہ کرتا ہے، سنیما دیکھتا ہے یا کسی اور برائی میں مبتلا ہے، اس لیے لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔

تیسری وجہ: وہ بدعتی ہے، اور مقتدی اہل السنہ والجماعۃ میں سے ہیں، اس لیے امام کو ناپسند کرتے ہیں، پس ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اور اگر ناپسندیدگی کی وجہ مقتدیوں میں پائی جاتی ہو، مثلاً امام اہل السنہ میں سے ہے، دیوبندی ہے، اور مقتدی بدعتی ہیں؛ اس لیے وہ امام کو ناپسند کرتے ہیں تو پھر مقتدی ملعون ہیں، ایسے مقتدیوں کی ناراضگی کا قطعاً اعتبار نہیں (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی:۲/۱۸۳، کتاب الصلاۃ، عنوان: جس کو مقتدی ناپسند کریں اس کا امامت کرنا، حدیث نمبر:۳۶۵)

(۲) ولو أمّ قومًا و هم له کارهون ، إن الکراهة لفسادٍ فیه ، أو لأنّهم أحقُّ بالإمامة منه کُرِهَ له ذلك تحریمًا لحدیث أبي داؤد: "لا یقبلُ اللّٰهُ صلاةَ من تقدَّمَ قومًا و هم له کارهون". و إن هو أحقَّ لا ، والکراهةُ علیهم ، و یُکْرَهُ تنزیهًا إمامةُ عبدٍ ...... و أعرابيٍّ ...... وفاسق و أعمی ونحوه الأعشٰی ، نهر، إلّا أن یکون أي غیر الفاسق أعلمَ القومِ فهو أولی (الدّرّ)

وقال في الشّامي: وأمّا الفاسقُ فقد علّلوا کراهة تقدیمه ، بأنّه لا یهتم لأمر دینه ، و بأنّ في تقدیمه للإمامة تعظیمه و قد وجب علیهم إهانته شرعًا ==

نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ والی روایت کا مطلب

سوال: (۲۰۰)......(الف) عن ابن عبّاس رضي اللّٰه تعالیٰ عنهما أنّ النبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب ، رواه التّرمذيّ و أبوداؤد و ابن ماجة (۱) اس روایت حدیث سے آنحضرت ﷺ کا نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنا ثابت ہے، عندالحنفیہ صلاۃ جنازہ میں قراءۃ فاتحہ کا کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہے تو حدیث کی کیا مراد ہے؟

(ب) میت کو دفن کرنے سے پہلے فاتحہ اور دعا اور سورتِ قرآنیہ پڑھ کر ثواب پہنچانا کیسا ہے؟ (۱۷۸۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) درمختار میں ہے: ولاقراءةَ ولاتشهّدَ فیها و عَیَّنَ الشّافعيّ رحمه اللّٰه الفاتحةَ في الأولیٰ و عندنا تجوز بنیّة الدّعاء و تُکره بنیّة القراءة لعدم ثبوتها فیها عنه علیه الصّلاة والسّلام (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو صلاۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کی روایت ہے اس کی تاویل حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کرتے ہیں کہ بہ نیت دعا فاتحۃ الکتاب پڑھی ہے نہ بہ نیت قراءت، کما بین في کتب الفقه (۲)

(ب) اور ایصالِ ثواب میت میں کچھ کلام نہیں ہے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۂ یٰسین وغیرہ پڑھ کر میت کو ثواب پہنچاوے اس میں کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ ثواب ہے: قال في الدّرّ

== ولا یخفی أنّه إذا کان أعلم من غیره لا تزول العلّةُ ، فإنّه لا یؤمن أن یصلّي بهم بغیر طهارة، فهو کالمبتدع تکره إمامته بکلّ حال، بل مشی في شرح المنیة علی أنّ کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا، قال: ولذا لم تجز الصّلاة خلفه أصلاً عند مالك ، و رایة عن أحمد ، فلذا حاول الشّارح في عبارة المصنّف و حمل الاستثناء علی غیر الفاسق ، واللّٰه أعلم (الدّرّالمختار والشّامي: ۲/۲۵۴-۲۵۶، کتاب الصّلاة ، باب الإمامة، قبیل مطلب: البدعةُ خمسة أقسام)

(۱) مشکاة المصابیح، ص:۱۴۶، کتاب الجنائز ، باب المشيّ بالجنازة والصّلاة علیها، الفصل الثّاني .

(۲) الدّرّالمختارمع الشّامي: ۳/۱۰۵، کتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب: هل یَسْقُطُ فرْضُ الکنایة بفعل الصّبيّ .

المختار بعد بیان استحباب زیارة القبور: و یقرأ یٰسٓ و في الحدیث: من قرأ الإخلاصَ أحدَ عَشَرَ مرّةً ثمّ وهب أجرَها للأموات أُعطِي من الأجر بعدد الأموات(۱) فقط واللہ اعلم

کیا حدیث: لامهر أقلّ من عشرة دراهم کے بارے میں مولانا عبدالحیؒ صاحب کی تحقیق درست ہے؟

سوال: (۲۰۱) حدیث: لا مهر أقلّ من عشرة دراهم کی نسبت جو ضعف کا جواب دیا جاتا ہے کہ بہ تعدد طرق صحت پائی جاتی ہے، مولوی عبدالحئ صاحب مرحوم اپنی تصانیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں ہمارے علمائے حنفیہ کا قول تصحیح میں غلط ہے یہ طرق نہایت ضعیف ہیں، بہ قاعدہ اصول حدیث یہ طرق جائز نہیں ہوسکتے، مولانا عبدالحئ صاحب مرحوم کا یہ لکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۲۴۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس بارے میں حواشی ہدایہ، فتح القدیر وغیرہ کو دیکھنا چاہیے(۲) مولوی عبدالحیؒ صاحب مرحوم کی تحقیق پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدّرّ مع الرّدّ: ۱۴۱/۳-۱۴۳، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في زیارة القبور.
فائدہ: شامی کے حاشیہ میں ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، اوراس کی کوئی اصل نہیں۔
هذا حدیث باطل لا أصل له. وهو بعید عن کلام النّبوّة. أنظر: تذکرة الموضوعات (۲۱۹) (هامش الشّامي مع الدّرّ: ۱۴۲/۳، کتاب الصّلاة)

(۲) حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری تحفۃ الالمعی میں ارقام فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بہ سند حسن روایت مروی ہے کہ لامهر أقلّ من عشرة دراهم یعنی دس درہم سے کم مہر نہیں ہوسکتا...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سنن کبری بیہقی اور دار قطنی میں ہے، اوراس کو مبشر بن عبید اور حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے، مگر علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اوراس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إنّه بهٰذا الإسناد حسن، لا أقلَّ منه. (فتح القدیر: ۱۸۶/۳) (تحفۃ الالمعی: ۵۳۶/۳-۵۳۷، کتاب النّکاح، باب ما جاء في مهور النّساء)

الموت راحة الفقراء حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۲) الموت راحة الفقراء حدیث ہے یا نہیں؟ اگر حدیث ہے تو کس کتاب میں ہوگی؟ تذکرۃ الموتی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ سو ملائکہ ہمراہ حضرت ملک الموت کے بیمار کے پاس بہ وقت نزع کے آتے ہیں، اور دیگر رسائل میں یہ ہے کہ اٹھارہ ملائکہ ہمراہ ملک الموت کے آتے ہیں، اٹھارہ ملائکہ والی روایت کی کوئی اسناد ہے یا نہیں؟ یا قول صحابہ یا اثر مجتہد ہے یا کیا؟ (۱۶۶۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: الموت راحة الفقراء کوئی حدیث یاد نہیں آتی اور کسی کتاب میں نہیں دیکھی گئی غالباً کسی کا مقولہ ہوگا، تذکرۃ الموتی کی روایت کا اور اٹھارہ ملائکہ والی روایت کا کچھ حال معلوم نہیں، نہ کچھ سند معلوم ہے نہ یہ کہ یہ اثر ہے یا مرفوع حدیث ہے اور صحیح ہے یا ضعیف۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند اقوال واحادیث کی تحقیق وتخریج

سوال: (۲۰۳) ایک رسالہ میں ذیل کے جملوں کو حدیث لکھا ہے:

(۱) إنّما نهيتكم عن صوتين أحمقين صوت النّوحة و صوت الغناء .

(۲) كان إبليس أوّل من تغنّى و أوّل من ناح .

(۳) التّغنّي حرام والتّلذّذ بها كفر والجلوس عليها فسق و معصية یہ جملے حدیث ہے یا نہ؟ (۱۲۱۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ جملے الفاظ مذکورہ کے ساتھ کسی حدیث کی کتاب میں نظر نہیں آئے، جملہ اولی کے متعلق جامع صغیر میں یہ الفاظ حدیث کے منقول ہیں: صوتان ملعونان في الدّنيا والآخرة مزمارٌ عند نعمة و رَنَّةٌ عند مصيبة رواه البزّار (۱) اور جملہ ثالثہ کو صاحب درمختار نے بزازیہ سے ان

---

(۱) رواه البزّار والضّياء عن أنس (صحـ) (الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير للسّيوطي ص:۳۱۱، حرف الصّاد، رقم الحديث: ۵۰۵۰) وفي مجمع الزّوائد: عن أنس من مالك رضي اللّه عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: صوتان الحديث (مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد: ۱۳/۳، كتاب الجنائز، باب في النّوح، المطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت)

الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے: و في البـزازيّة استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصّلاة والسّلام: استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتّلذّذ بها كفر أي بالنّعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنّعمة لا شكر إلخ(۱) (درّمختار) اور جملہ ثانیہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۰۴)...... (الف) عند ذكر أولياء الله تنزل الرّحمة حدیث ہے یا نہیں؟ اگر حدیث ہے تو کس کتاب کی؟

(ب) اتّقوا من فراسة المؤمن فإنّه ينظر بنور الله یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے؟

(ج) و أن يّتوسّل إلى الله تعالىٰ بأنبيائه حدیث ہے یا کسی بزرگ کا مقولہ؟ بینوا وتوجروا (۱۰۱۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) عند ذكر أولياء الله إلخ کسی بزرگ کا مقولہ ہے غالبًا، حدیث نہیں ہے۔

(ب) اتّقوا من فراسة المؤمن إلخ (۲) بھی بہ ظاہر ان الفاظ سے حدیث نہیں ہے یہ بھی کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔

(ج) وأن يّتوسّل إلى الله تعالىٰ إلخ بھی بزرگوں کا مقولہ ہے حدیث نہیں ہے۔ فقط

لو لاك لما خلقتُ الأفلاك حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۵) لولاك لما خلقتُ الأفلاك حدیث ہے یا نہیں؟ اور صحاح ستہ میں مذکور ہے یا نہیں؟ (۱۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ حدیث نہیں ہے، اور کسی کتاب حدیث مثل صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور نہیں ہے (۳)

---

(۱) الدّرّالمختار مع الرّدّ: ۹/۴۲۵، كتاب الحظر والإباحة.

(۲) ترمذی شریف میں ہے: عن أبي سعيد الخدريّ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اتّقوا فِراسةَ المؤمنِ فإنّه ينظر بنورالله، ثمّ قرأ: ﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (جامع التّرمذي: ۲/۱۴۵، أبواب التّفسير، ومن سورة الحِجر)

(۳) كشف الخفاء میں ہے:

قال الصّغاني: موضوع، وأقول لكن معناه صحيح و إن لم يكن حديثًا. (كشف الخفاء و مزيل الإلباس: ۲/۲۱۴، رقم الحديث: ۲۱۲۳)

بلکہ بزرگوں کے مکشوفات میں سے ہے، اور مضمون اس کا عند المحققین صحیح ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ نے اپنے قصیدہ مدحیہ میں یہ شعر بھی لکھا ہے:

جو تو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو ❁ نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار(۱)

اسی طرح دیگر اکابر اولیاء امت نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۰۶) یہ بات مشہور ہے کہ یہ قول حذیفہ ہے: ''نہ پیدا کرتا دنیا کو جو نہ پیدا کرتا رسول اللہ ﷺ کو'' یہ بات صحیح ہے یا یہ حدیث ہے؟ (۱۳۴۱/۳۷۱ھ)

الجواب: یہ ترجمہ ہے: **لولاك لما خلقت الأفلاك** کا، مگر یہ حدیث نہیں ہے بزرگوں کا مقولہ ہے، اور کشف صحیح سے انہوں نے ایسا فرمایا ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ نے اپنے قصیدہ بہاریہ میں بھی اس مضمون کو لیا ہے:

جو تو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو ❁ نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار(۱)

من لم يعرف إمام زمانه فقد مات ميتة الجاهليّة کی تحقیق

سوال: (۲۰۷) حدیث شریف میں وارد ہے: **من لم يعرف إمام زمانه فقد مات ميتة جاهليّة**، یہ کس درجہ کی حدیث ہے؟ اور اس کے کیا معنی اور کیا مراد ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۸۰۵ھ)

الجواب: یہ روایت ان الفاظ سے کہیں نہیں ملی (۲) مگر مسلم شریف میں ان الفاظ سے مروی ہے: **من مات بغير إمام مات ميتة جاهليّة**(۳) ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرا، موت اس کی

(۱) قصائد قاسمی، ص:۵، قصیدۂ بہاریہ در نعت رسول ﷺ، شعر نمبر:۵۶، مطبوعہ: کتب خانہ رشیدیہ، دہلی۔

(۲) ملا علی قاری مرقاۃ میں ارقام فرماتے ہیں:

قوله: (ومن مات وليس في عنقه بيعة) أي لإمام (مات مِيتةً جاهليةً) وهو معنى ما اشتهر على الألسنة و ذكره السّعد في شرح العقائد من حديث: ''من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية'' (مرقاة المفاتيح: ۲۳۴/۷، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۳۶۷۴)

(۳) مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ==

جاہلیت کی ہے، مطلب یہ ہے کہ باوجود استطاعت اور قدرت کے امام کی تلاش چاہیے، یعنی مسلمانوں کو کوئی امام اپنا بنانا چاہیے جیسا کہ سلف کے مسلمانوں نے ہر زمانہ میں کسی امام سے بیعت کی اور اس کے پیرو ہوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

يسعني قلب عبدي المؤمن حديث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۸) حدیث: لايسعني سمائي ولا أرضي ولكن يسعني قلب عبدي المؤمن یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے؟ اور اس مضمون کی کوئی آیت قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟ اور حدیث مذکورہ کس درجہ کی ہے؟ (۱۰۴۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث: لايسعني سمائي ولا أرضي إلخ (۱) بہ تغیر یسیر احیاء العلوم امام غزالیؒ میں مذکور ہے، الفاظ اس کے یہ ہیں: لم يسعني أرضي ولا سمائي و وسعني قلب عبدي المؤمن (۱)
لیکن احیاء العلوم کے شراح اور مخرجین نے فرمایا کہ بہ ایں الفاظ اس حدیث کی کچھ اصل نہیں، البتہ اس کے ہم معنی دوسری حدیث ابوعتبہ خولائیؓ سے جن کی صحابیت مختلف فیہ ہے مرفوعًا مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إنّ لله آنية من أهل الأرض و آنية ربّكم قلوب عباده الصّالحين و أحبّها إليه و ألينها و أرقها (۲) اور اس حدیث کی سند کو امام بیہقی نے حسن کہا ہے، پس

== من خرج من الطّاعة و فارق الجماعةَ ثمّ مات، مات مِيتةً جاهليّة الحديث .
وعن ابن عبّاس رضي الله عنهما عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: مَن كَرِهَ مِن أميرِهِ شيئًا فليَصْبِر عليه، فإنّه ليس أحدٌ من النّاسِ يخرج من السّلطانِ شِبرًا، فمات عليه إلاّ مات مِيتةً جاهليّة (الصّحيح لمسلم: ۲/ ۱۲۸، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة المسلمين عند ظهور الفتن إلخ)
(۱) إحياء علوم الدّين للغزالي: ۳/۱۴، كتاب شرح عجائب القلب، بيان مثل القلب بالإضافة إلى العلوم خاصّةً، المطبوعة: مطبعة مصطفى البابي الحلبي و أولاده، مصر .
(۲) حديث ابن عمر رضي الله عنهما: أين الله؟ قال في قلوب عباده المؤمنين لم أجده بهذا اللّفظ، و للطّبراني من حديث أبي عتبة الخولاني يرفعه إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: إنّ لله آنية إلخ ...... فيه بقية ابن الوليد و هو مدلّس لكنّه صرّح فيه بالتّحديث . ==

الفاظ آنية ربّكم قلوب عباده الصّالحين کا حاصل وہی ہے جو لکن یسعني قلب عبدي المؤمن کا ہے، اور تحقیق اور تفصیل اس کی طویل ہے، اور خود قرآن مجید میں ہے: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۵) قال صاحب الجلالين: ﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ﴾ أي صفته في قلب المؤمن ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ﴾(۱) پس اس آیت کریمہ میں مشکاۃ یعنی طاق سے مراد قلب مؤمن ہے اور مصباح سے مراد نور باری تعالیٰ ہے پس وسعت قلب عبد مؤمن اور اس کا بہ معنی چراغ تجلی گاہ حق تعالیٰ ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہے اور صوفیاء کرام اس کے معنی کی صحت پر متفق ہیں، نیز آیت کریمہ: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا الآية﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۷۲) میں امانت کی تفسیر معرفت کے ساتھ بھی کی گئی ہے، کما في التّفسير الكبير للإمام الرّازيؒ (۲) پس آسمان وزمین کا اس کو متحمل نہ ہونا اور انسان کا اس کو متحمل ہونا بھی اس مضمون پر دال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أوتيت علم الأوّلين والآخرين حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۰۹) حدیث: أوتيت علم الأوّلين والآخرين کس کتاب میں ہے؟ اور اس سے کون حضرات مراد ہیں؟ یعنی اولین سے اور آخرین سے، اور آخرین کے حصول علم کی آپ کو کیا صورت ہوگی؟ (۴۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نظر سے نہیں گذری، اس وقت بھی تتبع کتب احادیث

== وفيه أيضًا: حديث قال الله ما وسعني أرضي إلخ ...... لم أر له أصلاً ، وفي حديث أبي عتبة قبله عند الطّبراني بعد قوله: وآنية ربّكم الحديث (المغني عن حمل الأسفار في الأصفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار مع إحياء علوم الدّين: ۱۴/۳)

(۱) تفسير الجلالين ، ص:۲۹۸، تفسير سورة النّور .

(۲) وفي الآية مسائل: المسألة الأولى: في الأمانة وجوه كثيرةٌ: منهم من قال هو التّكليف ...... و منهم من قال: معرفة الله بما فيها ، والله أعلم (مفاتيح الغيب: ۱۴/۶۲۹-۶۳۰، تفسير سورة الأحزاب، المطبوعة: المطبعة العامرة الشّرفية)

کا کیا گیا، یہ حدیث بہ الفاظ مذکورہ نہیں ملی، البتہ جامع صغیر سیوطی میں ان الفاظ سے منقول ہے: أوتيتُ مفاتيحَ كلِّ شيءٍ إلاّ الخمسَ إنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الآية(۱) سو یہ حدیث علم غیب کی خود نفی کرتی ہے، اور اگر حدیث علمت علم الأوّلين والآخرين ثابت ہو جائے تو پھر مطلب اس کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا علم تمام مخلوق اولین وآخرین کے علم سے زیادہ اور اکمل اور اقوی ہے، اور علم ذات وصفات باری تعالیٰ جیسا آپ کو تھا ایسا اوّلین وآخرین کو نہیں تھا۔ فقط واللہ اعلم

الذّكاة ما بين اللّبّة واللّحييْن کیسی حدیث ہے؟

سوال: (۲۱۰)......(الف) ذبح فوق العقدہ میں ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ اگر کھالیا ہو تو کچھ کفارہ ہے یا نہیں؟

(ب) اور حدیث الذّكاة مابين اللّبّة إلخ صحیح ہے یا غریب؟ (۱۷۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف-ب) قال في الدّرّالمختار: وعروقهُ الحلقوم إلخ والمَريء إلخ والوَدَجَانِ إلخ وحل المذبوحُ بقطع أيّ ثلاثٍ منها إذ للأكثر حكم الكلّ إلخ (۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ عروق ذبح چار ہیں اور ذبح فوق العقدہ میں اگر کل یا اکثر عروقِ ذبح قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے، یعنی اگر تین عروق بھی قطع ہو جائیں گی تو ذبیحہ حلال ہے، اور اگر اکثر عروقِ ذبح قطع نہ ہوئیں اور بہ وجہ ناواقفی کے وہ ذبیحہ کھالیا (تو) معاف ہے، لیکن آئندہ اس کا خیال رکھا جائے اور اس میں کفارہ کچھ نہیں ہے، اور حدیث: الذّكاة ما بين اللّبّة واللّحييْن (۳) کو اگرچہ

---

(۱) (طب) عن ابن عمر رضي الله عنهما. (الجامع الصّغير، ص:۱۶۵، حرف الهمزة، رقم الحديث:۲۷۷۶، المطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت)

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي:۹/۳۵۵-۳۵۶، أوائل كتاب الذّبائح .

(۳) الحَدِيثُ السَّادِسُ: قال عليه السّلام: الذّكاة ما بين اللّبّة واللّحيين ؛ قلت: غريبٌ بهذا اللّفظ ؛ و أخرج الدّارَ قطنيّ في سُننهِ عن سعيد بن سلاّم العطّار ثنا عبد الله بنُ بُديل الخُزَاعيُّ عن الزّهريِّ عن سعيد بنِ المُسَيّب عن أبي هريرةَ رضي الله عنه ، قال: بعثَ رسولُ اللّٰهِ صلّى اللّٰه عليه وسلّم بُدَيلَ بنَ وَرْقاءَ الخُزاعيَّ على جمل أوْرَقَ ، يَصيحُ في فِجاج مِنىٰ : ألا إنّ الذّكاةَ في الحلْقِ واللّبّة انتهٰى . قال في التّنقيح : هذا إسناد ضعيف بمرّة ==

امام ترمذی نے غریب کہا ہے اسنادًا(۱) لیکن یہ حدیث معمول بہ سلف وخلف ومجمع علیہ ہے، اور کسی کو اس میں خلاف نہیں ہے کہ ذکاۃ اختیار یہ ذبح بين اللّبّة واللّحيَيْن ہے۔

لاصلاة لجار المسجد إلخ اور إنَّ أفضل أعمال أمّتي إلخ کی تحقیق

سوال: (۲۱۱)......(الف) لاصلاة لجار المسجد إلاّ في المسجد صحیح ومعمول بہا ہے یا غیر صحیح متروک العمل، بعض کتب غیر مشہورہ میں مرقوم ہے۔

(ب) اور یہ حدیث: إنّ أفضل أعمال أمّتي تلاوة القرآن نظرًا صحیح ہے یا غیر صحیح؟

(۲۸۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) جامع صغیر میں ہے: لاصلاة لجار المسجد إلاّ في المسجد قطّ، عن جابر و عن أبي هريرة رضي الله عنهما، ضعيف (۲) و في السّراج المنير: هٰذا محمول

== وسعيد بن سلاّم أجمع الأئمّة على ترك الاحتجاج به، وكذبه ابن نمير، وقال البخاري: يذكر بهذا الحديث، وقال الدّار قطنيّ: يحدث بالأباطيل، متروك، انتهٰى، و أخرجه عبد الرّزّاق في مصنّفه موقوفًا على ابن عبّاس وعلي عمر رضي الله عنهم: الذّكاة في الحلّق واللّبّة، انتهٰى. (نصب الرّاية في تخريج أحاديث الهداية للزّيلعيّ: ۴/۱۸۵، كتاب الذّبائح، المطبوعة: مطبعة دارالأمان)

(۱) حدّثنا هنّادٌ و محمّدُ بنُ العلاءِ قالاَ حدّثنا وكيعٌ عن حمّاد بنِ سلَمةَ ح و حدّثنا أحمدُ بنُ منيعٍ حدّثنا يزيدُ بنُ هارُونَ ثنا حمّادُ بنُ سلَمَةَ عن أبي العُشَرَاءِ عن أبيهِ قالَ:

قُلْتُ: يا رسولَ الله! أمَا تكونُ الذّكاةُ إلاّ في الحلقِ واللّبّة، قال: لو طعَنْتَ في فخِذِها لأجزأ عنك، قال أحمدُ بنُ منيعٍ قال يزيدُ بنُ هارُونَ هذا في الضّرورةِ، وفي البابِ عن رافع بنِ خديجٍ، هذا حديثٌ غريب لا نعرفه إلاّ من حديث حمّاد بنِ سلمةَ و لا نعرفُ لأبي العُشراءِ عن أبيه غيرَ هذا الحديثِ واختلفوا في اسم أبي العُشراءِ فقالَ بعضهم اسمُهُ أسامةُ بنُ قهطِمٍ و يقال يَسارُ بنُ بَرْزٍ و يُقال ابنُ بَلْزٍ و يُقالُ اسمُهُ عُطاردٌ. (جامع التّرمذي: ۱/۲۷۳، أبواب الصّيد، باب في الذّكاة في الحلق واللّبّة)

(۲) الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير، ص:۵۸۵، حرف لا، رقم الحديث: ۹۸۹۸، المطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت.

علی الفرضية و ما ألحق بها ففعلها في المسجد أفضل ، و ما عدا ذلك ففعله في البيت أفضل من فعله في المسجد(۱)

(ب) أفضل عبادة أمّتي قراءة القرآن نظرًا (۲) قال في السّراج المنير (ص:۱۱۱): أي في مصحف فقراءاته نظرًا أفضل من قراءته على ظهر قلب رواه الحكيم التّرمذيّ عن عبادة بن الصّامت و إسناده حسن(۳)

حدیث اوّل معمول بہا ہے اس طریقہ سے کہ حدیث کو محمول کریں گے فرائض پر اور جو اس کے حکم میں ہو، اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے، اور حدیث ثانی الفاظ مذکور سے موجود ہے اور جو الفاظ سوال میں درج ہیں ان الفاظ سے نہیں ملی مگر مطلب ایک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۱۲) آپ کے جواب میں مرقوم ہے: لاصلاة لجار المسجد إلّا في المسجد عن جابر وعن أبي هريرة رضي الله عنهما ضعيف، (جامع صغير) وفي السّراج المنير: هذا محمول على الفريضة و ما ألحق بها ففعلها في المسجد أفضل ، و ما عدا ذلك ففعله في البيت أفضل من فعله في المسجد اس حدیث سے بالکلیہ نفی جواز صلاۃ کی غیر مسجد میں معلوم ہوتی ہے، اور سراج منیر میں محمول نفی افضلیت پر کرتے ہیں، اور اصل نماز مکان میں اور دکان وغیرہ میں جائز رکھتے ہیں، اور اسی حدیث کے متن میں مرقوم ہے کہ عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا نے اجازت نماز کی مکان میں چاہی، آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم آواز اذان کی سنتے ہو؟ کہا سنتا ہوں، فرمایا کہ مسجد میں آ کر نماز پڑھو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فریضہ مکان میں بالکل جائز نہیں، اب اگر نفی افضلیت ہے تو کس دلیل سے ہے؟ اور مکان و دکان میں نماز فریضہ بہ عذر یا بلا عذر جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حدیث لا صلاة میں لا نفی کمال کے لیے ہے جیسا کہ لا إيمان لمن لا

---

(۱) السّراج المنير شرح الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير: ۳/۴۲۷، حرف "لا".

(۲) الحكيم عن عبادة بن الصّامت (ض) (الجامع الصّغير للسّيوطي، ص:۸۲، حرف الهمزة، رقم الحديث: ۱۳۰۵۔

(۳) السّراج المنير شرح الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير: ۱/۲۳۲، حرف الهمزة .

أمــانة لــه (۱) وغیرہ روایات میں یہی مراد بالاتفاق ہے، اور حدیث عبداللہ ابن ام مکتوم بھی اسی پر محمول ہے کہ آپ نے ان کو افضل کا امر فرمایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاصلاة إلاّ بحضور القلب حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۳) لاصلاة إلاّ بحضور القلب اس حدیث کی تنقید بیان کی جاوے، اگر یہ قول ہے تو کس کا ہے؟ اور ماخذ کیا ہے؟ (۲۵۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان الفاظ کے ساتھ کتب احادیث میں کوئی حدیث نہیں کہ جس کی تنقید کی جاوے، احیاء میں امام غزالیؒ نے تابعین کے چند آثار نقل کیے ہیں کتاب مذکور میں دیکھے جاویں۔ فقط

سوال: (۲۱۴) کتاب بوستاں معرفت مثنوی مولانا روم دفتر سوم، ص: ۲۴۰ میں لکھا ہے: لاصلاة إلاّ بحضور القلب حدیث کا حوالہ دیتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۴۸۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بعض مشائخ رحمہم اللہ نے اس کو نقل کیا ہے، اور مضمون صحیح ہے کیوں کہ مراد لاصلاة إلاّ بحضور القلب سے یہ ہے کہ کمال نماز بدون خشوع وخضوع وحضور قلب کے حاصل نہیں ہوتا۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ الآية﴾ (سورۂ مؤمنون، آیت: ۱-۲) لیکن ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاصلاة إلاّ بفاتحة الکتاب سے وجوب کیوں کر ثابت ہوتا ہے؟

سوال: (۲۱۵) ائمۂ احناف تعیین سورۂ فاتحہ کو واجب کیوں کہتے ہیں حدیث: لاصلاة إلخ سے؟ اور لاجمعة إلخ سے لا کے معنی لا یصحّ کیوں بیان کرتے ہیں؟ لاصلاة سے وجوب کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے؟ اس روایت میں لا تو نفی کمال کے لیے ہے؟ (۲۲۴/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: حدیث: لاصلاة إلاّ بفاتحة الکتاب کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ بدون سورۂ فاتحہ کے

(۱) عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قلّما خطبنا رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم إلاّ قال لا إیمان لمن لا أمانة له، ولا دین لمن لا عهد له. رواه البیهقيّ في شعب الإیمان. (مشکاة المصابیح ص:۱۵، کتاب الإیمان، الفصل الثّاني)

نماز صحیح نہ ہو، اور لانفی ذات ونفی جنس کے لیے ہو، جیسا کہ اصلی معنی اس کے یہی ہیں، لیکن بہ سبب آیت: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (سورۂ مزمل، آیت:۲۰) کے لا کونفی کمال کے لیے لیا گیا اور نفی کمال کا مطلب یہ ہے کہ بدون سورۂ فاتحہ کے نماز کامل نہ ہوگی، بلکہ ناقص ہوگی، اور ناقص ترک واجب سے ہوتی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے، بہ خلاف سنت ومستحب کے کہ اس کے ترک سے نماز ناقص نہیں کہلاتی، اسی وجہ سے ترک سنت ومستحب سے سجدہ سہو لازم نہیں کیا گیا، سجدہ سہو جبرِ نقصان کے لیے ہوتا ہے، اور لا جمعة و لا تشريق (۱) میں لا کو اپنے اصلی معنی میں لیا گیا، یعنی نفی ذات کے لیے، اس لیے لا تصحّ کہنا صحیح ہوا، کیونکہ یہاں کسی آیت یا حدیث کا تعارض نہیں ہے تاکہ لا جمعة إلخ کو اس کے اصل سے بدلا جائے اور معنی حقیقی چھوڑ کر مجاز کی طرف رجوع کیا جائے، بلکہ اس میں دیگر احادیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ لا کو اس کے اصلی معنی میں رکھا جائے جس کی تفصیل ان رسائل سے معلوم ہوسکتی ہے جو کہ جمعہ کے متعلق تصنیف ہوئے ہیں، جیسے اوثق العریٰ اور احسن القریٰ (۲) باقی تحقیق وتفصیل لا صلاة إلّا بفاتحة الكتاب کی کتب فقہ مثل فتح القدیر وغیرہ سے اور شروح حدیث مثل عینی وغیرہ سے معلوم ہوسکتی ہے اور اس کی زیادہ تحقیق زبانی ہوسکتی ہے، تحریر میں لانے کی فرصت نہیں ہے صرف اشارہ کردیا گیا ہے، اس تحقیق و تفصیل کی طرف جو اس کے متعلق کتابوں میں موجود ہے، اگر آپ کتب اصول وفقہ وشروح حدیث کو بہ غور مطالعہ فرمائیں گے تو اطمینان ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

السّخيّ حبيب الله و لو كان فاسقًا حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۶) یہ حدیث صحاح ستہ میں ہے یا نہیں؟ السّخيّ حبيب الله و لو كان فاسقًا؟ (۶۶۴/۱۳۴۳ھ)

(۱) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۴۶۳/۳، كتاب الصّلاة، باب الخطبة و الصّلاة الفصل الثّالث، رقم الحديث: ۱۴۱۹۔

(۲) اوثق العریٰ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا ایک مختصر رسالہ ہے، جو دیہات میں جمعہ کی نماز سے متعلق سوال کے جواب میں تحریر کیا گیا تھا، اس کی مزید وضاحت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ نے احسن القریٰ میں فرمائی ہے، ان دونوں کتابوں کو شیخ الہند اکیڈمی نے حوالوں کی تخریج اور اغلاط کی تصحیح کر کے جدید انداز میں شائع کیا ہے، مکتبہ دارالعلوم دیوبند سے ان کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الجواب: یہ حدیث ان الفاظ مذکورہ کے ساتھ صحاح ستہ میں نہیں ہے، البتہ ترمذی شریف کی روایت میں ایک حدیث الفاظ ذیل کے ساتھ مروی ہے: السّخيّ قريب من اللّٰه، قريب من الجنّة، قريب من النّاس، بعيد من النّار ...... والجاهل السّخيّ أحبّ إلى الله من عابد بخيلٍ(۱) (رواه التّرمذي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من عرف نفسه فقد عرف ربّه حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۱۷) من عرف نفسه فقد عرف ربّه حدیث ہے یا نہیں؟ (۲۰۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حدیث نہیں ہے، کسی بزرگ کا قول ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أخرجوا اليهود والنّصارىٰ من جزيرة العرب حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟

سوال: (۲۱۸) حدیث: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: أخرجوا اليهود والنّصارىٰ من جزيرة العرب یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ (۶۸۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بخاری ومسلم میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے: أخرجوا المشركينَ من جزيرة العرب (۲) قال في المرقاة: يريد بهم اليهود والنّصارىٰ (۳) اور صحیح مسلم میں ان الفاظ سے مروی ہے: لأُخرجنّ اليهود والنّصارى من جزيرة العرب حتّى لا أَدعَ إلّا مُسلمًا (۴) پس

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: السّخيّ، الحديث. (جامع التّرمذي: ۲/۱۷، أبواب البرّ والصّلة، باب ما جآء في السّخاء)

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أوصى بثلاثة، قال: أخرجوا، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۳۵۵، كتاب الجهاد، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب، الفصل الأوّل)

(۳) مرقاة المفاتيح: ۷/۵۸۴، كتاب الجهاد، رقم الحديث: ۴۰۵۲۔

(۴) عن عمر بن الخطّاب رضي الله عنه أنّه سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: لأخرجنّ، الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۲/۹۴، كتاب الجهاد والسّير، باب إجلاء اليهود من الحجاز)

حدیث مذکور بہ الفاظ مذکور صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من زار قبري وجبت له شفاعتي صحیح حدیث ہے یا ضعیف؟

سوال: (۲۱۹) من زار قبري وجبت له شفاعتي صحیح حدیث ہے یا ضعیف؟ (۱۳۴۲/۶۳۷ھ)

الجواب: اس حدیث کو جامع صغیر میں ضعیف لکھا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من صلّى خلف عالم تقيّ إلخ حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۲۰) من صلّى خلف عالم تقي فكأنّما صلّى خلف نبيّ اس حدیث کو بعض علماء نے اردو کتابوں میں نقل کیا ہے، مگر منقول عنہ کا نام نہیں بتایا، تسکین بخش جواب ارشاد ہو۔
(۱۳۴۰/۱۴۱۲ھ)

الجواب: اس حدیث کو شامی نے بھی امامت کے بیان میں نقل فرمایا ہے، لیکن پھر یہ نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا کچھ پتا مخرجین کو معلوم نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے: صلّى خلف فاسق أو مبتدع نالَ فضلَ الجماعةِ إلخ اس پر علامہ شامی نے نقل کیا ہے: قوله: (نالَ فضلَ الجماعةِ) أفاد أنّ الصّلاةَ خلفهما أولى من الانفراد، لكن لا ينالُ كما ينالُ خلفَ تقيٍّ وَرَعٍ لحديث: مَن صلّى خلفَ عالمٍ تقيٍّ فكأنّما صلّى خلَف نبيٍّ، قال في الحلية: و لم يجده المخرِّجون، نعم أخرج الحاكم في مستدركهِ مرفوعًا: إن سَرَّكُم أن يقبلَ اللّٰهُ صلاتَكم فليؤمكم خيارُكم فإنّهم وفدُكم فيما بينكم وبين ربّكم إلخ (۲) (۱/ ۳۷۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) (عد هب) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما (ض) (الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير، ص: ۵۲۸، حرف الميم، رقم الحديث: ۸۷۱۵، المطبوعة، دارالكتب العلميّة، بيروت)
(۲) ردّالمحتار: ۲/ ۲۵۷-۲۵۸، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، قبيل مطلب في إمامة الأمرد.
قال في الأصل: و ما وقع في الهداية للحنفيّة بلفظ "من صلّى خلف عالمٍ تقيٍّ فكأنّما صلّى خلف نبي" فلم أقف عليه بهذا اللّفظ. (كشف الخفاء ومزيل الإلباس للعجلوني: ۲/ ۱۲۲، رقم الحديث: ۱۸۶۵، والمقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة للسّخاوي، ص: ۳۰۴، رقم الحديث: ۷۶۴، المطبوعة: مكتبة الخانجي بمصر) ==

جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں حدیث ہذیان ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲۱)......(الف) ایک شخص حدیث: البیّعان بالخیار ما لم یتفرّقا کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ''رجز'' ہے، اور یہ کہ حدیث دراصل اس طرح پر ہے: البیّعان بالخیار ما لم یتفرّقا عن المجلس اس لیے اس حدیث کا ذکر بلا ضم لفظ عن المجلس کے خبط واہی ہے؟

(ب) نیز وہ کہتا ہے کہ حدیث ذیل ہذیان ہے، اور اس پر عمل کرنا بھی ہذیان ہے: عن أنس أنّ یھودیًا رَضَخَ رأسَ جاریةٍ بین حجرین ، فَرَضَخَ النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم رأسَه بین حجرین ، بیّنوا توجروا. (۱۱۶۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) بخاری اور مسلم کی روایت ان الفاظ سے ہے: البیّعان بالخیار ما لم یتفرّقا فإن صَدَقَا وبَیَّنَا بُوْرِكَ لَھُمَا في بَیْعِھِمَا وإنْ کَتَمَا و کَذَبَا مُحِقَتْ برکةُ بَیْعِھِمَا، متّفق علیه (۱)(مشکاة) اور مشکاۃ شریف میں یہ بھی منقول ہے: وفي روایة للتّرمذي البیّعان بالخیار ما لم یَتَفَرّقَا أو یَخْتَارَا (۲) اور یہی الفاظ مختلفہ اس بارے میں مروی ہیں، اگر کوئی جملۂ حدیث ''رجز'' بھی ہوگیا ہو اور بلا ارادہ کسی وزن پر ہوگیا ہو تو اس میں کچھ بحث کرنا فضول ہے، جیسا کہ بعض آیات قرآنیہ کسی وزن پر چسپاں ہوجاتی ہیں۔

(ب) یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بدین الفاظ مروی ہے: عن أنس رضي اللّٰه عنه أنّ یھودیًّا رَضَّ رأسَ جاریةٍ بین حجرین، فقیل لھا مَن فعل بك ھذا أ فلانٌ أ فلانٌ ؟ حتّی سُمِّيَ الیھوديُّ ، فأومتْ برأسھا، فجيء بالیھوديّ فاعترف ، و أمر بهٖ رسولُ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ، فَرُضَّ رأسُهٗ بالحجارةِ ، متّفق علیه(۳)(مشکاة شریف، ص:۲۹۲)

== وقال الزّیلعي في '' الدّرایة في تخریج أحادیث الھدایة '': لم أجده و قد روی الحاکم والطّبراني من حدیث مرثد بن أبي مرثد الغنوی: إنْ سَرّکُم أنْ تُقبلَ صَلاَ تکم فَلْیَؤُمَّکُمْ خِیَارُکُمْ إلخ . (الھدایة مع الدّرایة : ۱/۱۲۳، کتاب الصّلاة، باب الإمامة)

(۱) عن حکیم بن حِزام رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم : البیّعان بالخیار، الحدیث .(مشکاة المصابیح، ص:۲۴۴، کتاب البیوع، باب الخیار، الفصل الأوّل)

(۲) حوالۂ سابقہ۔۱۲

(۳) مشکاة المصابیح، ص:۳۰۰، کتاب القصاص، الفصل الأوّل .

اس روایتِ مفصلہ سے واضح ہوا کہ یہودی قاتل نے خود اقرار کیا کہ میں نے قتل کیا ہے، اور وہ جاریہ فوت ہوگئی اور اس پر آنحضرت ﷺ نے بعض صحابہ کو امر کیا، انہوں نے قصاص میں اس یہودی کو پتھر سے قتل کیا جیسا کہ اس یہودی نے کیا تھا؛ یہ حکم ابتداء میں تھا، پھر یہ حکم ہوگیا **لا قود إلاّ بالسّیف** (۱) یعنی قصاص تلوار سے لیا جاوے، پس وہ شخص جو اس حدیث کو ہذیان کہتا ہے اور اس پر عمل کرنے کو ہذیان کہتا ہے وہ اگر بلا تاویل ایسا کہتا ہے تو مرتد ہے اور بہ تاویل ایسا کہنا بھی حرام ہے، بہر حال وہ شخص مستحق زجر وتوبیخ ہے اور تجدیدِ ایمان کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موضوع روایات نقل کرنے والے دجال وکذاب ہیں

سوال: (۲۲۲) مولود کی روایت جو رسالہ مولود میں لکھی ہے، اس کے بیان کرنے والے مندرجہ ذیل حدیث کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟ **یکون في آخر الزّمان دجّالون کذّابون الحدیث** (۲)
(۲۱۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جو شخص روایات موضوعہ کو نقل کرے، بہ غرض عمل کرنے اور کرانے کے وہ بے شک حدیث مذکور کی وعید میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں کے بعد سونے کے سلسلہ کی ایک موضوع حدیث

سوال: (۲۲۳) **أنّ النّوم بعد الصّبح یورث الغفلة ، والنّوم بعد الإشراق یورث الغناء والنّوم بعد الظّهر یورث الفقر ، والنّوم بعد العصر یورث الجنون ، والنّوم بعد المغرب یورث النّسیان** ، یہ حدیث کس درجہ کی ہے؟ (۲۹/۷۲۴-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) عن النّعمان بن بشیر رضي اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: لا قودَ إلاّ بالسّیف. (سنن ابن ماجة، ص:۱۹۱، أبواب الدّیات، باب لا قود إلاّ بالسّیف)

(۲) عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه یقول: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: یکون في آخر الزّمان دجّالون کذّابون یأتونکم من الأحادیث بما لم تسمعوا أنتم ولآ آباؤکم ، فإیّاکم و إیّاهم لا یُضِلُّونَکُمْ و لا یَفْتِنُوْنَکُمْ . (الصّحیح لمسلم: ۱/۱۰، مقدّمة ، باب النّهي عن الرّوایة عن الضّعفآء و الاحتیاط في تحمّلها)

الجواب: یہ حدیث نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تارکِ نماز کے تعاون کرنے کے متعلق ایک بے اصل روایت

سوال: (۲۲۴) یہ حدیث جو ہے: قال النبيّ صلّى الله عليه وسلّم : من أعان تارك الصّلاة بشيء فكأنّما زنىٰ بأمّه ألف مرّات موضوع ہے یا صحیح ہے؟ (۳۴۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ کتب معتبرۂ حدیث میں منقول نہیں ہے اور بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أنا عرب بلا عين ، أنا أحمد بلا ميم ، باطل مقولہ ہے
اور أوّل ما خلق اللّٰه نوري کا مطلب

سوال: (۲۲۵) اکثر مشائخ کی زبانی اور تصنیف کردہ کتب میں بہت سی احادیث ایسی پائی جاتی ہیں، جو صریح احکام شریعت کے خلاف ہوا کرتی ہیں، چنانچہ بہ طور نمونہ دو (تین) حدیث پیش کر کے اس کا جواب چاہتا ہوں أنا عرب بلا عين، أنا أحمد بلاميم، من رّآني فقد رأى الحقّ، أوّل ما خلق اللّٰه نوري، ان کے سننے اور دیکھنے سے ہم نہایت محزون اور پریشان ہیں، چونکہ احادیث مذکورہ بالکل احکام شریعت کے خلاف ہیں حتی کہ پیغمبر خدا کو خدا قرار دینا پڑتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک، ان احادیث کا کیا مطلب اور شرح ہے؟ (۹۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ ایک بشر ہیں من جملہ مخلوقات کے، اور اللہ کے بندہ ہیں من جملہ اس کے بندوں کے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بزرگی پیغمبری اور خاتم رسل اور افضل اولین و آخرین ہونے کی دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ الآية﴾ (۱) کہہ دیجیے کہ میں ایک بشر ہوں تم جیسا میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، فضائل آپ کے بے حد و احصاء ہیں، آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کثیرہ آپ کے فضائل میں اس قدر ہیں کہ موضوع روایات اور باطل مقولات سے آپ کی فضیلت ثابت کرنے کی

(۱) سورۂ کہف، آیت: ۱۱۰، سورۂ حم السجدہ، آیت: ۶۔

ضرورت نہیں، اورآپ کوخدائی کا شریک بنانا کذب اور بہتان صریح ہے، اورمصداق فليتبوّأ مقعده من النّار الحديث (۱) کا ہے، أنا عرب بلا عين ، اور أنا أحمد بلا ميم باطل مقولات اور کذب اور بہتان ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اکیلا خدا ہوں اور میں رب ہوں، معاذ اللہ حضرت کب ایسا فرماسکتے ہیں، لعنت ہو اللہ تعالیٰ کی ان پر جنہوں نے اس قسم کے مقولے گھڑے اور پھر حضرت کی طرف ان کو نسبت کرتے ہیں، ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۵) زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں بطلان ایسے مقولوں کا خود ظاہر ہے کسی اہل اسلام کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا۔

باقی رہا حدیث من رآني فقد رأى الحقّ (۲) اس کا مطلب یہ نہیں جو مبتدعین جہال سمجھتے ہیں (۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے سچ دیکھا یعنی واقعی مجھ کو ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت میں نظر نہیں آسکتا اور میری صورت نہیں بن سکتا، دوسری احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

اور أوّل ماخلق الله نوري (۴) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے میرے نور کو یعنی میری روح کو پیدا فرمایا تو اگر یہ ثابت ہوجاوے تو اس میں کچھ اشکال نہیں، اس سے تو خود یہ معلوم ہوا کہ حضرت کی روح اللہ کی بنائی ہوئی اور اللہ کی مخلوق ہے، حدیث صحیح میں ہے: نحن الآخرون السّابقون (۵)

---

(۱) قال المغيرة رضي الله عنه: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إن كذبًا عليّ ليس ككذبٍ على أحدٍ ، فمن كذب عليّ إلخ. (الصّحيح لمسلم: ۱/۷، المقدّمة، باب تغليظ الكذب علىٰ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم)

(۲) عن أبي سعيد الخدريّ رضي الله عنه سمع النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول : من رآني فقد رآى الحقّ ، فإنّ الشّيطان لا يتكوّنني (صحيح البخاري: ۲/۱۰۳۶، كتاب التّعبير، باب من رآى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في المنام)

(۳) اس کا مطلب جاہل بدعتی یہ بیان کرتے ہیں کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا اُس نے یقینًا حق تعالیٰ کو دیکھا۔۱۲

(۴) یہ بے اصل روایت ہے جیسا کہ اگلے سوال کے جواب میں آرہا ہے۔۱۲

(۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : نحن الآخرونَ السّابقونَ يومَ القيامة . (صحيح البخاري: ۱/۱۲۳، كتاب الجمعة ==

کہ ظاہر میں ہم سب سے پچھلے ہیں مگر عند اللہ ہم سب سے سابق اور مقدم ہیں، بہ اعتبار مرتبہ کے۔

أوّل ما خلق اللّٰه نوري بے اصل روایت ہے

سوال:(۲۲۶) حدیث: أوّل ما خلق اللّٰه نوري حدیث صحیح است یا ضعیف؟
(۴۳۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایں حدیث بہ ایں الفاظ معلوم نیست کہ حدیث است یا نہ و صحیح است یا ضعیف(۱)

== باب هل علىٰ مَن لايشهد الجمعةَ إلخ ، وفيه أيضًا أنظر رقم الحديث: ۲۳۸،۸۶۶،۲۸۶۷، ۳۳۶۷،۶۳۷۱،۶۶۲۲،۶۷۶۲،۶۸۵۴،۷۱۹۵)

(۱) اس حدیث کی سند کا پتا نہیں، مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ہدایت القرآن میں ارقام فرماتے ہیں:

ایک حدیث لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا نور پیدا کیا (أوّل ما خلق اللّٰه نوري) اس حدیث کی سند کا پتا نہیں، مواہب لدنیہ میں یہ حدیث مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے بلا سند ذکر کی گئی ہے (زرقانی:۱/۴۶) میں نے مصنف عبد الرزاق میں یہ حدیث تلاش کی مگر نہیں ملی۔ علامہ زرقانی نے بیہقی کا بھی حوالہ دیا ہے میں نے بیہقی کی دلائل النبوۃ میں بھی تلاش کی مگر نہیں ملی۔ البانی نے بھی مشکاۃ شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ میں اس کی سند تلاش کرتے کرتے تھک گیا مگر نہیں ملی۔ علامہ اسماعیل عجلونی (متوفی ۱۱۶۲ھ) نے كَشْفُ الْخَفَاء و مُزِيْلُ الإِلْبَاسِ عمَّا اشتهر من الأحاديث على ألسِنة النّاس میں اس کو ''مواہب'' کے حوالہ سے درج کیا ہے، مگر نہ کوئی سند ذکر کی ہے نہ حدیث پر کوئی حکم لگایا ہے یہ حدیث کافی لمبی ہے جو درج ذیل ہے:

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتلایئے: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے آپ کے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، وہ نور قدرت خداوندی سے جہاں اللہ نے چاہا گھومتا رہا، اس وقت میں نہ تو لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ جہنم، نہ فرشتہ نہ آسمان، نہ زمین نہ سورج، نہ چاند نہ جنات اور نہ انسان، پھر جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور پہلے جزو سے قلم، دوسرے جزو سے لوح اور تیسرے جزو سے عرش کو پیدا کیا اور چوتھے جزو کے پھر چار اجزا کیے، اور پہلے جزو سے حاملین عرش کو، دوسرے جزو سے کرسی کو اور تیسرے جزو سے باقی فرشتوں کو پیدا کیا، اور چوتھے جزو کے پھر چار اجزا کیے اور پہلے جزو سے آسمانوں کو، دوسرے جزو سے زمینوں کو اور تیسرے جزو سے جنت وجہنم کو پیدا کیا ==

ترجمہ: سوال: (۲۲۶) حدیث: أوّل ما خلق الله نوري حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟

الجواب: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ معلوم نہیں کہ حدیث ہے یا نہیں، اور صحیح ہے یا ضعیف۔

خرمہ پر فاتحہ دینے والی حدیث بے اصل ہے

سوال: (۲۲۷) مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صاحب زادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد خرمہ پر فاتحہ دے کر لوگوں کو تقسیم کرایا، اور اس میں اونٹ کا دودھ بھی شامل تھا، اس حدیث کی کچھ اصل ہے یا نہ؟ (۱۳۰۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس حدیث کی کچھ اصل نہیں ہے، مبتدعین کا افتراء اور کذب ہے۔ فقط واللہ اعلم

کیا مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس روز کی عبادت کا ثواب زائل ہو جاتا ہے؟

سوال: (۲۲۸) اکثر سنا گیا ہے کہ مسجد میں کلام دنیا کرنے سے ثواب عبادت چہل روزہ زائل ہوتا ہے ایسی کوئی حدیث ہو تو تحریر فرما دیجئے۔ (۱۷۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسی کوئی حدیث نظر نہیں آئی کہ مسجد میں کلام دنیا کرنے سے چہل روزہ نماز کا ثواب زائل ہو جاتا ہے، البتہ مسجد میں دنیاوی کلام کرنے سے احادیث میں ممانعت آئی ہے، فقہاء نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے برا کلام ہے، باقی کلام مباح بہ ضرورت درست ہے۔ کذا

== اور چوتھے جزو کے پھر چار اجزا کیے، پہلے جزو سے مؤمنوں کی نگاہوں کی روشنی کو، دوسرے جزو سے ان کے دلوں کی روشنی کو یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کو اور تیسرے جزو سے ان کے اُنس کے نور کو یعنی توحید (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو پیدا کیا آخر حدیث تک۔ (کشف الخفا: ۱/۳۱۱)

ابھی یہ حدیث اور بھی ہوگی، عجلونی نے اتنی ہی نقل کی ہے، زرقانی رحمہ اللہ کو بھی آگے معلوم نہیں، یہ پوری حدیث پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قطعاً موضوع روایت ہے۔ واللہ اعلم

(ہدایت القرآن: ۵/ ۲۴۵-۲۴۶ تفسیر سورۂ کہف، فائدہ: ۳)

في الدّرّ المختار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۲۹) قال النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم من كلّم بكلام الدّنيا في المسجد أحبط اللّٰه تعالىٰ عمله أربعين سنةً یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ (۱۳۴۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: روایت مذکورہ کا حال معلوم نہیں ہے کہ کیسی ہے، اور کس کتاب میں ہے شامی میں یہ روایت تو مذکور ہے: الحديث في المسجد يأكل الحسنات كما تأكل البهيمة الحشيش، انتهىٰ (۲)

نَاكِحُ اليدِ ملعونٌ حدیث ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳۰) نَاكِحُ اليدِ مَلْعُوْنٌ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ (۱۷۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس حدیث کو فقہاء استدلال ممانعت استمناء بالکف (مشت زنی) میں نقل فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہے اور قابل استدلال ہے (۳) چنانچہ درمختار میں ہے: وكذا الاستمناءُ

---

(۱) قوله: (يكره الكلام في المسجد) ورد: أنّه يأكلُ الحسناتِ كما تأكلُ النّارُ الحَطَبَ، وحمله في الظّهيريّة وغيرها على ما إذا جلس لأجلهٖ، وقد سبق في باب الاعتكاف، وهذا كلّه في المباح لا في غيرهٖ فإنّه أعظم وزرًا (ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ۵۱۳/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، وفيه أيضًا: ۳۹۳/۳، كتاب الصّوم، باب الاعتكاف)

فائدة: هذا الحديث: أنّه يأكل الحسناتِ إلخ لا أصل له، ذكره الشّوكاني في الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة (ص:۴۴، رقم:۳۳) وقال: قال الفيروز آبادي: لم يوجد إلخ. (هامش الشّامي: ۵۱۳/۹، رقم الحاشية (۲)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

(۲) ردّالمحتار على الدّرّ: ۳۷۸/۲، كتاب الصّلاة، باب ما يفسد الصّلاة وما يكره فيها، مطلب في الغرْس في المسجد.

وفي هامشه: قال الفيروز آبادي: لم يوجد، كما في الفوائد المجموعة للشّوكاني، ص:۴۴، رقم: ۳۳، رقم الحاشيّة: ۳.

(۳) کشف الخفاء میں ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ ”ناكح اليد ملعون“: قال الرُّهاوي في حاشية المنار: لا أصل له. (كشف الخفاء ومزيل الإلباس عمّا اشتهر من الأحاديث على ألسنة النّاس: ۴۳۱/۲، رقم الحديث: ۲۸۳۸، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة، بيروت)

بـالـكـفِ و إن كُرِهَ تحريمًا لحديث: ”ناكحُ اليدِ ملعونٌ“ ولو خاف الزِّنا يُرجى أن لا وبال عليه(۱) (شامی:۱/۱۰۰)

یہ حدیث نہیں ہے کہ تم اپنے پیٹوں کو جانوروں کا قبرستان مت بناؤ

سوال: (۲۳۱) لا تـجعلوا بطونكم مقابر الحيوانات حدیث ہے یا نہ؟ اور حدیث تم رحم کرو زمین والوں پر آسمان والا تم پر رحم فرماوے گا؛ درست ہے یا نہ؟ (۴۲۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: لا تـجعلوا بطونكم إلخ کوئی حدیث نہیں ہے، یہ قول غلط ہے، تم رحم کرو زمین والوں پر الخ، یہ حدیث اس طرح ہے: ارحـمُـوا مَـن فـي الأرضِ يَـرْحَـمْـكُـمْ مَنْ في السَّمآءِ شروع اس حدیث کا اس طرح ہے: الرّاحمون يرحمهم الرّحمٰنُ الحديث(۲) فقط واللہ اعلم

نومولود کی ناف کاٹنے کی روایت صحیح ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳۲) حدیث مندرجہ ذیل صحیح ہے یا کیا؟ عـن جـابـر رضـي الله عنه قال: كان النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم جالسًا في مسجده فجاء عامر بن فهيرة فقال للنّبي صلّى اللّٰه عـليه وسلّم يا رسول اللّٰه! نُـفسـتْ امرأتي و مات ولدها بعد ما استهلّ فقال النّبيّ صلّى الـلّٰـه عـلـيـه وسلّم: سم الولد و اقطع السّرة إلخ (۳) حسن وحسین کی ناف کس نے قطع کی تھی؟ حضرت کے زمانہ میں ناف کون قطع کرتا تھا؟ یا اپنے ہاتھ سے کاٹتے تھے؟ دیوبند میں کون کاٹتا ہے؟ اپنے ہاتھ سے ناف کاٹنا کیسا ہے؟ (۵۹۵/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳/۳۳۱-۳۳۲، كتاب الصّوم، باب ما يُفسدُ الصّوم ولا يُفسده، مطلب في حكم الاستمناء بالكفّ.

(۲) عـن عـبـد الـلّٰـه بـن عـمـرو رضـي الـلّٰـه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: الـرّاحـمـون يرحمهم الرّحمٰن، ارحموا مَن في الأرض يرحمكم مَن في السّماء، الرّحم شُجْنَةٌ من الرّحمٰن؛ فمَن وصلها وصله اللّٰه، ومَن قطعها قطعه اللّٰه. (جامع التّرمذي: ۲/۱۴، أبواب البرّ والصّلة، باب ماجآء في رحمة النّاس)

(۳) یہ روایت ان الفاظ سے کہیں نہیں ملی ۱۲

الجواب: یہ حدیث شریف اگر صحیح وثابت ہوتو اس سے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ خود ہی سرہ کو قطع کرے، بلکہ مراد اس سے یہ ہوتا ہے کہ قطع کرو یا کراؤ، جو کوئی قطع کردے درست ہے، ایسے امور میں شرعًا کوئی خاص تکلیف نہیں دی گئی کہ خود ہی قطع کرنا چاہیے، بلکہ جو سہل ہو اور جو عرف ہو اس کے موافق کرنا چاہیے، یہ کچھ ثابت نہیں ہے کہ حسنؓ وحسینؓ کی ناف کس نے قطع کی، اور نہ یہ کہ آپ کے زمانے میں کون قطع کرتا تھا، ایسے امور میں بحث ونزاع کرنا درست نہیں ہے، اور امور لایعنی سے ہے۔ **قال علیہ السّلام: من حسن إسلام المرء ترکه مالا یعنیه** (۱) یہ امر عرف ورواج پر مفوض ہے نہ خود قطع کرنا ممنوع ہے نہ ضروری ہے جو شخص یہ کام کرتا ہو وہ کرسکتا ہے، جیسا کہ اکثر بلاد میں یہ کام متعلق دایہ کے ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس سورت پر تلاوت ختم ہو اس سورت کی چند آیتیں چھوڑنے کی روایت غلط ہے

سوال: (۲۳۳۳) ایک واعظ فرماتے ہیں کہ جس وقت تلاوت قرآن شریف کی جاوے تو بر وقت ختم تلاوت جس سورت پر تلاوت ختم ہووے اس سورت کی دو چار آیتیں چھوڑنی چاہئیں، سورت ختم نہ کرنی چاہیے، بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ اگر کچھ آیات چھوڑ کر تلاوت ختم کردی جاوے تو اگلے دن تک جس وقت تلاوت کی جاوے گی قاری کو ثواب تلاوت کا ملتا رہے گا؛ یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور بخاری شریف میں یہ حدیث ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ حدیث بخاری شریف وغیرہ کسی کتاب حدیث میں نہیں ہے، یہ اس واعظ کی غلط بیانی ہے حکم شرعی ایسا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شبِ معراج سے متعلق چند موضوع روایات

سوال: (۲۳۳۴) ایک شخص یہ روایات بیان کرتا ہے کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱) جامع التّرمذي: ۵۸/۲، أبواب الزّهد، بابٌ.

ساتھ اللہ تعالیٰ نے نوے ہزار کلام کیے، اور فرمایا کہ تیس ہزار عوام کو بتائیں اور تیس ہزار خواص کو اور تیس ہزار مخفی رکھیں، شب معراج میں جب رفرف کو آنحضرت ﷺ نے رخصت کیا تو ایک روح حاضر ہوئی، اس نے آپ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر عرش عظیم پر رکھ دیا، آپ نے پوچھا یہ کس کی روح ہے؟ جواب ملا: یہ روح پیر عبدالقادر جیلانی کی ہے، آپ نے فرمایا میرا قدم عبدالقادر کے کاندھوں پر اور عبدالقادر کا قدم جمیع اولیاء اللہ پر، کیا روایات مذکورہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں؟ (۶۱۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: روایات مذکورہ محض بے اصل اور خلاف شرع ہیں ایسا اعتقاد رکھنا صحیح نہیں ہے۔ فقط

حج کی فضیلت اور چند بے اصل روایات

سوال: (۲۳۵) میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ''شفاء'' میں قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تین حج کر لیتا ہے خدا تعالیٰ آگ کو دنیا و آخرت میں اس پر حرام کر دیتا ہے، اور مولوی محبّ الدین مہاجر مکی نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تین حج کر لیتا ہے خدا تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم دے دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال لکھنا بند کر دو یہ احادیث کس درجہ کی ہیں؟ (۹۸۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حج کی فضیلت بہت کچھ ہے۔ ایک حدیث میں ہے: **الحجّ المبرور ليس له جزاء إلّا الجنّة بخاري ومسلم** (۱) اور ایک حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور اس میں معصیت اور فسق نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، یہ حدیث بھی بخاری ومسلم کی ہے (۲) باقی وہ روایتیں جو آپ نے لکھی ہیں وہ کہیں نہیں ملیں بہ ظاہر

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم العمرةُ إلى العمرة كفّارة لِما بينهما ، والحجّ المبرور ، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۲۲۱، كتاب المناسك، الفصل الأوّل)

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول: مَن حجّ للّه فلم يَرْفُثْ ولم يَفْسُق رجع كيومٍ ولدتْه أمُّهُ. (صحيح البخاري: ۱/۲۰۶، كتاب المناسك ، باب فضل الحجّ المبرور)

ان کی کچھ اصل نہیں ہے، مکرر یہ کہ بعد تحریر ہذا شفاء قاضی عیاض کو دیکھا گیا اس میں وہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے نہیں ملی، اور بخاری کے حوالہ سے جو مولوی محبّ الدین صاحب نے فرمایا ہے وہ حدیث بھی بخاری شریف میں نہیں ہے، فضیلت حج میں جو حدیثیں جواب میں نقل کی گئیں ان سے ہی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من جدَّد قبرًا أو تمثالاً فقد خرج عن الإسلام موضوع روایت ہے

سوال: (۲۳۶) یہاں پر محرمات محرم کی موافقت ومخالفت میں مسلمان خانہ جنگی میں مبتلا ہیں، ایک صاحب نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے: **من جدَّد قبرًا أو تمثالاً فقد خرج عن الإسلام** آیا یہ کسی کتاب کی حدیث ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟ (۱۰۲۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ کوئی حدیث نہیں ہے اور کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے یہ موضوع ہے، اس کو حدیث کہنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے: **من کذب عليّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعده من النّار** (۱) یعنی جس نے مجھ پر قصدًا جھوٹ بولا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، باقی تعزیہ سازی کی حرمت دوسرے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے، اور پھر تعزیہ کے ساتھ جو امور محرمہ شرکیہ کیے جاتے ہیں وہ مفضی الی الکفر ہوجاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت حمزہ کے سوئم وچہلم کی روایت ثابت نہیں

سوال: (۲۳۷) حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا سوئم و چہلم میں تقسیم فرمایا یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سلسلہ میں ایک بے اصل روایت

سوال: (۲۳۸) اکثر میلاد شریف کی محفلوں میں علماء بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۲۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

کی والدہ ماجدہ دردزہ میں مبتلاء ہوئیں تو ایک مرغ سفید آیا اور اپنے بازوان کے سینہ سے ملے فوراً وہ تکلیف جاتی رہی اور پیاس معلوم ہوئی، وہ مرغ سفید فوراً ایک جوان خوش رو ہو گیا، اور ایک پیالہ شراب کا حاضر کیا، جب آپ سیر ہو کر پی چکیں تو وہ آہستہ آہستہ شکم ملنے لگا، اور بہ زبان فصیح عرض کرنے لگا: **أظهر یا سیّد المرسلین بسم اللّٰه أظهر یا محمّد بن عبد اللّٰه ، فظهر محمّد صلّی اللّٰه علیه وسلّم کالبدر المنیر** کیا یہ واقعات صحیح اور ثابت ہیں اگر نہیں تو بیان کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۷۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کچھ اصل صحیح ثابت نہیں ہے، اور ایسی ہی روایات موضوعہ وضعیفہ کی وجہ سے علمائے محققین مجالس ومحافل میلاد شریف کو و نیز بہ وجوہ دیگر جن کو مجالس موصوفہ مشتمل ہوتی ہیں اور وہ خلاف شریعت ہیں منع فرماتے ہیں، اور بے تحقیق روایات کا نقل کرنا بلا انکار معصیت سخت ہے، اور حدیث صحیح میں اس پر سخت وعید وارد ہے: **قال علیه الصّلاة والسّلام من کذب علَيّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعده من النّار** (۱) یعنی جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو سمجھے والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور فقہاء نے روایات موضوعہ کے نقل کرنے کو بلا بیان ان کے موضوع ہونے کے جائز نہیں رکھا، درمختار میں ہے: **شرطُ العملِ بالحدیث الضّعیفِ عدمُ شدّة ضعفهٖ ، و أن یدخل تحت أصلٍ عام و أن لا یعتقد سُنِّیَّةَ ذلك الحدیث و أمّا الموضوع فلا یجوز العمل بهٖ بحال ولا روایتهٗ ، إلّا إذا قُرِن ببیانه** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ گناہ گار مسلمان قبر سے بے گناہ اٹھیں گے

سوال: (۲۳۹)......(الف) کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ایک روایت بہ حوالہ طبرانی مذکور ہے، امت محمدیہ کی خصوصیات سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ باگناہ قبر میں جائیں گے اور بے گناہ قبر سے اٹھیں گے بہ سبب استغفار مؤمنین، آیا یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ بہ صورت صحت وہ حدیث جو

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۲۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۲) **الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱/۲۲۷، کتاب الطّهارة، مطلب في بیان ارتقاء الحدیث الضّعیف إلی مرتبةِ الحسن .**

مشکاۃ شریف کے باب المشی بالجنازۃ والصّلاۃ علیها میں بہ روایت حضرت کُریب مولی ابن عباس ہے: فإنّي سمعتُ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول: ما من رجلٍ مسلمٍ یموت فیقوم علٰی جنازتهٖ أربعون رجلاً لا یشرکون باللّٰه شیئًا إلاّ شفَّعهم اللّٰهُ فیه(۱) (رواہ مسلم) اور حدیث دیگر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے؛ جس کا مضمون یہ ہے کہ جس میت پر ایک جماعت مسلمانوں کی جو سو تک پہنچیں اور شفاعت کریں واسطے مردہ کے، شفاعت قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مردہ کے حق میں (۲) یہ حدیثیں روایت طبرانی کی مؤید ہیں یا نہیں؟

(ب) ایک شخص کہتا ہے کہ مولوی عبدالحق نے یہ روایت جھوٹ لکھی ہے نص قرآنی ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ، وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ﴾ (سورۂ زلزال، آیت:۷-۸) کے خلاف ہے، جب ایسے ہی استغفار مؤمنین سے صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف ہوجائیں تو پھر نماز روزہ اور دوسرے احکام شرعیہ بجالانے کی کیا ضرورت ہے؟ (۱۱۵۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف-ب) اس روایت طبرانی کی صحت وضعف کا تو حال معلوم نہیں ہے، لیکن روایات صحیحہ مذکورہ اس کی مؤید ہیں، اور آیت: ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الآیة﴾ اس کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت میں شر سے مراد وہ شر اور معصیت ہے جو معاف نہ ہوئی ہو جیسا کہ خیر سے مراد وہ ہے جو بہ وجہ کفر وغیرہ کے حبط نہ ہوئی ہو، یا کہا جائے کہ دیکھنا ہر ایک شر کا منافی اس کے معافی کے نہیں ہے، مثلاً اس عامل شر سے کہا جائے اور اس کو اس کی جمیع سیئات دکھلائی جائیں کہ تو نے یہ اعمال شر کیے تھے، ہم نے فلاں وجہ سے ان سے درگذر کی اور معاف کردیا، الحاصل اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ دعائے احیاء؛ اموات کو نفع پہنچاتی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: و منها أنّ دعاء الأحیاء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم إلخ (۳) اور مراد روایت ''مدارج النبوۃ'' میں

---

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص:۱۴۵، کتاب الجنائز، باب المشيء بالجنازة والصّلاة علیها، الفصل الأوّل.

(۲) عن عائشة رضي اللّٰه عنها عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: ما من میّتٍ تُصَلِّي علیه أمّةٌ من المسلمین یبلغون مائةً کلّهم یشفعون لهٗ إلاّ شُفِّعوا فیه. (الصّحیح لمسلم: ۱/۳۰۸، کتاب الجنائز، فصل في قبول شفاعة الأربعین الموحّدین في من صلّوا علیه)

(۳) شرح الفقه الأکبر، ص:۱۵۸، دعاء الأحیاء للأموات إلخ.

گناہ صغیرہ ہیں، اور ہوسکتا ہے کہ کبائر کی بھی مغفرت ہوجائے بعض کی یا کل کی یہ امر مفوض بہ مشیت اللہ تعالیٰ ہے: كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۸، ۱۱۶) پس معلوم ہوا کہ جو شخص روایت ''مدارج النبوۃ'' کی جو کہ حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ نے طبرانی سے روایت کی ہے تکذیب کرتا ہے وہ سخت غلطی میں اور خطاء پر ہے اس سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امت محمدیہ کی بخشش سے متعلق ایک من گھڑت روایت اور شہادتِ حسین کو بخشش کا ذریعہ سمجھنا

سوال: (۲۴۰)...... (الف) امتِ رسول اللہ کے واسطے شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ باعث کفارۂ گناہ ہے یا نہیں؟ اور امت کی بخشش کا کچھ ذریعہ بن سکے گی کہ نہیں؟

(ب) وہ روایات جو اکثر واعظین بیان کرتے ہیں مثلاً قیامت کے دن حضرت فاطمہؓ امام حسن کے جگر کے ٹکڑے اور امام حسین کا خون آلودہ پیرہن میزان میں بہ سبب بخشش گناہان امت رکھیں گے کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) شہادت امام حسینؓ بایں خیال کہ وہ امت کے گناہوں کا کفارہ ہے، اعتقادیاتِ اہل سنت والجماعت میں ضروری ہے یا نہیں؟ اور منکر اس عقیدہ کا کیسا ہے؟ (۲۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) شہادت امام حسینؓ ان کے لیے باعث رفعِ درجات ہے، امتِ رسول اللہ کے لیے اس کو موجبِ کفارۂ سیئات سمجھنا جہلاء کا عقیدہ ہے، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (۱) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: يا فاطمة!...... لا أُغني عنكِ من الله شيئًا الحديث (۲) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم.

(۱) سورۂ انعام، آیت: ۱۶۴، سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۵، سورۂ فاطر، آیت: ۱۸، سورۂ زمر، آیت: ۷، سورۂ نجم، آیت: ۳۸۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قام رسول الله صلّى الله عليه وسلّم حين أنزل الله ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ قال: يا معشر قريش! ==

(ب) یہ روایات بے اصل ہیں، کتب معتبرہ صحاح ستہ وغیرہ میں نہیں ہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا ناجائز اور حرام ہے، شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔

(ج) اوپر معلوم ہوا کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سبب کفارۂ سیئات امت سمجھنا خلاف شریعت ہے، اور داخل عقیدۂ اہل سنت و جماعت نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ جہلاء اور روافض کا ہے۔ فقط

صالح عالم کے قبرستان سے گزرنے سے قبر کا عذاب اٹھالیا جاتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴۱) اگر عالم صالح کا گورستان سے گذر ہو جاوے بہ سبب اس کے چالیس روز تک قبر سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے یا نہیں؟ (۲۹/۴۲۲-۱۳۳۰ھ)

الجواب: یہ خبر صحیح نہیں (۱) اور اگر حق تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے کی دعا کی برکت سے ایسا فرمادیں تو کچھ بعید بھی نہیں کہ قطعی حکم کرنا بدون ثبوت کے نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== أو كلمةً نحوَها اشتروا أنفسكم لا أغني عنكم من الله شيئًا ......يا فاطمة بنت محمّد! سليني ما شئتِ من مالي لا أغني عنكِ الحديث.

(صحيح البخاري:۱/۳۸۵، كتاب الوصايا، باب هل يدخل النّساء والولد في الأقارب؟)

(۱) شرح عقائد میں علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ میں یہ حدیث نقل کی ہے: قال عليه السّلام: إنّ العالم والمتعلّم إذا مرّا على قرية ، فإنّ الله يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يومًا (شرح العقائد النسفیہ ص:۱۷۲، مطبوعہ: کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کشف الخفاء میں ہے: إنّ العالم والمتعلّم إذا مرّا على قرية ، فإنّ الله تعالىٰ يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يومًا. قال السّيوطيّ : لا أصل له ، و مثله ما أخرجه الثّعلبيّ و كثير من المفسّرين عن حذيفة رفعه بلفظ : "إنّ القوم ليبعث الله عليهم العذاب حتمًا مقضيًا فيقرأ الصّبي من صبيانهم في الكُتّابِ الحمد لله ربّ العالمين، فيسمعه الله تعالىٰ فيرفع الله عنهم بذلك عذاب أربعين سنة" فإنّه موضوع ، كما قاله الحافظ العراقي وغيره . (كشف الخفاء و مزيل الإلباس:۱/۲۵۶،رقم الحديث:۶۷۲)

ذبح کے بغیر مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کی من گھڑت روایت

سوال: (۲۴۲) جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کر چکے تو چھری اوپر پھینک دی، تب پروردگار کا حکم ہوا کہ جو اس چھری کے نیچے گردن جھکا دے گا وہ حلال ہے، چنانچہ ملخ (ٹڈی) اور مچھلی نے گردن چھری کے نیچے جھکا دی وہ حلال ہوگئی، کیا یہ واقعہ سچا ہے؟ (۱۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چھری پھینک دینے اور ماہی وملخ کے حلال ہوجانے کی کوئی معتبر روایت نہیں ہے، اور ماہی وملخ کے حلال ہونے کے لیے دلیل: أُحلّت لنا میتتان کافی ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عرش کے نیچے آفتاب کے سجدہ کرنے کی روایت کا انکار کرنا جہالت ہے

سوال: (۲۴۳) بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ آفتاب جب غروب ہوجاتا ہے تو کہیں نہیں جاتا جب چھپتا ہے تو ہمارے ملک سے نکل کر امریکہ میں جاچڑھتا ہے اور اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ عن أبي ذرّ قال: قال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم لأبي ذرٍّ رضي اللّٰه عنه حین غربت الشّمسُ: أتدري أین تذهب ؟ قلتُ: اللّٰه و رسولُه أعلم، قال: فإنّها تذهب حتّی تسجدَ تحت العرش فتَستأذِن فیُؤذَن لها إلخ (۲) ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۹۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ امر صحیح ہے اور تجربہ ومشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس وقت آفتاب یہاں غروب ہوتا ہے دوسرے بلاد میں جو بہ جانب غرب ہیں اس وقت غروب نہیں ہوتا، خود مشاہدہ کیا گیا ہے کہ مکہ معظّمہ میں ہندوستان سے بہت بعد میں کئی گھنٹہ کے بعد آفتاب غروب ہوتا ہے، یہاں عشاء کا وقت ہوجاتا ہے اور وہاں اس وقت مغرب کا وقت بھی نہیں ہوتا، اور حدیث موصوف سے اس کا تعارض

---

(۱) عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: أحلّتْ لنا میتتان و دمان ؛ المیتتان : الحوت والجراد ، والدّمان : الکبد و الطّحال ، رواه أحمد وابن ماجة والدّار قطنيّ (مشکاة المصابیح، ص:۳۶۱، کتاب الصّید والذّبائح ، باب ما یحلّ أکله و ما یحرم ، الفصل الثّاني)

(۲) صحیح البخاري: ۴۵۴/۱، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشّمس والقمر إلخ .

نہیں ہے کیونکہ آفتاب عرش کے تحت میں ہر وقت ہے، پس انکار کرنا حدیث کا جہالت ہے اس شخص کو یہ سمجھانا چاہیے کہ اختلافِ مطالع ومغارب جو امر محقق ہے اس کا حدیث سے تعارض نہیں ہے (۱)

کیا توبہ کرنے والا شخص قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ میں نے گناہ نہیں کیا؟

سوال: (۲۴۴) سنا ہے کہ صحیح حدیث ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کے برابر ہے، یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ اگر صحیح ہے تو گناہ کرنے والا قسم کھا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے گناہ نہیں کیا؟ (۱۳۴۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ حدیث مشکاۃ شریف کے ص: ۱۹۸، **باب الاستغفار والتّوبة** میں ابن ماجہ وغیرہ سے منقول ہے، الفاظِ حدیث یہ ہیں: **عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: التّائب من الذّنب كمن لا ذنب له** (۲) **قال في المرقاة: أي في عدم المؤاخذة إلخ** (۳) یعنی مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ توبہ کرنے والا مثل اس شخص

---

(۱) اس حدیث کی واضح تشریح تحفۃ القاری شرح البخاری میں ہے:

عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا مطلب تابعداری ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو زمینی کائنات سے سجدہ کرایا گیا، وہ سجدہ بھی اطاعت قبول کرنے کے معنی میں تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت ارضی سونپی گئی تھی، اس لیے جب تک زمینی مخلوقات ان کی ماتحتی قبول نہ کریں وہ نیابت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، اسی طرح سورج ہر وقت اللہ کے حکم کے ماتحت چل رہا ہے، جب تک اسے آگے بڑھنے کی اجازت ہے بڑھتا رہے گا، اور جب اس کو واپس لوٹنے کا حکم ہوگا تو مغرب سے طلوع ہوگا۔

سوال: سورج کی حرکت دَوری ہے، وہ غروب نہیں ہوتا، پھر غروب کے بعد عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: سورج ہر وقت طلوع اور غروب ہوتا ہے، اور اللہ کے حکم کے ماتحت ایسا کرتا ہے، یہی ماتحت رہنا اس کا سجدہ کرنا ہے، حسّی سجدہ کرنا مراد نہیں، بلکہ معنوی اطاعت مراد ہے، جو ہر آن اس کو حاصل ہے، لوگ حسّی سجدہ مراد لیتے ہیں، پھر اشکال کرتے ہیں، اس لیے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، کہ نبی ﷺ نے ایک معنوی حالت کو حسّی مثال سے سمجھایا ہے۔ (تحفۃ القاری: ۶/۴۷۴-۴۷۵، **كتاب بدء الخلق**)

(۲) **مشكاة المصابيح، ص: ۲۰۶، كتاب الدّعوات، باب الاستغفار والتّوبة، الفصل الثّالث .**

(۳) **مرقاة المفاتيح: ۵/۲۶۹، كتاب الدّعوات، رقم الحديث: ۲۳۶۳۔**

کے ہے جس نے گناہ نہیں کیا عدم مواخذہ میں یعنی بعد توبہ کے مواخذہ اس گناہ پر نہ ہوگا، لیکن وہ شخص یہ قسم نہیں کھا سکتا کہ میں نے گناہ نہیں کیا کیونکہ اس نے گناہ تو کیا تھا مگر توبہ کر لینے کی وجہ سے اس پر اس گناہ کا مواخذہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کو دراز کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا

سوال: (۲۴۵) مسلم شریف کی حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ جو امام خطبہ لمبا چوڑا پڑھتے ہیں اور نماز کو جلدی سے ختم کر دیتے ہیں یہ مکروہ ہے، ص: ۶۰ میں یہ حدیث ہے۔ (۹۶۲/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مسلم شریف کی ایک حدیث کے یہ لفظ ہیں: **إنّ طولَ صلاة الرّجل و قصر خطبتہٖ مئِنَّةٌ من فِقْهِهٖ فأطيلوا الصّلاةَ واقصروا الخطبةَ الحديث** (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا علامت آدمی کے تفقہ فی الدین کی ہے، پس دراز کرو نماز کو اور مختصر کرو خطبہ کو، اور مسلم شریف کی دوسری حدیث میں یہ ہے کہ **فكانت صلاته قصدًا و خطبته قصدًا** (۲) **(رواه مسلم)** پس تھی نماز آپ ﷺ کی متوسط اور خطبہ آپ ﷺ کا متوسط، لہٰذا خطبہ اور نماز دونوں متوسط ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

(۱) عن واصل بن حيّانَ قال : قال أبو وائل: خَطَبَنَا عمّارٌ رضي الله عنه فأوجزَ و أبلغ، فلمّا نزل قلنا يا أبا اليقظان! لقد أبلغتَ و أوجزتَ فلو كنتَ تنفّستَ ، فقال : إنّي سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إنّ طول، الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۱/ ۲۸۶، كتاب الجمعة، فصل في إيجاز الخطبة و إطالة الصّلاة)

(۲) عن جابر بن سمرة رضي الله عنه قال: كنتُ أصلّي مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فكانت صلاته ، الحديث . (الصّحيح لمسلم: ۱/ ۲۸۴، كتاب الجمعة ، فصل في الخطبة والصّلاة قصدًا)

انبیاء واولیاء کا بیان

سرورِ کائنات ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

سوال: (۲۴۶) پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ آدمی کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ (۱۸۰۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ عقیدہ رکھنا چاہیے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ مؤمنین کے روحانی باپ ہیں

سوال: (۲۴۷) نبی علیہ السلام تمام اشیاء کے باپ حقیقی و روحانی ہیں یا نہیں؟ (۲۰۱۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: معالم التنزیل وغیرہ کتب تفسیر میں: ﴿وَ اَزْوَاجُہٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:٦) کے بعد قراءت اُبی رضی اللہ عنہ میں وھو أب لھم بھی واقع ہے(۱) اس لیے اشارہ آیت کریمہ: ﴿وَ اَزْوَاجُہٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ سے اور تصریح قراءت اُبی رضی اللہ عنہ سے اُبوتِ روحانی مؤمنین کے لیے آنحضرت ﷺ کی ثابت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۴۸) زید یہ کہتا ہے کہ جناب سرورِ عالم ﷺ کو باپ کہہ سکتے ہیں جس طرح ازواج مطہرات کو امہات کہتے ہیں، اور آیت کریمہ: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ الآیۃ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۰) سے ابوت کی نفی نہیں ہوتی آیا قول زید صحیح ہے؟ (۳۷۲/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) وفي حرف أبَی : وَ اَزْوَاجُہٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَ هُوَ اَبٌ لَّهُمْ وهنّ أمّهات المؤمنين. (معالم التّنزيل، ص:۴۰۷، تفسير سورة أحزاب)

الجواب: تفسیر احمدی میں ہے، آیت: ﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۶) کے بیان میں وقُرِيءَ وهو أب لهم أي في الدّين، لأنّ كلّ نبيّ فهو أب لأمّتِهٖ ولذلك كان المؤمنون إخوةً ويناسبه قوله تعالىٰ: ﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ أي في التّحريم واستحقاق التّعظيم، لاعداه، ولذا قالت عائشة رضي اللّٰه عنها: لسنا أمّهات النّساء (أي حقيقة) ولهذا لا يتعدّى التّحريم إلىٰ بناتهنّ إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ مجازًا آنحضرت ﷺ کو باپ کہہ سکتے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ مؤمنین کے دینی اب (باپ) ہیں اور آیت: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۰) میں نفی حقیقت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بنات مطہرات سے بعض امتیوں کا نکاح ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کی بعثت تمام لوگوں کے لیے عام ہے

سوال: (۲۴۹) دو مسلمانوں میں باہم گفتگو ہے، اول کہتا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ تمام زمانہ کے لیے نبی مبعوث ہوئے، ہندو مسلمان سب آپ کی امت ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ مسلمان ہی امت میں ہیں دیگر قوم یا مذہب امت کے زمرہ میں نہیں آویں گے۔ بینوا توجروا

(۳۹۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (سورۂ سبا، آیت:۲۸) اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام لوگوں کی طرف، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (سورۂ احزاب، آیت:۴۰) نہیں ہیں محمد (ﷺ) باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے ولیکن اللہ کے پیغمبر اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں، اور حدیث شریف میں ہے: لانبيّ بعدي (۲) ان آیات اور حدیث سے ثابت ہے کہ بعثت آنحضرت ﷺ کی عام ہے تمام لوگوں کے لیے، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، قیامت تک آپ ہی نبی ہیں،

---

(۱) التّفسيرات الأحمديّة، ص:۴۰۹، سورة الأحزاب، تحت تفسير الآية: ﴿النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ المطبوعة: المكتبة الأشرفيّة ديوبند.

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۱۶۲) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اور آپ کی بعثت قیامت تک ہے، اور تمام آدمی قیامت تک آپ کی امت میں داخل ہیں، لیکن امت کی دو قسم ہیں: ایک 'امتِ دعوت' ایک 'امتِ اجابت'، امتِ دعوت میں تمام جہاں قیامت تک شامل ہے، اور امتِ اجابت خاص اہل ایمان واسلام ہیں جو آپ پر ایمان لائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ ﷺ کو نبوت کب ملی؟

سوال: (۲۵۰) رسول اللہ ﷺ کو نبوت کب ملی ہے؟ (۲۴۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: چالیس برس کے بعد نبوت ملی ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حضور ﷺ کو بشر کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے؟

سوال: (۲۵۱) کیا حضور ﷺ کو اپنے مثل بشر کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے؟ (۱۶۵۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ خود قرآن شریف کا حکم ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۱۱۰) پس جو شخص آنحضرت ﷺ کو بشر کہنے سے انکار کرے وہ قرآن شریف کے حکم کا منکر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ ہم جیسے تھے: کیسا ہے؟

سوال: (۲۵۲) ایک شخص کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم جیسے تھے، فرق اس قدر ہے کہ وہ رسول تھے ہم رسول نہیں ہیں۔ (۱۸۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین، خاتم النبین، شفیع المذنبین، فخر موجودات اشرف کائنات، مصداق ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۳) کے ہیں: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: بُعث رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لأربعين سنةً، فمكث بمكّة ثلاث عشرة سنةً يوحى إليه، ثمّ أُمر بالهجرة، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص: ۵۲۱، باب المبعث وبدأ الوحي، الفصل الأوّل)

رسول اللہ ﷺ سے محبت کے لیے آپ کی پیروی ضروری ہے

سوال: (۲۵۳) رسول اللہ ﷺ سے محبت کس طرح کی جاوے کہ مقبول باری تعالیٰ ہو؟

(۱۳۸۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: محبت آنحضرت ﷺ کی یہ ہے کہ آپ کی سنت اور شریعت کی پوری پوری پیروی کرے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۳۱) کہہ دو اے محمد! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور اپنا محبوب بنالے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضور ﷺ کے فضلات پاک تھے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۴)...... (الف) حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تخت کے نیچے رات کو ایک قدح رکھ دیا جاتا تھا، آپ اس میں پیشاب کیا کرتے تھے، ایک روز صبح کو آپ ﷺ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ قدح کو پھینک دو، ام ایمن نے عرض کیا: رات مجھے پیاس معلوم ہوئی میں نے آپ کا پیشاب پی لیا، آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا کہ تجھ کو ہرگز درد شکم نہ ہوگا۔

(ب) ایک عورت برکہ نام اس نے بھی آپ کا پیشاب پی لیا، آنحضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تو ہرگز بیمار نہ ہوگی، چنانچہ وہ عورت سوائے مرض موت کے کبھی بیمار نہ ہوئی۔

(ج) صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے پیشاب کو پی کر اور آپ کے زخم وغیرہ سے جو خون نکلتا تھا اس کو پی کر برکت حاصل کرتے تھے، ایک شخص نے آپ کی حجامت کا خون پی لیا، آپ ﷺ نے اس کو فرمایا: تو نے اپنی جان کو بچالیا امراض اور بلا سے۔

(د) جنگ اُحد میں آپ ﷺ جو زخمی ہوئے اس زخم سے جو خون نکلا اس کو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے پی لیا، حضرت ﷺ نے ان کی نسبت فرمایا کہ جنتی آدمی کو جو دیکھنا چاہے وہ اس کو دیکھ لے۔

(ھ) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی حجامت کا خون پی لیا، حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تجھے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی مگر قسم پوری ہونے کے واسطے۔ (۱۳۴۳/۷۳۶ھ)

الجواب: (الف-ب) اس حدیث کو حاکم ابوعبداللہ نے روایت کی ہے، اور ذہبیؒ نے بھی کوئی انکار نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ كما قاله الملاّ علي القاري: والحديث رواه الحاكم وأقره الذّهبيّ والدّار قطني(۱) (شرح شفاء، ص:۱۶۳) اور قاضی عیاض نے بھی اس کو اپنی کتاب میں درج کرکے اس سے استدلال کیا ہے، بہرحال محدثین نے اس حدیث کو تلقی بالقبول کرلی ہے، اور قاضی عیاض نیز دارقطنی نے بھی اس کو صحیح مانا ہے بلکہ دارقطنی اس حدیث کو علی شرط الشیخین مان کر امام بخاری ومسلمؒ پر اعتراض کیا ہے کہ صحیحین میں اس حدیث کو کیوں درج نہیں کیا؟! وحديث هذهِ المرأة الّتي شربت بوله صحيح أي لصحّته ألزم الدّار قطني ...... مسلمًا والبخاري ...... إخراجه ...... في الصّحيح (۱) ہاں قاضی عیاض کی روایت میں یہ لفظ ہے: فقال لها: لن تشتكي وجع بطنك أبدًا إلخ (۱) قاضی عیاض عورت مذکورہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا نام برکہ تھا یا ام ایمن، واسم هذه المرأة بركة ...... وقيل: هي أم أيمن ...... وكانت تخدم النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ...... وكان لرسول الله صلّى الله عليه وسلّم قدح من عيدان ...... يوضع ...... تحت سريره، فيبول فيه إلخ (۱) اسی حدیث کی بعض روایتوں میں آیا ہے: فما مرضت قطّ حتّى ماتت (۱) (شرح شفاء: ۱/۱۶۴) اس حدیث کے بعد ملاعلی قاری فرماتے ہیں: وقد شرب أيضًا دمه عليه الصّلاة والسّلام أبو طيبة وعاش مائةً و أربعين سنةً وسفينة مولى النّبي صلّى الله عليه وسلّم رواه البيهقيّ عن عليّ بن أبي طالب كرّم اللّه وجهه ذكره الرّافعيّ في الشّرح الكبير قال ابن الملقن ولم أجده في كتب الحديث (۱)

(ج-د) شفاء قاضی عیاض میں ان دونوں واقعوں کی روایت موجود ہے: ومنه شرب مالك بن سنان دمه يوم أحد ومصه إيّاه وتسويغه صلّى الله عليه وسلّم ذلك وقوله: لن تصيبه النّار ومثله شرب عبد الله بن الزّبير دم حجامته الحديث (۲) ان احادیث کو نقل کرکے قاضی

---

(۱) شرح الشّفاء لعلي القاري رحمه الله تعالىٰ: ۱/۱۶۳-۱۶۵، المطبوعة: مطبع سندھ.

(۲) الشّفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ، ص:۲۰، الفصل الثّالث: وأمّا نظافة جسمهٖ وطيب ريحهٖ إلخ، المطبوعة: المطبع العالي المنشي نول كشور كانفور.

عیاض نے ثابت کیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت آپ کے فضلات مبارکہ کی طہارت کی قائل ہے اورحنفیہ کے یہاں بھی یہی مختار ہے۔ کما في الشّامي: صحح بعض ائمّة الشّافعيّة طهارة بوله صلّی اللّٰه عليه وسلّم وسائر فضلاته ، وبه قال أبوحنيفة كما نقله في المواهب إلخ(۱)(شامي: ۱/ ۳۲۸)(۲)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الشّامي: ۱/۴۵۳، كتاب الطّهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم
(۲) امدادالفتاوی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فضلات کی طہارت کا دعوی بلا دلیل ہے:

سوال: ایک واعظ صاحب یہاں تشریف لائے تھے، انہوں نے حسب ذیل روایات بیان کیں جن کے متعلق یہاں اکثر اصحاب اختلاف کرتے ہیں، حضور براہِ کرم برائے اطمینان اہلِ اسلام ان روایات کے متعلق تحریر فرمادیں کہ وہ صحیح ہیں یا غلط اور اگر تکلیف نہ ہو تو کسی کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمادیں:

روایات: (۱) انبیاء علیہم السلام کا بول و براز پاک ہوتا ہے، اور خصوصًا ہمارے رسول اکرم ﷺ کے فضلات بالکل پاک تھے، کیوں کہ آپ سراپا نور تھے۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے بول و براز کو زمین فورًا ہضم کر جاتی ہے۔

جواب: خواہ مخواہ انہوں نے ایسی باتیں بیان کرکے مسلمانوں کو پریشان کیا جو نہ عقائد ضروریہ میں سے ہیں نہ احکام میں سے، بیان کرنے کی چیز عقائد واحکام ہیں نہ کہ ایسی روایات جن پر دوسری اقوام بھی ہنسیں، ایسی روایات بعض غیر معتبر کتابوں میں آئی ہیں جن کی نہ تصدیق واجب ہے، کیوں کہ سند صحیح نہیں اور نہ تکذیب واجب ہے اس لیے کہ فی نفسہٖ ممکن ہیں، اس لیے ایسے امور میں مشغول ہی نہ ہونا چاہیے نہ تصدیقًا نہ تکذیبًا اور ایسے واعظوں کا وعظ ہی کیوں سنا جاتا ہے اور ان سے مطالبہ سند کا کیوں نہ کیا گیا، اسی جلسہ میں حقیقت کھل جاتی۔ ۸/ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ (النور رمضان ۱۳۵۰ھ صفحہ: ۱۰)

اس کے بعد اس کے متعلق دوسرا خط آیا جو ذیل میں منقول ہے:

السوال: جناب ماسٹر محمد شریف خاں صاحب نے حال میں ایک استفتاء خدمت عالی میں پیش کیا تھا جو ہم رشتہ عریضہ ہذا ہے، جواب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روایت مذکورہ ضعیف ہیں اور ان کی کوئی سند نہیں، حسب اتفاق ایک صاحب کو نشر الطیب میں انہیں روایات کو دیکھنے کا اتفاق پیش آ گیا، انہوں نے نشر الطیب کے صفحات: ۱۳۵-۱۳۶، مجھ کو دکھلائے اب وہ فتویٰ اور یہ تحریر متضاد معلوم ہوتی ہیں، نشر الطیب میں روایت بہ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کی گئی ہے جواب جلد عطا فرمایئے تاکہ تسکین ہو۔

۲۲/ اگست ۱۹۳۱ عیسوی ==

آنحضرت ﷺ کا شافع محشر ہونا اور کلمۂ طیبہ کا ثبوت

سوال: (۲۵۵)......(الف) کیا اس کا ثبوت کلام اللہ شریف سے ہے کہ آنحضرت ﷺ

== **الجواب:** ضعیف بلاسند نہیں ہوتی، بلکہ بہ سند ضعیف ہوتی ہے جو عقائد میں حجت نہیں فضائل میں کھپ جاتی ہے، میں نے تحریر سابق میں یہی لکھا ہے کہ سند صحیح نہیں تو دونوں تحریروں میں تضاد نہیں کیوں کہ ضعیف کی نفی نہیں کی اور اس ضعف سند ہی سے ایسی کتابوں کو غیر معتبر بتلایا تھا کیوں کہ معتبر صحیح کو کہتے ہیں ضعیف کو نہیں کہتے، باقی یہ کہ پھر کتاب میں کیوں لکھا سو کتاب تو فضائل میں ہے عقائد واحکام میں نہیں، اگر شاذ ونادر ایسی بھی کوئی روایت لکھی جائے کھپت ہوجاتی ہے بہ خلاف وعظ کے کہ وہ عقائد واحکام کی تعلیم کے لیے ہوتا ہے، اس میں ایسے مضامین نہیں کھپتے دوسرے وعظ سننے والے اکثر کم فہم ہوتے ہیں اور کتاب پڑھنے والے اکثر فہیم۔
۸/ ربیع الثانی ۵۰ھ

اضافہ: بعد تحریر جواب ہذا شرح الشفاء لملا علی القاری میں یہ بحث نظر سے گذری، انہوں نے فصل نظافت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت مقدوح ہے اور بعض کی دلالت، اور بعض روایات میں شاربین کا یہ قول مذکور ہے: **شربته وأنا لا أعلم یا لا أشعر** اور ایک روایت میں حضور ﷺ کا اس کے متعلق نہی فرمانا مذکور ہے، اور وہ یہ ہے: **روي ابن عبد البرّ أن سالم بن أبي الحجّاج حجمه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ثمّ ازدرد أي ابتلع فقال: أمّا علمت أنّ الدّم کلّه حرام، وفي روایة لا تعد فإنّ الدّمَ کلّه حرام.** پس مسئلہ بالکل منقح ہوگیا کہ طہارت کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔
(۸/ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ) (النور، شوال: ۱۳۵۰ھ، صفحہ: ۷)

(امداد الفتاوی: ۱/ ۱۲۸-۱۳۰، **کتاب الطّهارة**، آنحضرت ﷺ کے فضلات پاک تھے یا نہیں؟ سوال: ۱۲۴)

تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی میں ہے:

فائدہ: یہاں ایک اشکال ہے۔ نبی ﷺ کے فضلات کی طہارت کی متعدد علماء نے صراحت کی ہے، آپ ﷺ کا پیشاب وغیرہ پاک تھا، کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے (شامی: ۱/ ۲۳۳، **باب الأنجاس**) پھر نبی ﷺ کی منی کھرچنے کی روایات سے طہارت پر اور دھونے کی روایات سے عدم طہارت پر استدلال کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر کسی نے اس بحث میں یہ اشکال نہیں کیا، پس یا تو فضلات کی طہارت کا مسئلہ مبنی بر محبت ہے یا اس مسئلہ میں تقریب نا تمام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی: ۱/ ۳۸۹، **کتاب الطّهارة**، عنوان: کپڑے پر منی لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ فائدہ: ۴)

شافع محشر ہیں یا نہیں؟

(ب) آیا کسی پارہ یا کسی رکوع میں پورہ کلمہ لآ إله إلاّ الله محمّد رّسول الله ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: (الف-ب) حدیث شریف تفسیر کلام اللہ کی ہے، جو کچھ حدیث شریف میں آیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جیسا کہ آیت کریمہ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (سورۂ نجم، آیات:۳-۴) سے واضح ہے، پس جو امر حدیث شریف سے ثابت ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، حدیث صحیح میں آنحضرت ﷺ کا شفیع خلائق بہ روز محشر ہونا ثابت ہے(۱) اسی طرح لآ إلٰه إلاّ اللّٰه محمّد رسول الله پورا کلمہ طیبہ حدیث شریف میں ایک جگہ وارد ہے(۲) پس یہ ثبوت کافی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شفاعت کبریٰ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے

سوال: (۲۵۶) شفاعت محض آنحضرت ﷺ تک مسدود ہے یا کیا؟ (۱۵۷۱/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أتي النّبيُّ صلّى الله عليه وسلّم بلحم فرُفع إليه الذِّراعُ، وكانت تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ منها نَهْسَةً ثمّ قال: أنا سيّدُ النّاسِ يومَ القيامة يومَ يقوم النّاس لربّ العالمين ، وتَدْنُو الشّمسُ فيبلغ النّاسَ من الغمّ والكرب ما لا يُطيقون ، فيقول النّاس: ألا تنظرون من يشفعُ لكم إلى ربّكم ، فيأتون آدمَ ، وذكر حديث الشّفاعة ، وقال: فأنطلِقُ فآتِي تحتَ العرشِ فأقَعُ ساجدًا لربّي ، ثمّ يفتحُ اللّهُ عليّ من محامدِه وحسنِ الثّناء عليه شيئًا لم يَفتحْه على أحدٍ قبلى ، ثمّ قال: يا محمّد! ارفع رأسَك وسَلْ تُعْطَهْ واشفعْ تُشَفَّعْ فأرفع رأسي ، فأقول: أمّتي يا ربّ! أمّتي يا ربّ! أمّتي يا ربّ! فيقال: يا محمّد! أدخِل من أمّتِك من لا حساب عليهم من البابِ الأيمنِ من أبواب الجنّة وهم شركاءُ النّاس فيما سوى ذلك من الأبواب ، ثمّ قال: والّذي نفسي بيدهٖ أن ما بين المِصْراعين من مصاريع الجنّة كما بين مَكّةَ وهَجَرَ ، متّفق عليه . (مشكاة المصابيح، ص:۴۸۹، كتاب الفتن ، باب الحوض والشّفاعة ، الفصل الأوّل)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : بُني الإسلام على خمسٍ: شهادة أن لآ إله إلاّ الله وَ أنّ محمّدًا رّسول الله، الحديث. (صحيح البخاري: ۶/۱، كتاب الإيمان ، باب قول النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بُني الإسلام على خمسٍ إلخ)

الجواب: شفاعت کبری مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (۱) اور بعد میں جملہ انبیاء و صلحاء شفاعت کریں گے، جیسا کہ احادیث میں مفصلاً مذکور ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا وعدہ کیا گیا ہے اجازت قیامت کے دن ہوگی

سوال: (۲۵۷) زید کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن شفاعت کا ہو چکا ہے، عمر کہتا ہے کہ وعدہ کیا گیا ہے مگر اذن آئندہ ہوگا؛ اس میں قول فیصل کیا ہے؟ (۱۳۴۲/۲۱۳۰ھ)

الجواب: حدیث شفاعت میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کریں گے، اور دعا فرماویں گے اس وقت حکم ہوگا، اشفعْ تُشَفَّعْ، الحدیث (۳) یعنی آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت اذن شفاعت کا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۲۵۸) کفار کے لیے تخفیف عذاب ہوگی یا نہیں؟ اور عقیدہ تخفیف عذاب کفار کے لیے شفاعت نبویہ کا ہونا باطل ہے یا نہیں؟ اور تخفیفِ عذابِ کفار کے لیے عقیدہ رکھنے والا فاسق ہے یا کافر؟ (۱۳۴۰/۴۳۱ھ)

الجواب: اشعة اللّمعات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاعت کی دس قسمیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے آٹھویں قسم کو بیان فرماتے ہیں: ہشتم در تخفیف عذاب از آنہا

---

(۱) حدیث شفاعت کبری کے لیے ملاحظہ فرمائیں: صحیح البخاري: ۱۱۱۸/۲-۱۱۱۹، کتاب التّوحید، بـاب کـلام الرّبّ یوم القیامة مع الأنبیاء وغیرهم اور الـصّحیح لمسلم:۱/۱۱۰، کتاب الإیمان، باب إثبات الشّفاعة وإخراج الموحّدین من النّار .

(۲) عن عثمان بن عفّان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: یشفع یوم القیامة ثلاثة : الأنبیاء ثمّ العلماء ثمّ الشّهداء ، رواه ابن ماجة. (مشکاة المصابیح، ص:۴۹۵، باب الحوض والشّفاعة، آخر الفصل الثّالث)

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۵۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کہ مستحق عذاب مخلد شدہ باشند (آٹھویں قسم: ان لوگوں کے عذاب کی تخفیف میں جو دائمی عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں) انتہی (۱) اور ایسا ہی شرح عقائد کے حاشیہ میں بھی ہے: قيل له صلّى الله عليه وسلّم أنواع من الشّفاعة، منها في قوم ليدخلوا الجنّة بغير حساب كما ورد في حديث أبي هريرة إلخ و منها في تخفيف العذاب كما في أبي طالب إلخ (۲) پس اگر ایسا ہو تو اس میں کچھ استبعاد اور اشکال نہیں ہے، آخر ابوطالب کے لیے تخفیف عذاب آپ کی وجہ سے ہوئی، جیسا کہ منصوص ہے (۳) اور حدیث: شفاعتي لأهل الكبائر من أمّتي (۴) وغیرہ سے مراد شفاعت نجات عن النار ہے، یہ خاص اہل ایمان کے لیے ہے، پس اگر کافر کو تخفیف عذاب آپ کی وجہ سے ہو تو اس میں منافات کسی نص سے نہیں ہے، اور آیت: ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ﴾ (سورۂ شعراء، آیت: ۲۶) وغیرہ سے بھی نفی اسی شفاعت کی ہے کہ کفار کو دوزخ سے نجات ہو جاوے، پس جوامر علمائے کبار اہل

---

(۱) أشعة اللّمعات: ۴/۴۰۴، كتاب الفتن، باب الحوض والشّفاعة، المطبوعة: مطبع نول كشور لكناؤ.

(۲) شرح عقائد کے جو نسخے دستیاب ہیں اُن کے حاشیہ میں یہ عبارت ہمیں نہیں ملی، البتہ "التّعليق الصّبيح على مشكاة المصابيح" میں ہے:

قال النّوويّ تبعًا لعياض: هي (الشّفاعة) خمس: ...... الثّانية: في إدخال قومٍ الجنّة بغير حساب —— ثمّ قال بعد أسطر —— وقد ذكر القاضي عياض شفاعة سادسة. وهي شفاعته صلّى اللّٰه عليه وسلّم لعمّه أبي طالب في تخفيف العذاب كما في الصّحيح: وجدتُه في غمرات النّار فأخرجته إلى ضحضاح. (التّعليق الصّبيح على مشكاة المصابيح: ۶/۳۳۶-۳۳۷، ذكر الشّفاعة، تفصيل الشّفاعات)

(۳) عن العبّاس بن عبد المطّلب قال لِلنّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما أَغنَيْتَ عَنْ عمِّكَ؟ فإنّهٗ كان يَحُوْطُكَ و يَغْضَبُ لك، قال: هو في ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَارٍ، ولَوْلَا أنَا لَكَانَ في الدَّركِ الأسفلِ منَ النّار. (صحيح البخاري: ۱/۵۴۸، كتاب المناقب، باب قصّة أبي طالب، وفيه أيضًا: ۲/۹۱۷، كتاب الأدب، باب كنية المشرك، والصّحيح لمسلم: ۱/۱۱۵، كتاب الإيمان، باب: شفاعة النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لأبي طالب و التّخفيف عنه بسببه)

(۴) عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: شفاعتي لأهل الكبائر من أمّتي. (سنن أبي داؤد: ۲/۶۵۲، كتاب السّنّة، باب في الشّفاعة)

سنت وجماعت نے لکھا ہے اور حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے تو اُس کو فسق وکفر کیسے کوئی کہہ سکتا ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ اہل کتاب اور مشرکین کے لیے شفاعت فرمائیں گے یا نہیں؟

سوال: (۲۵۹) آنحضرت ﷺ یہود، نصاریٰ اور مشرکین کے لیے میدان حشر میں سفارش فرمائیں گے یا نہیں؟ (۲۳۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ یہود ونصاریٰ ومشرکین کی شفاعت وسفارش نہ فرماویں گے (۱)

معراج کا واقعہ عالم بیداری میں پیش آیا تھا یا خواب میں؟

سوال: (۲۶۰) جناب سرور کائنات ﷺ کو معراج شریف بہ جسد شریف خاکی ہوئی یا روحانی عالم بیداری یا عالم خواب (میں)؟ (۱۷۹۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کو معراج بسجده الشّريف عالم بیداری میں ہوئی۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: **وخبر المعراج أي بجسد المصطفٰى صلّى الله عليه وسلّم يقظةً إلى السّماء ثـمّ إلى ما شاء الله تعالٰى في المقامات العلٰى حقّ إلخ، فمن ردّه ...... فهو ضالّ مبتدِع** (۲)

---

(۱) ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لاَ تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلاَ يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلاَ هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴۸) ﴿مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلاَ شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (سورۂ مؤمن، آیت: ۱۸)

وعن أنس رضي الله عنه أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: شفاعتي لأهل الكبائر من أمّتي. (مشكاة المصابيح، ص: ۴۹۴، باب الحوض والشّفاعة، الفصل الثّاني)

وفي المرقاة: (شفاعتي لأهل الكبائر إلخ) أي شفاعتي في العفو عن الكبائر من أُمّتي خاصّة دون غيرهم من الأمم. (مرقاة المفاتيح: ۱۰/۲۷۰، كتاب أحوال القيامة وبدأ الخلق، باب الحوض والشّفاعة، الفصل الثّاني، رقم الحديث: ۵۹۹۸)

(۲) شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۳۵، مبحث المعراج، المطبوعة: معبع مجتبائي، دهلي.

(شرح فقہ اکبر،ص:۱۳۵)اورمرقاۃ میں ہے: والحقّ الّذي عليه أكثر النّاس و معظم السّلف وعامّة المتأخّرين من الفقهاء والمحدّثين والمتكلّمين أنّه أسري بجسده(۱) فقط واللہ اعلم

معراج کس تاریخ میں ہوئی؟

سوال: (۲۶۱) معراج شریف جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے رسول اللہ ﷺ کو کس ماہ اور کس تاریخ میں ہوئی ہے، گو اس میں اختلاف ہے مگر مشہور اور اولیٰ کونسی روایت ہے؟

(۱۳۸۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في ردّالمحتار في شرح قول صاحب الدّرّالمختار في كتاب الصّلاة: فرضت فى الإسراء ليلة السّبت سابع عشر رمضان قبل الهجرة بسنة ونصف إلخ: قوله: (فرضت في الإسراء) نقله أيضًا الشّيخ إسماعيل في "الأحكام شرح دررالحكّام" ثمّ قال: وحاصل ما ذكره الشّيخ محمّد البكريّ نفعنا اللّٰه تعالىٰ ببركاته في "الرّوضة الزّهراء" أنّهم اختلفوا في أيّ سنة كان الإسراء بعد اتّفاقهم على أنّه كان بعد البعثة؟ فجزم جمع بأنّه كان قبل الهجرة بسنة ، و نقل ابن حزم الإجماع عليه ، و قيل بخمس سنين ، ثمّ اختلفوا في أيّ الشّهور كان؟ فجزم ابن الأثير والنّوويّ في فتاويه بأنّه كان في ربيع الأوّل ، قال النّوويّ: ليلة سبع و عشرين ، و قيل في ربيع الآخر، و قيل في رجب ، و جزم به النّوويّ في "الرّوضة"، تبعًا للرّافعيّ وقيل في شوّال، وجزم الحافظ عبد الغني القدسيّ في سيرته بأنّه ليلة السّابع والعشرين من رجب، وعليه عمل أهل الأمصار انتهىٰ(۲) خلاصہ اور حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ صاحب درمختار نے یہ فرمایا کہ نماز معراج کی رات میں فرض ہوئی جو کہ رمضان شریف کی سترہ تاریخ تھی، ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے یعنی سن گیارہ نبوی میں، شامی نے کہا کہ یہ قول شیخ اسماعیل نے نقل کیا ہے احکام شرح دررحکام میں، پھر یہ کہا کہ شیخ محمد بکری نے روضۃ الزہراء میں فرمایا کہ معراج کے سال میں اختلاف ہے بعد متفق ہونے کے اس پر

(۱) مرقاة المفاتيح :۱۰/ ۵۴۷، كتاب الفضائل والشّمائل، باب في المعراج ، الفصل الأوّل.
(۲) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲/۶، أوائل كتاب الصّلاة .

کہ معراج بعثت کے بعد ہوئی، سوایک جماعت نے اس پر یقین کیا کہ ہجرت سے ایک برس پہلے ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع نقل کیا اور کہا گیا کہ ہجرت سے پانچ برس پہلے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ معراج کس مہینہ میں ہوئی، سوابن اثیر اور امام نوویؒ نے اپنے فتاوی میں نقل کیا کہ ربیع الاوّل کی ستائیس تاریخ میں اور بعض نے کہا کہ ربیع الثانی میں اور کہا گیا کہ رجب میں ہوئی، امام نوویؒ نے روضہ میں بہ اتباع امام رافعی کے اس پر یقین کیا، اور بعض نے کہا کہ شوال میں، اور حافظ عبدالغنی قدسی نے سیرت میں اس پر یقین کیا کہ معراج ستائسویں رجب کو ہوئی اور اسی پر عمل ہے اہلِ امصار کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معجزۂ شق القمر کی کیفیت

سوال: (۲۶۲) معجزہ شق القمر میں قمر دو نصف ہوکر بغلین مبارک کے نیچے سے گذر کر فلک پر ہیئت اصلی پر آیا یا آسمان پر ہی شق ہوکر مل گیا؟ (۲۵۹۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بخاری شریف میں بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال: انْشَقَّ الْقَمَرُ علیٰ عهدِ رسول اللهِ صلَّی اللّٰهُ علیه وسلّم فِرْقَتَیْنِ: فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَه، فقال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: اشهدوا (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑا ہوگیا، اس طرح کہ پہاڑ ابوقبیس جو کہ مکہ مکرمہ میں ہے اس کے درمیان میں ہوگیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر ہوگیا اور ایک نیچے الخ اس حدیث اور دیگر احادیث صحیحہ میں آپ کے بغلوں سے نکلنا اس کا ثابت نہیں ہے، بلکہ آسمان پر ہی رہا اور پھر مل گیا۔ فقط

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شق القمر کے لیے دعا کی تھی یا اشارہ؟

سوال: (۲۶۳) معجزہ شق القمر میں قمر کے شق ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا اشارہ کیا؟ (۲۴۵۹/۱۳۳۷ھ)

(۱) صحیح البخاري: ۷۲۱/۲، کتاب التّفسیر، باب قوله: ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا﴾

الجواب: بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس پر چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، دلائل النبوۃ میں یہ الفاظ وارد ہیں: فسأل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم الله عزّ وجلّ أن يعطيه ماسألوا، الحديث (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کی انگلی سے چشمہ کا پھوٹنا

سوال: (۲۶۴) کسی موقعہ پر آنحضرت ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے تھے جن سے اس وقت کے ہمراہی جہاد کرنے والوں نے بھی پانی پیا تھا، اس کے متعلق جو ذکر صحیح اور معتبر روایات میں ہے وہ تحریر فرمائیے۔ (۳۲۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ معجزہ آنحضرت ﷺ کا صحیح احادیث سے ثابت ہے، بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں میں یہ واقعہ مروی ہے، اور تمام امت کا متفق علیہ ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال: عطش النّاس يوم الحديبيّة و رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بين يديه رِكْوَةٌ، فتوضّأ منها ، ثمّ أقبل النّاسُ نحوه ، قالوا : ليس عندنا ماء نتوضّأ بهٖ و نشرب إلّا ما في رَكْوَتِكَ فوضع النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يده في الرّكوة، فجعل الماء يفور من بين أصابعه كأمثال العيون، قال: فشربنا وتؤضّأنا، قيل لجابر: كم كنتم ؟ قال: لو كنّا مائة

---

(۱) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما في قوله تعالىٰ: ﴿ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ قال ابن عبّاس: اجتمعت المشركون إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، منهم: الوليد بن المغيرة و أبوجهل بن هشام والعاص بن أبي وائل والعاص بن هشام والأسود بن عبد يغوث والأسود عبد المطّلب بن أسد بن عبد العزّى و زمعة بن الأسود والنّضر بن الحارث ونظراؤهم كثير، فقالوا للنّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: إن كنت صادقًا فشقِّ القمر لنا فرقتين : نصفًا على أبي قبيس ونصفًا على قعيقعان ، فقال لهم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إن فعلتُ تؤمنوا؟ قالوا: نعم، وكانت ليلة بدرٍ، فسأل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم اللّهَ عزّ وجلّ الحديث. (دلائل النّبوّة لأبي نعيم الأصبهاني: ۱/۹۵، المطبوعة: مطبعة دائرة المعارف النّظاميّة الكائنة بمحروسة حيدر آباد الدّكن)

ألف لكفانا، كنّا خمس عشرَة مائة (۱)(متّفق عليه)اور یہ قصہ کئی طرح مختلف مواقع میں پیش آیا ہے، الغرض یہ معجزہ آپ کا صحیح ہے اس کو کسی نے ضعیف نہیں کہا اور انکار نہیں کیا۔ فقط واللہ اعلم

جو شخص آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء نہ مانے وہ گمراہ ہے

سوال: (۲۶۵) اگر کوئی مسلمان سرورکائنات ﷺ کو افضل الرسل نہ مانے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ مذہب اسلام میں کوئی فرقہ ایسا ہے جو سرورکائنات کو افضل الرسل نہ جانتا ہو؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۴ھ)

الجواب: جو شخص آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء نہ جانے وہ ضال ومبتدع ہے، مذہب اسلام میں کوئی فرقہ ایسا نہیں جو آنحضرت ﷺ کو افضل الانبیاء نہ جانتا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضور اکرم ﷺ کی افضلیت کا انکار کرنا

سوال: (۲۶۶) ایک شخص اپنے خیال خام کی بناء پر ایک نبی کو پیش کر کے کہتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کامل ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۳۷۲ھ)

الجواب: یہ عقیدہ اور خیال اس کا باطل ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بہ اجماعِ امت أفضلُ الأنبياء والمرسلين ہیں (۲) ایسا عقیدہ رکھنے والا گمراہ اور خارج از اہل سنت وجماعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حضرت یوسف علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے زیادہ سخی تھے؟

سوال: (۲۶۷) ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے سخاوت میں

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۵۳۲، كتاب الفتن، باب في المعجزات، الفصل الأوّل وصحيح البخاري:۱/۵۰۵، كتاب المناقب، باب علاماتِ النبوّة في الإسلام.

(۲) أجمعت الأمّة على أن بعض الأنبياء أفضل من بعض وعلى أنّ محمّدًا صلّى الله عليه وسلّم أفضل من الكلّ. (مفاتيح الغيب المشتهر بالتّفسير الكبير للإمام الرّازي: ۲/۳۰۰، تفسير الآية: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآية)

زیادہ تھے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۴۵۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ کہنا اس شخص کا کہ حضرت یوسف علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے سخاوت میں زیادہ تھے غلط ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ہے: **أنا أجود النّاس الحديث** (۱) کہ میں سب بنی آدم میں سے سخی تر ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا آنحضرت ﷺ ہر شخص کے دل میں یا دل کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں؟

سوال: (۲۶۸) ایک شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر شخص کے دل میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں اور دوسرے شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر شخص کے دل کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں، یہ عقیدہ صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ (۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: دونوں کا عقیدہ خلاف شریعت ہے اور غیر ثابت ہے، البتہ آنحضرت ﷺ کی محبت ہر ایک مسلمان کے دل میں ہونا ضروری اور لازمی ہے اور عقیدہ آپ کی افضلیت اور خاتم الرسل ہونے کا رکھے، اور یہ عقیدہ رکھے: بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں، مختصر بات یہی ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کی توصیف میں غلو کرنا

سوال: (۲۶۹) زید نے آنحضرت ﷺ کی توصیف میں یہ کہا کہ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ (آسمان اور زمین کی بادشاہت) حضرت ﷺ کے زیر فرمان ہے، دست حق پرست

---

(۱) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أجود النّاس، وكان أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبرئيل الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۳، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إلخ؟)

وعن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: هل تدرون من أجود جودًا؟ قالوا: الله و رسوله أعلم، قال: الله تعالىٰ أجود جودًا، ثمّ أنا أجود بني آدم الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۶-۳۷، كتاب العلم، الفصل الثّالث)

میں اِرم (۱) وجہنم کی کنجیاں دے دی گئی ہیں، رزق وخیر اور تمام اقسام کی نعمتیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، عمر نے تردیداً یہ کہا کہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ اگر ہمارا خدا تمہارے رسول کو رزق نہ دیتا تو وہ بھوکے مرجاتے، اس میں عمر کے لیے کیا حکم ہے۔ (۱۲۵۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صفات جو زید نے آنحضرت ﷺ کی شان میں بیان کیں یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ملکوت سماوات وارض سب اللہ کے قبضۂ قدرت وتصرف میں ہے، اور رزق اور خیر کے خزانے اسی کے قبضہ وتصرف میں ہیں، اور دوزخ وجنت کا وہی خالق ومالک ہے، اس میں کوئی نبی اور ولی اس کا شریک نہیں ہے، قرآن شریف میں جگہ جگہ یہی مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (سورۂ یٰس، آیت:۸۳) اور بہت سی آیات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے اور احادیث میں جو دعائیں وارد ہیں ان میں یہ بھی ہے: ﴿بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (۲) لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قول زید کا صحیح نہیں ہے اور عمر نے جو اس کی تردید کی یہ موافق قرآن وحدیث کے ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت:۵۸) لیکن عمر کو مضمون مذکور کو اس طرح ادا کرنا نہ چاہیے، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے یہاں تک فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے لیے پہاڑ کو سونے کا کردوں، مگر آپ ﷺ نے اس کو اختیار نہ فرمایا اور فقر کو

---

(۱) اِرم: شداد کی بنائی ہوئی بہشت کا نام، مجازاً بہشت، جنت ۱۲۔ (فیروز اللغات)

(۲) عن معاذ بن جبل رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم افتقده يوم الجمعة، فلمّا صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أتى معاذًا، فقال له: يا معاذ! ما لي لم أرك؟ قال: يا رسول الله! ليهوديّ عليّ أوقية من تبر، فخرجت إليك، فحبسني عنك، فقال له رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يا معاذًا! ألا أعلمك دعاءً تدعو به، فلو كان عليك من الدّين مثل جبل صبر أداه الله عنك ـــ وصبر جبل باليمن ـــ فادع به يا معاذ، قل: أللّهمّ مالك الملك تؤتي الملك من تشاء، وتنزع الملك ممّن تشاء، وتعزّ من تشاء، وتذلّ من تشاء، بيدك الخير، إنّك على كلّ شيء قدير الحديث. (المعجم الكبير للطّبراني: ۲۰/۱۵۵، سعيد بن المسيّب عن معاذ بن جبل، رقم الحديث: ۳۲۳، المطبوعة: مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

اختیار فرمایا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معجزہ اور استدراج میں فرق

سوال: (۲۷۰) معجزہ اور استدراج میں کیا فرق ہے؟ (۱۱۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: معجزہ انبیاء علیہم السلام کو دیا جاتا ہے اور استدراج کفار کو دیا جاتا ہے، اور یہ حقیقت میں کفار کو مہلت دے کر پکڑنا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ، وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کراماتِ اولیاء حق ہیں

سوال: (۲۷۱) کرامت اولیاء اللہ کی ثابت ہے یا نہیں؟ عمر انکار کرتا ہے۔ (۱۹۸۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں ہے: والكرامات للأولياء حقّ أي ثابت بالكتاب والسّنّة ولا عبرة بمخالفة المعتزلة وأهل البدعة في إنكار الكرامة إلخ (۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کرامات اولیاء اللہ کی حق ہیں اور کتاب وسنت سے ثابت ہیں، اور معتزلہ ومبتدعین کرامات اولیاء اللہ کا انکار کرتے ہیں ان کا قول معتبر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۷۲) اولیاء اللہ کی نظر کہاں تک کام کرتی ہے؟ (۱۱۶۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: نظر کسی کی کچھ کام نہیں کرتی سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادہ سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو کرامت عطا فرماتا ہے اور ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ...... قال: عرض عليّ ربّي ليجعل لي بطحاء مكّة ذهبًا ، قلت : لا يا ربّ ! ولكن أشبع يومًا و أجوع يومًا أو قال : ثلاثا أو نحو هذا ، فإذا جعتُ تضرعتُ إليك و ذكرتك ، فإذا شبعت شكرتك وحمدتك. (جامع التّرمذي: ۲/۶۰، أبواب الزّهد، باب ما جاء في الكفاف والصّبر عليه)

(۲) سورۂ اَعراف، آیت: ۱۸۲-۱۸۳، وسورۂ قلم، آیت: ۴۴-۴۵۔

(۳) شرح الفقه الأكبر، ص: ۹۵، مطبع مجتبائي، دهلي .

معجزہ اور کرامت: نبی اور ولی کی وفات کے بعد رونما ہو سکتے ہیں؟

سوال: (۲۷۳) نبی اور ولی کے انتقال کے بعد معجزہ اور کرامات کا ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۲۶۰۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس سے نصوص ساکت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حقیقت

سوال: (۲۷۴) حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام مردہ زندہ کرتے تھے اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے آیا روحانی لحاظ سے ان کے گمراہ دلوں کو روشن کر کے راہِ راست پر چلاتے تھے یا فی الواقع معذور کو آنکھیں دلا دیتے تھے اور روحانیت کے لحاظ سے مردے زندہ کرتے تھے آیا فی الواقع؟ (۶۳۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ فی الواقع ابرص واکمہ کو باذن اللہ اچھا کر دیتے تھے اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے اور وہ آیات عام مفسرین کے نزدیک اپنے ظاہر پر محمول ہے اس میں کچھ تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا متعدد آیات سے ثابت ہے؛ اس کا منکر کافر ہے

سوال: (۲۷۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے نص قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو کس آیت سے؟ اور بر تقدیر ثابت ہونے کے مسلمانوں پر اس کی تصدیق فرض ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: متعدد نصوص قرآنیہ سے حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا بے باپ کے پیدا ہونا ثابت ہے سورۂ آل عمران میں ہے: ﴿قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ

یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ﴾(سورۂ آل عمران، آیت: ۴۷) دوسری آیت میں ہے: ﴿قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت: ۲۰) تیسری آیت میں ہے: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۵۹) الغرض نصوص قطعیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ کے پیدا ہونا ثابت ہے، منکر اس کا کافر یقینی ہے اور تصدیق اس کی فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ

سوال: (۲۷۶) وفاتِ مسیح علیہ السلام کی نسبت ہمارے اہلِ سنت والجماعت کا کیا عقیدہ ہے؟ (۳۳۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا قرآن شریف میں مذکور ہے، اور احادیث شریف میں اس کی تصریح ہے، پس اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں، اور پھر قربِ قیامت میں آسمان سے اتریں گے۔ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الآیة﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ الآیة﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۵۷-۱۵۸) و روی الشّیخان عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: والّذي نفسي بیدهٖ لَیُوْشِکَنَّ أنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابنُ مَریمَ حَکمًا عَدلاً فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ الحدیث(۱) اور تفصیل اس کی کتب ردقادیانی میں ملاحظہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیر علیہ السلام کی حیات بعد الموت اور رفع ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار گمراہی ہے

سوال: (۲۷۷) حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعۂ قبض روح کے سو برس کے بعد پھر زندہ ہونا کلام پاک سے ثابت ہے، اور اسی طرح ایک دوسرا واقعہ جو بنی اسرائیل میں قتل کیا گیا تھا اور قاتل

---

(۱) صحیح البخاري: ۱/۴۹۰، کتاب الأنبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیه السّلام، والصّحیح لمسلم: ۱/۸۷، کتاب الإیمان، باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیه السّلام.

معدوم تھا اور بہ حکم جناب باری تعالیٰ میت کو ایک لوتھڑا گائے کے گوشت کا مارا گیا اور وہ زندہ ہوگیا اور قاتل کو بتادیا، ایک صاحب ان ہر دو واقعہ کو خواب کا واقعہ بتاتے ہیں، اور دلیل کلام ربانی لاتے ہیں۔ ﴿وَحَرامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا الآية﴾ اور اسی کو دلیل لاتے ہیں عدم نزول حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام پر کہ معاذ اللہ وہ اب واپس نہیں آسکتے، ان کو اجل حقیقی حاصل ہوئی۔ بینوا وتوجروا (۱۷۹۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: واقعۂ اماتت اور احیاء حضرت عزیر علی نبینا علیہ السلام کو خواب کا واقعہ کہنا غلط ہے اور جہل ہے، یہ ہر دو واقعہ حق تعالیٰ کی کمال قدرت کے اظہار کے لیے واقع کیے گئے ہیں، جیسا کہ واقعۂ حضرت عزیر کے بعد ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۹) سے ثابت ہے اور آیت: ﴿وَحَرامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ الآية﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۹۵) میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کو ان کے احیاء کی قدرت نہیں ہے، آیت: ﴿وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ﴾ کا حاصل تو اسی قدر ہے کہ جس قریہ کو یعنی اس کے اہل کو ہم نے ہلاک کیا وہ خود دنیا کی طرف رجوع نہ کریں گے، پس جن کو اللہ تعالیٰ زندہ کرنا چاہے ان کا زندہ نہ ہونا اس سے کہاں ثابت ہوا؟! علاوہ بریں آیت: ﴿وَحَرامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ﴾ میں ان اہل قریہ کا ذکر ہے جن کو عذاب کیا گیا ہے اور کسی جرم میں وہ ہلاک کیے گئے ہیں، جیسے قریۂ قوم لوط اور مطلب یہی ہے کہ وہ بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

الغرض یہ قول اس شخص کا محض جہل اور گمراہی ہے صریح نصوص کا انکار کرنا اور ان کو خواب کے واقعات کہنا سراسر گمراہی اور الحاد ہے اور تعارض ان واقعات اور آیت مذکورہ میں ہرگز کچھ نہیں ہے۔ کما لا یخفی۔

اور نصوص سے رفع ونزول حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام کا ثابت ہے اس کا انکار بھی جہل وضلالت ہے، قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱۵۷-۱۵۸) وارد ہے، اور حدیث شریف میں ہے: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: والّذي نفسي بيده ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حَكَمًا عدلاً، الحديث؛ رواه البخاريّ و مسلم (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ حضرت

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۴۷۹، كتاب الفتن، باب نزول عيسىٰ عليه السّلام، الفصل الأوّل.

عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، حاکم عادل ہوکر، پس تکذیب اس کی سراسر کذب صریح وجہل وگمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۷۸) ایک شخص حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں تکرار کرتا ہے کہ آسمان پر تشریف نہیں لے گئے، اگر لے گئے تو پھر دنیا میں تشریف نہیں لاویں گے؛ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہے؟ (۱۹۸۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: آیت وحدیث سے حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا آسمان پر جانا اور پھر قربِ قیامت میں نازل ہونا ثابت ہے (۱) اس کا انکار گمراہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وبعدها سورة الزّخرف، وفيها آيتان: الأولى يستدلّ بها على نزول عيسىٰ عليه السّلام، و هو قوله تعالىٰ: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ هذهٖ هي الآية الّتي يفهم منها أنّ نزول عيسىٰ عليه السّلام يدلّ على قرب القيامة وذلك لأنّ أكثر المفسّرين على أنّ ضمير ﴿وَإِنَّهُ﴾ راجع إلىٰ عيسىٰ المذكور سابقًا، وقوله تعالىٰ: ﴿لَعِلْمٌ﴾ إن قرىء بكسر العين وسكون اللّام كما هو الأكثر، كان معناه أنّه علم السّاعة أي يعلم من نزولهٖ دنو السّاعة وقرب القيامة، و إن قرىء بفتح العين واللّام كما قرأ ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما كان معناه أنّه علامة لقرب القيامة إلخ. (التّفسيرات الأحمديّة، ص:۴۳۶، تفسير سورة الزّخرف، رقم الآية:۶۱)

ترجمۂ شیخ الہندؒ اور فوائد عثمانی میں ہے:

''اور وہ نشان ہے قیامت کا، سو اُس میں شک مت کرو، اور میرا کہا مانو، یہ ایک سیدھی راہ ہے'': یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا اوّل مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب وغریب معجزات دکھلائے، اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا، اُن کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ لگی ہے۔ (فوائد عثمانی مع ترجمۂ شیخ الہند ص:۶۵۶، سورۂ زخرف، آیت:۶۱، حاشیہ نمبر:۴)

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر قربِ قیامت میں آسمان سے اُن کے اُترنے سے متعلق احادیث کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۷۶-۲۷۷) کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرآن وحدیث سے ثابت ہے

سوال: (۲۷۹) نزول حضرت عیسی علیہ السلام کی خبر قرآن سے ہے یا حدیث شریف سے یا فقہ سے؟ (۱۳۴۱/۳۰۳ھ)

الجواب: حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اور آیات قرآنیہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا نبی مع جسم کے آسمان پر گیا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۸۰) حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ والصلاۃ والسلام کے بعد کوئی دوسرا نبی معہ جسم کے آسمان پر گیا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۱۶۴۷ھ)

الجواب: حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے بعد کوئی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں گیا۔ فقط

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا مسئلہ

سوال: (۲۸۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت طبعی ہوئی یا وہ زندہ معہ جسم و جان کے آسمان پر اٹھالیے گئے، بعض فرقوں کا یہ کہنا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر ملک شام یا ہندوستان کے کشمیر میں ہے صحیح ہے یا غلط؟ اور ''توفی'' کے معنی لغوی واصطلاحی کیا ہیں؟ غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ان کے متبعین کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۴۱۰ھ)

الجواب: حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام زندہ معہ جسم کے آسمان پر اٹھالیے گئے، یہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ہے، اور توفی کے معنی قبض کے ہیں اور قبض دو طرح ہوسکتا ہے: موت کے ساتھ ہو یا اوپر چڑھانے کے ساتھ جیسا کہ کمالین حاشیۂ جلالین میں ہے: **التّوفّي هو القبض يقال: وفاني فلان درهمي وأوفاني وتوفيتُها منه غير أنّ القبض يكون بالموت وبالإصعاد فقوله: ﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ من الدّنيا من غير موت تعيين للمراد إلخ** (۱) اور مرزا غلام احمد

---

(۱) تفسير الجلالين مع الكمالين ، ص:۵۰، سورة آل عمران، تحت تفسير الآية : ۵۵، رقم الهامش: ۸، المطبوعة: المطبع المجتبائي الواقع في بلدة الدّهلي .

قادیانی مسیح موعود ومہدی نہیں ہوسکتا وہ ضال ومضل تھا، اس کی اور اس کے اَتباع کی تکفیر اہل سنت وجماعت نے مدلل شائع کردی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں یا دوسرے آسمان پر؟

سوال: (۲۸۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام اب چوتھے آسمان پر ہے یا دوسرے آسمان پر؟ کسی حدیث میں اس کا ذکر بھی ہے؟ (۱۲۳۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دوسرے آسمان پر ہونا یہی صحیح ومعتبر ہے، لمعات میں کہا کہ اصح یہی ترتیب ہے جو صحیحین میں ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت مہدی کس خاندان سے ہوں گے؟

سوال: (۲۸۳) امام مہدی کا کب ظہور ہوگا؟ اور کس جگہ پر؟ اور کس خاندان سے ہوں گے؟ (۱۳۴۱/۳۳۲ھ)

الجواب: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث شریف میں یہ آیا ہے: المهديّ من عترتی من ولد فاطمة رضی اللّٰه عنها (رواه أبوداؤد)(۲) اور روایت ترمذی شریف وغیرہ

---

(۱) عن قتادة عن أنس بن مالكؓ عن مالك بن صعصعة أنّ نبي اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم حدّثهم عن ليلة أسري بهٖ بينما أنا في الحطيم و ربما قال في الحِجْر مضطجعًا ، إذ أتاني آتٍ، فشق ما بين هذهٖ إلى هذهٖ يعني من ثُغْرَة نحره إلٰى شعرتهٖ ، فاستخرج قلبي ...... ثمّ صعد بي حتّى أتى السّماء الثّانية فاستفتح ، قيل : من هذا؟ قال : جبرئيل ، قيل : ومن معك؟ قال: محمّد ، قيل: و قد أرسل إليه ؟ قال :نعم ، قيل : مرحبًا بهٖ ، فنعم المجيء جاء ، ففُتح ، فلمّا خلصتُ إذًا يحيٰ وعيسٰى وهما ابنا خالة ، قال : هذا يحيٰ وهذا عيسٰى، فسلّم عليهما ، فسلّمت ، فردّا، ثمّ قالا: مرحبًا بالأخ الصّالح والنّبيّ الصّالح الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۵۲۶-۵۲۷، باب في المعراج ، الفصل الأوّل)

وفي هامش مشكاة : هذا التّرتيب الّذي وقع في هذا الحديث هو أصحّ الرّوايات و أرجحها إلخ لمعات. (هامش المشكاة ، ص:۵۲۷، رقم الهامش : ۹، باب في المعراج)

(۲) عن أمّ سلمة رضي اللّٰه عنها قالت : سمعتُ رسولَ اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: المهدي الحديث. (سنن أبي داؤد، ص:۵۸۸، كتاب المهدي)

میں ہے کہ امام مہدی اہل بیت میں سے ہوں گے کہ ان کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا یعنی وہ محمد بن عبداللہ ہوں گے(۱) اور باقی علامات ان کی احادیث میں مذکور ہیں (۲) جس کی نقل کرنے کی اس وقت فرصت اور ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ کے خاص بندوں کو شیطان فریب نہیں دے سکتا

سوال: (۲۸۴) ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ خاصانِ خدا پر شیطان کا فریب نہیں چل سکتا، اور ایک جاہل کہتا ہے کہ سب کو فریب دے سکتا ہے، اس میں کونسا قول صحیح ہے؟ (۶۳۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ مضمون بہت جگہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ جو اللہ کے مخلص بندے اور خاص ہیں، ان پر شیطان کا فریب اور مکر کارگر نہیں ہوتا۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (سورۂ حجر، آیت: ۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ولی وہ ہے جو متقی ہو

سوال: (۲۸۵) ولی اللہ کی تعریف کیا ہے؟ (۸۷۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنْ اَوْلِيَاؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت: ۳۴) وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ، الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ یونس، آیات: ۶۲-۶۳) پس معلوم ہوا کہ ولی وہ ہے جو متقی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگی کا تعلق عمل سے ہے نہ کہ ذات سے

سوال: (۲۸۶) خداتعالیٰ کے یہاں عمل پوچھا جائے گا یا ذات؟ (۱۰۰۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

---

(۱) عن عبد الله رضي الله عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لَو لَم يَبقَ مِنَ الدُّنيا إلّا يومٌ قال زائدةُ : لَطَوَّلَ اللّهُ ذلكَ اليومَ حتّى يبعث رجلاً منّي أو من أهل بيتي يُواطِئُ اسمُهُ اسمي واسمُ أبيه اسمُ أبي، الحديث. (سنن أبي داؤد، ص:۵۸۸، كتاب المهدي وجامع التّرمذي: ۲/۴۷، أبواب الفتن، باب ما جآء في المهدي)

(۲) حضرت مہدی کی شخصیت کے بارے میں مزید جاننا چاہیں تو ابوداؤد شریف، ص:۵۸۸، اور ترمذی شریف: ۲/۴۷، کا مطالعہ کریں۔۱۲

الجواب: اللہ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو متقی زیادہ ہو ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۳) محض ذات کی وہاں پرسش نہیں ہے وہاں عمل دیکھا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم

کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا

سوال: (۲۸۷) زید کہتا ہے کہ پیران پیرؒ کا درجہ حضرت موسیٰ سے زیادہ ہے، عمر کہتا ہے کہ اگر روئے زمین کے اولیاء اللہ جمع کیے جاویں تو ایک پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے، ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ (۱۴۸۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت:۱۷۱) انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی نبی سے کسی ولی کا درجہ زیادہ نہیں ہوسکتا (۱) پس زید کا عقیدہ بالکل غلط اور خلاف اہل سنت والجماعت کے ہے، اور عمر جو کچھ کہتا ہے وہ حق ہے، تمام اولیاء اللہ مل کر بھی کسی پیغمبر کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے، بلکہ صحابہ کے بعد کے اولیاء اللہ کسی صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنا صحیح نہیں

سوال: (۲۸۸) آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنا اور حدیث ترمذی جس میں فہرست اہل جنت واہل نار آپ کو دکھائے جانے کا ذکر ہے، آپ کے عالم الغیب ہونے کی دلیل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۰۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کی نسبت عالم الغیب ہونے کا اعتقاد صحیح نہیں ہے، اور جن

---

(۱) إنّ الوليّ لا يبلغ درجة النّبيّ، لأنّ الأنبياء معصومون مأمونون عن خوف الخاتمة، مكرّمون بالوحي حتّى في المنام و بمشاهدة الملائكة الكرام مامورون بتبليغ الأحكام و إرشاد الأنام بعد الاتّصاف بكمالات الأولياء العظام، فما نقل عن بعض الكرّاميّة من جواز كون الوليّ أفضل من النّبيّ كفر و ضلالة و إلحاد و جهالة. (شرح الفقه الأكبر، ص:۱۴۸، الوليّ لا يبلغ درجة النّبيّ، المطبوعة: مطبع المجتبائي الواقع في الدّهلي)

احادیث کا ذکر سوال میں ہے(۱) ان سے استدلال لانا آپ کے عالم الغیب ہونے پر صحیح نہیں ہے۔

جو شخص آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب مانے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۸۹) زید کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب تھا تو زید کافر ہوا یا نہ؟
(۱۴۲۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کفر کا حکم اس شخص پر نہ کیا جائے گا، کیونکہ تاویل ممکن ہے کہ مراد اس کی بعض مغیبات کا علم ہو۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا، اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (سورۂ جن، آیت:۲۶-۲۷) وفي شرح الفقه الأكبر: اعلم أنّ الأنبياء عليهم السّلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلّا ما أعلمهم اللّٰه تعالٰى إلخ(۲) یعنی انبیاء علیہم السلام غیب کو نہیں جانتے مگر اس غیب کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا، لہٰذا ممکن ہے کہ زید یہ کہے کہ میری مراد یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹۰) جو شخص آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب مانے اس کے لیے کیا حکم ہے؟
(۸۱۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: عالم الغیب ہونا حقیقت خاصۂ باری تعالیٰ کی ہے، کسی کو اس میں شریک نہ کرنا چاہیے، اور شرح فقہ اکبر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جس قدر اور جن امور مغیبہ کا علم دیا ہے اسی قدر ان کو علم ہے، انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہیں(۲) كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنهما قال: خرج علينا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وفي يدهٖ كتابان فقال: أتدرون ما هذان الكتابان ؟ فقلنا: لا يا رسول اللّٰه! إلّا أن تُخبِرَنا ، فقال للّذي في يدهٖ اليمنٰى : هذا كتاب من ربّ العالمين ، فيه أسماء أهل الجنّة و أسماء آبائهم و قبائلهم ثمّ أجمل علٰى آخرهم فلا يُزاد فيهم ولا يُنقص منهم أبدًا ، ثمّ قال للّذي في شمالهٖ : هذا كتاب من ربّ العالمين ، فيه أسماء أهل النّار و أسماء آبائهم و قبائلهم ، ثمّ أجمل علٰى آخرهم، فلا يزاد فيهم ولا يُنقص منهم أبدًا الحديث. (جامع التّرمذي: ۳۶/۲، أبواب القدر عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، باب ما جاء أنّ اللّٰه كتب كتابًا لأهل الجنّة و أهل النّار)

(۲) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۸۵، الأنبياء لم يعلموا المغيبات، المطبوعة : المطبع المجتبائي الواقع في الدّهلي .

﴿قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (سورۂ نمل، آیت:۶۵) فقط واللہ اعلم

سوال: (۲۹۱) زید کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تمام علوم اولین وآخرین مغیبات عالم عطا فرمائے۔ قولہ تعالیٰ: ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾ (سورۂ تکویر، آیت:۲۴) حتیٰ کہ حضور ﷺ جملہ صفات باری تعالیٰ سے متصف ہیں۔ قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ﴾ (سورۂ انفال، آیت:۱۷)، عمر کہتا ہے کہ یہ عقیدہ صریح شرک ہے، صفات الٰہی میں کوئی بشر یا ملک (فرشتہ) شامل نہیں ہے، جس کا یہ عقیدہ ہو وہ قطعی مشرک ہے، اور یہ دلیل پیش کرتا ہے۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَالسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۱۱) واللّٰہ تعالیٰ لایغفر أن یشرك بہ ...... و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء من الصّغائر والکبائر (۱) (شرح عقائد نسفي) یہ عقیدہ زید کا صحیح ہے یا عمر کا؟ بینوا توجروا۔ (۵۵۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں ہے: ثمّ اعلم أنّ الأنبیاء علیهم السّلام لم یعلموا المغیبات من الأشیاء إلّا ما أعلمهم اللّٰه تعالیٰ أحیانا وذکر الحنفیّة تصریحًا بالتّکفیر باعتقاد أن النّبيّ علیه السّلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کذا في المسایرة (۲) (شرح فقہ اکبر، صفحہ:۱۸۵)

ترجمہ: پھر جان تو کہ بلاشبہ انبیاء علیہم السلام نہیں جانتے تھے غیب کی باتوں کو مگر اس کو جو ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی بتلا دیا ہے، اور حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ نبی علیہ السلام غیب کو جانتے ہیں کفر ہے، کیونکہ اس اعتقاد سے معارضہ لازم آتا ہے ساتھ قول باری تعالیٰ کے ﴿قُلْ لَايَعْلَمُ مَنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (سورۂ نمل، آیت:۶۵) یعنی کہہ دیجئے کہ نہیں جانتا ہے غیب کو کوئی اہل آسمان اور زمین سے سوائے اللہ کے، ایسا ہی ہے مسائرہ میں۔

پس معلوم ہوا کہ قول زید کا اس بارے میں غلط ہے اور گمراہی ظاہر ہے اور قول عمر کا صحیح ہے اور استدلال زید کا ساتھ آیت: ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (سورۂ تکویر، آیت:۲۴) کے غلط ہے،

---

(۱) شرح العقائد النّسفیّة، ص:۱۱۱-۱۱۲، مطبوعہ: کتب خانہ امدادیہ دیوبند۔

(۲) شرح الفقه الأکبر، ص:۱۸۵، الأنبیاء لم یعلموا المغیبات، المطبوعة: المطبع المجتبائي دهلی.

کیونکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان احکام اور امور غیبیہ کے ظاہر کرنے اور بیان فرمانے میں جوان کو بہ ذریعہ وحی کے معلوم کرائے گئے بخیل نہیں ہیں، بلکہ پوری طرح ان کو ظاہر فرماتے ہیں، کوئی حکم اللہ کا چھپاتے نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۶۷) اور ایک قراءت بظنین ظاء معجمہ کے ساتھ ہے، اس کے معنی متہم کے ہیں، بہرحال اس سے مراد وہی احکام وامور غیبیہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بتلائے اور معلوم کرائے اور ان کے بارے میں وحی نازل ہوئی، کما قال في الجلالین: ﴿وَمَا هُوَ﴾ أي محمّد علیه الصّلاة والسّلام ﴿عَلَى الْغَیْبِ﴾ ما غاب من الوحي وخبر السّماء ﴿بِظَنِیْنٍ﴾ بمتّهم، وفي قراءة: بالضّاد أي ببخیل، فینقص شیئًا منه(۱) فقط واللہ اعلم

حضور ﷺ کے لیے علم غیب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھے؟

سوال: (۲۹۲)......(الف) بکر کا عقیدہ ہے آنحضرت ﷺ کو علم غیب صفاتی تھا کیا یہ صحیح ہے؟

(ب) جب کہ بکر علم غیب کا قائل ہے تو وہ مشرک ہے یا نہیں؟

(ج) بکر کی امامت درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) عالم الغیب ہونا حق تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اس میں کسی کو اللہ کا شریک بنانا نہ چاہیے، باقی جو علم مغیبات کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور رسول اکرم ﷺ کو دیا ہے وہ ان کو حاصل ہے بس عقیدہ اسی قدر رکھنا چاہیے اس سے زیادہ اس میں کچھ عقیدہ رکھنا نہ چاہیے۔

(ب) کافر ومشرک نہ کہیں گے اگرچہ عقیدہ علم غیب کا خلاف عقیدہ اہل سنت وجماعت کے ہے۔

(ج) اس کی امامت سے احتراز کرنا مناسب ہے، حتی الوسع اس کو امام نہ بنایا جاوے کیونکہ مبتدع ہونے میں اس کے کچھ تردد نہیں ہے اور امامت مبتدع کی مکروہ ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) تفسیر جلالین، ص:۴۹۲، تفسیر سورة التّكویر، مطبوعہ: مکتبہ تھانوی دیوبند۔

(۲) و أمّا الفاسقُ فقد علّلوا كراهة تقدیمه، بأنّه لا یهتم لأمر دینه، و بأنّ في تقدیمه للإمامة تعظیمه، وقد وجب علیهم إهانته شرعًا، ولا یخفی أنّه إذا كان أعلم من غیره لا تزول العلّةُ (الشّامي: ۲/ ۲۵۵، كتاب الصّلاة، باب الإمامة، قبیل مطلب: البدعةُ خمسة أقسام)

سرورِ کائنات ﷺ کا علمِ غیب کلی تھا یا جزئی؟

سوال: (۲۹۳) جناب سرورِ کائنات ﷺ کو علم کلی تھا یا جزئی؟ (۲۲۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرآن شریف میں ہے: ﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ﴾ (سورۂ اَعراف، آیت:۱۸۸) اور فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۵۹) پس معلوم ہوا کہ علم کلی غیب کا حق تعالیٰ کو ہے، وہ اس میں سے جو کچھ چاہتا ہے اپنے پیغمبروں کو بتلاتا ہے، اور ان پر ظاہر کرتا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: ثمّ اعلم أنّ الأنبياء عليهم السّلام لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلّا ما أعلمهم اللّٰه تعالىٰ أحيانا و ذكر الحنفيّة تصريحًا بالتّكفير باعتقاد أن النّبيّ عليه السّلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ كذا في المسايرة(۱) (شرح فقہ اکبر، صفحہ:۱۸۵) فقط

انبیاء علیہم السلام کو عالم الغیب جاننا کیسا ہے؟

سوال: (۲۹۴) انبیاء علیہم السلام کو عالم الغیب جاننا کیسا ہے؟ (۱۳۲۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عالم الغیب علی الاطلاق باری تعالیٰ شانہ ہے، اس صفت خاصہ میں کوئی اس کا شریک نہیں، اور بعض غیوب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلائے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیروں اور اولیاء اللہ کو غیب داں جاننا اور ان کو پکارنا کیسا ہے؟

سوال: (۲۹۵) غیب داں جاننا پیروں اور اولیاء اللہ کو اور ان کو ندا کرنا کیسا ہے؟ اور یہ سمجھنا کہ ہماری ندا کو ملائکہ اس بزرگ کو پہنچاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: غیب داں جاننا پیروں اور بزرگوں اور اولیاء اللہ کو جائز نہیں ہے، اور ان کو ندا کرنا درست نہیں ہے، اور اولیاء اللہ کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ اگر اولیاء اللہ کو ندا دی جاوے تو ملائکہ ان کو پہنچا دیتے ہیں، یہ خاص انبیاء کے لیے آیا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۸۵، الأنبياء لم يعلموا المغيبات .

امت کا درود وسلام ملائکہ مجھ کو پہنچاتے ہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگ بہ ذریعہ کشف آئندہ کی بات جان سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۹۶) بزرگ بہ ذریعہ کشف آئندہ کی بات جان سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۹۱۷ھ)

الجواب: یہ کوئی اختیاری امر نہیں ہے، بعض اوقات اولیاء اللہ اور بزرگوں کو کشف ہوجاتا ہے، اور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء اللہ حق ہیں، اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں ہے، جو امر چاہے اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرمادیتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو باتیں ہم کرتے ہیں وہ اور درود شریف حضور ﷺ سنتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۹۷) نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہر وقت موجود رہتے ہیں، جو بات ہم کرتے ہیں سن لیتے ہیں، اور درود شریف بغیر وسیلہ کے سنتے ہیں یہ عقیدہ کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۴۹۰ھ)

الجواب: ایسا عقیدہ کسی آیت وحدیث سے ثابت نہیں ہے، اور عقائد کے بارے میں نص قطعی کی ضرورت ہے، اور درود شریف کے بارے میں ایک حدیث میں یہ ہے: إنّ لله ملائكة سياحين في الأرض يبلّغوني من أمّتي السّلام، رواه النّسائيّ (۲) یعنی بہت سے فرشتے زمین

(۱) عن أبي الدّرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أكثروا الصّلاة عليّ يوم الجمعة، فإنّه مشهود يشهده الملائكة، وإن أحدا لم يصل عليّ إلاّ عرضت عليّ صلاته حتّى يفرغ منها، الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۲۱، كتاب الصّلاة، باب الجمعة، الفصل الثّالث)

وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: لا تجعلوا بيوتكم قبورًا، ولا تجعلوا قبري عيدًا، و صلّوا عليَّ فإنّ صلوتكم تُبَلِّغُنِي حيث كنتم رواه النّسائي. (مشكاة المصابيح، ص:۸۶، كتاب الصّلاة، باب الصّلوٰة على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وفضلها، الفصل الثّاني)

(۲) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ لله ملائكة سياحين الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۸۶، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم و فضلها، الفصل الثّاني، وسنن النّسائي: ۱/۱۴۳، كتاب الافتتاح، باب التّسليم على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم)

میں پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں، اور ایک حدیث میں یہ ہے: من صلّى عَلَيّ عند قبري سمعته ومن صلّى عَلَيّ نائيًا أبْلِغْتُه ، رواه البيهقيّ في شعب الإيمان (۱) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس جا کر درود شریف پڑھتا ہے اس کو میں سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انبیاء اور اولیاء کو حاضر وناظر اور عالم الغیب سمجھنا کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹۸)......(الف) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو حاضر وناظر سمجھنا، اور بہ وقت مصیبت ان کو پکارنا، اور یہ اعتقاد کرنا کہ جس وقت ان کو پکارا جاتا ہے فورًا کار برآری کر دیتے ہیں، ایسا اعتقاد کفر ہے یا نہیں؟

(ب) انبیائے عظام اور اولیائے کرام کو ہمارے افعال کا غائبانہ طور پر علم ہے یا نہیں؟
(۶۴۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ اعتقاد کفر ہے، نصوص صریحہ کے خلاف ہے، کلام پاک میں ہے: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَفِيْ الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۳) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے تمام جگہ کوئی حاضر ناظر نہیں ہے، اور مصیبت کے وقت اور ہر وقت خدائے تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیے، قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لابن عبّاس رضي الله عنهما: إذا استعنت فاستعن بالله (۲) جب مدد کی ضرورت ہو خدا سے مانگو غیر کی طرف توجہ نہ کرو۔

(ب) علم غیب باری تعالیٰ کا خاصہ ہے، غیر کا دخل نہیں ہے، اولیائے کرام اور انبیائے عظام کو عالم بجميع الأشياء سمجھنا اور اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہے، اس سے توبہ کرے۔ ﴿لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۵۹) ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من صلّى عليّ عند قبري الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۸۷، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبي صلّى الله عليه وسلّم وفضلها، الفصل الثّالث)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۳۱۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اللّٰهُ﴾ (سورۂ نمل، آیت: ٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اور تعویذوں میں یا محمد لکھنا درست نہیں

سوال: (۲۹۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اور تعویذوں میں یا محمد لکھنا کیسا ہے؟ (۲۰۴۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حاضر وناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا درست نہیں ہے، اسی طرح تعویذوں میں لکھنا بھی یا محمد درست نہیں اور اس طرح کی عادت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیات نبی کا مسئلہ

سوال: (۳۰۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات النبی ہونا مسلّمات اہل سنت وجماعت سے ہے، پھر قبضِ روح اور تجہیز وتکفین وتدفین وغیرہ امور منافی حیات معلوم ہوتے ہیں اگر حیاتِ انبیاء مثل حیاتِ شہداء عنداللہ ہونا کہا جائے تو مابین کیا فرق ہوگا؟ (۴۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اقوی واتم ہے، اور مراد اس حیات سے حیات دنیاوی ظاہری نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ﴾ (سورۂ زمر، آیت: ۳۰) لہٰذا احکام اموات ظاہریہ سب پر جاری ہوتے ہیں، اس مسئلہ کی پوری تحقیق ''آبِ حیات'' مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے اس کو دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۰۱) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ (۱۳۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں تصریح ہے: إنّ اللّٰه حرَّمَ علَى الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبيّ الله حيّ يرزق (۱) لہٰذا حیات النبی کا عقیدہ رکھنا صحیح ہے اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اور تحقیق اس کی کتاب ’آب حیات‘ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۳۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سرہ میں ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں تا کہ جملہ اشکالات رفع ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رسول مقبول ﷺ ہر جگہ موجود ہیں؟

سوال: (۳۰۲) زید کہتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ ہر جگہ موجود ہیں اور اِنَّـآ اَرْسَلْـنٰكَ شَاهِدًا إلخ میں شاہد کے یہی معنی ہیں کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں زید کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

(۳۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ قول زید کا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے، محض افتراء اور جہالت ہے، اور آیت: ﴿اِنَّـآ اَرْسَلْـنٰكَ شَاهِدًا الآية﴾ (۱) کا مطلب تفسیر جلالین میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے اے محمد! تم کو اپنی امت کا گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ تم قیامت کے دن ان کے ایمان کی گواہی دو گے الخ عبارت اس کی یہ ہے: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ عَلٰی اُمّتك في القيامة (۲) اور تفسیر مدارک میں ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (سورۂ نساء، آیت:۴۱) کی تفسیر میں مذکور ہے: أي شاهدًا علی من آمن بالإيمان وعلیٰ من كفر بالكفر إلخ (۳) اور اسی کے قریب قریب جملہ تفاسیر میں ہے، پس زید کا قول اور استدلال اس کا بالکل باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر پڑتا تھا یا نہیں؟

سوال: (۳۰۳) وہ حدیث کون سی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟ (۱۰۴۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: امام سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے: أخرج الحكيم التّرمذي عن ذكوان أنّ

---

(۱) سورۂ احزاب، آیت: ۴۵، سورۂ فتح، آیت: ۸۔

(۲) تفسیر جلالین، ص: ۴۲۳، تفسیر سورۂ فتح۔

(۳) تفسیر مدارک، ص: ۱۳۴، تفسیر سورۂ نساء، المطبوعة: المطبع الحنفي الواقع في الدّهلي.

رسولّ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لم یکن یری له ظلّ في شمسٍ ولا قمرٍ إلخ(۱)

اور تواریخ حبیب الٰہ میں مولانا مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا، اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا(۲) مولوی جامی رحمہ اللہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں:

پیغمبر ما نداشت سایہ ❁ تاشک بدل یقین نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیروئے اوست ❁ پیدا است کہ بر زمیں نیفتد

(۱) الخصائص الکبری للسّیوطي: ۱/ ٦٨، باب الآیة في أنّه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم لم یکن یری له ظلٌّ ، المطبوعة: مجلس دائرة المعارف النّظامیّة ، حیدر آباد .

(۲) صحیح بات یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا اور زمین پر پڑتا بھی تھا، مفسر قرآن حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) دامت برکاتہم العالیہ تفسیر ہدایت القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

سیرت کی بعض کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا کیوں کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا نیز زمین محل کثافت ہے، اس لیے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ پڑنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے (دیکھیے مدارج النبوۃ: ۱/ ۱۳٦-۱۳۷، زرقانی شرح مواہب: ۵/ ۲۴۹) —— یہ بات بھی صحیح نہیں، امداد الفتاوی میں موئے مبارک کے بارے میں ایک فتویٰ ہے:

موئے مبارک کے لیے ضروری نہیں کہ اس کا سایہ نہ پڑے اور جس گھر میں ہو اس پر ابر کا سایہ رہے اور کبھی اس گھر والوں پر کوئی تکلیف نہ آئے یہ باتیں خود جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری نہیں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ بھی تھا آپ پر دھوپ بھی پڑتی تھی، اگر کبھی بہ طور معجزہ آپ کا سایہ نہ پڑا ہو اور ابر سایہ فگن ہوا ہو تو کچھ بعید نہیں، لیکن استمرار ثابت نہیں، اور آپ بیمار بھی ہوتے تھے تو جب کل کے لیے یہ امر ضروری نہیں تو جزو کے واسطے کیا ضرور؟ واللہ اعلم (امداد الفتاوی: ۴/ ۵۷)

مسند امام احمد بن حنبل کی ایک روایت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ کا ہونا ثابت ہے، یہ روایت مسند میں تین جگہ آئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی سواری ہلاک ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہارے پاس زائد سواری ہے، ایک صفیہ کو دے دو، انہوں نے انکار کیا اور ان کے منہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایک سخت بات نکل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے ناراض ہوگئے اور تقریبًا تین ماہ ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے تا آنکہ وہ مایوس ہوگئیں، اس کے بعد روایت کے الفاظ یہ ہیں: ==

سوال: (۳۰۴) آنحضرت ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۵۳ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک کا سایہ نہ ہونا مواہب لدنیہ اور لمعات میں اس حدیث صحیح کے الفاظ سے ثابت کیا ہے۔ **أللّٰهمّ اجعلني نورًا إلخ** (۱) کیونکہ ظاہر ہے کہ

== فلمّا كان شهرُ ربيع الأوّل دخلَ عليها فرأت ظِلَّهُ ، فقالت: إنَّ هٰذا لظِلُّ رَجُلٍ، وما يدخل عليَّ النّبيُّ صلّى الله عليه وسلّم ، فمَن هٰذا ؟ فدخل النبيّ صلّى الله عليه وسلّم إلخ .
(۳۳۸/٦)و(۱۳۲/٦،اور۲٦۱)

ترجمہ: پھر جب ماہِ ربیع الاوّل آیا تو آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے آپ ﷺ کا سایہ دیکھا اور دل میں سوچنے لگیں کہ یہ کسی آدمی کا سایہ ہے اور نبی کریم ﷺ تو میرے پاس تشریف لاتے نہیں، پھر یہ سایہ کس کا ہوسکتا ہے؟ وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ نبی ﷺ مکان میں داخل ہوئے الخ۔

اس حدیث سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا اور وہ زمین پر پڑتا بھی تھا۔
(تفسیر ہدایت القرآن:۲۴٦/۵-۲۴۷،تفسیر سورۂ کہف، فائدہ نمبر:۴)

اور فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: سایہ مبارک رسول اللہ ﷺ کا پڑتا تھا یا نہیں؟ اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک ابن عبداللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا، سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرماویں۔

جواب: یہ روایت کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابوعیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(فتاوی رشیدیہ،ص:۱۸٦، کتاب التّفسیر و الحدیث،مطبوعہ: درسی کتب خانہ، دہلی)

(۱) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: بِتُّ في بيت خالتي ميمونة رضي الله عنها ، فبقيتُ كيف يُصلِّي رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ...... ثمّ خرج إلى الصّلاة فصلّى ، فجعل يقول في صلاته أو في سجوده : أللّٰهمّ اجعل في قلبي نورًا ، و في سمعي نورًا ، وفي بصري نورًا ، و عن يميني نورًا ، وعن شمالي نورًا ، و أمامي نورًا ، وخلفي نورًا ، وفوقي نورًا ، و تحتي نورًا ، واجعل لي نورًا أو قال: واجعلني نورًا. (الصّحيح لمسلم: ۲٦۱/۱، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم و دعائه باللّيل)

نور کا سایہ نہیں ہوتا(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۰۵) زید کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور ہیں، خدا نے آپ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے، اور یہ حدیث پیش کرتا ہے: أوّل ما خلق اللّٰه نوري اور أنا من نور اللّٰه حضور ﷺ کی پیدائش نور سے ہے، لیکن بکر کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نور نہیں ہیں بلکہ خدا کی قدرت سے پیدا ہیں، اور جو احادیث زید پیش کرتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہیں، اس بارے میں فیصلہ شرعی کیا ہے؟ (۴۷۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس میں بحث ومباحثہ مسلمانوں کو نہ کرنا اور اس کے معنی کو مفوض بہ علم خدا تعالیٰ کرنا چاہیے، اور اس قسم کی روایات: أنـا من نور اللّٰه وغیرہ کو بعد ثبوت محمول اس پر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک میں ہدایت کا نور رکھا، اور آپ کی ذات پاک کو منور اپنے نور سے فرمایا، جیسا کہ حدیث شریف میں آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! میرے سمع اور بصر اور قلب وغیرہ کو نور سے بھر دے، اور آخری جملہ یہ ہے: واجعلـني نورًا (۲) یعنی اے اللہ! مجھ کو سراپا نور فرمادے،

(۱) یہ استدلال ضعیف ہے۔ امداد الفتاویٰ میں ہے:

سوال: حضور سرورِ کائنات ﷺ کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں جو روایات ہیں وہ کس درجہ کی ہیں اور اس کے متعلق کیا عقیدہ وخیال رکھنا چاہیے کہ آیا واقعی حضور ﷺ کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں؟

جواب: سایہ نہ ہونے کی ایک روایت صریح بھی نہیں گذری، صرف بعض نے و اجعلني نورًا سے استدلال کیا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا، کیوں کہ سایہ ظلمت ہوتا ہے، مگر ضعف اس کا ظاہر ہے شاید حضور ﷺ کے سر پر ابر رہنا اس کی اصل ہو کیوں کہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سایہ نہ ہوگا لیکن خود صحاح میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کے سرِ مبارک پر بعض اوقات سفر میں صحابہ کپڑے کا سایہ کئے ہوئے تھے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابر کا رہنا بھی دائمی نہ تھا۔

(امداد الفتاویٰ: ۵/ ۴۰۵-۴۰۶، کتاب العقائد والکلام، عنوان: حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی تحقیق، سوال: (۳۶۲)، مطبوعہ: زکریا بک ڈپو، دیوبند، اور دیکھیں: فتاوی محمودیہ: ۴/ ۴۸۱-۴۸۲، سوال: ۱۵۸۹، مطبوعہ، ادارۂ صدیق، ڈابھیل، گجرات)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج سابقہ سوال کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲

پس معلوم ہوا کہ آپ کے جسم اطہر اور قلب وغیرہ تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ نے نور بنا دیا، اور ویسے ظاہر ہے پیدائش آنحضرت ﷺ کی مثل تمام مخلوقات کے اللہ کی قدرت اور ایجاد سے ہوئی، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات سے برگزیدہ فرمایا اور سب پر بزرگی عطاء فرمائی اور اپنے نور سے آپ کو منور فرمایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ ﷺ کو خدا کا وزیر اعظم اور مختار عام کہنا درست نہیں

سوال: (۳۰۶) رسول اللہ ﷺ کو خدا کا وزیر اعظم اور مختار عام کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۵/۴۴۴ھ)

الجواب: ایسا کہنا درست نہیں ہے۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۵) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی ند اور شریک اور وزیر نہیں ہے اور نہ کوئی مختار عام ہے کہ جو چاہے کرے۔ قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۵) اور حدیث شفاعت میں ہے کہ میں حق تعالیٰ کو اس کے عرش کے نیچے سجدہ کروں گا، جس وقت مجھ کو اجازت شفاعت کی ہوگی اس وقت شفاعت گنہ گاروں کی کروں گا (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۰۷)...... (الف) جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ جل شانہ کا وزیر کہنا جائز ہے یا نہ؟ زید کہتا ہے کہ ﴿اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۳۰) سے وزیر کہنا جائز ہے۔

(ب) وزیر اور خلیفہ میں کیا فرق ہے؟ (۱۳۴۲/۶۱۱ھ)

الجواب: (الف - ب) آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا وزیر کہنا درست نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی وزیر اور مشیر و معین نہیں ہے اور خلیفہ نائب کو کہتے ہیں، پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام پہنچائے وہ اس کا خلیفہ اور نائب ہے وہ وزیر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) حدیث شفاعت کے لیے ملاحظہ فرمائیں: صحيح البخاري: ۲/ ۱۱۱۸-۱۱۱۹، كتاب التّوحيد، باب كلام الرّبّ يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم اور الصّحيح لمسلم: ۱/ ۱۱۰، كتاب الإيمان، باب إثبات الشّفاعة وإخراج الموحّدين من النّار.

انبیاء اور اولیاء کو حاضر وناظر اور مشکل کشا سمجھنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۰۸) حضرت علی وحضرت رسول کریم ﷺ و دیگر انبیاء اللہ واولیاء اللہ وشہداء سے امداد دنیوی طلب کرنا اور ندائیہ الفاظ زبان پر لانا جیسے مشکل کشا یا دستگیر جیلانی، کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ برگزیدگان سے امداد حاصل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور ہمارے اعمال ملیح وقبیح دیکھ رہے ہیں یا چگونہ؟ (۲/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ عقیدہ کہ بزرگان دین اور انبیاء واولیاء ہمارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور جملہ امور سے واقف ہیں باطل ہے، اور اس اعتقاد اور نیت سے امداد چاہنا اور الفاظ ندائیہ کہنا درست نہیں ہے اور مشکل کشا وغیرہ روا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انبیاء اور اولیاء وفات کے بعد سنتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۳۰۹) انبیاء صلحاء اور شہداء بعد وفات کے سنتے ہیں یا نہیں؟ (۸۳۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: امام اعظمؒ کا قول مشہور یہ ہے کہ سماع موتی ثابت نہیں ہے، بہ دلیل آیت: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (سورۂ نمل، آیت: ۸۰، سورۂ روم، آیت: ۵۲) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (سورۂ فاطر، آیت: ۲۲) اور اہل قبور کو جو سلام کرنے کا حکم ہے وہ ایک حکم شرعی ہے اس کو بجالانا چاہیے، میت کے سننے نہ سننے سے اس میں کچھ بحث نہیں کی گئی، اور حدیث شریف جو اہل قلیب بدر کے بارے میں والّذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع منهم یا إنَّ الميّت ليسمع قرعَ نعالهم ہے(۱) اس کا جواب علامہ صاحب فتح القدیر نے یہ دیا ہے کہ پہلی حدیث بہ وجہ معارضہ قرآن کے متروک ہے یا مؤول ہے جیسا کہ حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تاویل ما أنتم بأعلم منهم سے فرمائی ہے اور دوسری حدیث مخصوص ہے اوّل وضع فی القبر کے ساتھ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) دونوں حدیثوں کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۲) و أورد قوله صلّى الله عليه وسلّم في أهل القليب "ما أنتم بأسمع لما أقول منهم" و أجاب تارةً بأنّه مردود من عائشة رضي الله عنها قالت: كيف يقول صلّى الله عليه وسلّم ذلك ==

انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرنا جائز نہیں

سوال: (۳۱۰) ایک شخص عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! میرا بیٹا بیمار ہے مجھے مدد فرمایئے، اعتقاداً وعندالشرع جائز ہے یا شرک؟ (۲۱۲۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے، البتہ انبیاء اور اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وسیلہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا کہ اے اللہ! بہ وسیلہ آنحضرت ﷺ میرا فلاں کام پورا فرما، جائز ہے(۱) فقط

سوال: (۳۱۱) آنحضرت ﷺ واولیاء اللہ سے واہلِ قبور سے استمداد جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۷۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قرآن شریف میں یہ ارشاد ہے: ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (سورۂ فاتحہ، آیت:۵) یعنی اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، پس مدد اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیے، حدیث شریف میں ہے: و إذا استعنت فاستعن باللّٰہ (۲) یعنی جب

== والله تعالیٰ يقول: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر:۲۲) ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النّمل:۸۰)؟......و يشكل عليهم مافي مسلم إنَّ الميّت ليسمع قرعَ نعالهم إذا انصرفوا ألّلهمّ إلّا أن يخصّوا ذلك بأوّل الوضع في القبر مقدّمةً للسّؤال جمعًا بينه و بين الآيتين ، فإنّهما يفيدان تحقيق عدم سماعهم. (فتح القدير على الهداية: ۱۰۶/۲، كتاب الصّلاة، باب الجنائز)

(۱) عن عثمان بن حُنَيْف رضي الله عنه أنّ رجلاً ضرير البصر أتى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال: ادع اللّٰه أن يعافيني ، قال : إن شئتَ دعوتُ و إن شئت صبرتَ فهو خير لك ، قال: فادعه ، قال: فأمره أن يتوضّأ فيحسن وضوءه ويدعو بهذا الدّعاء : أللّٰهم إنّي أسئلك و أتوجّه إليك بنبيّك محمّد نبيّ الرّحمة ، إنّي توجّهت بك إلى ربّي في حاجتي هذهٖ لتقضى لي، أللّٰهم فشفعه فيّ . (جامع التّرمذيّ: ۱۹۸/۲، أبواب الدّعوات ، باب في دعاء الحفظ)

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: كنت خلف النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يومًا، فقال: يا غلام ! إنّي أعلمك كلمات اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، احفظ اللّٰهَ تجده تجاهك ، إذا سألتَ فاسئل اللّٰه و إذا استعنت فاستعن باللّٰه الحديث.

(جامع التّرمذي: ۷۸/۲، أبواب صفة القيامة، باب)

تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد چاہ، لیکن اگر بہ توسل انبیائے کرام علیہم السلام واولیاء عظامؒ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگے کہ اے اللہ! بہ برکت اپنے برگزیدہ بندوں کے میری حاجت پوری فرماتو یہ درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اولیاء اللہ کے فیوض وفات کے بعد بھی جاری رہتے ہیں؟

سوال: (۳۱۲) اولیائے کرام بعد وفات کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا کہ نہیں؟
(۳۳۲۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اولیاء اللہ سے بعد وفات کے بھی فیض اور نفع ہوتا ہے جیسا کہ ان کے احوال اور قصص سے ثابت ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انتقال کے بعد کوئی مدد ونجات دینے کی طاقت رکھتا ہے؟

سوال: (۳۱۳) ......(الف) کیا کوئی بعد ممات آنے اور جانے اور مدد ونجات دینے کی طاقت رکھتا ہے؟

(ب) کیا دلیل شرعی سے یہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی میت کو اس کے مرید ومعتقد کے پکارنے پر یا مدد طلب کرنے پر تصرف کرنے کا اختیار یا حکم دیتا ہے؟(۲۶۰۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) یہ ثابت نہیں ہے۔

(ب) ثابت نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: مزارات اولیاء رحمہم اللہ سے فیض حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کس صورت سے؟

جواب: مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے، مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں ہے، اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر وشرک کا دروازہ کھولنا ہے۔فقط

(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۱۰۴، کتاب العقائد، عنوان: مزاراتِ اولیاء سے فیض)

کیا اولیاء کی ارواح خودمختار اور قادر مطلق ہیں؟

سوال: (۳۱۴) سنا ہے کہ اولیائے کرام کی ارواح خودمختار ہوتی ہیں، اور سب کچھ کرسکتی ہیں، اور لوگ ان سے ہر چیز طلب کرتے ہیں، اور نام ان کا وِرد زبان کرتے ہیں، ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۴۰ھ)

الجواب: یہ غلط ہے، بدون حکم اللہ تعالیٰ کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صاحبِ قبر سے دعا کی درخواست نہ کرے

سوال: (۳۱۵) اگر کوئی بزرگ کی قبر پر کھڑا ہوکر یہ کہے کہ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ میرا کام پورا کردے۔ (۱۳۳۴-۳۳/۲۱۵۳ھ)

الجواب: یوں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے میرا مقصد پورا فرما۔ فقط

حضور ﷺ کے توسل سے دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے

سوال: (۳۱۶) آنحضرت ﷺ کا وسیلہ طلب کرنا بعض لوگ ناجائز قرار دیتے ہیں کہ آپ فوت ہوچکے ہیں، اس بارے میں صحیح مسلک کیا ہے؟ (۱۳۴۵/۱۷۴۹ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **إنّ اللّٰهَ حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء فنبيّ اللّٰـه حيّ يرزق** (۱) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر یہ کہ وہ انبیاء کے جسم کو کھاوے، پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں جیسا کہ شہداء کے بارے میں قرآن شریف میں وارد ہوا ہے: ﴿بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۶۹) پس جب کہ شہداء زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جو کہ ان سے افضل ہیں، بہ درجۂ اولیٰ زندہ ہیں، اور توسل بالانبیاء علیہم السلام جائز ہے، جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے: **إنّي توجّهت بك إلىٰ ربّي في حاجتي هذهٖ لتقضىٰ لي الحديث** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۳۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲
(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۳۱۰) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

اولیاء کرام کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا جائز ہے لیکن خود اُن سے نہ مانگے

سوال: (۳۱۷) جو لوگ مردوں کو زندہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہم کو ہر طرح مدد دے سکتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ (۱۹۴۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا جائز ہے، اور سلف صالحین سے ثابت ہے، اور اس میں امیدِ قبولیت ہے، لیکن خود ان سے نہ مانگے، بلکہ ان کے ذریعہ اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۱۸) زید کا عقیدہ ہے کہ کسی زاہد متقی ولی کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی میں اس طرح اپنے مقاصد میں کامیابی کے لیے دعا کرے کہ باری تعالیٰ اس ولی کی برکت سے میرے مقصد میں کامیابی فرما، اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر خدا سے التجا کرنا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۲۰۴۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید کا عقیدہ صحیح ہے اور دعائے وسیلہ جائز ہے، اور قبر پر جا کر دعائے وسیلہ کرنا بھی جائز ہے، مگر خاص اہل قبور سے حاجات طلب کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک ہے (۱) فقط واللہ اعلم

سوال: (۳۱۹) بعض لوگ اولیاء کے مزارات پر جا کر دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے لیے خدا سے دعاء کرو، تو کیا وہ ان کی فریاد سنتے ہیں؟ اور ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اموات کے سننے میں کلام ہے بعض صحابہ وائمہ عدم سماعِ میت کے قائل ہیں، لہٰذا ایسا نہ کہا جاوے بلکہ دعا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی جاوے تو مضائقہ نہیں ہے کہ یا اللہ! بہ برکت اس بزرگ کے میری حاجت روا فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) و منها : أنّه إن ظنّ أنّ الميّت يتصرّف في الأمور دون اللّٰه تعالىٰ واعتقاده ذلك كفر (الشّامي: ۳/۳۷۹، كتاب الصّوم ، باب ما يفسد الصّوم و مالا يفسده، مطلب في النّذر الّذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمعٍ أو زيت أو نحوه)

اہل قبور سے مدد طلب کرنے کی دوصورتیں اوران کا حکم

سوال: (۳۲۰) استمداد من اہل القبور کے جواز کی حنفیہ کے یہاں کوئی صورت ہے یانہیں؟
(۲۵۹۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: استمداد من اہل القبور اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہے کہ وہ متصرف فی الامور ہیں جیسا کہ عوام کا عقیدہ ہے تو یہ درست نہیں ہے، بلکہ اس میں خوف کفر ہے، شامی میں ہے: و منها: أنه إن ظنّ أنّ المیّت یتصرّف في الأمور دون اللّٰه تعالیٰ و اعتقاده ذلك كفر إلخ (۱) اوراگر مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کے ذریعہ سے دعا کی جائے کہ یا اللہ میرا فلاں کام فلاں بزرگ کی برکت سے پورا فرمادے تو یہ جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشا سمجھنا

سوال: (۳۲۱) ہم سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکل کشاء کہتے ہیں، لیکن ایک عالم نے فرمایا کہ مشکل کشا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہتے، اور شاعر بھی بڑے بزرگوں کو مشکل کشا کہتے اور لکھتے ہیں، اس بارے میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۴۹۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قرآن شریف میں بہت جگہ ارشاد ہے کہ جب کسی آدمی کو کوئی مصیبت اور تکلیف اور مرض اور شدائد پیش آتے ہیں تو ان کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں ہے (۲) وہی قاضي الحاجات ہے، وہی كافي المهمّات ہے، وہی حلّ المشكلات ہے، لہٰذا قول ان مولوی صاحب کا صحیح ہے، آئندہ ایسا لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی بزرگ کی نسبت نہ کہنا چاہیے، اور بجائے اس کے ان کے نام کے ساتھ رضي الله عنه یا كرّم الله وجهه کہنا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الشّامي: ۳/۳۷۹، كتاب الصّوم، باب ما يفسد الصّوم و ما لا يفسده ، مطلب في النّذر الّذي يقع للأموات إلخ .

(۲) ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (سورۂ نمل، آیت:۶۲)

بزرگانِ دین کو حاجت روا سمجھنا اور اُن سے دعا مانگنا جائز نہیں

سوال: (۳۲۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جملہ بزرگان دین برابر حاجات کو پورا کرتے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۹۱۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بزرگان دین کو حاجت روا سمجھنا اوران سے دعا مانگنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اللہ تعالیٰ سے ان کے وسیلہ سے دعا کرے کہ یا اللہ! بہ وسیلہ بزرگان دین میری حاجت پوری فرما تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگانِ دین کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا ہے اس کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے تو بھی حلال نہیں ہوگا

سوال: (۳۲۳) بزرگان دین کے مزار کی زیارت کرنا، اور چادر و مالیدہ چڑھانا، اوران کے نام سے جانور چھوڑنا، اور نذر ماننا، اور مزار پر لے جا کر ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زیارت کرنا درست ہے اور باقی امور ممنوع ہیں، اور غیر اللہ کے نام پر جو جانور تقربًا لغیر اللہ مقرر کیا جاوے وہ اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا، **كذا في الدّرّ المختار** (۱)

بہ وقت ملاقات عالم یا بزرگ کا ہاتھ چومنا اور سر جھکانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۲۴) تقبیلِ یدِ عالم اور انحناء بہ وقت ملاقات درست ہے یا نہیں؟

(۶۴۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تقبیلِ یدِ عالم یا صوفی پابند شریعت کی جائز ہے، انحناء نہ چاہیے، کیونکہ انحناء مشابہ

---

(۱) **ذبح لقدوم الأمير و نحوهٖ كواحدٍ من العظماء يحرم لأنّه أهلّ بهٖ لغير الله و لو...... ذكر اسم الله تعالىٰ ...... كان لتعظيم غير الله فتحرم . (الدّرّ مع الرّدّ: ۹/۴۷۵، كتاب الذّبائح)**

سجدہ کے ہے، اور سنت یہ ہے کہ سلام کرے، اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے(۱) حدیث شریف میں ہے: إذا لقي أحدكم أخاه فليسلّم عليه (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آنحضرت ﷺ کی نسبت خراب وسوسہ آئے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۲۵) میرے دل میں آنحضرت ﷺ کی نسبت خراب وسوسہ آیا، میں نے اس سے توبہ کرلی، اب کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں بے جا کلمہ کہے اور بعد کو توبہ کرلے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۶۷۸ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ وسوسہ پر مواخذہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے اس کو جو بہ طریق وسوسہ خیالات دل میں پیدا ہوں (۳) اور بعد توبہ واستغفار کے تو اس وسوسہ کی معافی میں کچھ تردد اور شبہ ہی نہیں ہے۔ کما ورد: التّائب من الذّنب كمن لاذنب له (۴) اور اگر کسی شخص سے کوئی کلمہ بے جا آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں نکل گیا اور اس نے اس سے توبہ کرلی، تو وہ بھی معاف ہوجاتا ہے، اور توبہ اس کی قبول ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّئَاتِ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رجل: يا رسول اللّٰه ! الرّجل منّا يلقي أخاه أو صديقه أيَنْحَنِيْ له ؟ قال: لا ، قال: أفَيَلْتَزِمُهٗ و يقبّله ؟ قال: لا، قال: أفيأخذ بيدهٖ ويصافحه ؟ قال: نعم رواه التّرمذي .

(مشكاة المصابيح، ص:۴۰۱، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الأوّل)

(۲) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال:إذا لقي أحدكم الحديث (مشكاة المصابيح، ص:۳۹۹، كتاب الآداب ، باب السّلام، الفصل الثّاني)

(۳) إنّ اللّٰه تعالیٰ تجاوز عن أمّتي الخطأ والنّسيان و ما استكرهوا عليه (هـ) عن أبي ذرّ، (طب ك) عن ابن عبّاس (طب) عن ثوبان. (الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير : ۱/۶۷-۶۸، المطبوعة: مطبعة دارالكتب العربيّة الكبرى بمصر)

(۴)عن أبى عُبيدة بن عبد اللّٰه عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : التّائب من الذّنب كمن لا ذنب له .(سنن ابن ماجة، ص:۳۱۳، أبواب الزّهد– ذكر التّوبة)

نبی اور رسول میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۲۶) زید کہتا ہے کہ نبی کا درجہ پیغمبر سے کم ہے، اور نبی پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے کی تھی، بکر کہتا ہے کہ پیغمبر اور نبی میں کچھ فرق نہیں، دونوں بہ لحاظ مراتب اور درجہ کے ایک ہیں، ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۸۴۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: زید اور بکر میں سے کسی کے قول کو بھی غلط نہ کہنا چاہیے، درحقیقت رسول اور نبی ایک ہے، رسول کے معنی بھی پیغمبر کے ہیں اور نبی کے معنی بھی پیغمبر کے ہیں، قرآن شریف میں بعض انبیاء کے بیان میں ہے: ﴿وَكَانَ رَسُوْلاً نَبِيًّا﴾ (سورۂ مریم، آیت: ۵۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبیٔ امی بھی فرمایا اور رسول بھی فرمایا، لیکن بعض علماء نے رسول اور نبی میں کچھ فرق لکھا ہے کہ مثلاً رسول صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہوتا ہے بہ خلاف نبی کے وہ اس سے عام ہے (۱) بہر حال ایسے امور میں نزاع نہ کیا جائے، اور ایک دوسرے کی تغلیط نہ کرنی چاہیے، باقی فرق مراتب انبیاء اور مرسلین میں باہم نص قطعی سے ثابت ہے۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء اللہ پر وحی نہیں آتی

سوال: (۳۲۷) اولیاء اللہ پر وحی آتی ہے یا نہیں؟ جو اس کا دعویٰ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ (۵۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اولیاء اللہ کو الہام ہونا متصور ہے، وحی سوائے انبیاء علیہم السلام کے کسی پر نہیں آتی،

---

(۱) والرّسول إنسان بعثه اللّٰه تعالىٰ إلى الخلق لتبليغ الأحكام ، و قد يشترط فيه الكتاب بخلاف النّبيّ فإنّه أعم. (شرح العقائد النّسفيّة، ص:۱۶، النّوع الثّاني خبر الرّسول المؤيّد بالمعجزة، المطبوعة: كتب خانه إمدادية ، ديوبند)

شاید وہ شخص اپنی جہالت کی وجہ سے الہام کو وحی کہتا ہو، الغرض ایسا کہنا غلط ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نبوت ورسالت مردوں کے ساتھ خاص ہے

سوال: (۳۲۸) نبوت ورسالت مردوں کے ساتھ مخصوص رہی ہے یا عورتوں میں بھی ہوئی ہے اور سلسلۂ نبوت ورسالت کی نیابت کا استحقاق بھی مردوں کے ساتھ مخصوص ہے یا دونوں کو شامل ہے یعنی مردوں اور عورتوں کو؟ (۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نبوت ورسالت مخصوص ہے ساتھ رجال کے یہی صحیح ہے(۱) اور نیابت میں اناث بھی داخل ہیں، جو عالم باعمل ہو مرد یا عورت وہ نائب نبی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے

سوال: (۳۲۹) امام حسین کے واسطے علیہ السلام کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۷۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) قال الإمام الرّازيّ في تفسير قولہٖ تعالیٰ: ﴿اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى﴾ (طٰہٰ: ۳۸):
اتّفق الأكثرون على أمّ موسٰى عليه السّلام ما كانت من الأنبياء والرّسل، فلا يجوز أن يكون المراد من هذا الوحي هو الوحي الواصل إلى الأنبياء، وكيف لا نقول ذلك؟ والمرأة لا تصلح للقضاء والإمامة، بل عند الشّافعيّ رحمه الله لا تمكن من تزويجها نفسها، فكيف تصلح للنّبوّة؟! ويدلّ عليه قوله تعالیٰ: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ (الأنبياء: ۷) و هذا صريح في الباب. (مفاتيح الغيب المشتهر بالتّفسير الكبير للإمام الرّازيّ: ۶/۳۳-۳۴، تفسير سورة طٰہٰ، تحت الآية: اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى)

اور بیان القرآن کے حاشیہ میں ہے:

قوله تعالیٰ: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ (الأنبياء: ۷) قال العبد الضّعيف: استدلّ الجمهور بهٖ على تخصيص الرّسالة بالرّجال. (مسائل السّلوك على بيان القرآن: ۲/۴۰، تفسير سورة الأنبياء)

الجواب: علیہ السلام کہنا نہیں چاہیے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہیے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علی کے نام کے ساتھ علیہ السّلام لکھنا

سوال: (۳۳۰) حضرت علی کو علیہ السّلام کہنا چاہیے یا نہیں؟ (۲۶۴۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: رضي اللّٰہ عنہ یا کرم اللّٰہ وجہہ کہنا چاہیے، علیہ السّلام کہنے سے علماء نے منع فرمایا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ولایصلّی علی غیر الأنبیاء ولا غیر الملائکة إلّابطریق التّبع إلخ و یستحبّ التّرضی للصّحابة ...... والتّرحّم للتّابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائرالأخیار، وکذا یجوز عکسه التّرحم للصّحابة والتّرضی للتّابعین ومن بعدهم علی الرّاجح إلخ .

(الدّرّالمختار والشّامي: ۱۰/۴۰۰-۴۰۲، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّیٰ)

وأمّا السّلام فنقل اللّقاني في شرح جوهرة التّوحید عن الإمام الجویني أنّه في معنی الصّلاة، فلا یستعمل في الغائب ولا یفرد به غیر الأنبیاء، فلا یقال: عليٌّ علیه السّلام، وسواء في هذا الأحیاء والأموات، إلّا في الحاضر فیقال: السّلامُ أو سلامٌ علیك أو علیکم، وهذا مُجمعٌ علیه اهـ .

أقولُ: ومن الحاضرالسّلام علینا وعلی عبادالله الصّالحین، والظّاهرأن العلّة في منع السّلام ما قاله النّووي في علّة منع الصّلاة أن ذلك شعار أهل البدع، ولأنّ ذلك مخصوص في لسان السّلف بالأنبیاء علیهم الصّلاة والسّلام، کما أن قولنا عزّ وجلّ مخصوص بالله تعالیٰ فلایقال: محمّد عزّ وجلّ وإن کان عزیزًا جلیلاً، ثمّ قال اللّقاني: وقال القاضي عیاض : الّذي ذهب إلیه المحقّقون وأمیلُ إلیه ما قاله مالك وسفیان واختاره غیر واحد من الفقهاء والمتکلّمین أنّه یجب تخصیص النّبيّ صلّی الله علیه وسلّم وسائرالأنبیاء بالصّلاة والتّسلیم، کما یختصّ الله سبحانه عندذکره بالتّقدیس والتّنزیه،ویذکرمن سواهم بالغفران والرّضی کماقال الله تعالیٰ: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۱۱۹) ﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ﴾ (سورۂ حشر، آیت:۱۰) وأیضًا فهو أمر لم یکن معروفًا في الصّدر الأوّل، وإنّما أحدثه الرّافضة في بعض الأئمّة، والتّشبّه بأهل البدع منهيّ عنه فتجب مخالفتهم. اهـ (الشّامي:۱۰/۴۰۱، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّیٰ)

یہود نے کتنے انبیاء کو قتل کیا؟

سوال: (۳۳۱) رسالہ القاسم بابت ماہ صفر ۱۳۴۵ھ کے صفحہ نمبر ۲۶ پر لکھا ہے کہ ”سوائے زکریا علیہ السلام و یحی علیہ السلام کے جو خود مستقل بارسالت بھی نہیں تھے، بلکہ تابع دین موسیٰ علیہ السلام کے تھے کوئی رسول اور نبی شہید نہیں ہوا“ تم کلامہ، اور حمایل شریف ترجمہ مولانا عاشق الٰہی کی تفسیر آیت: ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہود نے ستر (۷۰) نبی ایک ہی روز میں قتل کیے تھے، تفسیر مظہر الحق کے حوالہ سے اور غالباً تفسیر موضح القرآن میں لکھا ہے، خود آیت کے اندر ہی نَبِيّٖنَ جمع کا لفظ موجود ہے، ان کا تعارض رفع فرماویں۔ (۱۳۴۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: رسالہ القاسم ماہ صفر ۱۳۴۵ھ کی عبارت دیکھی گئی، **معالم التنزیل** وغیرہ تفاسیر کی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ یہود نے ایک دن میں ستر انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا ہے، چنانچہ عبارت **معالم التنزیل** کی یہ ہے: **قوله:** ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ (البقرة:٦١) **و يروى أنّ اليهود قتلت سبعين نبيًا إلخ** (۱) اور آیت: ﴿وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾ (البقرة:۸۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: **أي قتلهم مثل زكريا و يحيٰى وشعيبًا و سائر من قتلوا من الأنبياء عليهم السّلام** (۲) یہاں سے بھی بہت سے انبیاء کا قتل ہونا معلوم ہوتا ہے، پس القاسم میں جن صاحب کا یہ مضمون ہے ان کا نام ظاہر نہیں کیا گیا، لیکن معلوم ہوا کہ وہ ایک مولوی صاحب دیوبند کے ہی پڑھے ہوئے ہیں، بہ ظاہر انہوں نے بدون پوری تحقیق کے ایسا لکھ دیا ہے، آج بندہ نے مولوی قاری طاہر مدیر رسالہ سے کہہ دیا ہے کہ صاحب مضمون کو ایک جوابی کارڈ لکھ دیں کہ آپ نے صرف دو پیغمبروں کا قتل ہونا انحصار کے ساتھ کہاں سے دیکھا ہے، اگر انہوں نے کچھ جواب معقول نہ دیا تو غالباً اس کی اصلاح اگلے رسالہ میں کردی جاوے گی، شاید اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیائے اولوالعزم اور رسولوں میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا، بہر حال یہ جو انہوں نے لکھا ہے مشہور کے خلاف ہے، ممکن ہے کہ کسی نے ایسا لکھ دیا ہو، اور صاحب مضمون نے وہاں سے نقل کرلیا ہو، لیکن

(۱) تفسر معالم التّنزيل للبغوي، ص:۳۰، تفسير سورة البقرة .

(۲) تفسر معالم التنزيل للبغوي، ص:۳۸، تفسير سورة البقرة .

جو کچھ ہو قطعی طور سے یہ دعویٰ کرنا کہ صرف دو ہی قتل ہوئے درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کنہیا پیغمبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۲)......(الف) جو شخص کنہیا کو عَـلَیْـهِ السَّلَام کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور منع کرنے پر یہ جواب دیتا ہے کہ اس کی پیغمبری کے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قائل ہیں، یہ صحیح ہے یا نہ؟

(ب) اور اس کے رسول ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتا ہے: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۴۷) اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۵۹۸ھ)

الجواب: (الف) یہ غلط ہے، ان حضرات نے یہ تعیین نہیں فرمائی، اور وہ بدون کسی نص کے کیسے تعیین کر سکتے ہیں؟!

(ب) یہ تو صحیح ہے اور نص سے ثابت ہے کہ ہر ایک امت کے لیے رسول مبعوث ہوا ہے، لیکن جب تک نصوص سے یہ ثابت نہ ہو کہ فلاں شخص رسول ہے اس وقت تک کسی خاص شخص کو رسول نہیں کہہ سکتے، پس جن انبیاء کا نام اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے ان کو رسول کہہ سکتے ہیں، اور جن کا نام اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلایا، ان کو رسول نہیں کہہ سکتے اور اگر کوئی ایسا کہے تو یہ افتراء ہے اللہ تعالیٰ پر قال اللّٰہ تعالیٰ : ﴿مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (سورۂ غافر، آیت: ۷۸) یعنی بعض پیغمبروں کا ہم نے نام بتلایا ہے اور بعض کا نہیں بتلایا، پس جس کا نام اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلایا اس کو متعین کر کے کہنا کہ فلاں شخص رسول ہے جائز نہیں ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے، باقی یہ کہ کنہیا کون تھا اس کا حال مفصل معلوم نہیں ہے، اتنا سنا گیا ہے ہندوؤں کا کوئی اوتار تھا، اس سے زیادہ معلوم نہیں ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رام کرشن، گوتم بدھ اور رام چندر پیغمبر تھے یا نہیں؟

سوال: (۳۳۳) کرشن اور گوتم بدھ پیغمبر تھے یا نہیں؟ اور ان کو پیغمبر عقیدہ کرنا جائز ہے

(۱) فیروز اللغات میں ہے: کنہیا سری کرشن کو کہتے ہیں۔۱۲

یا نہیں؟ (۵۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان کی نبوت پر کوئی دلیل شرعی بہ تخصیص وارد نہیں ہے اور بلا دلیل شرعی اعتقاد ان کی نبوت کا کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۳۴) ایک مسلمان رام کرشن ورام چندر وبدھ کو برحق نبی یقین رکھتے ہوئے یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور کرشن ورام چندر وبدھ کی تعلیم کی ضرورت بھی نہیں رہی، اس عقیدہ میں خواجہ حسن نظامی اور شامی عالم جوتر کی وفد کے ہمراہ جاپان میں اشاعت اسلام کے لیے گئے تھے آیت: ﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۶۴) سے دلیل پکڑتے ہیں۔ (۸۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قطعی اور یقینی طور سے یہ کہہ دینا کہ رام چندر کرشن وغیرہ نبی تھے جائز نہیں ہے، یہ امر بہ ذریعہ وحی کسی نبی کو ہی معلوم ہوسکتا ہے، آنحضرت ﷺ کو جب تک وحی سے یہ معلوم نہ ہوا کہ فلاں شخص نبی ہے، آپ ﷺ نے اس کی نبوت کا اظہار نہ فرمایا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **لا أدري أ تبّع نبي أم لا ؟**: نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں؟ **وفي معالم التّنزيل بسنده عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما أدري تُبَّع أ كان نبيًّا أو غير نبيّ**(۱) الغرض جن انبیاء کا نام اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلایا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی نبوت ظاہر نہیں فرمائی، ان کی نسبت یقین نبوت کا رکھنا خلاف حکم شریعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دنیا میں مردوں کو زندہ کرنے کا مسئلہ

سوال: (۳۳۵)......(الف) کیا خداوندحی قیوم اس دنیا میں مردہ زندہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایک معترض کہتا ہے زندہ نہیں کرسکتا۔ **كما قال الله تعالىٰ:** ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت: ۹۵)

(ب) کیا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے بہ طور معجزہ مردہ زندہ کیا ہے یا نہیں؟

---

(۱) **معالم التّنزيل، ص:۸۰۶ ، سورة الدّخان ، تحت تفسير الآية : ﴿ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ﴾ المطبوعة: المطبع الواقع في المعمورة المنبي .**

(ج) کیا صحابہؓ نے بہ ذریعہ کرامات مردہ زندہ کیا ہے یا نہیں؟

(د) کیا اولیاء اللہؒ نے بہ ذریعہ کرامات مردہ زندہ کیا ہے یا نہیں؟ (۲۹۳۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) زندہ کرسکتا ہے: کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی﴾ (سورۂ قیامہ، آیت:۴۰) وغیرہ من الآیات الکثیرۃ الدّالّۃ علی قدرتہ تعالیٰ علی الإحیاء، وقال تعالیٰ: حاکیًا عن عیسٰی علی نبیّنا وعلیہ الصّلاۃ والسّلام: ﴿وَاُبْرِیءُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۴۹) و وقع ذلک لغیرہ أیضًا من الأنبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام اور قصہ زندہ ہونے قتیل بنی اسرائیل کا قرآن شریف میں مذکور ہے، اور ایک قوم بنی اسرائیل کا مرکر زندہ ہونا اس آیت میں مذکور ہے: ﴿فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۴۳) اور حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کا مرکر زندہ ہونا اس آیت میں مذکور ہے: ﴿فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۹) اور آیت: ﴿وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا الآیۃ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۹۵) سے قدرت باری تعالیٰ علی اِحیاء الموتی کی نفی نہیں ہوتی اور مراد اس سے یہ ہے کہ قریہ معذبہ پھر دنیا کی طرف نہ لوٹے گا یعنی وہ پھر دنیا میں آباد نہ ہوگا، کیونکہ جو مردے خرق عادت سے زندہ ہوئے ہیں وہ باقی نہیں رہے اور ان میں بعض باقی بھی رہے ہیں، مگر عام طور سے یہ عادت اللہ نہیں ہے اگر چہ وہ کرسکتا ہے اور خاص خاص کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا ہے۔

(ب) کیا ہے اور یہ خلاف آیت مذکورہ کے نہیں ہے۔

(ج) صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسا واقعہ کوئی نظر سے نہیں گذرا، اگر کسی سے ہوا ہو تو مستبعد نہیں ہے کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے۔

(د) ایسا ہوسکتا ہے۔ کما وقع لبعض الأولیاء والأنبیاء علیہم السّلام. فقط واللہ اعلم

کفریہ اقوال وافعال اور باطل خیالات

شرک کس کو کہتے ہیں؟

سوال: (۳۳۶) شرک کس کو کہتے ہیں؟ (۲۰۸۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کیا جاوے۔ فقط

کافر کسے کہتے ہیں

سوال: (۳۳۷) کافر کس کو کہتے ہیں؟ (۱۱۸۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: منکر دین ومنکر توحید ورسالت کافر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

سوال: (۳۳۸) کافر ومشرک میں کیا فرق ہے؟ اور خلود فی النار کس کے واسطے ہے؟ (۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کافر ومشرک بہ حسب نتیجہ وخلود فی النار ایک ہی ہیں، اور ایک دوسرے کو مستلزم ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ﴾(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کافر ومشرک کی بخشش نہیں ہوگی

سوال: (۳۳۹) مشرک کی بخشش ہے یا نہیں؟ (۳۳۷/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) سورۂ نساء، آیت: ۴۸، سورۂ نساء، آیت: ۱۱۶۔

الجواب: کافر اور مشرک کی بخشش نہیں ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَـغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۴۸، ۱۱۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا خدا کے سوا دوسرے کی اطاعت کرنا شرک ہے؟

سوال: (۳۴۰) خدا کے سواء دوسرے کا مطیع ہونے والا مشرک ہے یا نہ؟ ﴿وَاِنْ اَطَـعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۱۲۱) (۲۵۷۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے، یہ بھی ایک قسم شرک کی ہے کہ حلال وحرام میں دوسرے شخص کا ایسا مطیع ہوجائے کہ جو کچھ وہ کہے خلاف حکم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ کے اس کو مانے جیسا کہ یہود اپنے احبار(۱) کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے تھے، غرض یہ ہے کہ معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔ **کما ورد: لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ میں تیرا خدا ہوں

سوال: (۳۴۱) ایک شخص نے مجھ سے تین مرتبہ یہ لفظ کہا کہ میں تیرا خدا ہوں والعیاذ باللہ تعالیٰ، اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ (۲۷۵۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَـنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰـهٌ مِّـنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَـذٰلِكَ نَـجْزِی الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۲۹) ترجمہ: اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ میں خدا ہوں اللہ کے سواء، پس اس کی سزا دوزخ ہے، ہم اسی طرح ظلم کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں، پس اس آیت سے واضح ہے کہ شخص مذکور کافر وظالم ہے، اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کے ساتھ کھانا پینا ملنا جلنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ خیال باطل ہے کہ نیکی کر کے جنت میں گئے تو خدا کا کیا احسان رہا؟

سوال: (۳۴۲) ایک مخالف نے اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہمارے اوپر خدا کا کیا احسان

---

(۱) احبار: حِبرٌ کی جمع: یہود کے علماء۔ (فیروز اللغات)

(۲) مشکاة المصابیح، ص:۳۲۱، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثّاني.

رہا جو ہم نیکی کر کے جنت میں گئے؟ (۲۱۵۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کوئی حد و شمار نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (۱) خود دولتِ وجود عطائے حق تعالیٰ ہے کہ اس نے معدوم سے موجود کیا، اس سے زیادہ کون سی نعمت ہے؟! پھر عطائے وجود کے بعد ہر ہر امر میں شانِ ربوبیت کا ظہور ہے، انسان کہاں تک ناشکری کر سکتا ہے، غرض یہ کہ اعتراض اس کا لغو ہے اس کی طرف التفات نہ کیا جائے، اگر وہ اسلام لایا تو ایسا اعتراض نہ کرے گا اور اگر اسلام نہ لایا تو اس سے کچھ بحث نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ ہم خدا اور رسول سے باہر ہیں، خدا اور رسول کے حکم پر چلنا نہیں چاہتے: موجب کفر ہے

سوال: (۳۴۳) چند لوگوں نے بہ وقت کسی جھگڑے کے یہ لفظ کہے کہ ہم خدا اور رسول سے باہر ہیں، خدا اور رسول کے حکم پر چلنا نہیں چاہتے، ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ کیا تم ہندو ہو؟ جواب دیا کہ ہاں ہم ہندو ہیں، اس صورت میں ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جن لوگوں نے یہ کلمہ کہا وہ کافر ہو گئے توبہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا تعالیٰ کی طرف خطاء اور غلطی کی نسبت کرنا کفر ہے

سوال: (۳۴۴) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کہا کہ تم بڑی غلطی کرتی ہو جو نماز نہیں پڑھتی ہو، وہ جواب میں کہتی ہے کہ خدا بھی غلطی کرتا ہے کہ ہم کو مصائب میں مبتلا کر دیا، اس عورت سے دریافت کیا گیا کہ تو نے یہ کلمۂ کفر کہا ہے، یہ کلمہ تیری زبان سے بے اختیار نکلا یا اختیار سے نکلا ہے، کہا کہ بلا اختیار نکلا ہے، اس صورت میں اس کے قول بلا اختیار کا لحاظ کیا جاوے گا یا تجدیدِ ایمان و نکاح کا حکم کیا جاوے یا نہیں؟ اگر کسی کتاب کی عبارت اس مسئلہ کے ثبوت میں آسانی سے دستیاب ہو سکے تو اس کو تحریر فرمایا جاوے ورنہ رائے عالی سے ہی مطلع فرما دیں۔ (۲۱۳/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) سورۂ ابراہیم، آیت: ۳۴، سورۂ نحل، آیت: ۱۸۔

الجواب: نسبت کرنا باری تعالیٰ شانہ کی طرف خطاء اور غلطی کی کفر ہے اور کلمۂ کفر بلا اختیار نکل جانے سے بھی کفر عائد ہوتا ہے۔ کما في الدّرّ المختار: وفي الفتح: من هزل بلفظ كُفرٍ ارتدّ و إن لم يعتقدْه للا ستخفاف (۱) وفي الشّامي: قلت: و يظهر من هٰذا أنّ ما كان دليلَ الاستخفاف يكْفُر به، و إن لم يقصد الاستخفاف إلخ (۱) لہٰذا ضروری ہے کہ تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا کو گولی مار کہنا موجب کفر ہے

سوال: (۳۴۵) کوئی شخص اگر خدا تعالیٰ جل شانہ کی شان میں نعوذ باللہ یوں کہے کہ خدا کے گولی مار، تو ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ (۹۰۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ کلمہ گستاخی کا ہے اور کفر ہے نکاح اس کا ٹوٹ گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے سہواً یہ کہہ دیا کہ کیا خدا سے بڑھ کر ہے: تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴۶) زید یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا خدا سے باپ بڑھ کر ہے، لیکن سہواً اور جلدی سے بجائے کلمہ مذکور کے یہ نکلا کہ کیا خدا بڑھ کر ہے، یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا، بعض علماء نے کہا کہ زید کافر ہو گیا اور اس کی منکوحہ پر طلاق ہوگئی، آیا اس صورت میں زید کافر ہوا اور اس کی زوجہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ (۱۰۰۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید اس صورت میں کافر نہیں ہوا، علماء کو فتویٰ کفر کا دینے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، اور جلدی نہ کرنی چاہیے حدیث شریف میں ہے: رفع عن أمّتي الخطاء والنّسيان (۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۶) علاوہ بریں یہ کلمہ

---

(۱) الدّرّ والشّامي: ۶/ ۲۶۹-۲۷۰، كتاب الجهاد، أوائل باب المرتدّ.

(۲) رفع عن أمّتي الخطاء والنّسيان، و ما استكرهوا عليه (طب) عن ثوبان (صحـ) (الجامع الصّغير في أحاديث البشير النّذير للسّيوطيؒ، ص: ۲۷۳، رقم الحديث: ۴۴۶۱، حرف الرّاء، المطبوعة: دار الكتب العلميّة، لبنان، بيروت)

ویسے بھی مؤول ہوسکتا ہے، اور امکان تاویل کی صورت میں تکفیر کسی مسلمان کی ناجائز ہے۔ فقط

سوال: (۳۴۷) زید کی عادت بہ وجہ ناواقفی کے غیر اللہ کی قسم کھانے کی ہوگئی تھی، چنانچہ زید کے منہ سے بہ طور ناواقفی کے غیر اللہ کی قسم نکلی، عمر نے اس کو کہا تو کافر ہوگیا توبہ کر، زید نے توبہ کرلی اور کہا کہ اب ایسی قسم نہیں کھاؤں گا، پھر تھوڑی دیر بعد زید کے منہ سے سہواً یہ کلمہ نکلا، کیا خدا بڑھ کر ہے؟ اور زید دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ کیا خدا سے باپ بڑھ کر ہے، لیکن بے اختیاری سے کلمہ مذکورہ نکلا، بعض کہتے ہیں کہ زید کافر ہوگیا اور اس کی زوجہ پر طلاق پڑگئی یہ صحیح ہے یا کیا؟ (۶۱۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زید اس صورت میں کافر نہیں ہوا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا فانی ہے وہ کافر و مرتد ہے

سوال: (۳۴۸) ایک شخص برسرِ مجلس اپنے وعظ میں بیان کرتا ہے کہ خدا اور رسول اور بندہ فانی ہیں، کبھی کہتا ہے کہ اللہ اور رسول اور بندہ سب ایک ہیں کسی قسم کی غیریت نہیں ہے وغیرہ باتوں سے جاہل مسلمانوں کو اپنا مرید بنا رہا ہے، ایسا اعتقاد رکھنے والے سے مرید ہونا اور مقتدا بنانا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱۶۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ کلمات اس شخص کے کفر کے ہیں معتقدان امور کا کافر اور مرتد ہے اور اس کا مرید ہونا اور اس کو مقتدا بنانا حرام ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کیا جاوے اور نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غصے میں یہ کہنا کہ میں اللہ کو نہیں جانتا: کیسا ہے؟

سوال: (۳۴۹) جس شخص نے غصہ میں یہ کلمہ کہا کہ میں اللہ کو نہیں جانتا اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۲۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جس شخص نے ایسا کلمہ کہا وہ اسلام سے خارج ہوگیا، اس کو توبہ کرنا اور تجدیدِ ایمان

کرنا اور تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ نہ خدا کو مانتا ہوں اور نہ میں اس کا بندہ ہوں وہ تو میرے جوتے کے نیچے ہے

سوال: (۳۵۰) زید نے اثنائے گفتگو میں یہ کہا کہ میں اس کو اپنا خدا نہیں مانتا ہوں اور نہ اس کا بندہ ہوں وہ تو میرے جوتے کے نیچے ہے والعیاذ باللہ، کیا اس صورت میں زید کو کافر کہا جائے گا اور کیا اس کی زوجہ کو مطلقہ سمجھا جائے گا؟ (۹/۱۷۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے زید کافر ہوگیا، اور اس کی زوجہ نکاح سے خارج ہوگئی، نکاح اس کا ٹوٹ گیا، زید کو توبہ کرنی چاہیے اور تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرنی چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

''خدائی ظلم'' کہنے سے کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۵۱) زید اپنی بیوی ہندہ سے کسی معاملہ میں گفتگو کررہا تھا، چونکہ زید بہ طور زجرو تنبیہ کے باتیں کررہا تھا، لہٰذا ہندہ کو تلخ معلوم ہونے لگا، اور ہندہ جواب میں کچھ واہی باتیں کرنے لگی، ہندہ کے جملوں میں سے زید نے کسی جملۂ ناگوار کو دوہرایا جس کا ہندہ انکار کرنے لگی کہ میں نے اس طرح نہیں کہا، اور نہ میری نیت تھی، اس پر زید نے پھر زور دے کر کہا کہ تو نے برابر ایسا ہی کہا، اس پر ہندہ نے کہا خدائی ظلم، ان الفاظ کے کہنے سے اس کی نیت خدا کا ظلم نہیں تھی بلکہ زید کی سختی کی طرف رجوع ہوکر اس کی یہ بتلانے کی نیت تھی کہ یہ کیسا ظلم ہے؟! یہ اشارہ زید کی طرف تھا آیا یہ الفاظ کہنے سے کفر عاید ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۹۳۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: الفاظ مذکورہ میں چونکہ تاویل ممکن ہے، اور قائلہ کا مطلب نسبت ظلم الی اللہ تعالیٰ بھی نہیں تھا، اس لیے حکم کفر کا صورت مذکورہ میں نہ کیا جائے گا، اور احتیاطاً اگر تجدید نکاح وتوبہ کی جائے تو یہ اچھا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا تعالیٰ کو ظالم کہنے والا کافر ہے

سوال: (۳۵۲) خدا کو ظالم کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۸۸۰ھ)

الجواب: خدائے تعالیٰ کو ظالم کہنے والا کافر ہے، کیونکہ اس میں تکذیب ہے آیات قرآنیہ کی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۰) اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ﴾ (سورۂ قٓ، آیت: ۲۹) وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عقاب کی بناء پر خدا تعالیٰ کو ظالم قرار دینا باطل ہے

سوال: (۳۵۳) چند لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب بھلائی برائی سب خدا کی طرف سے ہے تو ہم لوگوں کا کچھ قصور نہ ٹھہرا اور گناہ ثواب ہم پر کچھ نہ ہونا چاہیے، کیونکہ اگر ہم سے خدا باز پرس کرے تو انصاف کے خلاف اور ظلم ہے، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ توبہ کرنا اس کو ضروری ہے یا نہیں؟ اگر توبہ نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۷/۹۲۷ھ)

الجواب: نیکی اور بدی یعنی اچھے عمل اور برے عمل بندہ کے کسب سے ہیں، اس لیے اس کو ثواب و عذاب ہے اور اس میں ظلم نہیں ہے پس اس ثواب و عذاب پر معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو ظالم قرار دینا باطل عقیدہ ہے، اس سے توبہ کرنی لازم ہے، اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اگرچہ تقدیر خیر و شر سب اللہ کی طرف سے ہے، لیکن کاسب اعمال کا بندہ ہے؛ لہٰذا اس کو ثواب و عذاب ہونا خلاف عقل نہیں ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ فقط واللہ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ خدا کیا ہمارے سے اچھا ہے اور ہم بھی تو خدا ہیں اور اللہ پاک تو بہت روز کا ہے کیا اب تک بڈھا نہیں ہوا ہوگا

سوال: (۳۵۴) عمر نے کسی بات میں یہ کہا کہ خدا کیا ہمارے سے اچھا ہے اور ہم بھی تو خدا ہیں، مکرر سکرر یہ الفاظ کہے، اور ایک مرتبہ رمضان شریف سے دو تین روز پہلے عمر نے یہ الفاظ کہے کہ

اب دو تین روز میں بڑھے کا حکم ماننا پڑے گا یعنی روزہ رکھنا پڑے گا، اور یہ کہ اللہ پاک تو بہت روز کا ہے کیا اب تک بڑھا نہیں ہوا ہوگا، اس صورت میں عمر پر کیا حکم شرعًا عائد ہوگا؟ (۱۷۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ کلمات عمر کے کفر کے ہیں تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے اور تجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ بدمعاشوں سے خدا بھی ڈرتا ہے

سوال: (۳۵۵) ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہوا، مگر رخصتی نہیں ہوئی باخود ہا تجویز ورائے تھی کہ جب خالد اپنا مکان وطن میں بنالے گا اس وقت رخصتی کردی جاوے گی، لیکن خالد نے بلا سامان وبغیر انتظامِ مکان رخصتی کا تقاضا شروع کردیا ہے، چاہتا ہے کہ رخصت کرا کر دور دراز سفر میں یعنی اپنی نوکری پر لے جاوے، حالانکہ نہ خالد کا مکان وہاں ہے نہ نوکری ہی مستقل ہے کہ بہ ظاہر چھ سات ماہ بھی گزراوقات کی صورت ہو، ایسی حالتِ خانہ بدوشی میں ہندہ اور اس کے اولیاء کو رخصتی سے عذر وانکار ہے، آیا خالد ہندہ اور اس کے اولیاء کو بہ حالت موجودہ رخصتی پر مجبور کرسکتا ہے یا نہیں؟ خالد نے ہندہ کے ولی بھائی کو سخت سست الفاظ لکھنے شروع کردیے، من جملہ ان کے یہ الفاظ بھی کہے کہ ہم کو سارا زمانہ جانتا ہے کہ یہ لوگ ننگے ہیں اور بدمعاشوں سے نعوذ باللہ خدا بھی ڈرتا ہے، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۴۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ حالت مذکورہ خالد اپنی زوجہ ہندہ کو غیر وطن دور دراز سفر میں لے جانے پر ہندہ کو اور اس کے والدین کو مجبور نہیں کرسکتا، اور خالد بہ وجہ کلمۂ مذکورہ کے جو اس نے خدا تعالیٰ جل شانہ کی شان میں کہا ہے کافر ومرتد ہوگیا، اور نکاح اس کا فسخ ہوگیا، ہندہ اپنا دوسرا نکاح جس سے چاہیے کرسکتی ہے، خواہ خالد سے بعد تجدیدِ اسلام خالد تجدیدِ نکاح کرے یا کسی دوسرے شخص سے اپنا نکاح کرے، اور نصف مہر بہ ذمہ شوہر لازم ہے۔ **ولغيرها نصفه إلخ لو ارتد إلخ**(۱) (درمختار)۔ فقط

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهلٍ لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

یہ کہنا کفر ہے کہ جھوٹی گواہی کے کل گناہ خدا تعالیٰ کے سر پڑیں گے

سوال: (۳۵۶) رحمٰن نے مولوی احمد شاہ سے سوال کیا کہ اگر شاہدین جھوٹی اور عداوتی شہادت ظاہر کر کے کوئی حقیت ضائع کر دیویں جس کی وجہ سے تمام عمر جرم و گنہگاری زائد ہوتی جاوے؛ تو تمام عمر کے گناہ کس کے سر پڑیں گے؟ مولوی احمد شاہ نے جواب دیا کہ یہ کل گناہ خدائے تعالیٰ کے سر پڑیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۱۴۲۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دے کر کسی کی حق تلفی کی، اور حاکم شرعی نے ان گواہوں کی گواہی پر ناحق کسی کی ملک دوسرے کو یعنی مدعی کاذب کو دلوادی، تو گناہ اس کا ان گواہوں پر ہے اور اس مدعی پر ہے حاکم پر گناہ نہیں ہے: كما ورد في الحديث مصرحًا بأنّه قطعة من نار في حقّ المدّعي الكاذب (۱) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ، حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۳۰-۳۱) اور یہ مقولہ مولوی احمد شاہ مذکور کا غلط اور جہل صریح ہے اور کلمہ کفر کا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا

سوال: (۳۵۷) زید نے بہ مواجہہ تین آدمیوں کے اپنے خسر کے اس کہنے پر کہ تو نہ کبھی نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، تجھ سے بولنے کو ہمارا دل نہیں چاہتا، یہ کہا کہ میں خدا کو نہیں مانتا میں تو عیسیٰ مسیح کو مانتا ہوں والعیاذ باللہ تعالیٰ؛ اس کلمہ کے کہنے سے زید مرتد ہو گیا یا نہ؟ اور اس کی عورت اس

---

(۱) عن عروة بن الزّبير أنّ زينب بنت أمّ سلمة أخبرته أنّ أمّها أمّ سلمة رضي اللّٰه عنهما زوج النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم أخبرتها عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنّه سمِع خُصومةً بباب حُجرته، فخرج إليهم، فقال: إنّما أنا بشر، وأنّه يأتيني الخصمُ، فلعلَّ بعضَكم أن يكون أبلغَ من بعضٍ فأحسبُ أنّه قد صدق وأقضٰى له بذلك، فمن قضيتُ لهٗ بحقّ مسلمٍ، فإنّما هي قِطعةٌ من النّار، فليأخُذْها أو فليتركها. (صحيح البخاري: ۳۳۲/۱، كتاب المظالم، باب إثم مَن خاصم في باطل وهو يَعلَمُهٗ)

کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور اس پر عدتِ طلاق واجب ہوگی یا عدتِ وفات؟ (۶۲۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: صرف اس لفظ کے کہنے سے کہ میں خدا کو نہیں مانتا ہوں شخص مذکور کافر اور مرتد ہوگیا، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اور عدت طلاق اس پر لازم ہوئی، درمختار میں ہے: **وارتداد أحدهما ...... فسخ ...... عاجل إلخ** (۱) **وأيضًا في باب العدّة منه: وهي في حقّ حُرّةٍ إلخ تحيض لطلاقٍ ...... أو فسْخٍ بجميعِ أسبابه إلخ ثلاث حيضٍ كَوَامِلَ إلخ** (۲)

اپنے آپ کو خدا اور قیامت کو بے بنیاد سمجھنے والا کافر و مرتد ہے

سوال: (۳۵۸) جو مسلمان اپنے آپ کو خدا کہے نعوذ باللہ، اور قیامت کو بے بنیاد سمجھے، بہشت اور دوزخ اسی دنیا کو خیال کرے، اور کفر و شرک کے کلمات کہے، اور جھوٹی قسمیں کھائے ہم کو اس سے کیسا سلوک کرنا چاہیے؟ توبہ اس کی اگر مقبول ہے تو کچھ کفارہ بھی ہوگا یا نہ؟ (۵۸۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ شخص مرتد و کافر ہوگیا، لیکن اگر وہ اپنے خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ سے توبہ کرے اور تجدیدِ اسلام کرے تو توبہ اس کی مقبول ہے، اور وہ پھر مسلمان ہوجائے گا اور پھر اس کے ساتھ معاملہ اہلِ اسلام کا سا رکھنا چاہیے، اور کچھ کفارہ اس کا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرشتوں کا حکم عدولی کرنا، رشوت لینا اور غلطی کرنا ممکن ہے؟

سوال: (۳۵۹) ایک شخص حالتِ سکتہ میں تھا، عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کر کے لے گئے اور دوزخ میں ڈال دیا، اس کے بعد خداوند عالم نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ تم سے غلطی ہوئی اسی نام کا ایک دوسرا شخص ہے اس کی روح قبض کرلاؤ، اس کو چھوڑ دو، مگر فرشتوں نے نہیں چھوڑا، مردہ کو علم ہوگیا، اس نے چیخ پکار کی، آخر فرشتوں نے توشہ کی روٹیاں جو جنازہ کے ساتھ رکھی جاتی ہیں

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع.

(۲) الدّرّ المختار مع الرّدّ: ۱۴۴/۵-۱۴۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب: عِشرونَ مَوضعًا يعتدّ فيها الرّجل.

رشوت لے کر چھوڑ دیا، کیا فرشتوں کا حکم عدولی کرنا اور رشوت لینا اور ایسی غلطی کرنا ممکن ہے؟
(۷۵۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ملائکہ کرام کے بارے میں وارد ہے: ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ (سورۂ تحریم، آیت:٦) یعنی وہ کسی امر میں اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کرتے، اوران کو جو حکم ہوتا ہے وہی کرتے ہیں، پس ان کی نسبت ایسا اعتقاد غلط اور باطل اور کذب اور افتراء ہے۔ فقط

جومسخرہ لوگوں کوطرح طرح کی باتیں سنا کر ہنساتا ہےاس کا کیاحکم ہے؟

سوال: (۳۶۰) نقّال لوگوں کو طرح طرح کی مسخریاں سنا کر ہنساتا ہے، اس میں نقّال اور ہنسنے والے کافر اور ان کی عورتیں مطلقہ ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ اور مسخری میں معلم بن کر لڑکوں کو سبق پڑھاتا ہے۔ (۹۵۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: أقول وباللّٰه التّوفيق: قال في الشّامي ناقلاً عن البحر: والّذي تحرّر أنّه لا يُفتى بكفر مسلمٍ أمكن حملُ كلامه على محمل حسن، أو كان في كفره اختلاف و لو روايةً ضعيفةً فعلى هٰذا فأكثر ألفاظ التّكفير المذكورة لا يفتى بالتّكفير بها، و لقد ألزمتُ نفسي أن لا أُفتي بشيء منها اهـ بحر (١) و أيضًا في ردّالمحتار: و على هٰذا ينبغي أن يكفر من شتم دين مسلم ولكن يمكن التّأويل بأنّ مراده أخلاقه الرّديئة و معاملته القبيحة لا حقيقة دين الإسلام فينبغي أن لا يكفر حينئذٍ إلخ (٢) الحاصل اس نقّال کی تکفیر میں احتیاط کرنا لازم ہے، البتہ تجدیدِ ایمان وتوبہ واستغفار وتجدیدِ نکاح احتیاطاً لازم ہے۔ فقط

تماشا کرنے والے کا اپنے آپ کو خدا کہنا اور سجدہ کروانا

سوال: (۳۶۱) تماشا کرنے والا تماشا کے وقت اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا کہتا ہے اور دوسروں

(١) البحر الرّائق: ٢١٠/٥، كتاب السّير، باب أحكام المرتدّين والشّامي: ٢٧٢/٦، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: يشكّ أنّه ردّة لا يحكم بها.

(٢) ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ٢٧٨/٦، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في حكم مَن شَتَمَ دِين مسلم.

کو سجدہ کرنے کو کہتا ہے، کیا وہ مسلمان ہے؟ اور ایسا تماشا دیکھنے والوں اور شرکت و امداد کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۲۶۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ کفر و ارتداد صریح ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت:۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کو سجدہ کرنے یا بوسہ دینے کا حکم

سوال: (۳۶۲)......(الف) ایک عورت مسلمہ ایک بزرگ کی قبر کی زیارت کی غرض سے گئی، بعد زیارت کے اس عورت نے دو تین مرتبہ بزرگ کی قبر کو سجدہ کیا، اور یہ سجدہ بہ طور عبادت و بندگی کے تھا، یہ شرک ہے یا نہیں؟ اور تجدید ایمان و تجدیدِ نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

(ب) اور بہ شرط بطلان نکاح بعد انقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲۰۰۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف-ب) سجدۂ تعبد غیر اللہ کے لیے کرنا بہ اتفاق شرک و کفر ہے، البتہ سجدۂ تحیہ کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ وہ کفر نہیں ہے حرام ہے، اور کبیرہ گناہ ہے، دوسری صورت میں سجدہ کرنے والا گنہ گار و فاسق ہے توبہ کرے، اور پہلی صورت میں مشرک و مرتد ہے، تجدیدِ ایمان لازم ہے، پس سجدہ عورت کا قسم اول سے ہے تو نکاح باطل ہو گیا تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے اور بطلان نکاح کی صورت میں بعد عدت کے دوسرے شخص سے نکاح درست ہے، اور اگر سجدہ اس کا قسم ثانی سے ہے تو نکاح باطل نہیں ہوا اور دوسرے شخص سے نکاح بھی درست نہ ہوگا احتیاطاً تجدید نکاح کر لیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۶۳) نبی کریم ﷺ یا کسی ولی کی قبر کو سجدہ کرنا یا بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۱۲۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کو سجدہ کرنا، بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا

سوال: (۳٦۴) سجدہ قبور و بوسہ ولمس بالید جائز است یا نہ؟ وشخصے در پنجاب رسالہ تصنیف کردہ ودراں بوسہ ولمس وسجدہ روا کردہ۔ (۹۲۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: سجدہ برائے قبور بہ اتفاق حرام است، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ﴾ (سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۷) وفي الحديث: فقال لي أرأيت لو مررت بقبري أكنت تسجد له؟ قال: قلت: لا، قال: فلا تفعلوا الحديث (۱) (رواه أبوداؤد وغيره) وقوله: فقال لي أرأيت إلخ أي قال إظهارًا لعظمة الرّبوبيّة و إشعارًا لمذلّة العبوديّة، قوله: (لا تفعلوا) أي في الحياة كذلك لا تسجدوا ...... قال الطّيبيّ: أي اسجدوا لِلحيّ الّذي لا يموت و لمن ملكه لا يزول إلخ (۲)

پس حرمت سجدہ قبور اس سے صاف ظاہر ہے، اور بوسہ اور لمس بالید بھی خلاف سنت معروفہ ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: والمعهود منها ليس إلاّ زيارتها والدّعاء عندها قائمًا (۳) پس مذہب حنفیہ یہ ہے کہ سوائے زیارت قبور اور دعائے مغفرت وغیرہ کے جو کہ وارد ہے دیگر افعال مکروہ اور بدعت اور حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۳٦۴) قبروں کو سجدہ کرنا، بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک شخص

---

(۱) عن قيس بن سعد رضي اللّٰه عنه قال: أتيت الحيرة، فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فقلت: رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم أحقّ أن يسجد له، قال: فأتيت النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فقلت: إنّي أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فأنت يا رسول اللّٰه! أحقّ أن نسجد لك، قال: أرأيت لو مررت بقبري أكنت تسجد له؟ الحديث. (سنن أبي داؤد: ۱/۲۹۱، كتاب النّكاح، باب في حقّ الزّوج على المرأة)

(۲) مرقاة المفاتيح: ٦/۳۷۴، كتاب النّكاح، باب عشرة النّساء وما لكلّ واحدة من الحقوق، الفصل الثّالث، رقم الحديث: ۳۲٦٦۔

(۳) الشّامي: ۳/۱۴۴، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في إهداء ثواب القراءة للنّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم.

نے پنجاب میں رسالہ تصنیف کیا ہے اوراس میں بوسہ دینے، ہاتھ لگانے اور سجدہ کو جائز قرار دیا ہے۔

الجواب: قبروں کو سجدہ کرنا بہ اتفاق حرام ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۶۵) آپ نے قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا بدعت اور ناجائز تحریر فرمایا ہے، بہ راہِ کرم حوالہ نقل کر دیجئے؟ (۱۳۴۵/۳۲۰ھ)

الجواب: شرح منیہ میں زیارت قبور کی بحث میں اس کی پوری تفصیل ہے اس کو دیکھ لیا جاوے، اس کی بعض عبارت نقل کرتا ہوں۔ **قال أبو اللّيث: لا يعرف وضع اليد على القبر سنّة ولا مستحبًّا**، پھر آگے اس میں کچھ بحث کر کے لکھا ہے: **و يقولون: إنّه عادة أهل الكتاب و في إحياء علوم الدّين: أنّه من عادة النّصارىٰ انتهىٰ ولا شكّ أنّه بدعة لا سنّة فيه ولا أثر عن صحابيّ ولا عن إمام ممّن يعتمد عليه فيكره ولم يعهد الاستلام في السّنّة إلّا للحجر الأسود والرّكن اليمانيّ خاصّةً** (۱) اور فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے: **علينا اتّباع ما رجّحوه وما صحّحوه** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کی تعظیم اور اس کو سجدہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۶۶) شوہر اور زوجہ اگر کسی بزرگ کی قبر کی تعظیم کریں اور سجدہ کریں تو کیسا ہے؟ اور نکاح ان کا باقی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۹۲۶ھ)

الجواب: اس صورت میں دونوں عاصی وفاسق ہیں توبہ کریں اور نکاح ان کا باقی ہے کیونکہ حکم ان کے ارتداد کا نہ کیا جائے گا، اور یہ فعل اگرچہ گناہ کبیرہ ہے اور حرام ہے، لیکن اس کے کفر وارتداد کہنے میں احتیاط لازم ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ تجدیدِ نکاح احتیاطًا مناسب ہے۔فقط واللہ اعلم

قبر پر سجدہ کرنا اور اس کے گرد گھومنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۶۷) تعزیہ، قبر خواہ مزار پر چلہ کھینچنا، پھول، ہار چادر شیرینی چڑھانا، نیاز نذر منت

---

(۱) غنية المستملي في شرح منية المصلّي المعروف بالحلبي الكبيري، ص:۵۲۵، فصل في الجنائز، الثّامن في مسائل متفرّقة من الجنائز .

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۱/۱۶۶، مقدّمة المؤلّف ، مطلب في طبقات الفقهاء .

کرنا، قبر پر سجدہ کرنا، گرد گھومنا، قبر کو بوسہ دینا، عرس کرنا، ستار ڈھولک وغیرہ بجوانا وغیرہ وغیرہ کی اجازت شریعت نے دی ہے یا نہیں؟ (۴۴۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ بدعات اور رسوم شرکیہ اسلام نے جائز نہیں رکھیں، اور یہ اسلامی کام نہیں ہیں، مسلمانوں کو ان کاموں اور رسموں سے سخت احتراز کرنا چاہیے کہ یہ امور شرک اور بدعت ہیں۔ فقط

جان بچانے کی خاطر بت کے آگے سجدہ کرنا

سوال: (۳۶۸) کیا بہ حالت مجبوری جہاں جان کا خطرہ ہو بت کے آگے صرف اپنی جان بچانے کی خاطر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۰۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اکراہ کی صورت میں کہ جس میں جان کا خطرہ ہو کلمۂ کفر کہنا یا بت کو سجدہ کرنا درست ہوجاتا ہے، مگر دل میں ایمان باقی رہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۱۰۶) درمختار میں ہے: و إن أکرِہ علی الکفر باللّٰہ تعالیٰ أو سبّ النبيّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم.......... بقطعٍ أو قتلٍ رُخِّص لہٗ أن یُظھِرَ ما أمر بہٖ علیٰ لسانہٖ و یُوَرِّی وقلبہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ إلخ (۱) اور شامی میں ہے: وفیہ: أنّہ قد یکرہ علی السّجود للصّنم أو الصّلیبِ ولا لَفْظٌ إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص ملازمت کو بچانے کے لیے یہ کہتا ہے کہ میرا مذہب اسلام نہیں ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶۹) ایک شخص مسائل دینیہ سے واقف ہے اور نماز روزہ کا پابند ہے، لیکن جب سے اسکول کا مدرس اوّل ہوا، اور مخالفینِ اسلام کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ مسلمان اس رتبہ کا اب مستحق نہیں، اس لیے کہ تعداد ان کی پوری ہوچکی، جب اس نے دیکھا کہ یہ عہدہ مجھ سے جاتا ہے تو اس نے حکام بالا سے یہ درخواست کی کہ میں مسلمان کی تعداد میں نہیں ہوں، میرا مذہب اسلام

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱۶۰/۹، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المُکْرَہِ فاسدٌ و زوائدُہ مَضمونۃٌ بالتّعدّي.

نہیں ہے؛ شرعًا اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۳۵/۷۳۵-۱۳۴۳ھ)

الجواب: حالت مذکورہ ایسی حالت اضطرار واکراہ نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کلمۂ کفر کہنا اور خروج عن الاسلام کا اقرار کرنا درست ہوتا کہ وہ شخص ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۱۰۶) میں داخل ہوکر مسلمان رہے، بلکہ شخص مذکور بہ مجرد کہنے اس کلمہ کے کہ میرا مذہب اسلام نہیں ہے کافر ہوگیا اس کو تجدیدِ اسلام لازم ہے اور توبہ واستغفار ضروری ہے تاکہ وہ پھر اسلام میں داخل ہو اور جماعت مومنین میں داخل ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس غرض سے کہ اولاد زندہ رہے بت کی پوجا کرنا: صریح کفر وشرک ہے

سوال: (۳۷۰) ایک شخص نے اس خیال سے کہ اس کی اولاد ہمیشہ ضائع ہوجایا کرتی تھی، معہ اپنی عورت اور ایک دوسری اجنبی عورت کے بت ماتا کی پوجا کی، اور بت ماتا کے لیے گندم پکا کر تقسیم کیے، آیا اس فعل کے بعد یہ تینوں دائرۂ اسلام میں داخل ہیں؟ اور ان کا نکاح بحالہ قائم ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ فعل کفر اور شرک صریح ہے، ان کو تجدیدِ اسلام اور توبہ اور استغفار اور تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے۔ كذا حقّقه في الدّرّالمختار و ردّالمحتار (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیماری سے شفا کے لیے خنزیر کا بچہ دیوی پر چڑھانا

سوال: (۳۷۱) زید نہایت ہی مہلک عارضہ میں مبتلا ہوگیا، اور بعض کے کہنے سے معلوم ہوا کہ کسی دشمن نے اس کو موٹھ ماری ہے (جادو کیا ہے)، اس کو اپنے مرنے کا پورا یقین ہوگیا، بعض

---

(۱) قال في الشّامي: ما يكون كفرًا اتّفاقًا يبطل العمل والنّكاح إلخ. (الشّامي: ۶/۲۷۸، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، آخر مطلب: الإسلام يكون بالفعل كالصّلاة بجماعةٍ)

وفي العالم غيريّة: ثمّ إن كانت نيّةُ القائل الوجهَ الّذي يمنع التّكفيرَ فهو مسلم، و إن كانت نيّتُه الوجهَ الّذي يوجبُ التّكفيرَ لا تنفعه فتوٰى المفتي، و يؤمَر بالتّوبة والرّجوع عن ذلك و بتجديد النّكاح بينه و بين امرأته، كذا في المحيط. (الفتاوٰى الهنديّة: ۲/۲۸۳، كتاب السّير، قبيل الباب العاشر في البغاة)

مشرکین کے اغواء سے بچہ، خنزیر منگا کر دیوی پر چڑھایا، برادری نے اس کو علیحدہ کر دیا ہے اس کے لیے کیا کفارہ ہے؟ (۵۳۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: کفارہ شرعی یہی ہے کہ وہ توبہ اور استغفار کرے اور تجدید اسلام کرے، اور کلمۂ شہادت پڑھے اور اپنے فعل پر نادم اور مستغفر ہو اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ وعدۂ صادقہ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بتوں کے نام پر قربانی کرنے کی نذر ماننا

سوال: (۳۷۲) زید نے نذر کی کہ اگر میرا لڑکا تندرست ہو جاوے تو میں شیب کالی یا اور بتوں کے نام پر ایک گوسپند (۱) قربانی کروں گا، لڑکا تندرست ہو گیا، اس نے ایک ہندو کو بکری دے کر کہا کہ تم میری طرف سے اس گوسپند کو ڈھول کی آواز کے ساتھ قربانی کر دو، ہندو نے اس کے کہنے کے موافق کالی کے واسطے گوسپند قربانی کر دی زید کافر ہوا یا نہیں؟ (۲۲۸۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید عاصی و فاسق اور مرتکب فعل حرام ہوا، نذر لغیر اللہ حرام ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے، شامی میں نذر لغیر اللہ کے باطل وحرام ہونے کی وجوہ میں بیان کیا ہے۔ **قوله: (باطل وحرام) لوجوهٍ: منها أنّه نَذَرَ لمخلوقٍ والنّذر للمخلوقِ لا یجوز، لأنّه عبادةٌ والعبادةُ لا تکون لمخلوق و منها: أنّ المنذورَ له میّتٌ والمیتُ لا یَمْلِكُ، و منها: أنّه إن ظنّ أنّ المیّت یتصرّف في الأمور دون اللّٰه تعالیٰ واعتقادَه ذلك كفر إلخ** (۲) اس سے معلوم ہوا کہ اگر اعتقاد اس کا بتوں کے تصرفات کا ہے ماسواء اللہ تعالیٰ کے تو یہ اعتقاد کفر ہے، اس صورت میں احکام کفر جاری ہوں گے اور تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوگی، اگر وہ اس اعتقاد سے انکار کرے تو اس کی تکفیر نہ کی جاوے گی، پھر بھی تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) گوسپند: بھیڑ، بھیڑی، دُنبہ، مینڈھا، بکری، بکرا۔ (فیروز اللغات)

(۲) **الشّامي علی الدّرّ المختار: ۳/۳۷۹، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم و ما لا یفسد، مطلب في النّذر الّذي یقع للأموات من أکثر العوام من شَمْعٍ أو زَیتٍ أو نحوه.**

سوال: (۳۷۳) ایک مسلمان کا لڑکا بیمار ہوا اس کے والدین نے سیتلا مانا یعنی ایک بت کی منت مانی کہ ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے گا تو ایک بکرا چڑھاویں گے، بعد شفا ہونے کے ایک بکرا منت کا کسی ہندو کے ذریعہ سے بت پر لے جا کر کاٹا گیا، اور گاؤں کے ہندو لوگوں میں تقسیم ہوا، لڑکے کے والدین کا اسلام و نکاح باقی رہا یا نہ؟ (۱۳۴۲/۳۱۷ھ)

الجواب: وہ دنوں عاصی و فاسق ہوئے توبہ و استغفار کریں اور تجدیدِ نکاح کر لینا اچھا ہے اور احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۷۴) ایک مسلم نے دیوتا کے نام پر نذر کی جس کی یہ صورت ہوئی کہ یہ ایک ہندو کے مکان میں رہتا تھا، ہندو نے یہ نذر کی اگر یہ شخص تندرست ہو گیا تو میں ایک بکرا قربان کروں گا، مسلمان نے اس نذر کو پورا کیا تھا، اب یہ مسلمان ہے کہ نہیں؟ (۸۲۷/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں شخص مذکور پر حکم کفر و ارتداد کا نہ کیا جائے گا، لیکن احتیاط تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح و توبہ استغفار لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہمارا خدا انگریز ہیں، وہی ہم کو رزق دیتے ہیں الخ: وہ کافر و مرتد ہے

سوال: (۳۷۵) ایک شخص کلمات کفریہ زبان پر لاتا ہے، مثلاً یوں کہتا ہے کہ ہمارا خدا انگریز ہیں، وہی ہم کو رزق دیتے ہیں، خالی نماز پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں، اسی قسم کی اور بھی باتیں کہتا ہے ایسے شخص کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ (۳۰۱/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جس شخص نے کلمات مذکورہ کہے وہ کافر و مرتد ہو گیا، جب تک وہ توبہ نہ کرے اور تجدیدِ اسلام نہ کرے اس وقت تک اس سے میل جول ترک کر دینا چاہیے، اور اس کو برادری سے خارج کر دینا چاہیے، اور اس کی شادی و غمی میں ہرگز شریک نہ ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص تقدیر اور عذابِ قبر میں شک کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ خدا تو راستہ میں پڑا ہے اس کو ہر وقت پکارنے کی کیا ضرورت ہے؟! وہ کافر ہے یا مسلمان؟

سوال: (۳۷۶)......(الف) زید ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا عادی ہے، ایک روز عمر نے زید کو اس بسم اللہ کہنے پر بہت طعن و تشنیع کی، اور یہ کہا کہ خدا تو راستہ گھاٹ میں پڑا ہے اس کو ہر وقت پکارنے کی کیا ضرورت ہے؟

(ب) عمر ہمیشہ تقدیر کے مسئلہ میں علماء سے طعن و تشنیع اور بحث کرتا ہے۔

(ج) اور عمر عذاب قبر کے بارے میں شک کرتا ہے اور علماء سے ہمیشہ بحث و تکرار کرتا ہے اور جاہلوں کو بدعقیدہ کرتا ہے، عمر کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۰۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف-ج) احکام شرعیہ پر استہزاء کرنا کفر ہے، اور بسم اللہ پڑھنے پر استہزاء کرنا، اسی طرح تقدیر کے مسئلہ میں شک کرنا اور عذاب قبر میں شک کرنا اور علماء کو بے وجہ سب و شتم کرنا یہ جملہ امور حرام ہیں، بعض ان میں سے حدِ کفر کو پہنچتے ہیں، لہٰذا عمر کو توبہ کرنا و تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے۔ ردالمحتار شامی: ۳/۲۸۴ میں ہے: **ولـذا قال في المسايرة: و بالجملة فقد ضمّ إلى التّصديق بالقلب ، أو بالقلب واللّسان في تحقيق الإيمان أمور الإخلال بها إخلال بالإيمان اتّفاقًا، كترك السّجود لصنم (۱) وقتل نبيّ و الاستخفاف به و بالمصحف و الكعبة و كذا مخالفة أو إنكار ما أجمع عليه بعد العلم به ، لأنّ ذلك دليل على أن**

---

(۱) شامی میں اور شرح فقہ اکبر کے اکثر نسخوں میں ایسا ہی ہے، البتہ شرح فقہ اکبر کے حاشیہ پر جو نسخہ ہے اس میں **کالسّجود لصنم** ہے، اور اس اقتباس کی آخری عبارت: **لأنّ ذلك دليل على أنّ التّصديق مفقود** سے اس نسخہ کی تائید ہوتی ہے، نیز شرح عقائد کی درج ذیل عبارت بھی اس کی مؤید ہے: **ولانزاع في أنّ من المعاصي ما جعله الشّارع إمارة للتّكذيب و علم كونه كذلك بالأدلّة الشّرعيّة كسجود الصّنم و إلقاد المصحف في القاذورات . (شرح العقائد النّسفيّة، ص:۸۳، مبحث الكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان ، المطبوعة، رشيديّة، دهلی)**

التّصـديـق مفقود إلخ . قلت: و يظهر من هٰذا أنّ ما كان دليل الاستخفاف يكفربه ، وإن لم يقصد الاستخفاف إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے یہ کہا کہ میں تمہارے خدا کوٹھینگا دکھاتا ہوں: وہ کافرومرتد ہے

سوال: (۳۷۷) جومسلمان غصہ میں اللہ جل شانہ کے نام پر یہ کہے: میں تمہارے خدا کوٹھینگا دکھاتا ہوں (۲) والعیاذ باللہ تعالیٰ، اوراسی قسم کے الفاظ گستاخی اور بے ادبی کے خداتعالیٰ کی شان میں استعمال کرے تو وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شخص مذکور شرعًا قطعًا کافرومرتد ہے، اوراس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اس کوتجدیدِایمان وتجدیدِنکاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوشخص یہ کہتا ہے کہ خدا لاشئ ہے، بلکہ مخلوق کا ہرفرد خدا ہے: وہ ملحدو کافر ہے

سوال: (۳۷۸) ایک شخص کے عقائد حسب ذیل ہیں، اس کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ یہ کہ خدا لاشئ ہے، بلکہ مخلوق کا ہرفرد خدا ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ، قرآن مجید میں جن لوگوں کا ذکر آیا ہے ان کی عبادت اوران کوسجدہ کرنا جائز ہے، اور یہ خودبھی اپنے مریدوں سے سجدہ کراتا ہے۔

(۱۷۶۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسے شخص کے ملحداور کافر ہونے میں کسی کوشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ شخص خدائے تعالیٰ ہی کا منکر ہے، فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے ضروریات دین کے انکارکو کفر لکھا ہے، پس جو شخص ذات باری تعالیٰ کا ہی انکار کرے یا ہرفرد مخلوق کو خدا کہے اس کے کافرومشرک ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۂ نور، آیت:۴۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) ردّالمحتار على الدّر: ۲۷۰/۶، كتاب الجهاد، أوائل باب المرتدّ .

(۲) ٹھینگا دکھانا: انگوٹھا دکھانا، چڑانا۔۱۲ (فیروزاللغات)

خدا کی قدرت کی نفی کرنا موجبِ کفر ہے

سوال: (۳۷۹) ایک شخص نے چند طلباء کے متعلق جو نماز میں بہت غفلت اور سستی کرتے تھے یہ کہا کہ تمہارے دل اب ایسے زنگ آلودہ اور سیاہ ہوگئے ہیں کہ ان کو اب خدا بھی صاف نہیں کرسکتا، یہ کلمۂ کفر ہے یا نہیں؟ اور کہنے والے کے لیے تجدیدِ نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ (۳۰۲۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: چونکہ یہ کلمہ کفر کا ہے اور بہ ظاہر اس سے نفی قدرت حق تعالیٰ کی ہوتی ہے، اس لیے اس شخص کو توبہ وتجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کر لینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے خدا کی ایسی تیسی: کہنا کفر ہے

سوال: (۳۸۰) بکر کا قول ہے کہ میں الفت خداوندی میں فنا ہوگیا ہوں، خدا مجھ کو قلیل دنیا دیتا تھا میں نے نہیں لی، معاذ اللہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایسے خدا کی ایسی تیسی یہ کلمات کفریہ ہیں یا نہیں؟ (۲۱۱۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بکر کا یہ کہنا کہ ایسے خدا کی ایسی تیسی والعیاذ باللہ تعالیٰ کلمہ کفر ہے، لہٰذا بکر کو تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے؟

سوال: (۳۸۱) من حلف بغير الله فقد أشرك حدیث ہے یا قول فقہاء؟ اور علماء نے جو لَعَمْرِيْ لکھا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ (۳۹۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: من حلف بغير الله فقد أشرك، رواه الترّمذيّ (۱) پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث

---

(۱) عن سعد بن عبيدة أن ابن عمر رضي الله عنهم سمع رجلاً يقول: لاَ وَالْكَعْبَةِ ! فقال ابن عمر: لا تُحلف بغير الله ، فإنّي سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك ، هذا حديث حسن (جامع التّرمذي: ۲۸۰/۱، أبواب النّذور والأيمان، باب في كراهية الحلف بغير الله)

شریف ہے اور ترمذی میں ہے۔ اور لَعَمْرِيْ جو علماء وفقہاء کے کلام میں کہیں آ گیا ہے اس سے مراد حلف اور یمین نہیں ہوتی، بلکہ تاکیدِ کلام کے لیے ایسا کہہ دیا جاتا ہے، اور بعض فقہاء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس میں مضاف حذف ہے، یعنی اصل یہ تھا لِوَاهِبِ عَمْرِيْ یعنی قسم ہے اللہ کی جو دینے والا ہے میری عمر کا۔ کذا في الشّامي(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ نہ مجھے خدا کی ضرورت ہے نہ خدا کی جنت کی

سوال: (۳۸۲) ایک واعظ نے ایک عورت زانیہ کو نصیحت کی کہ وہ زنا چھوڑ دے، اس پر عورت نے جواب دیا کہ نہ مجھے خدا کی ضرورت ہے نہ خدا کی جنت کی، شرعاً اس عورت کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

(۲۵۷۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس عورت پر حکم کفر وارتداد کا لاحق ہوگیا، اور نکاح اس کا فسخ ہوگیا، اس کو توبہ کرا کر اور تجدیدِ اسلام کرا کر پھر نکاح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ بات بے اصل ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں

سوال: (۳۸۳) بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے؟ (۱۹۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس کی کچھ اصلیت صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) أقول: لكن قال فاضل الرّوم حسنٌ جَلَبي في حاشية المطوّل: قوله لَعَمري يُمكن أن يُحمل على حذف المضاف: أي لواهب عمري، وكذا أمثالُه ممّا أُقسمَ فيه بغير اللّٰه تعالىٰ كقولهٖ تعالىٰ: وَالشَّمْسِ، وَاللَّيْلِ، وَالْقَمَرِ، وَنَظَائِرِهٖ: أي وَ رَبِّ الشَّمْسِ إلخ. و يمكن أن يكون المراد بقولهم لَعَمري و أمثالِه ذكرَ صورةِ القسم لتأكيد مضمون الكلام و ترويجه فقط، لأنّه أقوىٰ من سائر المؤكّدات. (ردّالمحتار على الدّرّ: ۹۲/۱، تقديم المؤلّف، مطلب: أفضل صيغ الصّلاة)

سوال: (۳۸۴) کیا نور کے دو ٹکڑے ہوئے ایک سے آنحضرت ﷺ دوسرے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے؟ (۱۸۰۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا تمام کائنات نور نبوی سے پیدا شدہ ہے؟

سوال: (۳۸۵) ایک فریق اس بات کا قائل ہے کہ نور نبوی سے تمام کائنات پیدا شدہ ہے حتی کہ مور، چکور، جن، انسان وغیرہ وغیرہ، منکرین اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ (۱۴۸۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حضرت آدم علیہ السلام کا مٹی سے پیدا ہونا اور پھر ان کے ذریعہ سے تمام بنی آدم کی خلقت مٹی سے ہونا: آیات قطعیہ میں منصوص ہے(۱) اور آنحضرت ﷺ بھی اولاد حضرت آدم علیہ السلام سے ہیں، اور سلسلۂ نسبی آپ کا معلوم ومعروف ہے، اور جنات کا آگ سے پیدا ہونا قرآن شریف میں مذکور ہے(۲) اور تمام دواب وطیور وغیرہ حیوانات کا مٹی سے پیدا ہونا معلوم ہے، پس اگر وہ روایت (۳) ثابت بھی ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو قائلین سمجھے ہیں (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۵۹)، ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (سورۂ حجر، آیت:۲۶)، ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ (سورۂ روم، آیت:۲۰)، ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا﴾ (سورۂ فاطر، آیت:۱۱) اور ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ (سورۂ مؤمن، آیت:۶۷)

(۲) ﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۱۲)، ﴿وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ (سورۂ حجر، آیت:۲۷) اور ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ (سورۂ رحمٰن، آیت:۱۵)

(۳) اس روایت سے أوّل ما خلق الله نوري إلخ کی طرف اشارہ ہے، جس کی تفصیلی بحث کتاب الایمان کے سوال: (۲۲۶) میں آچکی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) بلکہ نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صفت ہدایت کے لحاظ سے ساری انسانیت کے لیے مینارۂ نور ہیں، یہی نور ہے جس کی روشنی میں انسانیت کو خدا تعالیٰ کا راستہ مل سکتا ہے اور جس کی روشنی ابد تک درخشندہ وتابندہ رہے گی۔ (اختلافِ امت اور صراط مستقیم: ۱/۳۷، دیوبندی بریلوی اختلاف، چار اختلافی نکات، (۱): نور اور بشر، مطبوعہ: مکتبہ حجاز دیوبند)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو خدا کے نور کا جزو ماننا غلط اور باطل عقیدہ ہے

سوال: (۳۸۶) جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو خدا کے نور کا جزو مانتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ عوام الناس کو ایسے مسائل کی تحقیق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۹۵۶ھ)

الجواب: آپ کے نور کو جزو نور حق تعالیٰ کہنا غلط اور عقیدہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ تجزی سے پاک ہے، اور حدیث شریف میں آپ کی دعا میں یہ الفاظ وارد ہیں: ألّٰلهم اجعلني نورًا (۱) اور ظاہر ہے کہ دعا آپ کی مقبول ہے (پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم منور ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ کے نور کا جزو نہیں، سعید احمد پالن پوری) البتہ ایسے مسائل میں عوام کو بحث و تحقیق و تدقیق کرنا اچھا نہیں ہے۔

جو شخص لآ إلٰه إلاّ الله محبوب سبحاني، عبد القادر جيلاني رسول الله کہتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۸۷) لآ إلٰه إلاّ الله محبوب سبحاني، عبد القادر جيلاني رسول الله کے قائل اور معتقد کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۴۴۰ھ)

شعر

خلقت ہے تیرے ہاتھ، قضاء تیرے ہاتھ ہے ❁ مختار تو، خدا کی رضا تیرے ہاتھ ہے
آفاق کی فناوبقاء تیرے ہاتھ ہے ❁ سب کارگاہ صنع خدا تیرے ہاتھ ہے
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

الجواب: جملۂ اولیٰ کے قائل و معتقد کے کفر و شرک میں کچھ ریب و شک نہیں ہے، اور ابیات کا معتقد بھی اگرچہ اسی درجہ میں ہے لیکن اس میں فی الجملہ تاویل کی گنجائش ہے ولو ضعیفاً۔ فقط

یہ عقیدہ کہ محمد رسول اللہ معبود ہیں: شرکِ جلی ہے

سوال: (۳۸۸) ایک شخص نے کلمہ شریف کے معنی یہ قائم کیے ہیں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۳۰۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

وہ کون ہے محمد رسول اللہ، پس ایسے شخص کے پیچھے اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ اور تجدید نکاح کی بابت کیا فتویٰ ہے؟ (۱۱۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ترجمہ کلمہ طیبہ کا یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ یہ ترجمہ کرنا اس شخص کا کہ وہ کون ہے محمد رسول اللہ یہ ترجمہ غلط ہے اور یہ عقیدہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ معبود ہیں، صریح شرک ہے اس شخص کے پیچھے نماز صحیح نہیں، ایسے عقیدہ والا مرتد ہے نکاح اس کا فسخ ہوگیا، بعد توبہ اور تجدید اسلام کے تجدید نکاح ضروری ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۵۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسول اللہ کو خدا ماننے والا کافر ہے

سوال: (۳۸۹) زید رسول اللہ ﷺ کو خدا بتاتا ہے اور ثبوت میں أنت أنا پیش کرتا ہے۔

شعر

محمد کو خدا ہم کیوں نہ بولیں ❁ خدا ہی کہہ چکا أنت أنا ہے

آیا أنت أنا حدیث قدسی کے الفاظ ہیں یا قرآن شریف کے یا کسی بزرگ کا مقولہ ہے اور حکم اس کا کیا ہے؟ (۳۰۵۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ حدیث نہیں یعنی یہ لفظ أنت أنا نہ کسی حدیث کے الفاظ ہیں اور نہ قرآن کے، یہ ملحدوں کا باطل عقیدہ ہے کہ ایسا اعتقاد کریں والعیاذ باللہ، بلکہ یہ کلمہ کفر کا ہے اور اشعار جو مذکور ہوئے وہ بھی کفریہ اشعار ہیں ان کا پڑھنا اور سننا مسلمانوں کو جائز نہیں ہے، پس جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر و زندیق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت فرماوے اور توبہ و اسلام نصیب فرمائے آمین۔ فقط واللہ اعلم

یہ کہنا کہ حضور ﷺ عینِ ذات حق ہیں: کھلا ہوا کفر ہے

سوال: (۳۹۰) بعض صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اُنسِ اِنس (انسانوں کی اُنسیت) کے لیے پردۂ بشریت میں تشریف لائے ہیں، وِالّا عینِ ذات حق ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۲۲۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ کھلا ہوا کفر اور الحاد ہے، اور قائل اس کلام کا مرتد و کافر ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا اور رسولِ خدا ﷺ کو سبّ و شتم کرنا کفر ہے

سوال: (۳۹۱) ایک عورت نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں بہت بے جا الفاظ کہے اور دین محمدی سے اعراض اور اس کی توہین کرتی ہے، اس کا شرعًا کیا حکم ہے؟ (۶۶۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کو سب و شتم کرنا کفر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہ صفت بتلائی ہے کہ اللہ کو گالی دیں گے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت: ۱۰۸) پس اس کو توبہ کرائی جاوے۔ فقط

بعض معجزات کا انکار کرنا کفر ہے

سوال: (۳۹۲) بہت سے لوگ نماز روزہ ادا کرتے ہیں، لیکن وہ انبیاء علیہم السلام کے ان معجزات کے منکر ہیں جو کلام مجید میں آئے ہیں، ان کو مسلمان کہنا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۲۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بعض معجزات جو کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں ان کا انکار کفر ہے (اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غصہ کی حالت میں خدا اور رسول خدا ﷺ کی شان میں اہانت آمیز الفاظ کہنا

سوال: (۳۹۳) اگر کوئی عورت اپنے خاوند پر مشتعل ہو کر خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں الفاظ اہانت کے کہے، تو ایسی عورت اسلام سے خارج ہوگئی یا نہیں؟

(۱۵۶۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: عورت مذکورہ کو توبہ کرنی چاہیے، توبہ کے بعد تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے۔ فقط

یہ کہنا کفر ہے کہ مجھ کو خدا اور رسول سے کچھ واسطہ نہیں

سوال: (۳۹۴) ایک شخص نے پانچ چھ آدمیوں کے روبہ رو علی الاعلان یہ کہا کہ مجھ کو خدا اور رسول سے کچھ واسطہ نہیں وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں؟ (۱۶۱۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر ہے اس شخص کو توبہ وتجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ ایسے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا اور اس کے رسول کا انکار کرنا کفر ہے

سوال: (۳۹۵) خدا اور رسول سے منکر ہونا کیسا ہے؟ (۱۶۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: انکار کرنا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اور ان کے احکام سے کفر ہے، ایسے لوگوں پر کفر عائد ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے خدا اور رسول کا انکار کرنا

سوال: (۳۹۶) زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو گھر سے نکال دیا، ہندہ نے خلع چاہا مگر زید راضی نہ ہوا، ہندہ نے علیحدگی کے لیے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ میں خدا اور رسول کی منکر ہوں، تو اس عقیدہ سے ہندہ مرتدہ ہوئی اور نکاح قائم رہا یا فسخ ہوگیا؟ (۹۱۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جس وقت ہندہ نے یہ لفظ کہے تھے اسی وقت مرتدہ ہوگئی تھی، اور اس کا نکاح فسخ ہوگیا تھا، اور جب کہ حقوق تلفی کی ابتداء زید ہی کی طرف سے ہوئی تو اب عورت کو تجدیدِ نکاح پر مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ درمختار میں ہے: **وارتداد أحدهما...... فسخ إلخ عاجل بلا قضاء إلخ** (۱) **و تجبر على الإسلام و على تجديد النّكاح إلخ وفي الشّامي: و لا يخفى أن محلّه ما إذا**

(۱) **الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴-۲۷۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع.**

طلب الزّوج ذلك، أمّا لو سكت أو تركَهٗ صريحًا فإنّها لا تُجبرُ وتُزَوَّجُ من غيرِه لأنّه تركَ حقَّه، بحر ونهر (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے

سوال: (۳۹۷) زید مسجد کا متولی ہے، جس نے عدالت میں یہ کہا کہ میں شرع محمدی کو نہیں جانتا اور نہ شریعت پر چلتا ہوں اور نہ محمدی اطاعت کرتا ہوں اور میں محمد ﷺ کی پیروی کو تسلم نہیں کرتا، اور صاف لفظوں میں یہ کہا کہ مجھے ﴿اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ﴾ (۲) سے انکار ہے الخ ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۷۵۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا شخص از روئے فتوی شریعت غراء کافر ہے مسلمان نہیں ہے اور وہ متولی مسجد کا نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر اللہ کی دہائی دینا شرک ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۹۸) دہائی غیر اللہ کی دینا حرام ہے یا نہیں؟ مثلاً اس طرح کہنا کہ مہاراجہ رام پرشاد کی دہائی ہے، یہ دہائی دینا شرک ہے یا نہیں؟ جب شرک ہوا تو اس شخص پر توبہ اور کلمہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟ اور جب وہ شرک ہوا تو ایمان سے خارج ہوا یا نہیں؟ جب ایمان سے خارج ہوا تو نکاح باطل ہوا یا نہ؟ اگر نکاح باطل ہوا تو بغیر نکاح اور توبہ اور کلمہ پڑھنے کے اس کے ساتھ مواکلت و موانست ناجائز ہے یا نہیں؟ اور بغیر تجدید نکاح کے اگر اولاد ہو تو ولد الزنا ہوگی یا نہیں؟

(۱۵۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زندوں سے اس قسم کی فریاد چاہنی اور دہائی دینا شرک و کفر و فسق نہیں ہے، اور جب یہ شرک و کفر نہیں ہے تو تمام تفریعات سائل کی باطل ہوئی، اغاثتِ ملھوف (فریادرسی) پر بشارت

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح.

(۲) سورۂ نساء، آیت: ۵۹، سورۂ نور، آیت: ۵۴، سورۂ محمد، آیت: ۳۳۔

احادیث میں وارد ہے(۱) اور ظاہر ہے کہ اغاثہ فرع استغاثہ کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ جب تک خدا کو چشم ظاہری سے نہ دیکھے اور اس کے قدموں پر سجدہ نہ کرے وہ مسلمان نہیں: کیسا ہے؟

سوال: (۳۹۹) خالد روسیاہ وعظ کہتا ہے اور لوگوں کو بدعات وکفریات کی ترغیب دیتا ہے، اللہ کے معنی کہتا ہے کہ تو اللہ ہو جا، اور جب تک خدا کو چشم ظاہری سے نہ دیکھے اور اس کے قدموں پر سجدہ نہ کرے وہ مسلمان نہیں، اور اس کی نماز نہیں ہوتی، اس قسم کی بہت سی خرافات بکتا ہے، ایسے شخص سے مرید ہونا کیسا ہے؟ (۲۰۳۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: خالد ملعون لاریب ملحد ومرتد وکافر ہے، اس کے کلمات کفریہ اس تمام بیان سے عیاں ہیں، کوئی مسلمان ان کلمات کفریہ کو سننا بھی گوارہ نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ اس کے قائل کو مسلمان سمجھے اور ولی سمجھے، اور پیر بنائے، اس نے اسلام اور دین اور مذہب اور حق تعالیٰ شانہٗ کی نہایت درجہ توہین کی ہے، وہ روسیاہ گردن زدنی کے قابل ہے، شیطان مجسم اور ضال ومضل ہے، اس کے بیانات اور وعظ کو سننا حرام ہے، اور اس کے کہنے کے موافق اعتقاد کرنا کھلا ہوا شرک وکفر وارتداد ہے والعیاذ باللہ، اس کا مرید ہونا جہنم میں پہنچاتا ہے، مسلمانوں کو اس کی صحبت، اس کے اقوال کی سماعت سے احتراز واجب ولازم ہے، وہ واعظ اور پیر کیا ہے؟! مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے اور مرتد بنانے کی سعی کرتا ہے، حق تعالیٰ اس کے شر سے اہل اسلام رجال ونساء کو محفوظ رکھے، اور اس روسیاہ ملحد بدکار کو ذلت وخواری کے ساتھ مطرود ومردود فرماوے، آمین۔ والسّلام علی من اتّبع الهدی. فقط

---

(۱) عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من أغاث ملهوفًا، كتب اللّٰه ثلاثًا وسبعين مغفرة، واحدةٌ فيها صلاح أمرِهٖ كلّهٖ، وثنتان و سبعون له درجات يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، ص:۴۲۵، كتاب الآداب – باب الشّفقة والرّحمة على الخلق، الفصل الثّالث)

میرا رزق انگریزوں کے ہاتھ میں ہے: کہنا کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۰) ایک وفد مسلمانوں کا ایک خان بہادر کے پاس کسی قومی کام کے لیے چندہ مانگنے گیا، انھوں نے فرمایا کہ میرا رزق انگریزوں کے ہاتھ میں ہے، اس لیے میں کچھ چندہ نہیں دے سکتا، ایسا کہنا کفر ہے یا نہیں؟ (۲۳۸/۷-۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسا کہنا فسق ومعصیت ہے، اور گویا مطلب یہ ہے کہ اگر میں چندہ دوں گا تو انگریز ناخوش ہوں گے اور میرا رزق بند کردیں گے، معاذ اللہ، ایسے عقیدہ سے توبہ لازم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (سورۂ ہود، آیت:۶) پس ایسے عقیدہ باطلہ سے توبہ کرنی چاہیے اور رزاق مطلق اللہ تعالیٰ کو جاننا چاہیے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت:۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والوں کو کافر کہنا

سوال: (۴۰۱) زید نے مردمانِ دہ کو آیت کریمہ: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ سے منع کیا کہ نعوذ باللہ اس کے پڑھنے سے کافر ہوتا ہے اور ترکیب نحوی اس کی صحیح نہیں ہے، زید کے اس قول کی نسبت شریعتِ محمدیہ کا کیا ارشاد ہے؟ اور یہ آیت کون سے پارہ میں ہے؟ (۱۳۵۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: آیت کریمہ پارۂ حٰم (۲۶) سورۂ محمد کے دوسرے رکوع کے ختم پر ہے: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ﴾ (سورۂ محمد، آیت:۱۹)

ترجمہ یہ ہے: پس جان تو یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ، اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے ایمان والوں کے اور ایمان والیوں کے، اور اللہ جانتا ہے جگہ پھرنے تمہارے کی اور جگہ رہنے تمہارے کی۔

پس زید کی سخت جہالت ہے اور زندقہ ہے کہ اس آیت کے پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو کافر کہتا ہے، معاذ اللہ ایسا کہنے والا کافر وملحد ہے، مسلمان نہیں ہے اور ترکیب نحوی اس کی بالکل صحیح ہے،

اَنَّهُ میں ضمیر شان اسم اَنَّ کا ہے اور جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خبر اَنَّ کی، اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر مفعول ہوا اِعْلَمْ کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کی نسبت یہ کہنا کہ یہ کلام بناوٹی ہے کفر ہے

سوال: (۴۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں زید کلام مجید پڑھتا تھا، بکر آیا اور زید سے بولا کہ تم کیا پڑھتے ہو؟ زید نے کہا کہ کلام الٰہی پڑھتا ہوں، بکر نے کہا کہ یہ کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ کلام بناوٹی ہے، زید نے کہا کہ توبہ کر یہ کلام الٰہی ہے، بکر نے زید کو گالیاں دینی شروع کیں اور زید کے جوتی ماری، علمائے دین بکر کے لیے کیا سزا تحریر فرماتے ہیں؟

(۱۵۳۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: البحر الرائق میں ہے: و يَكفُر إذا أنكر آيةً من القرآن أو سَخِرَ بآيةٍ منه إلى أن قال: وبقوله: والقرآن أعجمي (۱) (۱۲۲/۵) قرآن شریف کی نسبت بکر کا یہ کہنا کہ یہ کلام بناوٹی ہے کفر ہے، بکر اس کلمہ سے کافر ومرتد ہوگیا تاوقتیکہ دوبارہ ایمان واسلام کو قبول نہ کرے مسلمان نہ ہوگا، سب اعمال اس کے حبط ہوگئے، اگر وہ بلا توبہ وبلا ایمان لانے کے اس حالت میں مر جائے تو کافر مرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ میں تمہارے قرآن کو نہیں مانتا: کفر ہے

سوال: (۴۰۳) زید اور بکر میں باہم جھگڑا تھا، زید نے بکر سے کہا کہ آؤ بھائی موافق قرآن شریف کے فیصلہ کریں، بکر نے کہا کہ میں تمہارے قرآن کو نہیں مانتا ہوں؛ بکر کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اور اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور قرآن شریف ایک ہے یا مختلف؟ (۵۹۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قرآن شریف ایک ہی ہے مختلف نہیں ہے، اور کسی شہر اور کسی قوم کا قرآن شریف جدا جدا نہیں ہے، پس بکر کا قرآن شریف کی نسبت ایسا کہنا کلمۂ کفر ہے، بکر کو توبہ کرنی چاہیے، اور تجدیدِ اسلام کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ توفیق توبہ کی اس کو دیوے، اس کے سوا زیادہ کیا لکھا جاوے؟!

(۱) البحر الرّائق: ۲۰۵/۵، كتاب السّير، باب أحكام المرتدّين.

سورۂ فاتحہ کے قرآن ہونے کا انکار کرنا کفر ہے

سوال: (۴۰۴) جو لوگ الحمد کو قرآن سے مانتے ہیں ان کی کیا دلیل ہے؟ اور جو قرآن میں سے الحمد کو نہیں مانتے ان کی کیا دلیل ہے؟ (۴/۲۷۴-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: سورۂ فاتحہ کے قرآن ہونے میں کسی کو خلاف نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن عظیم فرمایا ہے: كما قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ﴾ (سورۂ حجر، آیت: ۸۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۰۵) ایک شخص نے قرآن شریف کو سخت گالی دی، اور توبہ کرنے سے صاف انکار کر دیا شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۰۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرآن شریف کو گالی دینا کفر ہے والعیاذ باللہ، پس اس شخص سے جب کہ وہ توبہ اپنے کفر سے بھی نہیں کرتا مرتدین اور کفار کا معاملہ کرنا چاہیے، اور اس سے قطعًا علیحدگی اور متارکت کی جائے۔ قال الله تعالىٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن وحدیث کو شیطانی کتاب کہنا صریح کفر وارتداد ہے

سوال: (۴۰٦) ایک مسلمان قرآن وحدیث پر عمل کرتا ہے، اور لوگوں کے نزدیک اس کو بیان کرتا ہے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے؛ ایسے شخص کو ایک مسلمان شیطان کہتا ہے، اور قرآن وحدیث کو شیطان کی کتاب کہتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۱۲۹۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص جس کو قرآن شریف اور حدیث شریف پر عمل

کرنے والا بتلایا گیا ہے وہ مروج عامل بالحدیث یعنی کہیں غیر مقلد تو نہیں ہے، جو سلیقہ قرآن و حدیث کے سمجھنے کا اور تطبیق بین الاحادیث کا نہیں رکھتے اور فقہ اور کتب فقہ حنفیہ کا انکار وخلاف کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ دعویٰ ان کا تو قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ پورے عامل قرآن وحدیث کے نہیں ہیں، ائمہ مجتہدین خصوصًا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خلاف کرتے ہیں اوران پر طعن کرتے ہیں، اور اگر وہ عامل بالحدیث والقرآن حنفی ہے اور موافق فقہ حنفیہ کے جو عین مطابق قرآن وحدیث کے ہے عمل کرتا ہے اور مقلد ہے حنفی سنی ہے تو ایسے عالم حنفی متبع سنت کو برا کہنا نہایت مذموم وقبیح ہے، اور بہر حال قرآن وحدیث اور فقہ کو شیطانی کتاب کہنا والعیاذ باللہ کفر صریح وارتداد قبیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن پاک کی نسبت توہین آمیز کلام کی تاویل کرنا

سوال: (۴۰۷) زید ومحمود حافظِ قرآن ہیں، محمود امام مسجد ہے لیکن اس کے افعال خراب ہیں، زید قرآن شریف کی تلاوت کررہا تھا، محمود بھی وہاں موجود تھا، زید کو متشابہ لگا، محمود سے کہا کہ ذرا قرآن شریف میں دیکھ دو، اس پر محمود نے معترض ہوکر کہا کہ میاں پڑھتے پڑھتے پینتیس سال تو گذر گئے، ابھی تک متشابہوں سے فرصت نہیں ہوئی، بندہ نے جوانی کے عالم میں پڑھا ہے وہ سب ازبر ہے، زید کہنے لگا کہ سوائے روٹی کمانے اور دنیا سازی کے کیا گدھے کا خایہ (خصیہ) پڑھا ہے، لیکن اس کے بعد زید کہتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ محمود کو بہ وجہ خراب افعال ہونے کے کہے ہیں، تو اس صورت میں زید کافر ہوگیا یا نہیں؟ اور زید کہتا ہے کہ میں نے قرآن شریف کی نسبت ایسا نہیں کہا؟

(۱۶۴۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: زید نے اگر چہ سخت لفظ کہا، اور اس کو ایسا کہنا نہ چاہیے تھا لیکن زید کو کافر ومرتد نہ کہا جاوے کیونکہ تاویل ممکن ہے، اور خود زید بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ میں نے قرآن شریف کی نسبت ایسا لفظ نہیں کہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن اور علم دین پڑھو گے
تو کیا فائدہ ہوگا: وہ کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۸) جو شخص انگریزی پڑھنے کی ترغیب، تحریض کے واسطے علم دین کی اہانت کرے، اور کہے کہ اگر قرآن پڑھو گے تو کیا فائدہ ہوگا؟ اور علم دین پڑھو گے تو کیا نفع ہوگا؟! ایسا شخص کافر ہے یا نہ؟ (۱۳۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: برائی اور فسق ایسے اشخاص کا ظاہر ہے، عموماً یہی حال ہو رہا ہے کس کس کو کافر کہو گے؟! صبر کرو اور اللہ سے دعا کرو اور ایسے لوگوں سے علیحدہ رہو زیادہ کیا لکھا جائے۔ فقط واللہ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے قرآن شریف پر اعتبار نہیں: وہ کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۰۹) زید حلف باللہ اٹھاتا ہے کہ فلاں کام کروں گا، اور قرآن شریف بھی سر پر اٹھاتا ہے کہ ضرور بالضرور کام کروں گا، چند ایام کے بعد جب وہ کام کرنے کے لیے امر کیا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے قرآن شریف پر اعتبار نہیں ہے، آیا اس کہنے سے وہ کافر ہوگیا یا نہ؟ اور اس کی زوجہ مطلقہ ہوگئی یا نہ؟ (۱۷۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس میں تو کچھ شبہ اور شک نہیں کہ انکار کرنا قرآن شریف سے کفر ہے، لیکن اس صورت میں تاویل ممکن ہے، اس لیے قائل کو کافر اور مرتد نہ کہا جائے گا۔ ولو لم ینفعه التّأویل فاسق ضرور ہوا اور خوف کفر سے توبہ کرے اور تجدید نکاح وغیرہ کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف کو گالی دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۱۰) ایک شخص نے قرآن شریف کو مغلظ گالی دی اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۴۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قرآن شریف کی نسبت ایسا کلمہ کہنا کفر و ارتداد ہے کہنے والا اس کلمہ کا کافر و مرتد

ہے اور نکاح اس کا ٹوٹ گیا تجدید اسلام کرے اور تجدید نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن وحدیث کو نہ ماننے والا کافر ومرتد ہے

سوال: (۴۱۱) بہ تقریب شادی ایک مقام پر بہت سے مسلمان اور علمائے دین جمع تھے، علماء نے باجا اور راگ سے ممانعت فرمائی کہ قرآن وحدیث میں راگ باجا کی بابت سخت ممانعت آئی ہے یہ فعل ہرگز نہ کرو، مسلمانوں نے یہ جواب دیا کہ ہم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے، پھر جب دولہن کے مکان پر گئے تو دولہن کے والد نے کہا کہ باجا مت بجواؤ یہ رسم کفار کی ہے، اس کے جواب میں یہ کہا کہ ہم کافر ہیں، ہم کافر ہیں، ہم کافر ہیں، جو ہم سے میل جول رشتہ داری رکھے گا وہ بھی کافر ہے، ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۴۷۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان کے کفر میں کچھ شبہ اور تردد نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۱۲) زید نے دو معتبر گواہوں کے روبہ رو اپنی بیوی کو طلاق دیا، اور دوسری مرتبہ کہا: تو میری ماں ہے اور تیسری مرتبہ کہا: تو میری بہن ہے، اور پھر مجمع میں کہا کہ قرآن وحدیث کو نہیں مانتا میں کافر ہوں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۶۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں طلاق کے واقع ہونے اور زید کے کافر اور مرتد ہونے میں کچھ تردد نہیں ہے، تجدید ایمان اور توبہ کرنے سے وہ مسلمان ہو جاوے گا مگر نکاح قائم نہیں رہا، دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۱۳) زید اپنی زوجہ سے بے وجہ جھگڑ رہا تھا، بکر نے اس کو سمجھایا اور قرآن شریف کی آیت پڑھی، اس پر زید نے کہا ہمیں نہیں چاہیے تمہاری آیت اور تمہارا خدا اور رسول، اب زید سے توبہ کرائی جائے یا نکاح بھی لوٹایا جائے؟ (۶۳۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ کلمہ جو زید کی زبان سے نکلا کلمۂ کفر ہے، زید سے توبہ کرائی جائے اور تجدید اسلام و تجدید نکاح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن وحدیث کی توہین کرنا کفر ہے

سوال: (۴۱۴) ایک پنچایت میں باہمی نفاق دور کرنے کی غرض سے زید نے کچھ ثبوت قرآن شریف اور حدیث شریف سے دیئے، اور یہ چاہا کہ آپس کے نزاع شریعت کے موافق دور ہوجاویں، اس پر بکر نے اٹھ کر زید سے یہ کہا کہ تم اِدھر اُدھر کے قرآن اور ادھر ادھر کی حدیثوں سے یہ لکچر (Lecture) دے کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہو؛ ایسے شخص کی بابت شرعًا کیا حکم ہے؟

(۱۰۴۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرآن شریف اور حدیث شریف کی توہین کرنا کفر ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار شامی میں ہے: **وبالجملة فقد ضمّ إلی التّصدیق بالقلب ، أو بالقلب واللّسان في تحقیق الإیمان أمور الإخلال بھا إخلال بالإیمان اتّفاقًا ، کترك السّجود لصنم(۱) و قتل نبيّ والاستخفاف به و بالمصحف و الکعبة ـــــ إلی أن قال: ـــــ لأنّ ذلك دلیل علی أنّ التّصدیق مفقود إلخ(۲)** (شامي: ۲۸۴/۳) پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ قرآن شریف کی توہین اور نبی علیہ السلام کی توہین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی توہین کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، لہٰذا اس شخص کو توبہ کرنی چاہیے اور اس کو تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) شامی میں اور شرح فقہ اکبر کے اکثر نسخوں میں ایسا ہی ہے، البتہ شرح فقہ اکبر کے حاشیہ پر جو نسخہ ہے اس میں **کالسّجود لصنم** ہے، اور اس اقتباس کی آخری عبارت: **لأنّ ذلك دلیل علی أنّ التّصدیق مفقود** سے اس نسخہ کی تائید ہوتی ہے، نیز شرح عقائد کی درج ذیل عبارت بھی اس کی مؤید ہے: **ولا نزاع في أنّ من المعاصي ما جعله الشّارع إمارة للتّکذیب و علم کونه کذلك بالأدلّة الشّرعیّة کسجود الصّنم و إلقاد المصحف في القاذورات . (شرح العقائد النّسفیّة،** ص:۸۳، **مبحث الکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الإیمان ، المطبوعة، رشیدیّة، دھلی)**

(۲) **ردّالمحتار علی الدّرّ:۲۷۰/۶، کتاب الجھاد ، أوئل باب المرتدّ .**

یہ کہنا کفر ہے کہ میں نے قرآن شریف کے ساتھ استہزاء کیا ہے، اور مسائل شرعیہ سے منحرف ہوں

سوال: (۴۱۵) فتح محمد نے اپنی اراضی قیمۃً نور محمد کو بیع کردی، وقت بیع قرآن شریف اٹھا کر یہ عہد کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ضامن ہیں اور شاہد ہیں، میں اس کے خلاف ہرگز نہیں کروں گا، ایک مدت تک مشتری کا قبضہ اراضی پر رہا، اس کے بعد بائع نے اراضی دوسرے شخص کو بیع کردی، جب اس سے کہا گیا تو جواب دیا کہ بیع کے وقت میں نے دھوکا دے کر قیمت وصول کی اور قرآن شریف کے ساتھ استہزاء کیا ہے، اور میں مسائل شرعیہ سے معرض ہوں؛ شخص مذکور اور اراضی و قیمت کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۱۲۲۲ھ)

الجواب: دھوکا دینا کسی مسلمان کو اور اس سے معاملہ بیع کا کر کے منحرف ہونا حرام ہے، اور وہ شخص جو مرتکب اس کا ہوا فاسق ہے اور بہ صورت مبیع نہ دینے کے واپس کرنا قیمت کا اس پر لازم ہے، اور اگر اس نے صاف یہ کہا ہے کہ میں نے قرآن شریف کے ساتھ استہزاء کیا ہے اور مسائل شرعیہ سے منحرف ہوں تو یہ قول اس کا کفر و ارتداد ہے۔ والعیاذ باللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کریم کی توہین کرنا صریح کفر ہے

سوال: (۴۱۶) ایک شخص کی بیوی تلاوت قرآن شریف کر رہی تھی، اس نے زوجہ پر خفا ہو کر قرآن شریف کی بے ادبی ہاتھ اور زبان سے کی، وہ مسلمان رہا یا نہیں؟ اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۵۷۴ھ)

الجواب: قرآن شریف کی توہین اور استخفاف کرنا کفر و ارتداد ہے اور کفر و ارتداد احد الزوجین موجب فسخ نکاح ہے۔ کما في ردّالمحتار: قال في المُسَايَرَةِ: و بالجملة: فقد ضُمّ إلی التّصديق بالقلب، أو بالقلب واللّسان في تحقيق الإيمان أمورٌ الإخلال بها إخلال بالإيمان اتّفاقًا، كترك السّجود لصَنَمٍ، وقتل نبيٍّ، والاستخفاف به، وبالمصحف،

والكعبة إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ ہنود اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں نیز ہنود کی مذہبی کتاب اور قرآن کے حکم میں کچھ فرق نہیں

سوال: (۴۱۷) وعظ میں قوم مسلم و دیگر اقوام مثل ہنود کا اجتماع ہو، مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرمانا کہ ہنود اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں، ہم لوگ اپنے عقائد جاہلانہ سے آپس میں تفریق ڈالتے ہیں۔

شعر

نہ جا، جاہل کی باتوں پر اگر تو دین کا پکا ہے ❁ اسی پتھر کا بت خانہ اسی پتھر کا مکہ ہے

نعوذ باللّٰه من ذلك .

اور نیز اذان اور ناقوس میں بھی کوئی فرق نہیں، اور ہنود کی مذہبی کتاب کو قرآن مجید سے تطابق دے کر کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کے حکم میں کچھ فرق نہیں، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱۳۴۰/۱۶ھ)

الجواب: یہ کلمات کفر کے ہیں ایسا اعتقاد رکھنے والا اور ایسے اعتقادات کی تعلیم دینے والا مسلمان نہیں ہے کافر و مرتد ہے، وہ شخص پیر بنانے کے لائق نہیں ہے، اور عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے، بلکہ فاسق و مبتدع بلکہ کافر و مرتد ہے، مسلمانوں کو اس کے مکائد سے احتراز لازم ہے، اور اس کے کلمات کفریہ سننے سے احتراز واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کے چالیس پاروں کا عقیدہ باطل ہے

سوال: (۴۱۸) ایک شخص کو برے کام سے روکا جاوے کہ قرآن شریف میں یہ باتیں حرام لکھی ہیں، وہ شخص جواب دیتا ہے کہ تم لوگوں نے قرآن کے چالیس سپاروں کے تیس سپارہ کر دیئے، دس سپارہ ہمارے مطلب کے نکال دیئے ایسے شخص کے اعتقاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۹/۱۸۳۷ھ)

(۱) الشّامي على الدّرّ: ٦/٢٧٠، كتاب الجهاد، باب المرتدّ .

الجواب: ایسا اعتقاد رکھنا باطل اور غلط ہے، اور وہ شخص مکذب ہے قرآن شریف اور حدیث کا اور وہ سنی مسلمان نہیں ہے، ایسے عقیدہ باطلہ سے اس کو توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن کریم کی نسبت ایک نہایت قبیح کفریہ کلمہ

سوال: (۴۱۹) ایک حافظ تراویح میں قرآن شریف جلدی جلدی پڑھتا تھا، لوگوں نے کہا ذرا آہستہ پڑھو اس طرح نماز خراب نہ کرو، اس نے غصہ میں نہایت بے باکی سے کہا کہ اگر اچھا اور عمدہ سننا چاہتے ہو تو میرے اس ذکر سے سنو، علماء نے اس سے توبہ واستغفار کرایا؛ آیا اس کا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟ (۲۸۶۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ شخص مرتد اور کافر ہو گیا، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، بعد تجدیدِ اسلام وتوبہ واستغفار اس کا نکاح پھر ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن، نماز، شریعت اور خنزیر کی حرمت کا منکر کافر ہے

سوال: (۴۲۰) ایک شخص قرآن حافظ کہتا ہے کہ قرآن شریف میں اور نماز میں کچھ نہیں، جو شخص پابند شریعت ہوگا وہ قیامت کے روز اندھا ہو کر اٹھے گا، اور اس کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ دنیا میں کوئی چیز خنزیر، پائخانہ وغیرہ حرام نہیں، اس کے علاوہ بہت سے اعتقادات اسی قسم کے ہیں ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور اس سے میل جول کرنا کیسا ہے؟ (۹۹۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ شخص جس کے عقائد وہ ہیں جو مذکور ہیں قطعاً کافر وملحد ہے، اس کی نماز وروزہ وغیرہ عبادات کچھ قبول نہیں ہیں، اور اس سے ملنا جلنا اور اس کی جنازہ کی نماز پڑھنا اور سلام وکلام کرنا سب ناجائز ہے، اور اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے اور اگر پڑھی تو واجب الاعادہ ہے اس نماز کو پھر پڑھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ میں قرآن اور مسجد کو کچھ نہیں جانتا سینکڑوں قرآن ایسے اڑتے پھرتے ہیں

سوال: (۴۲۱) محمد بخش اور اس کی بیوی مسماۃ بتول میں رنجش اور مقدمہ بازی ہو رہی تھی کہ مسماۃ بتول نے محمد بخش کو بہ ذریعہ بعض آدمیوں کے کہلایا کہ اگر تو مجھے مار پیٹ نہ کرے اور تکلیف نہ دے تو میں تیرے گھر آجاؤں بہ شرطیکہ تو مسجد میں جا کر قرآن شریف ہاتھ میں لے کر حلف ادا کرے کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا، محمد بخش نے جواب میں یہ کہا کہ میں قرآن اور مسجد کو کچھ نہیں جانتا سیکڑوں قرآن ایسے اڑتے پھرتے ہیں، والعیاذ باللہ؛ اس صورت میں محمد بخش مرتد ہوا یا نہ؟ اور اس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۹۰۶ھ)

الجواب: اس صورت میں الفاظ مذکورہ کہنے سے شخص مذکور مرتد ہوگیا، اور ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ قال في الدّرّ المختار: وارتداد أحدهما ...... فسخ ...... عاجل (۱) پس شخص مذکور بعد توبہ وتجدیدِ اسلام کے مسماۃ بتول سے دوبارہ نکاح کرے، بدون تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کے مسماۃ مذکورہ اپنے شوہر محمد بخش پر حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میں تمہارے قرآن پر پیشاب کردوں گا: کہنا کفر ہے

سوال: (۴۲۲) زید وہندہ میں تکرار ہوا، ہندہ نے کہا: میں قرآن لے کر بددعا کروں گی، زید نے کہا: میں تمہارے قرآن پر پیشاب کردوں گا نعوذ باللہ من ذلک، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(۱۳۴۲/۲۲۶۴ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کافر ومرتد ہوگیا، اور اس کا نکاح اس کی زوجہ سے ٹوٹ گیا اور فسخ ہوگیا۔ کما في الدّرّ المختار: وارتداد أحدهما......فسخ......عاجل إلخ (۱) فقط واللہ اعلم

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاقٍ بل للوقوع .

قرآن شریف کی نسبت توہین آمیز کلمات کہنا

سوال: (۴۲۳) کمال الدین جلدساز نے اہل اسلام کے مجمع عام میں یہ کلمات کہے کہ میں قرآن شریف کو کچھ چیز نہیں سمجھتا اس کو آگ لگا سکتا ہوں، چند آدمیوں کی شہادتیں منسلک ہیں ایسے شخص کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۰۰۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قرآن شریف کی نسبت کلمات توہین کے کہنا کفر ہے، لیکن اگر کمال الدین انکار کرتا ہے تو یہ انکار اس کا توبہ سمجھا جائے گا، اس کو چاہیے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدیدِ ایمان کرے بعد توبہ واستغفار وتجدیدِ ایمان کے اس کے ساتھ کچھ تعرض نہ کیا جائے، اور اس کو مسلمان سمجھا جائے اور میل جول رکھا جائے، اور اگر وہ شخص توبہ واستغفار وتجدیدِ ایمان سے انکار کرے تو پھر اس سے قطع تعلق کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص قرآن شریف کو جھوٹا کہتا ہے وہ مرتد وکافر ہے

سوال: (۴۲۴) ایک شخص قرآن مجید موجودہ کو جھوٹا کہتا ہے، اور یہ کہ اس پر عمل کرنا درست نہیں، اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۱۲۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو شخص قرآن شریف موجودہ کو جھوٹا کہے وہ مرتد اور کافر ہے، وہ اسلام سے خارج ہوگیا جب تک توبہ واستغفار وتجدیدِ اسلام نہ کرے اس وقت تک اس سے ملنا جلنا درست نہیں ہے، تمام تعلقات اس سے منقطع کردیئے جاویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تارکِ نماز کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲۵) تارک نماز کافر ہے یا نہیں یعنی خارج از اسلام؟ زید کہتا ہے کہ تارک نماز کافر خارج از اسلام ہے، اس لیے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: العهد الّذي بيننا

وبینهم الصّلاةُ ، فمن ترکها فقد کفرَ (۱) ونیز ارشاد ہے: أنّه ذکر الصّلاةَ یومًا فقال: من حافظ علیها کانت له نورًا وبرهانًا ونجاةً یوم القیامة ، ومن لم یُحافظ علیهالم تکن له نورًا ولا برهانا ولانجاةً وکان یوم القیامة مع قارون وفرعون وهامان وأبي بن خلف (۲) اورابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال: أوصاني خلیلي أن لا تُشرك باللّٰه شیئًا وإن قُطِّعتَ وحُرِّقتَ ولا تترك صلاةً مکتوبةً متعمّدًا فمن ترکها متعمّدًا فقد برئت منه الذّمّة إلخ(۲) اوروارد ہے: وعن عمربن الخطّاب رضي اللّٰه تعالیٰ عنه أنّه کتب إلیٰ عُمّاله أنّ أهمّ أُمورکم عندي الصّلاة ، من حَفِظها وحافظ علیها، حفِظ دینَه ، ومن ضَیَّعَهَا فهولِمَا سواها أضْیَعُ (۳)(مشکاة کتاب الصّلاة)ونیز ارشادرسول ہے:لیس بین العبد والشّرك إلاّ ترك الصّلاة ، فإذا ترکها فقد أشرك (۴)(ابن ماجة) ونیز ارشادخدا ہے:﴿وَاَقِیْمُوْا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾(سورۂ روم،آیت:۳۱)اورنیز زید کہتا ہے کہ ملاعلی قاری نے مرقاۃ میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات میں تارک نماز کو کافر وخارج از اسلام کا فتوی دیا ہے، ونیز حضرت عمر، وابن مسعود، وعبداللہ بن شقیق وغیرہ نے کافر ولاَ حَظَّ في الإسلام کہا ہے، ونیز امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کافر فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ عمداً ایسا عمل اہل کفر کا ہے، حماد بن زید ومکحول ومالک وشافعی نے تارک نماز کو مرتد کہا ہے، پس تارک نماز کافر ہوا۔

عمر کہتا ہے کہ تارک نماز کافر نہیں اس لیے کہ آپ نے فرمایا:من قال لآإلٰه إلاّاللّٰه دخل الجنّة (۵)

---

(۱) عن بُرید ة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم:العهد، الحدیث (جامع التّرمذي:۹۰/۲، أبواب الإیمان، باب ما جاء في ترك الصّلاة)

(۲) مشکاة المصابیح،ص:۵۸-۵۹، کتاب الصّلاة ، قبیل باب المواقیت ، الفصل الثّالث .

(۳) مشکاة المصابیح،ص:۵۹، کتاب الصّلاة، قبیل باب المواقیت، الفصل الثّالث .

(۴) عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال : لیس بین العبد الحدیث. (سنن ابن ماجة، ص:۷۵، أبواب إقامة الصّلوات والسّنّة فیها ، باب ما جاء فیمن ترك الصّلاة)

(۵)جامع التّرمذي:۹۲/۲، أبواب الإیمان، باب ما جاء في من یموت وهویشهد أن لآإلٰه إلاّ اللّٰه

ونیز ایک صحابی نے ایک شخص کو اس حالت میں قتل کیا کہ اس نے کلمہ پڑھ دیا تھا، آنحضرت ﷺ غصہ ہوئے اور صحابی جب سوال کیے گئے تو جواب دیا کہ یارسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ دیا تھا حقیقت میں وہ کافر تھا تو آپ نے فرمایا: أفلا شققتَ عن قلبه(۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہے مؤمن ضرور ہے، اور ایسے کا روزہ قبول ہوگا۔

زید کہتا ہے کہ من قال لآ إلٰه إلاّ اللّٰه مرنے کے وقت کے لیے ہے جس کی تصریح دوسری حدیث کرتی ہے(۲) اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ جنت کے قفل کے لیے کنجی چاہیے، لآإلٰه إلاّ اللّٰه اس کی کنجی ہے جس کے دانتے ہونے چاہیے، پس ارکان اسلام اس کے دانتے ہیں، بغیر دانتیں کے کنجی بے کار ہے، اس لیے بغیر ارکان کے کلمہ بے کار ہے(۳) ونیز عقائد میں بتلایا ہے کہ ایمان واسلام ایک ہے(۴) جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہے نہ مؤمن نہ مسلم، اس کے بغیر کوئی عمل خدا کے یہاں مقبول نہیں، چاہے روزہ ہو یا زکاۃ، زید اپنے قول میں سچا ہے یا عمر؟ اور تارک صلاۃ کافر ہے یا نہیں؟ اور تارک نماز کا روزہ مقبول ہوگا یا نہیں؟ (۳۳/۴۳۶-۱۳۳۴ھ)

(۱) عن أسامة بن زيد ...... قال: بعثنا رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم في سرية، فَصَبَّحْنَا الحُرَقات من جُهَيْنَة، فأدركتُ رجلاً، فقال : لا إلٰه إلاّ اللّٰه فطعنته فوقع في نفسي من ذلك، فذكرته للنّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فقال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : أقال لا إلٰه إلاّ اللّٰه وقتلته؟ قال: قلتُ: يا رسول اللّٰه! إنّما قالها خوفًا من السّلاح، قال: أفلا شققت عن قلبه. الحديث. (الصّحيح المسلم: ۱/۶۷-۶۸، كتاب الإيمان — باب تحريم قتل الكافر بعد قوله : لآ إلٰه إلاّ اللّٰه)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۱۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن وهب بن منبّهٍ قيل له : أليس لآ إلٰه إلاّ اللّٰه مفتاح الجنّة ؟ قال : بلٰى ، ولكن ليس مفتاح إلاّ ولهٗ أسنانٌ ، فإن جئت بمفتاح له أسنان فتح لك وإلاّ لم يُفتح لك ، رواه البخاري في ترجمة باب . (مشكاة المصابيح ، ص:۱۶ ، كتاب الإيمان ، الفصل الثّالث، و صحيح البخاري: ۱/۱۶۵، أوائل كتاب الجنائز)

(۴) كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ . فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت: ۳۵-۳۶) وصفهم اللّٰه بالإيمان والإسلام جميعًا لأنّه ما من مؤمن إلاّ وهو مسلم . (معالم التّنزيل كامل، ص:۸۴۹)

الجواب: قول عمر کا صحیح ہے تارک صلاۃ فاسق اور عاصی ہے کافر نہیں ہے، اور احادیث میں جو اس بارے میں وعید مذکور وارد ہے ان احادیث کی تاویل کی گئی ہے، زید کا قول صحیح نہیں ہے ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکاۃ میں بہ ذیل حدیث: بين العبد وبين الكفر ترك الصّلاة(۱) تحریر فرماتے ہیں: ثمّ من التّأويلات أن يكون مستحلاً لتركها أو تركها يؤدّى إلى الكفر، فإنّ المعصية بريد الكفر أو يخشى على تاركها أن يّموت كافرًا أو فعله شابه فعل الكافر (۲) اور شرح فقہ اکبر میں ہے: وَلَا نُكَفِّرُ إلخ أي لا ننسب إلى الكفر مسلمًا بذنب من الذّنوب أي بارتكاب معصية كثيرة، وإن كانت كبيرة أي كما يكفر الخوارجُ مرتكبَ الكبيرة إذا لم يَسْتَحِلَّهَا أي لكن إذا لم يكن يعتقد حلّتها لأنّ من استحلّ معصية قد ثبت حرمتها بدليل قطعيّ فهو كافر، ولا نُزِيْلُ عنه اسمَ الإيمان أي ولا نسقط عن المسلم بسبب ارتكاب كبيرة وصف الإيمان كما يقوله المعتزلة إلخ(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۲۶) ایک امام مسجد کہتا ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے، اور دلیل میں من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر (۴) پیش کرتا ہے اور حدیث: العهد الّذي بيننا و بينهم الصّلاة فمن تركها فقد كفر (۵) وغیرہ پیش کرتا ہے؛ آیا تارکِ صلاۃ کافر ہے یا نہیں؟ (۶۴۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ مسلمان بے نمازی کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے، کیونکہ تارک نماز فاسق ہے کافر نہیں ہے، جیسا کہ آیت: ﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ (سورۂ

---

(۱) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: بين العبد، الحديث، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، ص:۵۸، كتاب الصّلاة، الفصل الأوّل)

(۲) مرقاة المفاتيح: ۲/۲۵۴، أوائل كتاب الصّلاة، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۵۶۹۔

(۳) شرح الفقه الأكبر، ص:۸۶، قبيل سبّ الشّيخين إلخ، مطبوعة: مطبع مجتبائي دهلي.

(۴) عن أنس بن مالك رضى الله عنهُ قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر جهارًا (المعجم الأوسط للطّبراني: ۲/۲۹۹، باب الجيم، من اسمه جعفر، رقم الحديث: ۳۳۴۸، المطبوعة: دارالكتب العلميّة، بيروت، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۱/۱۳۲، كتاب الإيمان – الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۴)

(۵) سابقہ جواب میں اس حدیث شریف کی تخریج ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

بقرہ، آیت:۳) سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ عطف مغایرت کے لیے ہوتا ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو ایمان سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کو ایک یقین کرے، اور رسالت کی تصدیق کرے اور جو امور ایمان میں شرط ہیں ان کو مانے تو وہ مؤمن اور مسلمان ہے، اس کو کافر نہ کہنا چاہیے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: **لا تُکَفِّرُوہ بذنب** (۱) اور فاسق کے جنازہ کی نماز پڑھنے کا حکم اس حدیث میں ہے: **صلّوا علٰی کلّ بَرٍّ و فاجرٍ الحدیث** (۲) الحاصل یہ مسئلہ امام مذکور نے غلط بتلایا کہ بے نمازی مسلمان نہیں ہے، البتہ بے نمازی سخت عاصی اور گنہ گار ہے اور فاسق ہے مگر کافر نہیں ہے۔ حنفیہ کا یہی مذہب ہے اور حنفیہ نے احادیث **من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر** (۳) وغیرہ کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ شخص قریب کفر کے پہنچ گیا نہ یہ کہ بالکل کافر ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرضیتِ نماز کا منکر کافر ہے

سوال: (۴۲۷) زید نماز کا تارک اور منکر بھی ہے کہ یہ طریقہ معروف قرآن پاک میں مرقوم نہیں ہے، صلاۃ کے معنی مختلف ہیں، حدیث میں چونکہ غلطی کا احتمال ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں، لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ اٹھا بیٹھی فضول ہے، اس میں وقت ضائع مت کرو، شرعًا ایسے شخص کا کیا حکم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے؟ (۱۶۴۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: فرضیت نماز کی قرآن شریف اور حدیث مشہور اور اجماع امت سے ثابت ہے جو دلائل قطعیہ ہیں، اور دلیل قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص فرضیتِ نماز کا منکر ہو وہ کافر ہے، درمختار میں ہے: **و يَكْفُرُ جاحدُهَا لثبوتها بدليل قطعيّ وتاركها عمدًا مجانةً أي تكاسلاً**

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۶) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۱۹۹) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن أنس بن مالك رضى الله عنهُ قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر جهارًا (المعجم الأوسط للطّبراني: ۲/۲۹۹، باب الجيم، من اسمه جعفر، رقم الحديث: ۳۳۴۸، المطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت، ومرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: ۱/۱۳۲، كتاب الإيمان – الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۴)

فاسق(۱) اور ہیئت کذائیہ نماز کی اور تعداد رکعات کا ثبوت بھی قطعی طور پر متوارث ہے، اور حدیث قطعی کا انکار کرنا کفر ہے۔قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ﴾(۲) اور حدیث میں ہے:قال عليه الصّلاة والسّلام: لاألفِيَنَّ أحدَكم متّكئًا علىٰ أريكتهٖ يأتيه الأمر من أمرِي ممّا أمرتُ بهٖ أو نهيتُ عنه، فيقول: لاندري ما وجدنا في كتاب اللّٰه اتّبعناه(۳) فقط

سوال: (۴۲۸) اگر کوئی شخص از روئے تحقیر کہہ دے کہ نمازِ جمعہ شر و فساد کی نماز ہے تو کیا حکم ہے؟(۱۳۴۰/۷۸۰ھ)

الجواب: یہ کلمۂ کفر ہے اور وہ شخص کافر و مرتد ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۲۹) زید جو مدعیٔ اسلام ہے اس امر کا قائل ہے کہ نماز کا پڑھنے والا کافر ہے، علماء کی غلطی کے باعث یہ نماز ایجاد ہوئی ہے، ورنہ شریعت میں کہیں اس کا نام و نشان بھی نہیں ہے، اللہ کی یاد اور اس کی عبادت دل میں ہونی چاہیے، ایسے شخص کے لیے اور جو لوگ اس کے ہم خیال ہوں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟(۱۳۴۱/۲۵۶۷ھ)

الجواب: شخص مذکور اور اس کی اَتباع و ہم عقیدہ لوگوں کے کفر و ارتداد میں کچھ شبہ اور تأمل نہیں ہے، ان کے ساتھ معاملہ کفار و مرتدین کا سا ہونا چاہیے، اور اہلِ اسلام ان کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر دیں اور ان کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ اگر نماز ہی سے مسلمانی ہے تو میں کافر ہی سہی

سوال: (۴۳۰) زید سے کسی نے یہ کہا کہ تم مسلمان ہو، تم کو نماز پڑھنا چاہیے، تم کیسے مسلمان ہو جو نماز نہیں پڑھتے ہو؟! اس نے صاف یہ کہا کہ اگر نماز ہی سے مسلمانی ہے تو میں کافر ہی سہی، یا کوئی شخص یہ کہے کہ جاؤ جاؤ تم ہی بڑے نمازی ہو تم ہی جنت کو جانا ہم دوزخ ہی میں رہیں گے،

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲/۷، أوائل كتاب الصّلاة .

(۲) سورۂ نساء، آیت:۵۹، سورۂ نور، آیت:۵۴، سورۂ محمد، آیت:۳۳۔

(۳) عن عُبيد اللّٰه بن أبي رافع عن أبيه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: لا ألفِينّ أحدَكم، الحديث. (سنن أبي داوٗد، ص:٦٣٥، كتاب السّنّة، باب في لزوم السّنّة)

ایسے لوگ مسلمان ہیں یا کافر؟ (۱۶۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے وہ شخص کافر ہوگیا اس کو توبہ وتجدیدِ اسلام کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

یہ کہنا کہ جو مزہ سماع میں آتا ہے وہ نماز میں نہیں آتا: کیسا ہے؟

سوال: (۴۳۱) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پانچوں وقت کی نماز سے بہتر سماع ہے، جو مزہ سماع میں آتا ہے وہ نماز میں نہیں آتا، اس نماز سے بہتر وہ سماع ہے ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟
(۱۵۱۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ کلمات جو اس شخص کے ہیں کفر کے کلمات ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے محفوظ رکھے، ہر چند کہ اس قائل کو کافر نہ کہا جائے، بہ سبب گنجائش تاویل کے احتیاطاً، لیکن اس کے جاہل وبدعتی ہونے میں کچھ تامل نہیں ہے، وہ شخص مخالف شریعت کا ہے، اس کی صحبت سے احتراز لازم ہے اور بالکل متارکت اس سے لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ کر کون بہشت میں گیا: کیسا ہے؟

سوال: (۴۳۲) اگر زید یہ کہے کہ میں فقط تین وقت کی نماز پڑھتا ہوں یہ کافی ہے اور پانچ وقت کی نماز پڑھ کر کون بہشت میں گیا؟ زید پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۱۰۳/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ سخت گناہ کی بات ہے اور اس میں خوف کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے وضو نماز پڑھنے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۳۳) جو شخص بغیر وضو کے نماز پڑھے اس پر کیا حکم ہے؟ (۱۸۹۲/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس کے کفر میں اختلاف ہے اور صحیح عدمِ تکفیر ہے(۱) مگر وہ شخص فاسق وعاصی ہے

---

(۱) قلتُ : و بہٖ ظهر أنّ تعمُّدَ الصّلاةِ بلا طُهر غيرُ مكفّر كصلاتہٖ لغير القبلة أو مع ثوبٍ نجسٍ ، و هو ظاهر المذهب كما في الخانيّة ، و في سير الوهبانيّة :
وَ فِيْ كُفْرِ مَنْ صَلّٰى بِغَيْرِ طَهَارَةٍ ❁ مَعَ الْعَمْدِ خُلْفٌ فِي الرِّوَايَاتِ يُسْطَرُ
وفي الشّامي: قوله : (خُلفٌ) أي اختلاف بين أهل المذهب والمعتمد عدم التّكفير كما هو ظاهر المذهب . (الدّرّالمختار والشّامي:۱/ ۱۷۰-۱۷۱، أوائل كتاب الطّهارة)

توبہ کرے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کو نماز کی حالت میں قطرہ آجاتا ہے وہ اُسی حالت میں نماز پوری کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳۴) ایک شخص کو قطرہ کا مرض ہے، اکثر نماز کی حالت میں بھی قطرہ آجاتا ہے، اگر نماز کے وقت اس کو شبہ ہوتا ہے تو بعد نماز دیکھتا ہے، اگر قطرہ آیا تو نماز لوٹا لیتا ہے، اگر نہ آیا تو نہیں لوٹاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شبہ ہو جاتا ہے اور دو رکعت اچھی طرح پڑھنے کے بعد آخر میں قطرہ آجاتا ہے؛ اس کو پوری کر لیتا ہے، ایسی حالت میں بلا وضو ہونے کی وجہ سے اس پر گناہ اور کفر کا اعادہ تو نہیں ہوتا؟ (۱۲۱۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ گنہ گار نہیں ہوتا اور نہ اس پر کفر عائد ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کی توہین کرنے کا حکم

سوال: (۴۳۵) قومی پنچایت کے ایک شخص نے یہ کہا کہ آپ حضرات جس قدر خانگی معاملات کا اہتمام کرتے ہیں، اگر اس قدر نماز، روزہ یا دیگر امور شرعیہ میں توجہ فرمائیں تو کتنے گھر نمازی ہو جائیں، اس پر صدر پنچایت نے جواب دیا کہ تم پنچایت اور نماز وغیرہ کا مقابلہ کرتے ہو، کیا نماز ہی پڑھنے سے مسلمان ہوتا ہے، ہم اس پر شرط لگاتے ہیں کہ اگر کوئی مولوی صاحب اس کو ثابت کر دیں تو میں دس روپیہ دوں گا، نہیں تو آپ سے لوں گا، اب سوال یہ ہے کہ صدر مذکور کا یہ قول حق بہ جانب ہے یا نہیں؟ (۷۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: صدر پنچایت کا یہ قول لغو ہے اور غلط ہے، بلکہ اس میں خوفِ کفر ہے کہ اس نے نماز

(۱) اور فتاویٰ عالم گیری میں ہے: **ما كان في كونه كفرًا اختلاف، فإنّ قائلَه يؤمَر بتجديد النّكاح و بالتّوبة و بالرّجوع عن ذلك بطريق الاحتياط إلخ. (الفتاوىٰ الهنديّة: ۲/۲۸۳، كتاب السّير، قبيل الباب العاشر في البغاة)**

کی توہین کی، آنحضرت ﷺ نے نماز کو دین کا ستون فرمایا ہے(۱) گویا جس نے نماز کی پرواہ نہ کی اس نے دین کے ستون کو گرادیا، اور ترک صلاۃ پر حدیث میں کفر کا لفظ آیا ہے: **من ترك الصّلاة متعمّدًا فقد كفر** (۲) یعنی جس نے قصدًا نماز ترک کی وہ کافر ہوگیا، پس اگر چہ حنفیہ تارک صلاۃ کو کافر نہیں کہتے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں، لیکن فاسق ہونے میں اس کے کچھ شبہ نہیں ہے، اور توہین کرنے والا نماز کی یا ہلکا سمجھ کر چھوڑنے والا نماز کا بہ اتفاق کافر ہے، اور یہی تاویل حدیث مذکور کی ہے، پس صدر مذکور کا قول بالکل بے دینی کی دلیل ہے، اور گویا نماز اس کے نزدیک لائق اہتمام کے نہیں ہے۔ والعیاذ اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز کو لغو اور فضول کہنا کفر ہے

سوال: (۴۳۶) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو فرض نماز سے بار ہا روکا کہ نماز کوئی چیز نہیں لغو اور فضول ہے، جب تک میں رہوں ہرگز نماز نہ پڑھو، اس صورت میں زید کافر ہوگیا یا نہیں؟ شرح عقائد نسفی میں ہے: **استحلال المعصية ...... كفر...... والاستهانة بها كفر والاستهزاء على الشّريعة كفر إلخ** (۳) (۱۶۱۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بے شک استخفاف اور استہزاء ساتھ نماز کے کفر ہے اور بہ حکم و **ارتداد أحدهما**

---

(۱) أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنا أبو حامد أحمد بن محمّد...... ثنا زكريا......النّيسابوري، ثنا يحي بن يحي أنا وهب بن جرير ثنا شعبة عن قتادة عن عكرمة عن عمر رضي الله عنه قال: جاء رجل، فقال : يا رسول الله! أي شيء أحبّ عند الله في الإسلام ؟ قال : الصّلاة لوقتها ، ومن تركَ الصّلاة فلا دين له ، والصّلاة عماد الدّين .

قال أبو عبد الله : عكرمة لم يسمع من عمر، وأظنّه أراد عن ابن عمر (شعب الإيمان للبيهقي: ۳/۳۹، باب الحادي والعشرون من شعب الإيمان : وهو باب في الصلوات ، رقم الحديث :۲۸۰۷، المطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۲۶) میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۳) شرح العقائد النّسفيّة ، ص:۱۶۷، مبحث ردّ النّصوص كفر إلخ .

...... فسخ ...... عاجل إلخ (۱) (درّمختار) نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ فسخ ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم

یہ کہنا کہ پیر کے کام کے سامنے نماز کچھ چیز نہیں: موجبِ کفر ہے

سوال: (۴۳۷) زید ایک شخص کا مرید ہے اور زید کا یہ اعتقاد ہے اور یہ قول ہے کہ پیر کے کام کے سامنے نماز کچھ چیز نہیں ہے، زید کا یہ اعتقاد شرعًا کیسا ہے؟ اور زید کے واسطے شرعًا کیا حکم ہے؟ زید کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ (۵۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید کا یہ قول زندقہ اور کلمات کفریہ سے ہے، تمام وہ الفاظ جن سے دین اور اس کے کسی رکن کی توہین ہو یا بہ طور استخفاف کہے جائیں موجب للکفر ہیں معاذ اللہ منہ، بلکہ بعض فقہاء رحمہم اللہ نے تو ایسے بے باک اور بدلگام لوگوں پر کفر کا حکم ہی لگا دیا، زید کو ایسے ہتک آمیز اور جاہلانہ الفاظ اور ایسے مہلک اعتقاد سے فورًا توبہ کرنی چاہیے، جب تک تائب نہیں ہوگا اس کی گواہی معتبر نہیں ہوگی، اسی طرح کی پیر پرستی ہے جس کو شرک کہا جاسکتا ہے۔ وفي الخلاصة: يكفر بقوله أنا بريء من الثّواب والعقاب إلخ (۲) (بحر) وفي المسايرة: ...... كفَّر الحنفيّةُ بألفاظ كثيرةٍ وأفعالٍ تصدرُ من الْمُتَهَتِّكِيْنَ لدلالتها على الاستخفاف بالدّين إلخ (۳) (البحر الرّائق: ۵) وفي العالمغيريّة نقلاً عن المحيط: إذا ترك الرّجلُ الصَّلاةَ استخفافًا بالجماعة بأن لا يَستعظِمَ تفويتَ الجماعةِ إلخ أو مَجَانَةً أوْ فِسْقَالاَ تجوز شهادتُه (۴) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

کیا فقراء ترکِ صلاۃ کی وعید سے بری ہیں؟

سوال: (۴۳۸) فقراء جو نماز نہیں پڑھتے ان سے آخرت میں مواخذہ ہوگا یا درگذر اور معافی

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

(۲) البحر الرّائق: ۲۰۹/۵، كتاب السّير، باب أحكام المرتدّين .

(۳) البحر الرّائق: ۲۰۲/۵، كتاب السّير، أوّل باب أحكام المرتدّين .

(۴) الفتاویٰ الهنديّة: ۴۶۶/۳، كتاب الشّهادات، الباب الرّابع في من تقبل شهادته ومن لا تقبل، الفصل الثّاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه .

دی جائے گی؟ (۹۹۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ترک صلاۃ پر جو وعید شدید اور عذاب اور مواخذہ وارد ہے(۱) اس سے فقراء ذی ہوش و حواس بری نہیں ہو سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت آدم وحواء علیہما السلام کے نکاح کا انکار کرنا

سوال: (۴۳۹) ایک شخص حضرت آدم وحواء کے نکاح کا منکر ہے، اس انکار سے حضرت رسول کریم ﷺ اور تمام انبیاء کے نسب پر طعن ہوتا ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق جو شفاء میں ہے: **من سبّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم أو عابه أو ألحق به نقصًا في نفسه أو نسبه أو دينه أو خصلة من خصاله أو عرض به أو شبهه بشيء على طريق السّبّ له أو الإرزاء عليه أو التّصغير بشأنه أو الغضّ منه أو العيب له فهو سابّ له والحكم فيه حكم السّابّ يقتل (۲)** اور حلبی کی یہ عبارت: **من قذف أمّ النّبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم يقتل ولا توبة له** صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۷/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: أنّه ذكر الصّلاةَ يومًا فقال: مَن حافظ عَليهَا كانت لهُ نورًا و برهانًا و نجاةً يوم القيامة و من لم يُحافظ عليها لم تكن لهُ نورًا ولا برهانًا ولانجاةً وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون و هامان وأبيّ بن خلف رواه أحمد والدّارميّ والبيقهيّ في شعب الإيمان.

وعن عبد اللّه بن شقيق قال: كان أصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لا يرون شيئًا مِنَ الأعمال تركه كفر غير الصّلاة، رواه التّرمذيّ.

وعن أبي الدّرداء رضي الله عنه قال: أوصاني خليلي أن لا تشرك بالله شيئًا وإن قُطِّعتَ وحُرِّقْتَ ولا تترُكْ صلاةً مكتوبةً متعمِّدًا فمن تركهَا متعمِّدًا فقد برئتْ منه الذّمّةُ ولاتشرب الخمر فإنّها مفتاح كلّ شرّ، رواه ابنُ ماجة. (مشكاة المصابيح، ص:۵۸-۵۹، كتاب الصّلاة، قبيل باب المواقيت، الفصل الثّالث)

(۲) الشّفاء بتعريف حقوق المصطفٰى، ص:۲۲۸، القسم الرّابع، الباب الأوّل في بيان ما هو في حقّه عليه الصّلاة والسّلام إلخ، المطبوعة: المطبع العالي نول كشور، كانفور.

الجواب: یہ تو ظاہر ہے اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضرت حواء زوجہ ہیں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی جیسا کہ متعدد آیات میں ان کو زوجہ فرمایا: ﴿وَيٰٓـاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۱۹) ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱) ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۱۸۹) باقی یہ کہ ان میں بہ طریق ایجاب و قبول و تعیین مہر و حضور شاہدین عقد نکاح ہوا ہے، جیسا کہ معروف ہے، یا یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت حواء کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا فرما کر(۱) یہ فرمادیا کہ اے آدم! یہ تمہاری زوجہ ہے اور اسی

---

(۱) یہ بات بہت مشہور ہے مگر کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے:

﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (سورۂ نساء، آیت:۱) کی جو تفسیر کی جاتی ہے کہ حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، یہ تفسیر اسرائیلی روایات کی روشنی میں کی جاتی ہے، بائبل میں آج بھی یہ مضمون ہے البتہ صحیح روایت ایک ہے جو ابھی آرہی ہے، مگر اس میں عورت کی تخلیق کا بیان نہیں ہے، بلکہ نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے۔

اور روح المعانی میں سورۃ النساء کی پہلی آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں ایک بڑے تابعی کا قول ذکر کیا ہے: خُلِقَتْ حَوَّاءُ مِنْ بَقِيَّةِ طِيْنَةِ آدَمَ: یعنی آدم علیہ السلام کے لیے جو مٹی تیار کی گئی تھی اس کے باقی ماندہ سے حواء کو پیدا کیا، بلکہ سبھی انواع کی تخلیق اسی طرح ہوئی ہے، نوع کے پہلے دو فرد مٹی سے بنائے گئے ہیں، پھر ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ (تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری:۶/۵۳۶-۵۳۷، کتاب الأنبیاء، آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق)

تابعی کا قول جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے یہ ہے:

وقیل: إنّها خلقت من فضل طینته، ونسب للباقر آھ منه. (روح المعاني: ۲/۱۸۱، المطبوعة: دارالفکر بیروت)

تحفۃ القاری کی سابقہ عبارت میں جس صحیح روایت کا ذکر آیا ہے وہ مع ترجمہ و تشریح درج ذیل ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "استوصُوا بالنّساء خيرًا، فإنّ المرأةَ خُلقت من ضِلَعٍ، و إنّ أعوجَ شيء في الضِّلَعِ أعلاه، فإن ذهبتَ تُقيمه كسرتَه و إن تركتَه لم يزل أعوجَ، فاستوصُوا بالنّساء" (أنظر: ۵۱۸۴-۵۱۸۶)

(صحيح البخاري: ۱/۴۶۹، كتاب الأنبياء، بَابُ خلق آدم و ذرّيته) ==

سے نکاح ہوگیا اور وہ دونوں زوجین ہوگئے، اور یہی صورت ثانیہ اظہر ہے، اور ایسا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے آسمان پر ہوگیا یعنی حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ ہم نے زینب کا نکاح آپ سے کردیا۔ قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا الآیة﴾ (سورۂ اَعراف، آیت: ۳۷) جلالین میں ہے: ﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾ حاجةً ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾

== ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لیے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، پس اگر آپ پسلی کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو توڑ بیٹھیں گے اور اگر اس کو ٹیڑھا رہنے دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

تشریح: اس حدیث میں نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل ہے، پسلی کی مثال سے اس کو سمجھایا ہے، پسلی میں کجی فطری ہوتی ہے وہ کسی طرح ختم نہیں ہوسکتی، کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال صنف نساء کا ہے، اس کی فطرت میں کجی ہے، جو کبھی نکل نہیں سکتی، اس لیے اس بات کو پیش نظر رکھ کر بیوی سے معاملہ کرنا چاہیے، یعنی حسن سلوک کرنا چاہیے، بیوی کی کوتاہیوں سے درگذر کرنا چاہیے اس کی نامناسب باتوں کو نظر انداز کرنا چاہیے، جبھی نباہ ہوگا، اور اگر کوئی چاہے گا کہ بیوی کو سیدھا کردے تو یہ ناممکن ہے اس کو سیدھا نہیں کرسکے گا، بلکہ اس کو توڑ بیٹھے گا، اور بیوی کو توڑنا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، پس اس سے بہتر نرمی کا معاملہ کرنا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو دادی حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، مگر حاشیہ میں اس قول کو قیل سے ذکر کیا ہے، یعنی یہ ضعیف قول ہے، صحیح بات وہ ہے جو اوپر بیان کی، اور حاشیہ میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے: إِنَّهُنَّ خُلِقْنَ خَلْقًا فِيهِنَّ إِعْوِجَاجٌ: فَكَأَنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ أَصْلٍ مُعَوَّجٍ ، كَالضِّلَعِ مَثَلاً، فَلاَ يَتَهَيَّأُ انْتِفَاعٌ بِهِنَّ إِلاَّ بِالصَّبْرِ عَلٰى إِعْوِجَاجِهِنَّ: عورتوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ ان میں کجی ہے، پس گویا عورتیں ٹیڑھی اصل سے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً پسلی سے، پس ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں مگر ان کی کجی پر صبر کرنے کے ذریعہ، حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے اور جو عام بات چلی ہوئی ہے وہ ضعیف ہے، اسرائیلیات سے وہ بات در آئی ہے۔

(تحفۃ القاری: ۶/ ۵۴۵، کتاب الأنبیاء ، رقم الحدیث: ۳۳۳۱)

فدخل عليها النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بغير إذن إلخ(۱) وفي الجمل قوله: ﴿زَوَّجْنٰكَهَا إلخ﴾ أي ولم نحوّجك إلى ولى من الخلق يعقد لك عليها تشريفًا لك ولها قال أنس رضي الله عنه: كانت زينب تفتخر على أزواج النبيّ صلّى الله عليه وسلّم وتقول زوجكن به أهاليكنّ وزوّجنى الله من فوق سبع سماوات (الحديث)(۲) پس اگر غرض اس شخص کی یہی ہے کہ حضرت حواء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجہ بنادیا وہ ان کی زوجہ ہوگئیں اور کوئی نکاح بہ طریق مروج نہیں ہوا اور نہ اس کی ضرورت تھی تو ظاہر ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ لازم نہیں آتا، اور نسب آنحضرت ﷺ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر کچھ طعن ثابت نہیں ہوتا، اور اگر وہ شخص حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ نہیں سمجھتا اور ظاہر ہے کہ زوجہ منکوحہ ہی کو کہتے ہیں خواہ بہ طریق معروف نکاح ہو یا حق تعالیٰ نے ان کا نکاح کردیا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ شخص تمام آیات قرآنیہ کا منکر ہے جو حضرت حواء کی زوجہ حضرت آدم علیہ السلام ہونے کے بارے میں وارد ہیں پھر اس کے کفر میں کیا کلام ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص نبی کے بشر اور بندہ ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے

سوال: (۴۴۰) ایک عالم کا یہ اعلان ہے کہ سورۂ تغابن میں خداوندی حکم ہے: ﴿فَقَالُوْآ اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ (سورۂ تغابن، آیت:۶) یعنی جو محمد ﷺ کو بندہ کہے گا وہ کافر ہوگا اور حضرت کا فرمان ہے کہ میں بشر ہوں اس صورت میں عالم مذکور جو مطلب آیت کا بیان کرتا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۳۴۲ھ)

الجواب: سورۂ تغابن کی آیت کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہل مذکور نے سمجھا، بلکہ برعکس اس کے خیال کے ان لوگوں کو کافر کہا گیا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ بشر پیغمبر نہیں ہوسکتا چنانچہ ان کی تردید اللہ تعالیٰ نے دوسرے مواقع میں بھی بیان فرمائی ہے: ﴿قَالُوْآ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ (سورۂ ابراہیم،

(۱) تفسیر جلالین، ص:۳۵۵، سورة الأحزاب، تفسير الآية: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا﴾.

(۲) الفتوحات الإلٰهيّة المعروف بالجمل: ۵۲۸/۳، تحت قوله: ﴿زَوَّجْنٰكَهَا﴾، المطبوعة: المطبعة الكبرىٰ، ببولاق.

آیت:۱۰) یعنی کفار نے کہا کہ تم تو ہم جیسے بشر ہو تم پیغمبر کیسے ہو سکتے ہو، اس کے جواب میں رسول یہ فرماتے تھے۔ ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت:۱۱) یعنی یہ کہ بے شک ہم تم جیسے بشر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جس بندہ پر بھی چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور اس کو پیغمبر بنا دیتا ہے، اسی طرح آیت سورۂ تغابن کا مطلب بھی یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ کیا بشر یعنی انسان ہادی اور نبی ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر فرمایا، پس معلوم ہوا کہ جو شخص بندہ ہونے میں اور نبی ہونے میں منافات سمجھے وہ کافر ہے بلکہ بشر ہی نبی ہوتا ہے، فرشتہ نبی نہیں ہوتا۔

جو شخص حدیث کا انکار کرے یا چھپائے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۱)......(الف) جو شخص حدیث کا انکار کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟
(ب) جو شخص حدیث کی بات چھپائے اور اس کو شائع نہ کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) وہ فاسق ہو گیا۔
(ب) ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احادیث نبویہ کی توہین کرنا اور یہ کہنا کہ میں راما شاہ کی امت میں ہوں: کفر ہے

سوال: (۴۴۲)......(الف) احادیث نبویہ کی توہین کرنا اور گالیاں دینا۔

(ب) نمازیوں کو نماز پڑھنے کی بابت گالیاں دینا۔

(ج) خود کو کہنا کہ میں راما شاہ بنئے کی امت میں ہوں؟ (۸۵۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: احادیث نبویہ کی توہین کرنا اور یہ کہنا کہ میں راما شاہ کی امت میں ہوں کفر ہے، اور نمازیوں کو گالی دینا حرام اور فسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منکرِ رسالت کافر ہے

سوال: (۴۴۳) اگر کوئی شخص توحید کا قائل ہو مگر رسالت کا منکر ہو، صراحۃً وہ انکار کرے یا قرینہ سے معلوم ہوتا ہو، وہ شخص جنت میں جانے کے قابل ہے یا دوزخ میں؟

(۸۷۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: منکر رسالت قطعًا کافر ہے مؤمن نہیں ہے، ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اس کی تصدیق دل سے کرے۔ شرح عقائد میں ہے:

والإیمان.......... هو التّصدیق بماجاء به من عند الله تعالیٰ أي تصدیق النّبيّ بالقلب في جمیع ما علم بالضّرورة مجیئه به من عند الله تعالیٰ إلخ (۱) قال الله تعالیٰ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (سورۂ فتح، آیت:۲۹) **وقال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: الإسلام أن تشهد أن لآ إله إلاّ الله وأنّ محمّدًا رسول الله ، الحدیث ، متّفق علیه (۲) وقال علیه الصّلاة والسّلام : بني الإسلام علی خمسٍ شهادة أن لآ إله إلاّ الله و أنّ محمّدًا عبده ورسوله الحدیث رواه البخاري ومسلم (۳)** پس انکار رسالت صراحۃً ہو یا قرائن قویہ وعلامات دالہ علی التکذیب سے ثابت ہو کفر ہے، درحقیقت جو اللہ کے احکام کا منکر ہو اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لائے وہ اللہ کی توحید کا قائل نہیں ہے اور اللہ کو معبود برحق نہیں جانتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۴۴) ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مثل عقائد اسلام وحدہ لاشریک مانتا ہے، مگر رسالت اور ارکان اسلام پر ایمان اور عمل نہیں ہے۔ اس کو کافر ومشرک کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۴/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) شرح العقائدالنّسفیّة، ص:۱۱۸-۱۱۹، مبحث الإیمان، المطبوعة: یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند

(۲) عن عمر بن الخطّاب رضي الله عنه قال : بینما نحن عند رسول الله صلّی الله علیه وسلّم ذات یومٍ إذا طلع علینا رجل .... وقال یا محمّدًا ! أخبرني عن الإسلام ؟ قال: الإسلام الحدیث . (مشکاة المصابیح، ص:۱۱، کتاب الإیمان، الفصل الأوّل)

(۳) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم : بني الإسلام (صحیح البخاري: ۶/۱، کتاب الإیمان باب قول النّبيّ صلّی الله علیه وسلّم بُني الإسلام علی خمس، و مشکاة المصابیح، ص:۱۲، کتاب الإیمان، الفصل الأوّل)

الجواب: توحید کے ساتھ رسالت کا اقرار بھی جزو ایمان ہے بدون اقرار رسالت کے اسلام اور ایمان معتبر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مدعیٔ نبوت اور اس کے معاونین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴۵) جس شخص کا قول اپنی نسبت یہ ہو کہ جس کو امن وایمان اور صراط مستقیم درکار ہو؛ تو وہ سلطان الاولیاء خاتم الولایت علیہ الصلاۃ والسلام کے موجودہ خلیفہ احمد زماں نامی کے پاس آ کر صراط مستقیم کا راستہ دیکھیں، شخص مذکور اور اس کے معاونین کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ اور اس دعوی کے ضمن میں مہدیٔ موعود اور رسالت کے بھی دعوے ہیں؛ ایسے شخص مسلمان رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ شخص مریدوں سے احمد زماں رسول اللہ کہلاتا ہے۔ بینوا توجروا (۶۸۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: يكونُ في آخر الزّمانِ دجّالونَ كذّابونَ يأْتونَكم من الأحاديث بما لم تَسمَعُوا أنتم ولا آباؤُكم فإيّاكم وإيّاهم لايُضِلّونَكم ولايَفتِنُونَكم، رواه مسلم (۱) اور بعض روایات میں ہے کہ تیس دجال ہوں گے ہر ایک ان میں سے دعویٔ نبوت کرے گا الحدیث (۲) پس شخص مذکور جو کہ اپنے مریدوں سے اپنی نسبت رسول اللہ کہلاتا ہے، اور اس کلمہ سے ان کو منع نہیں کرتا اور ہدایت صراط مستقیم کو اپنی اتباع میں منحصر جانتا ہے اور کہتا ہے؛ بالیقین دجال کذاب ہے اور اہل باطل اور ضال ومضل ہے، مسلمانوں کو اس کی صحبت سے اور اس کی گمراہی سے احتراز لازم ہے، زیادہ لکھنے کی اس میں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ بطلان اس کا اور اس کے طریقہ کا اظہر من الشّمس ہے، جب کہ حق تعالیٰ کا ارشاد صریح ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

---

(۱) الصّحيح لمسلم: ۱/۱۰، المقدّمة، باب النّهي عن الرّواية عن الضّعفاء والاحتياط في تحمّلها .

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لا تقوم السّاعة حتّى يُبعث دجّالون كذّابون قريبًا من ثلاثين كلّهم يزعم أنّه رسول الله . (الصّحيح لمسلم: ۲/۳۹۷، كتاب الفتن، فصل في قوله صلّى الله عليه وسلّم أنّ بين يدي السّاعة كذّابين قريبًا من ثلاثين)

(سورۂ احزاب، آیت: ۴۰) اور جناب رسول اللہ ﷺ صاف فرماتے ہیں: لَا نبي بعدي (۱) کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو پھر مدعیٔ نبوت کے اہل باطل واہل ضلال ہونے میں کسی مسلمان کو کیا شبہ ہوسکتا ہے؟! اور اس کے کفر وارتداد میں کیا ریب وتردد ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سنت کا منکر کافر ہے یا مؤمن؟

سوال: (۴۴۶) سنت کا منکر کافر ہے یا مؤمن؟ (۱۸۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سنت پر عمل کرنا موجبِ ثواب ہے اور عمل نہ کرنا موجبِ ملامت ہے، اور اصرار ترک سنت پر معصیت ہے، کفر نہیں ہے، تارک ومنکر سنت کو کافر نہ کہا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص رسول ﷺ کا نام بھی نہ جانتا ہو اور سوائے عیدین کے نماز نہ پڑھتا ہو وہ مؤمن ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۴۷) ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہوا، لیکن رسول ﷺ کا نام تک نہیں جانتا تھا، اور نماز سوائے عیدین کے نہیں پڑھتا تھا، وہ مؤمن ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس کو مسلمان کہا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ جو لوگ محض رسول ہی پر ایمان لائے تھے جب رسول وفات پاگئے تو ان کے ایمان بھی مر گئے: کیسا ہے؟

سوال: (۴۴۸) زید کا قول ہے کہ جو لوگ محض رسول ہی پر ایمان لائے تھے جب رسول وفات پاگئے تو ان کے ایمان بھی مر گئے؛ آیا زید پر شرعًا تکفیر ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۳/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) عن فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قال: سمعتُ أبَا حازمٍ قال: قاعدتُ أبا هريرةَ رضي الله عنه خمسَ سنينَ فسمعتُهُ يُحدِّثُ عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: كانتْ بنو اسرائيلَ تَسُوْسُهُم الأنبياءُ كُلَّمَا هَلَكَ نبيٌّ خَلَفَهُ نبيٌّ، و إنَّهُ لا نبيَّ بَعْدِيْ وسيكون خُلفَاء. الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۴۹۱، كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل)

الجواب: اس کی تکفیر نہ کی جاوے، کیونکہ اس کا مطلب اپنی غلط فہمی سے غالباً ایسا ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا تھا اور ان لوگوں کو متنبہ فرمایا تھا کہ جو کہتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی، اس خطبہ میں یہ الفاظ منقول ہیں: **من كان يعبدُ محمّدًا فإنّ محمّدًا صلّى الله عليه وسلّم قد مات ، ومن كان يعبد الله فإنّ الله حيّ لا يموت إلخ** (۱) یعنی جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا سو واضح ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ ہیں وہ کبھی نہ مرے گا الخ، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو کچھ مطلب ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ زید کے قول کے خلاف ہے، اگرچہ زید غلطی سے ایسا سمجھا ہو، پس زید کا الفاظ مذکور کا کہنا غلط اور باطل ہے کیونکہ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ظاہر ہے کہ وہ توحید و رسالت و تمام امور شرعیہ پر ایمان لائے، لہٰذا وہ مؤمن کامل ہیں اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی وہ مؤمن رہے اور ایمان ان کا کامل رہا، پس الفاظ مذکورہ کہنا زید کو جائز نہیں ہے، اور یہ اس کی جہالت کی بات ہے لیکن بہ وجہ امکانِ تاویل اس کو کافر نہ کہیں گے مگر وہ گنہ گار سخت ہے توبہ کرے اور آئندہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتا ہے کہ جنگ کرنے کا کس نے حکم دیا تھا، اپنا دانت تڑوانے گئے تھے: وہ کافر ہے

سوال: (۴۴۹) ایک شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے نہیں گئے تھے، بلکہ اپنے آپ سر کٹانے گئے تھے، اور جناب سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے کہ جنگ کرنے کو کس نے حکم دیا تھا، محض اپنا دانت تڑوانے گئے تھے جو شخص ایسا کہتا ہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۲۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے الفاظ کہنا کفر ہے وہ شخص توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) صحيح البخاري: ۱/ ۵۱۷، كتاب المناقب، باب.

کیا وہ شخص مرتد ہے جس کو ایک سواسّی سے کم مسائل یاد ہیں؟

سوال: (۴۵۰) ایک صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ جس شخص کو صدوسی (۱۸۰) مسائل یاد نہ ہوں وہ شخص امام محمد صاحبؒ کے نزدیک مرتد ہے، کوئی عبادت اس کی قبول نہیں، نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے، اور اس کی زوجہ پر طلاق ہے، اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے، اور یہ بھی وہ صاحب اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ ایسا شخص شیخینؒ کے نزدیک فاسق ہے۔ (۱۱۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ قول صحیح نہیں ہے اور اس کی نسبت ائمہ کی طرف غلط محض ہے، علمِ مسائل فقہیہ فرض کفایہ ہے کہ اگر بعض افراد کو ان کا علم ہو جاوے دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، پس وہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بھنگی کے گھر کھانا کھانے اور پانی پینے سے کوئی مسلم کافر نہیں ہوتا

سوال: (۴۵۱) ایک مسلمان ایک چوہڑی کو لے کر چلا گیا، اور ایک مہینہ تک چوہڑوں میں رہ کر کھایا پیا، اب واپس آ کر کہتا ہے کہ مجھ کو اسلام میں داخل کرلو؛ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ (۹۵/۷-۱۳۴۱ھ)

الجواب: کوئی مسلمان محض بھنگی کے گھر کا کھانا کھانے اور پانی پینے سے کافر نہیں ہوتا، لیکن اگر اس نے درحقیقت مذہبِ اسلام کو ترک کر دیا تھا اور بھنگیوں کا مذہب اختیار کر لیا تھا تو اس کو تجدیدِ اسلام کرنی چاہیے، بعد توبہ اور تجدیدِ اسلام کے اس کو پھر مسلمان سمجھنا چاہیے، اور معاملہ اہلِ اسلام کا اس کے ساتھ کرنا چاہیے، اور برادری میں شامل کر لینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سور کی چربی کھانے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید مرد مسلمان انگریز کے یہاں خان ساماں میں نوکر تھا، وہاں پر عیسائی کے ساتھ عیسائی ہو گیا، اور اپنے اہل برادری کے لعن طعن سے فرنگی محل میں جا کر توبہ کر کے مسلمان ہوا، تین ماہ تک مسلمان رہا، پھر یہ خبر اس کی

بابت ملازمان سے معلوم ہوئی کہ سور کی چربی کا ٹکڑا ایک عیسائی خدمت گار نے زید کو دیا کہ اس کو چاول میں پکاؤ، چنانچہ اس نے اس کو چاول میں پکایا اور خدمت گار عیسائی اور زید دونوں نے کھایا، پس ایسی حالت میں حکم شرع شریف کا کیا ہے؟ اور کس طرح پر اب وہ مسلمان ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا
(۳۲۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جب کہ زید نے عیسائی ہونے کے بعد پھر اسلام کو قبول کیا اور مسلمان ہوگیا تو اب عیسائی خدمت گار کے ساتھ سور کا گوشت اور چربی کھانے سے وہ کافر اور عیسائی نہیں ہوا، اس کو مسلمان ہی سمجھنا چاہیے مگر اس سے یہ سخت گناہ ہوا اور وہ فاسق ہوگیا توبہ کرے، اور آئندہ کبھی گوشت اور چربی سور کی نہ کھاوے کہ سور کا گوشت اور چربی سب حرام قطعی ہیں، اور سور نجس العین ہے مسلمان کو اس کی کسی شئ کو کھانا اور استعمال ہر طرح حرام ہے، اگر کسی مسلمان سے یہ گناہ ہوگیا تو اس کو چاہیے کہ فوراً توبہ اور استغفار کرے، اور آئندہ کو کبھی ایسا نہ کرے اور دوسرے آدمی اس کو مسلمان ہی سمجھیں کافر نہ سمجھیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

جادو کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۳) جادو کا کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟ اور اس کا کرنا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ جادو کے ذریعہ سے کسی کو مسخر کرنا یا پٹی باندھنا یا اپنے اوپر جادو کرنا کیسا ہے؟ (۴۱۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جادو کرنے والا علی الاطلاق کافر نہیں ہے، اگر کوئی امر موجب کفر اس سحر میں ہوگا کافر کہا جاوے گا ورنہ فاسق، سحر جس قسم کا بھی ہو اس کی حرمت میں کلام نہیں، جادو کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور بعض اوقات کافر بھی ہو جاتا ہے، پس احتراز اس سے لازم ہے۔ اور کسی عمل کے ذریعہ سے جن یا آدمی کو تابع کرنا اگر کسی غرض مذموم کے لیے ہے برا ہے اور حرام ہے، اور اگر کسی غرض صحیح کے لیے ہے اور وہ عمل خلاف شرع بھی نہیں ہے تو درست ہے، مگر احتراز اس سے بھی ہر حال اولیٰ ہے بہ سبب اندیشہ فساد کے، اور جادو جیسا دوسرے شخص پر کرنا حرام ہے اپنے اوپر بھی کرنا حرام ہے، اور پٹی وغیرہ کا باندھنا بہ ذریعہ سحر کے یہ بھی حرام ہے، الغرض استعمال سحر ہر طرح حرام ہے کیوں کہ سحر میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہے کہ بعض ان میں سے موجب کفر ہے، اور

بعض ان میں سے ناجائز اور حرام ہے، جادو کی حقیقت جو کچھ بھی ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے، اور بحث اس میں نہ کرنا چاہیے، اور مسلمانوں کو اس سے ہر طرح بچنا چاہیے اور پرہیز کرنا چاہیے۔ فقط

خروجِ ریح کو اذان اور قراءت کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے

سوال: (۴۵۴) فجر کے وقت مؤذن نے اذان پڑھی، امام صاحب اٹھ کر بیت الخلاء میں جانے لگے، ان کی دبر سے آواز نکلی، امام صاحب نے کہا: یہ بھی اذان دیتی ہے، پھر غسل خانہ میں آواز دبر سے نکلی، کہا کہ کیا اچھی قراءت ہے، مذاقاً یہ الفاظ کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۵۱۹ھ)

الجواب: یہ کلمات کفر کے ہیں ایسے کلمات مذاقاً کہنے سے بھی ایمان جاتا رہتا ہے، اگر وہ توبہ کرے اور تجدیدِ ایمان کرے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں کسی کی تعظیم کرنے کو کفر کہنا جہالت ہے

سوال: (۴۵۵) مسجد میں کسی کی تعظیم کرنے سے کافر تو نہیں ہوتا، اگر نہیں ہوتا تو جو مسجد میں تعظیم کرنے کو کفر کہے اس کو کافر کہا جاوے یا نہ؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۳۵۵ھ)

الجواب: مسجد میں کسی بزرگ کی تعظیم کرنا ممنوع نہیں ہے، بلکہ شامی میں اس بحث میں کہ امام بعد نماز کے مخیّر ہے اس بات میں کہ داہنی طرف کو منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف کو یا قبلہ کی طرف کو پشت کر کے مقتدیوں کی طرف منہ کرے یہ تحریر فرمایا ہے: بل حرمة المسلم الواحد أرجح من حرمة القبلة انتھیٰ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جب ہر ایک مؤمن کی حرمت عند اللہ ایسی بڑی ہے تو مؤمن کامل الایمان بزرگ کی تعظیم میں کیا حرج ہو سکتا ہے اور کفر کہنا اس کو سراسر جہالت ہے دین سے اور احکام دین سے، کافر کہنے والے پر خوف کفر ہے، بہ سبب اس حدیث صحیح متفق علیہ کے: أيّما رجل قال لأخيه : يا كافر ! فقد باء بها أحدهما (۲) لیکن محققین نے اس کی تاویلیں

(۱) ردّالمحتار علی الدّرّ: ۲/۲۲۱، کتاب الصّلاۃ، قبيل فصل في القراءة .

(۲) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال : ==

فرمائی ہیں (۱) پس کافر کہنے والے کو بھی کافر نہ کہا جاوے، مگر وہ عاصی وفاسق ہے توبہ کرے اور معذرت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== إذا قال الرّجل لأخيه : يا كافر ! فقد باء بهٖ أحدهما .

وعن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما أنّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم قال: أيّما رجل قال لأخيه : كافر، فقد باء بها أحدهما . (صحيح البخاري: ۲/۹۰۱، كتاب الأدب، من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)

(۱) قال النّوويّ : هذا الحديث ممّا عدّه بعض العلماء من المشكلات من حيث أنّ ظاهره غير مراد ، و ذلك أنّ مذهب أهل الحقّ" أنّه لا يَكفُر المسلم بالمعاصي كالقتل والزّنا و كذا قوله لأخيه كافر من غير اعتقاد بطلان دين الإسلام"، و إذا عُرِفَ ما ذكرناه فقيل في تأويل الحديث أوجه :

أحدها: أنّه محمول على المستحلّ لذلك و هذا يُكَفَّرُ . فعلى هذا معنى (باء بها) أي بكلمة الكفر وكذا حار عليه و هو معنى رجعت عليه أي رجع عليه الكفر فباء و حار و رجع بمعنى واحد .

والوجه الثّاني: معناه رجعت عليه نَقيصَته لأخيه و معصية تكفيره .

والثّالث: أنّه محمول على الخوارج المكفّرين للمؤمنين ، و هذا الوجه نقله القاضي عياض عن الإمام مالك بن أنس و هو ضعيف لأنّ المذهب الصّحيح المختار الّذي قاله الأكثرون والمحقّقون : أنّ الخوارج لا يُكَفَّرُوْنَ كسائر أهل البدع .

والوجه الرّابع: معناه أنّ ذلك يوؤل به إلى الكفر ، و ذلك أنّ المعاصي كما قالوا بَرِيدُ الكفرِ، ويخاف على المُكْثِرِ منها أن يكون عاقبة شومها المصير إلى الكفر، و يؤيّد هذا الوجه ما جاء في روايةٍ لأبي عَوانةَ الإسفرايينيّ في كتابهٖ"المُخَرَّج على صحيح مسلم"فإن كان كما قال و إلاّ فقد باء بالكفر، و في رواية إذا قال لأخيه: يا كافر وجب الكفر على أحدهما.

والوجه الخامس: معناه فقد رجع عليه تكفيره ، فليس الرّاجع عليه حقيقة الكفر بل التّكفير لكونهٖ جَعَلَ أخاه المؤمن كافرًا ، فكأنّه كفّر نفسَه ، إمّا لأنّه كفّر من هو مثله و إمّا لأنّه كفّر من لا يُكَفِّرُهُ إلاّ كافر يعتقد بطلان دين الإسلام واللّٰه أعلم . (شرح الصّحيح لمسلم للنّووي : ۱/۵۷، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر، ومرقاة المفاتيح: ۹/۵۵-۵۶، كتاب الآداب، باب حفظ اللّسان والغيبة والشّتم ، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۴۸۱۵)

ہنود کے ساتھ ہولی کھیلنا موجب کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۶) اگر اہل اسلام ہنود کے ساتھ رنگ ہولی کے دن کھیلیں اور ان کے ساتھ گلی کوچوں میں پھریں، اور ذبح حیوانات کو ان کی خوشی کی وجہ سے مؤخر کریں، اور متمول لوگ ان لوگوں کو رنگ کھیلنے پر مجبور کریں جو رنگ سے اجتناب کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ خرافات میں مشغول رہیں، تو ان سے مجالست اور مناکحت کرنا کیسا ہے؟ تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کریں اور ان کا یہ فعل منجر بہ کفر ہے یا نہ؟ او رنکاح ان کا باقی ہے یا نہ؟ (۱۳۹۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ افعال مسلمانوں کے سخت معصیت اور گناہ کبیرہ ہیں، ایسے افعال میں خوف کفر ہے توبہ کریں، اور جو لوگ توبہ نہ کریں ان کے ساتھ مجالست ومناکحت نہ کریں، اور ان سے متارکت کردیں باقی کافر نہ کہا جائے اس میں احتیاط مناسب ہے، اور تجدیدِ نکاح بعد توبہ کے کرنا احوط ہے۔ هٰكذا في عامّة كتب الفقه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا کفر وشرک نہیں

سوال: (۴۵۷) جو شخص اذان سن کر مسجد سے چلا جاوے وہ مشرک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو مشرک کہنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۵۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ شخص مشرک نہیں ہے، مشرک کہنا اس کو سخت معصیت اور گناہ ہے وہ فاسق ہوجاتا ہے، البتہ اذان سن کر مسجد سے نکلنا اگر واپس آنے کا ارادہ نہ ہو یا کوئی دوسرا عذر نہ ہو برا ہے اور مکروہ ہے مگر کفر اور شرک نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال في الشّامي: وما فيه خلافٌ يُؤمرُ بالاستغفارِ والتّوبة و تجديدِ النّكاح اهـ وظاهره أنّه أمرٌ احتياطٌ ——— وقال بعد أسطر: ——— وأمّا أمره بتجديدِ النّكاح فهو لا شكّ فيه احتياطًا. (الشّامي: ۶/ ۲۷۸-۲۷۹، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، آخر مطلب: الإسلام يكون بالفعل كالصّلاة بجماعةٍ)

حرام کو حلال اور حلال کو حرام جاننا کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۵۸) اگر کوئی شخص حلال کو حرام کہتا ہو تو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ (۲۲۹۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شامی میں اس میں یہ تفصیل لکھی ہے: والأصل أنّ من اعتقدَ الحرام حلالاً ، فإن كان حرامًا لغيره ؛ كمالِ الغير لا يَكْفُرُ وإن كان لعينه ؛ فإن كان دليلُه قطعيًا كَفَرَ وإلاّ فلا ، وقيل: التّفصيل في العالم ، أمّا الجاهل فلا يُفرِّق بين الحرام لعينهٖ ولغيرهٖ و إنّما الفرق في حقّه أن ما كان قطعيًّا كَفَرَ به ، و إلاّ فلا ، فَيَكْفُرُ إذا قال: الخمر ليس بحرام إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۵۹) جو شخص حرام شرعی کو حلال اور حلال شرعی کو حرام جانتا ہو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۶۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے، اسی طرح حلال قطعی شرعی کو حرام جاننا کفر ہے۔ فقط

تلاوت کرنے والوں کی آواز کو خاکروبوں کے شور وغل کے ساتھ تشبیہ دینا کیسا ہے؟

سوال: (۴۶۰) اگر چند آدمی مل کر تلاوت قرآن شریف کی کریں مگر معنی اور تفسیر سے ناواقف

---

(۱) ترجمہ: اور ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص حرام کو حلال جانتا ہے اگر وہ حرام لغیرہٖ ہے جیسے غیر کا مال تو وہ کافر نہیں ہوتا، اور اگر وہ حرام لعینہٖ ہے اور اس کی دلیل قطعی ہے تو کافر ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں (یعنی وہ حرام لعینہٖ ہے، مگر اس کی دلیل قطعی نہیں ہے، تو وہ کافر نہیں ہوتا)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ تفصیل عالم کے بارے میں ہے، رہا جاہل تو وہ حرام لعینہٖ اور لغیرہٖ میں فرق نہیں کرتا، اور اس کے حق میں فرق یہ ہے کہ جس کی حرمت قطعی ہے اس کو حلال جاننے سے کافر ہو جاتا ہے، اور جس کی حرمت قطعی نہیں ہے اس کو حلال جاننے سے کافر نہیں ہوتا، پس جاہل کافر ہو جاتا ہے، جب یہ کہے کہ خمر حرام نہیں ہے۔ (ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ۲۷۱/۶، كتاب الجهاد ، باب المرتدّ ، مطلب في منكر الإجماع)

ہوں، آیا ان کو تلاوت قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص ان تلاوت کرنے والوں کو خاکروبوں کا شوروغل کرنا کہتا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟(۱۳۴۱/۲۷۱ھ)

الجواب: بہ طریق مذکورہ تلاوتِ قرآن شریف کرنے میں ثواب حاصل ہے، پس حصولِ ثوابِ تلاوت فہم معانی پر منحصر نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: **من قرأ حرفًا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول: الٓمّ حرف ولكن ألف حرف، ولام حرف وميم حرف، رواه الترّمذي** (۱) اور شخص مذکور جو قرآن شریف کی تلاوت کرنے والوں کے بارے میں ایسا سخت لفظ کہتا ہے اشد درجہ کا فاسق ہے کہ خوف کفر ہے۔ **والعياذ بالله تعالیٰ**. فقط واللہ اعلم

دوسری مسجد بنانے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا

سوال: (۴۶۱) محلّہ کی مسجد خام اور تنگ تھی، نمازیوں کو اس میں تکلیف ہوتی تھی، محلّہ والوں سے یہ کہا کہ تم مسجد کے گرد کچھ زمین مسجد کے لیے چھوڑ دو، تا کہ مسجد وسیع ہو جاوے، مگر محلّہ والوں نے زمین مسجد کے لیے نہیں دی، اسی بناء پر حاجی عبدالحکیم میاں جی نے دوسری مسجد جدید بنالی، ایک مفتی نے یہ فتوی دیا کہ یہ مسجد ضرار ہے اور حاجی عبدالحکیم پر کفر کا فتوی دیا، اوران کی بیوی کو نکاح سے خارج کیا، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟(۱۳۳۳-۳۲/۱۹۰۰ھ)

الجواب: بے شک فتوی اس مفتی کا جس نے مسجد جدید بناء کردہ حاجی عبدالحکیم میاں جی کو مسجد ضرار کہا، اور اس پر کفر کا حکم کر کے اس کی زوجہ کو اس کے نکاح سے خارج کیا بالکل غلط اور باطل ہے، صورت مذکورہ میں نہ وہ مسجد بہ حکم مسجد ضرار ہے، اور نہ میاں جی مذکور پر کفر کا فتوی ہے، بلکہ کافر کہنے والے کے کفر کا خوف ہے، تقریر ان بعض علماء کی بہ حوالہ کتب مذکورہ جنھوں نے میاں جی مذکور کو کفر سے بچایا اور اس کی بناء کردہ مسجد کو مسجد ضرار کے حکم سے علیحدہ کیا صحیح ہے، اور مفتی اوّل لائق تعزیر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) جامع الترّمذي: ۱۱۹/۲، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء في من قرأ حرفًا من القرآن ما له من الأجر.

عیسائیوں کے ساتھ کھانے پینے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا

سوال: (۴۶۲) ایک شخص نے عیسائیوں کے ساتھ کھایا پیا تو وہ شخص اسلام سے خارج ہوا یا کسی قسم کا تاوان اور کفارہ اس پر آئے گا؟ (۱۲۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نہ اس وجہ سے فاسق ہوا کچھ کفارہ اور تاوان اس پر نہیں ہے، مگر آئندہ ایسی حرکت سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند کفریہ اور گمراہ کن اقوال وافعال

سوال: (۴۶۳) ایک مسلمان فقیر ایک زمین دار کی جگہ میں رہتا ہے، اور سر پر انگریزی بال، بیچ میں سے ڈاڑھی منڈی ہوئی، اور لنگوٹ باندھے ہوئے سلفا (چرس) اور شراب علانیہ پیتا ہے، اور مثل ہندوؤں کے اپنے آگے آگ جلا کر بیٹھتا ہے، اور اس قسم کے فقرہ زبان سے بکتا ہے کہ مرشد سر کے اوپر خدا پیروں کے نیچے نعوذ باللہ، ایمان کو چھوڑ دو قول پر آجاؤ، سارا قرآن شریف پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں صرف اللہ الصمد کافی ہے، اور نماز کی بھی کچھ ضرورت نہیں اور مسجد کو خونی گھر بتلاتا ہے الخ، اور محض بسم اللہ اللہ اکبر کہنے سے جانور حلال نہیں ہوتا، وغیرہ وغیرہ قسم کی باتوں سے جاہل مسلمانوں کو ورغلاتا ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جگہ اور مکان میں رکھنا، اور اس کی امداد کرنا کھانے پینے میں درست ہے یا اس کو نکال دینا چاہیے؟ (۲۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اقوال اور اعمال اس شخص کے بعض کفر کے ہیں اور بعض فسق کے مثلاً خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا اور ایمان کے ترک کا حکم کرنا یہ کفر کی باتیں ہیں، ایسے کلمات سے وہ شخص کافر ہوگیا، اسی طرح دیگر کلمات اس کے شریعت اسلام کے مخالف ہیں، پس وہ شخص گمراہ اور بددین ہے، اس کی صحبت سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے۔ قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۶۸) اس کے ساتھ اختلاط رکھنا اور اس کے ساتھ کھانا کھانا اور اپنی جگہ میں رکھنا اور کسی قسم کی اس کی امداد کرنا سب حرام اور ناجائز ہے، ایسے شخص کو فوراً نکال دینا ضروری ہے، اور نفرت وعداوت کرنا اس سے فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند کفریہ عقائد واعمال

سوال: (۴۶۴) ایک مسلمان کے عقائد حسب ذیل ہیں :

تناسخ کا قائل ہونا، دوزخ جنت کا منکر ہونا، اس زندگی کے بعد بھی اسی طرح دواما ترقی کرتے رہنا، قرآن شریف کو مثل دیگر تصانیف کے سمجھنا اور لیٹ کر پڑھنا، یاجوج ماجوج وغیرہ واقعات کا منکر ہونا، اور یہ کہنا کہ میں نے فلاں کتاب فلسفہ کو قرآن پر ترجیح دے دی ہے، اور جو وقت قرآن شریف کے پڑھنے میں صرف کرتا وہ بھی اسی میں کرتا ہوں، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۸۰۵ھ)

الجواب: ان عقائد وافعال میں بعض کفر والحاد اور بعض غیر ثابت وحرام ہیں اور بعض سوئے ادبی میں داخل ہیں، پس جس شخص کے یہ تمام عقائد ہوں وہ مؤمن ومسلم نہیں ہے، کھلا کافر وملحد و زندیق ہے، ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو اس سے متارکت کرنا لازم ہے اور اگر حکومت اسلام کی ہو تو ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند نہایت قبیح کفریہ کلمات

سوال: (۴۶۵) ایک مجمع میں نماز جمعہ کا کچھ تذکرہ ہوا، ایک امام نے غصہ ہو کر کہا: دو رکعت دبر میں دوگے یا چار؟ اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۲۶۳۳ھ)

الجواب: یہ کلمہ جو اس نے کہا کفر کا کلمہ ہے اور اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور تجدیدِ اسلام اور تجدید نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۶۶) ایک شخص کو کسی بات پر کہا جائے کہ قرآن شریف اٹھاؤ اگر وہ کہہ دے کہ میرا آلہ تناسل اٹھائے گا تو اس پر کیا حکم ہوگا؟ (۱۳۴۲/۲۹۳۷ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے کیونکہ توہینِ کلام اللہ اس سے ظاہر ہے اور وہ کفر ہے، لہٰذا تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح اس کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۶۷) زید نے بکر کو کسی دنیوی معاملات میں فیصلہ کے لیے کہا: قرآن قسم کے طور پر اٹھا تو میں فیصلہ منظور کرلوں گا، لیکن بکر نے باہمی تنازعات میں کہا کہ میرا تو ذکر بھی نہیں اٹھاتا، بکر

دوسری جگہ پر ایسے بے ادبانہ الفاظ سے توبہ کرتا ہے، اب بکر پر کیا تعزیر شرعی عائد ہوتی ہے؟

(۱۳۴۳/۱۴۱۰ھ)

الجواب: بکران الفاظ سے مرتد اور کافر ہوگیا، اگر اس نے توبہ اور تجدیدِ ایمان کرلیا ہے تو پھر وہ مسلمان ہوگیا، اب بعد اسلام لانے کے اس پر کچھ حد اور تعزیر نہیں ہے، اور نکاح اس کا فسخ ہوگیا تھا اس کو پھر نکاح کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند شرکیہ اشعار

سوال: (۴۶۸) جو شخص رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں ایسے الفاظ کہے جن سے شرک وبدعت کی بو آتی ہو، وہ شخص کیسا ہے؟ مثلاً یہ شعر پڑھے:

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا ❁ بندہ وحدت میں جا کر خدا ہوگیا

خداوند تعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا ❁ لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ رکھا

ع: پھر خدا جیسا ایک دوسرا ہوگیا۔ نستغفر اللہ. (۱۳۴۰/۱۶ھ)

الجواب: ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے اور ایسے اشعار پڑھنا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصنوعی طور پر کلمات کفر کہنے سے بھی مسلمان کافر ہوجاتا ہے

سوال: (۴۶۹) ہندہ وزید کا نکاح بہ زمانہ نابالغی بہ ولایت پدران نابالغان ہوا، اس وقت ہندہ وزید بالغ ہیں، من جانب زید وقتاً فوقتاً وداع کے واسطے کہا گیا، پدر ہندہ نے وداع کرنے سے انکار کیا، زید نے نکاح ثانی کرلیا جس سے ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا، پدر ہندہ نے مصنوعی طور پر اپنی لڑکی کو عیسائی کرادیا تاکہ نکاح ٹوٹ جائے، اگر کوئی شخص مصنوعی طور پر اپنے مذہب کو تبدیل کرکے مرتد ہوجائے تو کیا اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۰۷۶ھ)

الجواب: مصنوعی طور پر بھی کلمات کفر کہلانے اور کہنے سے حکم ارتداد کا ہوجاتا ہے، کیونکہ علماء وفقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ ہزلاً کلماتِ کفر کہنا بھی موجب کفر ہے۔ وفي الفتح: من هزلَ

بلفظ كفرٍ ارتدّ و إن لم يعتقده للاستخفاف فهو ككُفر العنادِ إلخ (۱) (درّمختار) پس جب کہ ہندہ بہ وجہ کہنے کلمات کفر کے کافرہ ہوگئی تو نکاح اس کا فسخ ہوگیا۔ كما في الدّرّالمختار: و ارتداد أحدهما......فسخ......عاجل (۲) اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اگر عورت فرقت حاصل کرنے کے لیے مرتدہ ہوجائے تو وہ اسلام پر اور تجدید نکاح پر مجبور کی جاتی ہے یہ قاضی شرعی کے متعلق ہے جو اس زمانہ میں متصور نہیں ہے۔ و تجبر على الإسلام وعلىٰ تجديد النّكاح زجرًا لها بمهر يسير إلخ (درّمختار) قوله: (وعلىٰ تجديد النّكاح) فلكلّ قاض أن يجدّده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا إلخ (۳) (شامي) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

دین اسلام کو گالی دینا کفر ہے

سوال: (۴۷۰) قاضی صاحب غصہ کی حالت میں ایک کافر حاکم کو فحش گالیاں دے رہے تھے، ایک شخص نے خلاف اسلام خیال کر کے خصوصیت سے منع کیا، قاضی نے کہا کہ تم کو منع کرنے کا کوئی حق نہیں، زید نے کہا کہ اور تو کوئی حق نہیں مگر اسلامی حق حاصل ہے، قاضی نے کہا کہ اسلام بڑ گیا اس میں (مرد کے مقام پاخانہ کا نام لے کر) اور دیگر علماء کو بھی فحش گالیاں دیں، ایسے کلمات کہنا اور توبہ نہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا نہیں؟ اور اس قاضی کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قاضی نے جو کلمات کہے ہیں وہ کفر کے کلمات ہیں اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے اپنی پناہ میں رکھے، اس کو توبہ کرنی چاہیے بدون توبہ وتجدید ایمان کے اس کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ فقط

جو شخص حالتِ حیض اور دبر میں آنے کو حلال سمجھتا ہے وہ کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۷۱) جس شئ کی حرمت کلام اللہ شریف سے ثابت ہے مثلاً وطی کرنا حالت حیض

---

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲۶۹/۶-۲۷۰، كتاب الجهاد، باب المرتدّ.

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع

(۳) الدّرّالمختار والشّامي: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع.

میں اور آنا دبر میں اگر کوئی شخص اس کو حلال سمجھے تو اس پر کفر کا فتوی دینا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۹۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صحیح یہ ہے کہ کفر کا فتویٰ نہ دیا جاوے۔ کما في الدّرّالمختار: وقیل: لا یکْفُر في المسألتین وهو الصّحیح، خلاصة، وعلیه المعوّل لأنّه حرام لغیرہٖ إلخ (۱) قال في البحر عن الخلاصة: من اعتقد الحرامَ حلالاً أو علی القلب یَکفُر إذا کان حرامًا لعینہٖ، وثبتت حرمته بدلیل قطعي، أمّا إذا کان حرامًا لغیرہٖ بدلیل قطعيّ أو حرامًا لعینہٖ بأخبار الآحاد لایکْفُر إذا اعتقدہ حلالاً (۱) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص ہندوؤں کے تہوار مناتا ہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

سوال: (۴۷۲) زید اپنے کو مسلمان کہتا ہے، جملہ اعمال سیئہ کا مرتکب ہے، نماز کبھی نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، صاحب نصاب ہے زکاۃ ادا نہیں کرتا، حج کی استطاعت رکھتا ہے اب تک حج کو نہیں گیا اور نہ ادائے حج کا ارادہ رکھتا ہے، سود خوار ہے، علاوہ ازیں ہندوؤں کے اکثر تہوار کرتا ہے، ان کے رسوم کی پابندی کے ساتھ تہوار مناتا ہے ہندوؤں کے مندر کی مرمت و پوجا پاٹ میں باوجود روک تھام اور تشدد کے چندہ دیتا ہے، مندر کے مصارف کے لیے کچھ زمین بطور جاگیر کے دے چکا ہے، اور اس پوجا پاٹ سے اور دیوتاؤں سے خوش عقیدگی رکھتا ہے، ان کی پوجا پاٹ و اس قسم کے مصارف کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہے، اس کے ترک سے خائف ہے، موجبِ مصائب و باعثِ زوالِ نعمت و جاہ تصور کرتا ہے، ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟ اور اس سے مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا کیسا ہے؟ (۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: فاسق ہونے میں اس شخص کے کچھ شبہ نہیں ہے، مگر تکفیر میں احتیاط کی جائے، ضعفِ ایمان کی وجہ سے اور خوف کی وجہ سے وہ امورِ خلافِ اسلام کرتا ہے، خدا تعالیٰ اس کو ہدایت دیوے اور توبہ نصیب فرمائے، شامی باب المرتد میں ہے: وفي جامع الفصولین رَوی الطّحاويُّ عن

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱/۴۲۸، کتاب الطّهارة، باب الحیض، قبل مطلب في حکم وطء المستحاضة ومَن بذَکَرِہٖ نجاسةٌ.

أصحابنا لا يُخْرِج الرَّجلَ من الإيمان إلّا جحودُ ما أدخلهُ فيه ، ثمّ ما تيقَّن أنّه ردَّة يُحكم بها، و ما يَشُكُّ أنّهُ ردَّة لا يحكم بها، إذ الإسلامُ الثّابت لا يزول بالشّكّ مع أنّ الإسلامَ يَعلو، و ينبغي للعالم إذا رُفع إليه هذا أن لا يُبادِر بتكفير أهل الإسلام إلخ ...... و في الفتاوى الصّغرى : الكفر شيءٌ عظيم فلا أجعل المؤمنَ كافرًا متى وجدتُ رواية أنّه لا يكفُرُ اهـ ، و في الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسألة وجوهٌ توجب التّكفيرَ و وجهٌ واحدٌ يمنعه، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الّذي يمنع التّكفير إلخ (۱) (شامی: ۳/ ۲۸۵، باب المرتدّ) الغرض فقہاء رحمہم اللہ نے کسی مسلمان کو کافر کہنے میں بہت احتیاط کی ہے، اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اور وہ بھی ضعیف عدم کفر کی ہو تو عدم کفر کی طرف مائل ہونا چاہیے۔ فقط

جس شخص کے عقائد درست اور اعمال خراب ہوں وہ فاسق ہے

سوال: (۴۷۳)...... (الف) زید حنفی المذہب اور چاروں اماموں کا برحق ماننے والا، اور جو کچھ احکامات کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ ذریعہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ واقوال مجتہدین اس تک پہنچے ان پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے، اور جو عقیدہ کہ سلف صالحین کا تھا وہی عقیدہ اپنا ظاہر کرتا ہے، اور ہر امر میں مذہب حنفی کا پیرو ہے، اگر چہ چند فعل اس کے جو عقائد سے تعلق نہیں رکھتے خلاف شرع ہیں؛ جیسے داڑھی منڈوانا، چوڑی دار پاجامہ پہننا، مگر وہ خود معترف ہے کہ یہ فعل میرے خلاف شرع ہیں، اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق دے کہ ان منہیات سے باز آؤں، کیا افعال مذکورہ سے اس کے عقائد میں کچھ فرق آسکتا ہے؟

(ب) اور کیا عمر کو یہ مجاز ہے کہ زید کی شان میں یہ سمجھے کہ اس کے عقائد کا ٹھکانہ نہیں، اور اس کے کہنے سے اس کی یہ مراد ہو کہ زید دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اگر کہے تو عمر کے لیے شرعًا کیا حکم ہے اور کیا سزا ہے؟

(ج) جس شخص کے عقائد کا ٹھکانہ نہ ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ (۳۴۴/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) ردّالمحتار على الدّرّ: ۶/ ۲۷۱، كتاب الجهاد ، باب المرتدّ ، مطلب : ما يُشَكُّ أنّه ردّة لايحكم بها .

الجواب: (الف-ج) اگر عقائد صحیح موافق اہل سنت و جماعت کے ہوں اور اعمال خراب ہوں تو وہ شخص فاسق ہے کافر و مبتدع نہیں ہے، اور یہ فاسق اس سے بہتر ہے کہ جس کے عقائد میں خلل اور نقصان ہو، اور محض اعمال کی خرابی اور فسق و فجور کو دیکھ کر یہ حکم کرنا نہ چاہیے کہ اس کے عقائد بھی خراب ہیں یہ امر احتیاط کے خلاف ہے، لیکن اگر اس قائل کے نزدیک اس فاسق کے عقائد کی خرابی واضح اور ثابت ہو تو وہ ایسا کہہ سکتا ہے، **الظّاہر عنوان الباطن** قول صحیح ہے، پس جو شخص ظاہرًا محرمات کا مرتکب ہے اس کے عقائد پر ہی کیا اعتماد ہے، اور یہی مطلب ہے اس قول کا کہ اس کے عقائد کا ٹھکانا نہیں، لہٰذا محل اعتراض بھی نہیں ہے، اگرچہ احتیاط کے خلاف ہے، اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عقائد کا ٹھکانا نہ ہونا مستلزم کفر نہیں، بلکہ اگر عقائد خلاف اہل سنت و جماعت ہوں تو اس کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے عقائد کا ٹھکانہ نہیں یعنی ٹھیک نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹی قسم کھانے والا ایمان سے خارج نہیں

سوال: (۴۷۴) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد سے کیا، اور مجلس عام میں اعلان نکاح طرفین ہو کر خرما و شیرینی تقسیم ہوئی، مگر منکوحہ رخصت نہیں کی، جب خالد نے رخصت کرانے کا خیال ظاہر کیا، تو زید نے انکار کیا اور کہا کہ نکاح نہیں ہوا حالانکہ نکاح ہو چکا تھا، پھر نوبت بہ عدالت آئی، اس وقت زید نے حاکم کے سامنے حلف اٹھایا کہ میری لڑکی کا نکاح خالد سے نہیں ہوا، شرعًا ایسا شخص کیسا ہے؟ اور شہادت زور اور حلف باطل اٹھانے والا خارج از ایمان ہے یا نہیں؟ (۵۹۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جھوٹی قسم کھانے والا فاسق ہے اور اس پر سخت وعید حدیث شریف میں وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے(۱) یعنی اگرچہ اس کو کافر نہ کہا جائے گا لیکن وہ شخص ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہوا جو شرک کے معادل ہے، پس اس شخص کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ اس سے

(۱) عن خُرَيم بن فاتك رضى الله عنه قال : صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم صلوةَ الصّبح، فلمّا انصرفَ قامَ قائمًا فقال: عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بالإشراكِ باللّٰهِ ثلاثَ مرّات ، ثمّ قرأ: ﴿ فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (سنن أبي داوٗد: ۵۰۶-۵۰۷، كتاب القضاء – باب في شهادة الزُّور)

متارکت کردی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جن مسلمانوں نے عدالت میں یہ بیان دیا کہ ہم قانونِ محمدی کے پابند نہیں، بلکہ رواجِ دنیوی کے پابند ہیں: ان کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۷۵) مسلمانوں کا ایک گروہ عدالت سرکاری میں بیان دیتا ہے کہ ہم قانون شرع محمدی کے پابند نہیں ہیں، بلکہ رواج دنیوی کے پابند ہیں، ایسے گروہ کی بابت کیا حکم ہے؟

(۳۷۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسا قول اور بیان اہل اسلام سے بہت مستبعد اور نہایت قبیح ہے، اور یہ کلام کفر تک پہنچاتا ہے، قائل اس کلام کا فاسق وعاصی ہے کہ اس کے ایمان کے زوال کا اندیشہ ہے، صرف بہ وجہ احتیاط وگنجائش تکفیر قائل کا فتوی نہیں دیا جاتا، ورنہ درحقیقت یہ کلمہ کفر کا ہے۔ أعاذنا اللّٰه تعالیٰ منه .

شرعی حکم کے مقابلے میں خاندانی رواج پیش کرنا

سوال: (۴۷۶) زید اور خالد دو حقیقی بھائی تھے زید فوت ہو چکا ہے، زید کے داماد نے خالد پر اپنی زوجہ کی طرف سے مقدمات وراثت کے متعلق دائر کیے ہیں، مقدمات کی پیروی میں خالد جو جواب دعوی دیتا ہے اس میں اولاً دلائل شرعیہ اور پھر قانون کے حوالے دیتا ہے، ایک دفعہ صاحب جج کے دریافت پر یہ کلمہ اس کے مُنہ سے نکل جاتا ہے کہ ہمارے خاندان وراثت کے معاملہ میں رواج کا پابند چلا آیا ہے، یہ کلمہ کہنے سے اس پر کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: لڑکیوں کا حق شرعی نہ دینا اور بہ مقابلہ اس کے رواج خاندانی سے حجت پکڑنا بے شک نہایت خوفناک امر ہے، کیونکہ شرعی حکم کے مقابلہ میں رواج خاندانی کو پیش کرنا، اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم حکم شرعی کو نہیں مانتے، رواج خاندانی کے موافق عمل کریں گے، تو لامحالہ شخص مذکور ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۴۵) کا مصداق ہوگا، لہٰذا اس سے توبہ کرے اور حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برسر وچشم رکھے، اور تعدی عن حدود اللہ نہ کرے۔

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شریعت کے مقابلہ میں رسم برادری کو مقدم سمجھنا کفر ہے

سوال: (۴۷۷) ایک مجلس میں چند آدمی ایک امر متنازع کے فیصلہ کے لیے جمع ہوئے، ان میں سے ایک فریق نے شریعت حقہ کی توہین کی، اور اعلانیہ کہا کہ ہم پنچایت کے فیصلہ کے مقابلہ میں شریعت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اور ہم کو ایسی مسلمانی کی ضرورت نہیں ہے جس میں پابندی ہو، ہم رسم برادری کو شریعت کے مقابلہ میں مقدم سمجھتے ہیں، آیا اس اعتقاد کے رکھنے والے اور ایسے الفاظ کے کہنے والے مسلمان رہے یا نہ؟ تجدیدِ نکاح وتجدیدِ اسلام ہونی چاہیے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۸۲ھ)

الجواب: الفاظ مذکورہ کہنے والے اشخاص کافر ہوگئے ان کو تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح وتوبہ و استغفار کرنا لازم ہے، اور جب تک توبہ وتجدیدِ اسلام وغیرہ نہ کریں ان کے ساتھ ملنا جلنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۷۸) دو شخصوں میں باہم تنازع تھا، ایک نے ان میں سے کہا کہ فیصلہ بہ حسب شرع محمدی کر لینا چاہیے، دوسرے نے اس کے جواب میں کہا کہ مجھے فیصلہ شریعت محمدی کا منظور نہیں ہے، اپنا رواج منظور کیا جائے گا؛ پس منکرِ فیصلۂ شریعت کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۲۱۹۲ھ)

الجواب: شریعت محمدیہ صلوات اللہ علی صاحبہا کے فیصلہ سے انکار کرنا کفر ہے، اس شخص کو توبہ وتجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلا ارادہ کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۷۹) ایک شخص کی زبان سے بے ساختہ بلا ارادہ اپنی زوجہ کی نسبت یہ لفظ نکل گیا کہ یہ تو میرا خدا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ آیا یہ شخص مرتکب کفر ہوا یا نہیں؟ اور نکاح قائم رہا یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۲۸ھ)

الجواب: شامی میں ہے کہ اگر خطاءً بلا ارادہ کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے تو کافر نہیں ہوتا۔

ومن تکلّم بها مخطئًا أو مکرهًا لا یکفر عند الکلّ إلخ (۱) لہٰذا اس صورت میں حکم کفر کا اس شخص پر نہ کیا جائے، اور نہ اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگی، لیکن احتیاطاً تجدیدِ نکاح کر لے اور توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلموں کے تہواروں پر ہندوؤں کو پانی وشربت پلانا کیسا ہے؟

سوال: (۴۸۰) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں جب کہ ہندو مسلم اتحاد کا چرچا جابجا ہو رہا تھا تو یہاں پر بھی جلسے ہوئے اور ہڑتال بھی ہوئی، اس کے بعد طرفین نے جنازہ میں شرکت کی اور اس اتفاق کا عملی ثبوت اہل ہنود کی جانب سے یہ ہوا کہ عید الفطر میں بعد نماز عید چند معزز اشخاص ہنود مقام نماز پر پہنچے، اور وہاں تمام نمازیوں پر گلاب پاشی کی اور جملہ نمازیوں کو اپنے خیمہ جو کہ عیدگاہ سے باہر نصب تھا جہاں شربت اور پانی وغیرہ کا کافی انتظام تھا آنے کی دعوت دی، چنانچہ کل مسلمان بعد خطبہ خیمہ ہنود میں پہنچے، ہنود صاحبان نے وہاں پر اتفاق کا پورا ثبوت دیا، اس کے عوض کی ضرورت مسلمانوں کو بھی محسوس ہوئی، چنانچہ ان کے تیوہار یعنی اچھاؤ پر مسلمانانِ قصبہ کی طرف سے خیمہ نصب کیا گیا، اور وہاں پر بھی پانی وشربت وغیرہا سے مسلمانوں کی جانب سے کافی تواضع کی گئی، اس کے بعد رام لیلا کے موقع پر جب کہ ان کی بارات نکلی تو مسلمانوں کی جانب سے رام چند پر بہ خیال اظہارِ اتفاق پھول برسائے گئے، ان افعال سے جو مسلمان ان امورات میں شریک تھے وہ کافر ہوئے یا گنہ گار ہوئے؟ ان کے نکاح وغیرہ میں کسی قسم کی خرابی واقع ہوئی یا نہیں؟ (۳۹۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: گنہ گار ہوئے، اور ان افعال میں خوف کفر ہے اور ایسے امور سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ **وما علینا إلّا البلاغ** اور تجدیدِ ایمان ونکاح ایسے لوگوں کو مناسب ہے۔ فقط واللہ اعلم

---

(۱) ردّالمحتار علی الدّرّالمختار: ۲۷۲/۶، کتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: ما یُشكّ أنّه رِدّة لا یحکم بها.

ہنود کی خوشنودی کے لیے رام لیلا اور میلوں میں شرکت کرنا موجبِ کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸۱) غلام مصطفیٰ تقریب میلۂ ہنود ورام لیلا بہ غرض خوشنودی ہنود واظہارِ موافقت متواتر شریک ہوا، اور لوگوں کو شریک ہونے کی ترغیب دی، اسی طرح زید وعمر جشن صلح میں شریک ہوئے، تو غلام مصطفیٰ اور زید وعمر کافر ہوئے یا نہیں؟ (۶۷۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: غلام مصطفیٰ اور زید وعمر کو شرعًا کافر نہ کہا جائے گا کہ تکفیر مؤمن میں احتیاط کا حکم ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں، اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان ہی کہنا چاہیے، اور تکفیر نہ کرنی چاہیے، اور جو لوگ زید وعمر کو کافر کہتے ہیں ان کی تکفیر کا خوف ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: **إذا قال الرّجل لأخيه: يا كافر! فقد باء به أحدهما الحديث(۱) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ دیکھنے والا کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸۲) جو شخص محرم میں تعزیہ وغیرہ دیکھے وہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس کو کافر کہے وہ کیسا ہے؟ کافر کہنے والے کی یہ دلیل ہے: **من زار قبرًا بغير ميّت فهو كافر وامرأته بائن.** (۱۰۳۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کافر نہیں ہوتا، بلکہ فاسق ہے اور اجتناب ایسے لہو ولعب سے ضروری ہے، اور یہ روایت صحیح نہیں ہے اور کافر کہنے والا گنہ گار ہے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ آیات واحادیث اور فقہ پر پیشاب کرتا ہوں

سوال: (۴۸۳) زید ایک ایسے مضمون کے متعلق کہ جس میں صرف قرآن پاک کی آیات و

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۴۵۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث نبویہ اور فقہ کے مسائل ہوں، باوجود علم کے تحقیراً واستخفافاً یہ کہہ دے کہ میں اس پر پیشاب کرتا ہوں شرعاً اس پر کیا حکم ہے؟ (۱۵۸۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: تحقیر واستخفاف آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی مصدرہا الصلوۃ والتحیات اور تحقیر مسائل فقہیہ دینیہ یہ جملہ امور کفر وارتداد ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

مجھے اسلام کی ضرورت نہیں میں رام رام کروں گا: کہنا موجب کفر ہے

سوال: (۴۸۴) ایک شخص نے کہا: اے میرے پچھلے سال والے خدا، دوسرے شخص نے اس کو کہا کہ یہ کلمہ کفر کا ہے، اس سے دو خدا ثابت ہوتے ہیں اور آدمی کافر ہو جاتا ہے، تو اس نے کہا کہ مجھے اسلام کی ضرورت نہیں ہے میں رام رام کروں گا، کیا ایسا شخص مسلمان رہ سکتا ہے اور اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ (۱۵۹۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پہلے کلمہ سے تو کفر نہیں ہوا تھا، کیونکہ اس کا مطلب یہ لینا چاہیے کہ اے میرے ہمیشہ کے خدا کما ورد فھو الآن کما کان، مگر دوسرے شخص نے جو اپنی جہالت اور غلطی سے اس سے یہ کہہ دیا کہ یہ کلمہ کفر کا ہے اور اس پر اس نے کہا کہ مجھے اسلام کی ضرورت نہیں ہے الخ یہ کلمہ کفر کا ہے، پس وہ شخص توبہ کرے اور تجدید اسلام وتجدید نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُستاد کی شان میں گستاخی کرنا موجبِ کفر نہیں

سوال: (۴۸۵) ایک استاذ کی جانب سے شاگرد کی ضرب وشتم ہوئی، تو شاگرد سے بھی استاذ کے حق میں کلمات بد صادر ہوئے، آیا شاگرد دائرۂ اسلام میں داخل ہے یا نہیں؟ صوبۂ سرحد کے علماء شاگرد کے اسلام کے قائل ہیں اور جو قدیم خیال والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شاگرد مذکور مرتد اور ذبیحہ اس کا حرام اور نماز اس کے پیچھے ناجائز ہے، اور اس کی تعبیر عاق کے ساتھ بھی کرتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حکم کرنا شاگرد کے ارتداد اور کفر کا غلط ہے، اور ذبیحہ اس کا حلال ہے، اور امامت اس کی درست ہے یعنی نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس نے استاذ کو بلا وجہ شرعی کے ایذا

دی اور ستایا اور قصور معاف نہ کرایا تو وہ فاسق ہے، نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے، ردالمحتار جلد خامس مسائل شتّٰی میں ہے کہ قال الزّندویسي: حقّ العالم علی الجاهل و حقّ الأستاذ علی التّلمیذ واحد علی السّواء إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضعفِ دماغ کی وجہ سے کلماتِ کفر زبان سے نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۸۶) زید عرصہ ایک سال سے بیمار تھا دماغ خراب ہوگیا تھا، اس درمیان میں اس سے بہ وجہ ضعف دماغ اکثر باتیں متعلق عقائد مذہب کے خلاف نکل گئیں، کلمات کفر کے بھی نکلے، جب خیال درست ہوا تو اپنے کیے پر بہت نادم ہوا، اور توبہ واستغفار کیا، ایسی حالت میں توبہ کرنے سے وہ مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے بچے اس گناہ سے مبرا ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۸۰ھ)

الجواب: ایسی حالت عدم سلامتیٔ عقل وحواس میں جو کلمہ کفر وغیرہ کا اس کے زبان سے نکلا اس پر مواخذہ نہیں ہے، پس بعد درستیٔ عقل وہوش کے جب کہ وہ اس پر نادم ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے تو وہ پکا مسلمان ہے اور اس کی اولاد پر بھی کچھ مواخذہ اور جرم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص دین اسلام کو برا کہے اور گالیاں دے وہ اسلام سے خارج ہے

سوال: (۴۸۷) اگر کوئی شخص اہل اسلام اور مذہب اسلام کی توہین کرے اور برے الفاظ بولے اور گالی گفتار دیوے ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۶۸۹ھ)

الجواب: اس میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے کہ جو شخص دین اسلام کو برا کہے اور گالیاں دے وہ اسلام سے خارج ہے، اس کو لازم ہے کہ توبہ کرے اور تجدید اسلام کرے اور تجدیدِ نکاح کرے ورنہ اس سے اہل اسلام کو متارکت اور علیحدگی فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۸۸) نصیر آباد میں مسلمانان نے ایک عام مذہبی تحریک کی کہ ہر قوم وگروہ میں شراب نوشی وقمار بازی ونیز ڈاڑھی منڈانے کا انسداد عمل میں لایا جائے، نماز پنج وقتہ وجمعہ پابندی سے ادا کرے، اموات کی تجہیز وتکفین میں ضرور شریک ہو، جو اس کے خلاف کرے گا وہ برادری سے

(۱) ردّالمحتار علی الدّرّ: ۴۰۵/۱۰، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتّٰی.

خارج ہوگا، باوجود اس کے عمر نے ڈاڑھی منڈائی، قوم نے اس کو بلا کر دریافت کیا تو عمر نے قوم کو فحش کلامی سے جواب دیا اور اسلام و مذہب کی شان میں بیہودہ و فحش بکا، اس لیے قوم نے اس کو خارج از برادری کر دیا، لہٰذا شرعًا ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۱۰۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: دین اسلام کے بارے میں بیہودہ گوئی اور فحش کلامی صریح کفر ہے، پس ایسا شخص جو اسلام کو برا کہے اور توہین دین اسلام کرے وہ کافر ہے، اس کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے، اور تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے اور تجدیدِ اسلام نہ کرے اس وقت تک اس کو مسلمان نہ سمجھا جائے اور داخل برادریٔ اسلام نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جورنڈیاں کلمہ گو ہیں ان کو کافر نہ کہنا چاہیے

سوال: (۴۸۹) گروہِ طوائف اگر مسلمان ہیں تو کیا ثبوت ہے؟ (۷۰۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جو رنڈیاں کلمہ گو ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتی ہیں وہ مسلمان ہیں ان کو کافر نہ کہنا چاہیے فاسق وفاجر و گنہ گار ہیں، لیکن مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے اور توبہ نصیب فرماوے۔

کیا جس شخص کو پانچوں کلمے یاد نہ ہوں وہ اسلام سے خارج ہے؟

سوال: (۴۹۰) ایک مولود خواں کہتا ہے کہ جس مسلمان کو پانچوں کلمہ یاد نہ ہوں وہ اسلام سے خارج ہے، آیا جس مسلمان کو ایک دو کلمہ معلوم اور یاد ہوں وہ اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟

(۸۴۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: صرف کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے اور اعتقاد رکھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے، یہ غلط ہے کہ جس کو پانچوں کلمہ بعینہٖ یاد نہ ہوں وہ اسلام سے خارج ہے والعیاذ باللہ۔ فقط

شیخین یا اصحاب ثلاثہ کو سب وشتم کرنا کفر ہے

سوال: (۴۹۱) آج کل شیعہ مذہب ترقی پر ہے، اور جہال کو کہتے ہیں کہ شہدائے کربلا پر رونے والے اور تعزیہ و تابوت بنانے والے سردارِ جنت ہیں، اور چونکہ اس مجلس میں اکثر ذکر اصحاب

ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بری طرح کیا جاتا ہے تو شیعہ مذہب کے لیے حکم شرعی صادر فرمایا جائے تا کہ عوام ان سے پرہیز کریں، اور ایسی مجالس میں جا کر اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔ بینوا توجروا (۱۶۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا اور تعزیہ داری کرنا اور ماتم کرنا یہ جملہ امور محدثات سے ہیں اور بدعت منکر ہیں اور مردود و باطل ہیں۔ قال علیه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ الحديث (۱) اور اصحاب ثلاثہ کو برا کہنا اور شیخین کو یا اصحاب ثلاثہ کو سب وشتم کرنا کفر ہے والعیاذ باللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خلفائے ثلاثہ (ابوبکر، عمر وعثمان) اور حضرت عائشہ کو برا بھلا کہنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۲)...... (الف) خلفائے راشدین اور اہل بیت مطہرہ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان مبارک میں جو شخص الفاظ نا ملائم یا دشنام یا برا کہتا ہو اور تہمت لگاتا ہو وہ دائرہ اسلام میں ہے یا نہیں؟

(ب) ایسے شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

(ج) اور تعلق دوستانہ وہمدردی رکھنا اور کھانا کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ (۴۹۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف-ج) خلفائے راشدین کی سب وشتم کو بھی بہت سے علماء وفقہاء نے کفر کہا ہے (۲) اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھنے والوں اور افک کے قائلین

---

(۱) عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ، متّفق عليه. (مشكاة المصابيح، ص:۲۷، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الأوّل)

وصحيح البخاري: ۱/۳۷۱، كتاب الصّلح، باب: إذا اصطلحوا على صلحٍ جورفهو مردود

والصّحيح لمسلم: ۲/۷۷، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و ردّمحدثات الأمور

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد: ۱۶/۴۰۶ تا ۴۰۹، كتاب الحظر والإباحة سوال نمبر: (۸۰۴)۔ ۱۲

کو بہ اتفاق کافر کہا ہے کیونکہ اس میں نص قطعی کا انکار ہے(۱) پس اس شخص کا ذبیحہ درست نہیں ہے، اور اس سے تعلق محبت رکھنا اور اس کے ساتھ مواکلت ومشاربت حرام ہے، اور کوئی تعلق اسلامی اس کے ساتھ رکھنا درست نہیں ہے، اور جو شخص اس سے میل جول رکھے وہ عاصی وفاسق ہے توبہ کرے۔

سوال: (۴۹۳) جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہے اور گالی دے وہ فاسق ہے یا کافر؟ بینوا توجروا (۲۳۳۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کرنا فسق ہے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا معتقد ہونا اور ان پر تہمت لگانا کفر ہے کیونکہ براءت ان کی نص قطعی سے ثابت ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جہاد سے فرار کفر ہے یا فسق؟

سوال: (۴۹۴) جس وقت تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے، اس وقت اگر کوئی مسلمان باوجود قدرت کے جہاد میں شریک نہ ہو، یا شریک ہو کر ڈر کر بھاگ جاوے تو وہ مسلمان ہے یا کافر؟ (۶۶۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ مسلمان فاسق ہے کافر نہیں ہے، کیونکہ بھاگنا جہاد سے گناہ کبیرہ ہے، اس لیے بھاگنے والا فاسق ہوا جیسا کہ کبائر کی تفصیل میں حدیث شریف میں وارد ہے: والفرار من الزّحف(۳) فقط

---

(۱) نعم لاشكّ في تكفير من قذف السّيّدةَ عائشةَ رضى اللّٰه تعالٰى عنها، أو أنكر صحبةَ الصّديق، أو اعتقد الألوهيّةَ في عليّ أو أنّ جبريل غلط في الوحي أو نحوُ ذلك من الكفر الصّريح المخالف للقرآن. (الشّامي:۶/ ۲۸۸، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهمّ في حكم سبّ الشّيخين)

(۲) ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ، لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَخَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِىءٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (سورۂ نور، آیت:۱۱)

(۳) عن معاذ رضي اللّٰه عنه قال: أوصاني رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم بعشر كلمات، قال: لا تشرك باللّٰه شيئًا وإن قُتلتَ وحرقت......وإيّاك والفرار من الزّحف وإن هلك النّاس، الحديث، رواه أحمد. (مشكاة المصابيح، ص:۱۸، باب الكبائر وعلامات النّفاق، الفصل الثّالث)

مسلمان کا قتل کفر ہے یا فسق؟

سوال: (۴۹۵) مسلمان کے اوپر مسلمان کا قتل کے لیے ہاتھ اٹھانا کفر ہے یا فسق؟

(۱۳۴۰/۶۶۸ھ)

الجواب: قتل مؤمن فسق ہے اور اس کا استحلال کفر ہے۔ کما قال المفسرّون: في قولہٖ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۹۳) (۱) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

فتویٰ شرعی کی اہانت و انکار کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۹۶) فتویٰ علماء کا منکر اور اس کی اہانت کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۶۴۴ھ)

الجواب: فتوی شرعی اور احکام شرعی کا مذاق اڑانا اس سے کفر لازم آتا ہے اس سے احتراز اور توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۹۷) زید نے عمر کو فعل ناجائز سے روکا کہ جو کام تم کرتے ہو شرعًا ناجائز ہے، عمر نے جواب دیا کہ ایسے شرع کے فتوی پر میں پیشاب کرتا ہوں شرعًا عمر پر کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۹/۱۱۰۳ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۹۸) اگر امام یا لڑکی والے یا اہل محلّہ و اہل اسلام علماء کے فتوی پر عمل نہ کریں یا اس کا استہزاء کریں یا اس کو حقیر جانیں تو ان پر کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۱۹۶۷ھ)

الجواب: وہ لوگ فاسق ہیں، اور انکار و استہزاء فتویٰ علمائے حقانی سے اور انکار حکم شرعی قطعی سے کفر ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہنود کا رفیق بن کر مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا

سوال: (۴۹۹) ایک مسلمان صوم و صلاۃ کا پابند نہیں، دنیاوی طمع سے ہنود کا رفیق بن کر

---

(۱) وهذا مُؤوّل بمن يستحلّه إلخ . (تفسير الجلالين، ص:۸۴، تفسير سورة النّساء)

مسلمانوں کو قسم قسم کی تکالیف اور نقصانات پہنچاتا ہے، ایسا شخص اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟
(۳۶/۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے، اور عنداللہ سخت عاصی اور ماخوذ ہے اور وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر مذہبی کاموں میں اعتماد کیا جاوے بلکہ اس سے اسی طرح اجتناب رکھنا چاہیے جیسے غیر مذہب والوں سے اگرچہ کافر کہنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ ہم کو مسلمانوں کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں: کیسا ہے؟

سوال: (۵۰۰) زید مسلمان نے مجمع عام میں لوگوں کو ایک ایسے فعل کی ترغیب دیتے ہوئے، جس کے ارتکاب کی ممانعت علمائے کرام نے متفقہ طور پر فرمائی یہ کہا کہ ہم کو مسلمانوں کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں، اور میں نے پہلے چوٹی ڈاڑھی رکھ لی تھی، لیکن جب مولویوں نے ڈاڑھی بڑھانے کے لیے کہا تو میں نے ڈاڑھی منڈادی، کیا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟ (۱۰۷۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق و عاصی ہے، تکفیر میں احتیاط کی جاوے، اگرچہ یہ کلمہ جو اس کی زبان سے نکلا ہے کہ ہم کو مسلمانوں کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے کلمۂ کفر ہے، لیکن بہ وجہ امکان تاویل تکفیر سے احتیاط کی جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کلمۂ طیبہ کے ساتھ خلفائے راشدین کے نام کو ملا کر پڑھنا

سوال: (۵۰۱) اگر کوئی شخص کلمۂ طیبہ کے ساتھ صحابۂ کرام کے نام کو ملا کر پڑھے بہ ایں طور لَآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی محمد رسول اللہ تو وہ کافر ہوگا یا گنہ گار اگر کافر نہیں تو جو لوگ اس کو کافر کہتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۰۵۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے اگر کسی کے کلام وغیرہ میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اگرچہ وہ ضعیف ہو تو مفتی کو اس قائل کے اسلام کی طرف مائل ہونا چاہیے، اور باوجود امکان تاویل تکفیر مسلم کی طرف مبادرت نہ کرنی چاہیے، اور فتوی کفر کا

نہ دینا چاہیے(۱) بناءً علیہ شخص مذکور کو کافر نہ کہا جائے گا، لیکن ایسے کلام موہم سے جس میں خوف کفر ہو آئندہ کو احتیاط کرنی چاہیے، اور تاویل اس کلام میں یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ صرف محمد کی خبر ہو، یعنی پورا کلمہ اس طرح ہو لآ إلٰہ إلاّ اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ، اور اس کے درمیان میں شخص مذکور نے اپنی جہالت سے ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین زیادہ کردیا، گویا یہ مطلب ہے کہ یہ حضرات خلفاء برحق ہیں اور ان کی خلافت کا اعتقاد کرنا چاہیے، بہرحال آئندہ ایسے الفاظ سے سخت احتراز کرنا چاہیے اور ایسے کلام کے ساتھ جو کہ موہم کفر ہو کبھی تکلم نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوروز میں جا کر اشیاء خریدنا اور فروخت کرنا

سوال: (۵۰۲) ......(الف) ایک شخص مسلمان نے ہندوؤں کے نوروز میں جا کر اشیاء خریدیں یا بیچیں تو وہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟

(ب) اگر شخص مذکور نوروز میں جا کر اس کو پسند کرے، اور کھانے کی اشیاء خرید کر ہنود کو ہدیہ دیوے تو یہ اسلام سے خارج ہوگا اور زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ شرح فقہ اکبر میں ہے: من خرج إلی السّدّۃ أي مجتمع أھل الکفر في یوم النّیروز کفر، لأنّ فیہ إعلان الکفر (۲)

(۱۷۳۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) کسی غرض اور تجارت وغیرہ کے لیے وہاں جا کر خریدنے اور بیچنے کو کفر نہیں

(۱) اعلم أنّہ لایفتي بکفر مسلمٍ أمکن حمل کلامہٖ علی محمل حسن أو کان في کفرہٖ خلاف و لو کان ذلک روایۃً ضعیفۃً ...... إذا کان في المسئلۃ وجوہ إلخ . (الدّرّالمختار مع الشّامي:۶/۲۷۸-۲۷۹، کتاب الجھاد، باب المرتدّ ، مطلب في حکم من شتم دین مسلم)
وفي الخلاصۃ وغیرھا: إذا کان في المسألۃ وجوہٌ توجب التّکفیرَ و وجہٌ واحدٌ یمنعہ ، فعلی المفتي أن یمیل إلی الوجہ الّذي یمنع التّکفیر تحسینًا للظّنّ بالمسلم (ردّالمحتار علی الدّرّ:۶/۲۷۱، کتاب الجھاد ، باب المرتدّ ، مطلب : ما یُشَکُّ أنّہ ردّۃ یحکم بھا، وفیہ أیضًا: ۱/۱۷۱، أوائل کتاب الطّھارۃ)
(۲) شرح الفقہ الأکبر لملاّ علي القاري، ص:۲۳۰، فصل في الکفر صریحًا و کنایۃً ، المطبوعۃ : مطبع مجتبائي، دھلي .

کہا گیا، جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے: وإن اتّفق الشّراء ولم يعلم أنّ هذا اليوم يوم النّيروز لايكفر، قلت: وكذا إذا علم أنّ هذا اليوم هو النّوروز لكنّه اشتراه بسبب آخر من حدوث ضيافة ونحوها فإنّه لا يكفر (۱) پس معلوم ہوا کہ کفار کے میلہ کی تعظیم کرنے سے یا ان کی عبادت میں شرکت کرنے سے کفر ہوتا ہے، اور شبہ کے مواقع میں تکفیر سے احتیاط کرنی چاہیے، تاہم ایسے امور سے احتراز کرنا چاہیے جس میں خوفِ کفر ہو، یا بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہو۔

(ب) اس میں وجہ کفر خود شرح فقہ اکبر میں منقول ہے کہ اعلانِ کفر اور اعانتِ کفر ہے۔ فقط

گناہوں پر اصرار کرنے سے کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۳) صغیرہ وکبیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے کفر لازم آئے گا یا نہ؟ (۱۷۳۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: محض اصرار سے کفر لازم نہیں آتا، البتہ اس کے استحسان سے کفر لازم آتا ہے کہ گناہ کو اچھا سمجھے (۲) اور اس میں بھی تفصیل ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا بال (موئے زیرناف) پڑھایا: کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۵۰۴) نکاح کے وقت نوشہ سے تین روپیہ لیے گئے، پھر کہا دولہن کو جو پڑھایا ایک

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۲۹-۲۳۰، فصل في الكفر صريحًا وكناية .

(۲) ومنها: أنّ استحلال المعصية صغيرةً كانت أو كبيرةً كفرٌ إذا ثبت كونها معصيةً بدلالةٍ قطعيّةٍ وكذا الاستهانة بها كفر بأن يَعُدَّهَا هيّنةً سهلةً ويرتكبها من غير مبالاةٍ بها ويجريَها مجرى المباحات في ارتكابها. (شرح الفقه الأكبر، ص:۱۸۶، مبحث الأنبياء لم يعلموا المغيبات ، المطبوعة : مطبع مجتبائي ، دهلي)

(۳) قال في شرح الفقه الأكبر: إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينهٖ وقد ثبت بدليل قطعيّ يكفر وإلاّ فلا، بأن يكون حرمته لغيرهٖ أو ثبت بدليل ظنّي، وبعضهم لم يفرّق بين الحرام لعينهٖ ولغيرهٖ، فقال: من استحلّ حرامًا وقد علم في دين النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم تحريمه كنكاح ذوي المحارم أو شرب الخمر أو أكل ميتةٍ أو دمٍ أو لحم خنزيرٍ من غير ضرورةٍ فكافر إلخ (حوالۂ سابقہ)

روپیہ اس کا اور دے دو، اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا بال پڑھایا، بال بنگال میں موئے زیر ناف کو کہتے ہیں، اس کلمہ کے کہنے سے وہ کافر ہوا یا نہیں؟ (۱۹۵۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس کلمہ کے گناہ اور معصیت ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں ہے، لیکن حکم کفر اس پر نہ کیا جائے گا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج نہ ہوگی اس کو چاہیے کہ توبہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

مسجد کیا میری سسری ہے اور مسجد میں پیشاب کر دوں الخ کہنا کفر ہے

سوال: (۵۰۵) ایک شخص نے مسجد کے متعلق یہ الفاظ کہے کہ مسجد کیا میری سسری ہے اور مسجد میں پیشاب کر دوں اور سور کاٹ کر ڈال دوں والعیاذ باللہ تعالیٰ؛ اس صورت میں اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۰۷۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ کلمات اس شخص کے کفر کے کلمات ہیں اس کو توبہ کرنا اور تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے، اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اس سے قطع تعلق کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام اعظم کے قیاس کو غلط کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۶) ایک شخص کہتا ہے کہ جو شخص امام صاحب کے قیاس کو غلط کہے وہ کافر ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۸۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قال في شرح الفقه الأكبر: إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعيّ يكفر وإلّا فلا، بأن يكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظنّي إلخ (۱) وفي ردّالمحتار: أطلق بعضُهم أنّ مخالفَ الإجماع يَكْفُرُ، والحقّ أنّ المسائل الإجماعيّة تارةً يَصْحَبُهَا التّواترُ عن صاحب الشّرع كوجوب الخمس وقد لايصحَبُها، فالأوّل يكفُرُ جاحدُه لمخالفته التّواتر لا لمخالفته الإجماعَ إلخ ـــــ ثمّ قال:ـــــ إذا لم تكن الآيةُ، أوالخبر المتواتر قطعيّ الدّلالة أو لم يكن الخبرُ متواترًا أو كان قطعيًّا لكن فيه

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۸۶، مبحث الأنبياء لم يعلموا المغيبات، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي.

شبهةٌ أو لم يكن الإجماعُ إجماعَ الجميع ، أو كان ولم يكن إجماعَ الصَّحابة أو كان ، و لم يكن إجماعَ جميع الصَّحابة؛ أو كان إجماعَ جميعِ الصَّحابة ، ولم يكن قطعيًّا بأن لم يَثْبُت بطريق التّواتر أو كان قطعيًّا لكن كان إجماعًا سكوتيًّا ، ففي كلّ من هذهِ الصّور لايكون الجحودُ كفرًا إلخ(۱) (شامي: جلد:۳، باب المرتدّ) پس معلوم ہوا کہ کسی مجتہد کے قیاس کا انکار کرنا کفر نہیں ہے، کیونکہ جب کہ مسائل کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ومسائل اجماعیہ کے انکار میں یہ تفصیل ہے جو کہ مذکور ہوئی تو قیاس کے انکار کو کیسے کفر کہا جا سکتا ہے، لہٰذا مراد یہی ہے کہ اگر استخفافاً اور اہانۃً بالعلم والعلماء اس نے ایسا کہا تو کافر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کفر ہے کہ میرا ایمان میرے جوتے کے نیچے ہے

سوال: (۵۰۷) ایک شخص لکھا پڑھا وکیل باوجود واقفیت کے ایسے کلمات قبیحہ مجمع کثیر میں اپنے مُنہ سے نکالے کہ میرا ایمان میرے جوتے کے نیچے ہے؛ تو شرعاً اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱۳۴۳/۴۱۶ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے وہ شخص جس نے یہ کلمہ کہا کافر ہو گیا، اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی جیسا کہ درمختار میں ہے: و ارتداد أحدهما...... فسخ ...... عاجل (۲) پس اس شخص کو توبہ کرنا اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ میں ایمان ہار گیا، بے ایمان ہوا، جھوٹا ہوا: کیسا ہے؟

سوال: (۵۰۸) زید نے اپنی لڑکی کی منگنی چار پانچ سال سے عمر کے لڑکے سے کی ہوئی تھی، اب زید اپنی لڑکی کا ناتا بکر سے کرنا چاہتا ہے، اور اس کے عوض میں بکر سے اپنے لیے ناتا طلب کرتا ہے، عمر نے جو مجمع عام میں اپنے لڑکے کی شادی کے لیے پوچھا تو زید نے بدیں الفاظ جواب دیا کہ

(۱) ردّالمحتار على الدّرّ: ۲۷۱/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في منكر الإجماع .
(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

میں ایمان ہار گیا بے ایمان ہوا جھوٹا ہوا؛ اس صورت میں زید کے لیے کیا حکم ہے؟ (۴۳۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: زید کو بدون کسی عذر قوی اور وجہ شرعی کے اپنے وعدہ کا خلاف کرنا جائز نہ تھا، اس سے وہ گنہ گار ہوا اور جو کلمات اس نے کہے وہ کفر کے کلمات ہیں، ان سے توبہ کرے اور تجدیدِ اسلام وتجدیدِ نکاح کرے اور اگر توبہ نہ کرے گا اور تجدیدِ اسلام نہ کرے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے، اور اس کے ذبیحہ میں بھی احتیاط کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۰۹) ایک بستی میں ہنود نے بہت سے سائبان تیار کیے ہیں، اور ان کو بازاروں اور راستوں میں نصب کیے ہیں جن راستوں سے وہ بتوں کو لے کر گزریں گے اس میں مسلمانوں کو چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ ہندوؤں کی نیت تو بتوں کی شان وشوکت کو بڑھانا اور تعظیم کرنا ہوتا ہے، اور مسلمانوں کی یہ نیت نہیں ہوتی بلکہ محض گرمی کی وجہ سے چندہ دیتے ہیں تو مسلمانوں پر حکم کفر کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ (۶۰۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسلمانوں کو اس میں چندہ دینے سے احتراز کرنا چاہیے، کیونکہ اس وقت غرض اس سے بتوں کا نکالنا اور ان کی شان وشوکت کو بڑھانا ہے، پس اگر چہ چندہ دینے والوں کی جن کی غرض تعظیم بت وغیرہ نہیں ہے اور نہ رسوم کفار کی تعظیم ہے مرتد وکافر نہ کہا جائے گا اور حکمِ مرتدین ان پر جاری نہ ہوگا، لیکن مسلمانوں کو ایسے وقت اور حال میں چندہ دینا اور شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فقط

یہ کہنا کہ اگر شریعت بھی اس کو امام مانے تب بھی میں اس کو امام نہیں مانتا: کیسا ہے؟

سوال: (۵۱۰) زید نے اپنے امام مسجد کو بلا حکم شرعی امامت سے علیحدہ کر دیا، سمجھانے پر یہ جواب دیا کہ اگر شریعت بھی اس کو امام مانے تب بھی میں اس کو امام نہیں مانتا، زید کا یہ کہنا کفر ہے یا نہیں؟ اور زید کو تجدیدِ نکاح کرنا چاہیے یا نہیں؟ یا صرف توبہ ہی کافی ہے؟ ایک عالم نے یہ فتوی دیا کہ

زید جب تک توبہ اور تجدیدِ نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کرنا چاہیے، اس پر زید نے عالم مذکور کو برسر اجلاس گالیاں دیں اور سخت بے عزت کیا، کیا فتویٰ عالم کا درست تھا، بہر حال زید کے لیے کیا حکم ہے؟ توبہ ہی کافی ہے یا عالم سے معافی بھی مانگے؟ (۲۱۶۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں کہ یہ کلمۂ کفر ہے اور استخفاف دین محمدی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے ایسے بے باک اور شریعت کو بازیچۂ اطفال سمجھنے والوں پر بلا تأمل کفر کے فتوے لگادیئے ہیں، مگر اس وجہ سے کہ اسلام کا اور کفر کا معاملہ بے انتہا نازک ہے، حضرات فقہاءؒ نے اس میں بہت ہی احتیاط کی ہے، اور فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں جب تک کوئی قابل قبول تاویل ہوسکتی ہو اور اس کا کلام کسی محمل حسن پر اتر سکتا ہو، اس وقت تک اس کو کافر کہنے میں احتیاط کی جائے گی، پس چونکہ شخص مذکور کا کلام محتمل تاویل ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اس کی مراد شریعت کو برا کہنا نہیں، بلکہ اس خاص شخص کی برائی مقصود ہے، اس لیے اس کو کافر کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ درمختار میں ہے: **واعلم أنّهٗ لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفرهٖ خلاف ولو كان ذلك روايةً ضعيفةً إلخ** (۱) پھر شامی میں ہے: **ثمّ إنّ مقتضى كلامهم أيضًا أنّه لا يكفر بشتم دين مسلم: أي لا يحكم بكفره لإمكان التّأويل، ثمّ رأيته في جامع الفصولين حيث قال بعد كلام: أقول: وعلىٰ هٰذا ينبغي أن يكفر من شتم دين مسلم، ولكن يمكن التّأويل بأن مراده أخلاقه الرّديئة و معاملته القبيحة لا حقيقة دين الإسلام، فينبغي أن لا يكفر إلخ** (۱) (شامي مطبوعة: مصر: ۲۸۹/۳) **وقال في البحر بعد كلام طويل: والّذي تحرّر أنّه لا يُفتىٰ بتكفير مسلم أمكنَ حملُ كلامهٖ على محملٍ حسنٍ إلخ ـــــ ثمّ قال ـــــ ولقد ألزمتُ نفسي أن لا أفتي بشيءٍ منها إلخ** (۲) (البحر الرّائق: ۱۳۵/۵، مطبوعة: مصر) **وفي الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسئلة وجوهٌ توجِب التّكفيرَ، و وجهٌ واحدٌ يَمنعُ التّكفيرَ، فعلى المفتي أن يّميلَ إلى الوجه الّذي يَمنع التّكفيرَ تحسينًا**

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲۷۸/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في حكم مَن شتم دِين مسلمٍ.

(۲) البحر الرّائق: ۲۱۰/۵، كتاب السّير، باب أحكام المرتدّين.

للظنّ بالمسلم، وزاد في البزّازيّة إلاّ إذا صرّح بإرادةِ موجبِ الكفرِ فلا ينفعهُ التّأويل حينئذٍ (۱) انتهٰی (نقله في البحر) بہرحال اس کو توبہ کرنی چاہیے، اور احتیاطاً تجدیدِ نکاح بھی، اور جب تک کہ یہ شخص کامل توبہ اور ندامت کے ساتھ اپنے فعل پر پشیمان نہ ہو، اس سے قطع تعلق قطعًا سیاست اسلامیہ کے مطابق ہے، اور جس عالم نے ایسا فتویٰ دیا وہ صحیح ہے۔ قال في الشّامي: وما فيه خلافٌ يُؤمرُ بالاستغفارِ والتّوبة وتجديدِ النّكاح أهـ وظاهره أنّه أمرٌ احتياطٌ ــــ وقال بعد أسطر: ــــ وأمّا أمره بتجديدِ النّكاح فهو لا شكّ فيه احتياطًا (۲) الحاصل اگرچہ ایسے شخص کو کافر نہ کہا جائے لیکن توبہ واستغفار کیے بغیر چارہ نہیں اور علی سبیل الاحتیاط تجدید نکاح بھی ہونی چاہیے اور سب سے پہلے اس کو اس عالم دین سے معافی مانگنی چاہیے کہ جس کو بغیر کسی شرعی قصور کے برا بھلا کہہ کر اپنی عاقبت خراب کی ہے، علمائے دین کی تعظیم حقیقت میں دین کی تعظیم ہے، اور ان کو حقیر سمجھنا دین کو حقیر جاننا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے نقل کیا ہے: مَن أبغض عالمًا من غير سبب ظاهر، خيف عليه الكفر (۳) (ص:۲۱۳) وفي الظّهيرية: ومن بيّن وجهًا شرعيًا، فقال خصمه: هذا كون الرّجل عالمًا إلخ يخاف عليه الكفر (۳) (شرح فقہ اکبر، ص:۲۱۴)

جو شخص کسی مسلمان عورت کو عیسائی بنانے کی کوشش کرے وہ کافر ہے اور ایسے شخص کی مدد کرنا حرام ہے

سوال: (۵۱۱)......(الف) ایک عورت صاحبِ جائداد بہ نام ناصری بیگم ہے، جس کا شوہر زندہ ہے، اگر کوئی مسلمان مسماۃ مذکورہ کو بہ وجہ طمع نفسانی اپنے عقد میں لانے کی غرض سے یا کسی دوسرے کا عقد کرنے کی نیت سے اشتعال ناجائز دے کر مذہبِ اسلام تبدیل کرا کر مذہب عیسائی قبول کراوے، اور عدالت میں اس کے شوہر کے خلاف اپنے ہمراہ لے جا کر مقدمہ دائر کرادے، اور

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الشّامي: ۶/۲۷۸-۲۷۹، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: الإسلام يكون بالفعل كالصّلاة بجماعةٍ.

(۳) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۱۳-۲۱۴، فصل في العلم والعلماء، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي.

اس کے عیسائی ہونے کا ثبوت دے، یا دلائل دے اور اس کو اپنے مکان پر رکھے، اور خود اس کے خرچ کا کفیل ہو، اور ہر قسم کی امداد کرے، اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟

(ب) جو شخص عیسائی کرنے والے کی امداد کرے، یا مسماۃ کی طرف سے عدالت میں کسی قسم کی شہادت پیش کرے، اس کے ساتھ مسلمانوں کو کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ (۱۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف) ایسا شخص جو کسی مسلمان عورت کو عیسائی ہونے کی ترغیب دے، اور اسلام کے چھوڑنے کا حکم دے وہ مرتد اور کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: ومن أمر امرأة بأن ترتدّ إلخ كفر الآمر إلخ (۱) (شرح فقه أكبر، ص: ۲۲۵) ترجمہ: اور جس نے کسی عورت کو کافر اور مرتد بننے کا حکم کیا وہ کافر ہو گیا، اور یہ بھی مسئلہ مسلمہ ہے: الرّضا بالكفر كفر (۲) یعنی اپنے یا کسی دوسرے کے کافر بننے پر راضی ہونا کفر ہے، پس صورت مذکورہ میں وہ شخص جس نے فعل مذکور کیا، اور اس میں ساعی اور مددگار رہا وہ کافر اور مرتد ہو گیا، اور دین اسلام سے خارج ہو گیا، اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو اختلاط اور ارتباط اور میل جول سب حرام ہے، اور اس سے جملہ تعلقات کا انقطاع کر دینا لازم ہے۔

(ب) ایسے شخص کی جس نے مسلمان عورت کو عیسائی بنانے میں کوشش کی کسی قسم کی اعانت اور امداد کرنا اور شہادت وغیرہ پیش کرنے کرانے میں اعانت کرنا حرام اور ناجائز ہے اور اعانت کرنے والا فاسق اور عاصی ہے اس کے ساتھ بھی اہل اسلام کو تعلقات رکھنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۵۱۲) جو لوگ عورت مسلمہ کو عیسائی بنانے میں ساعی اور معین تھے، اگر وہ اب بھی اسی طرح سے ساعی اور مددگار رہیں تو اب ان کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۳۰۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: پہلے بہ موجب روایات فقہیہ یہ فتویٰ لکھا گیا تھا کہ جو لوگ کسی مسلمان کو کافر اور مرتد بنانے کا حکم کریں، اور اس میں ساعی اور معین ہوں وہ بھی کافر ہیں، پس جب کہ اُس عورت مرتد کے وہ معاونین جو پہلے اس کے معین اور پیرو تھے اب بھی معین اور مددگار رہیں تو ان پر کفر کا فتویٰ بہ دستور عائد ہے، اور مقاطعت کا حکم جو پہلے تھا وہ اب بھی بہ حالہ باقی ہے، اور کتابیہ کا نکاح اگرچہ مسلمان سے

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۲۵، فصل في الكفر صريحًا وكنايةً، مطبع مجتبائي، دهلي .

(۲) الشّامي مع الدّرّ المختار: ۲۵۴/۶، كتاب الجهاد، فصل في الجزية باب: العشر و الخراج والجزية، مطلب في تمييز أهلِ الذِّمّة في الْمَلْبَسِ .

درست ہے، لیکن کوئی مسلمان عورت اگر عیسائی ہو تو اس کو مرتدہ کہتے ہیں اور مرتدہ ہونے سے نکاح فورًا ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **وارتداد أحدهما...... فسخ ......عاجل إلخ** (۱) لیکن فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت اسی غرض کے لیے مرتدہ ہو کہ اس کے شوہر کا نکاح اس سے باقی نہ رہے تو اس عورت کو دوبارہ بہ جبر مسلمان کر کے پہلے شوہر سے ہی اس کا نکاح کر دینا ضروری ہے، دوسرے شخص سے اس کا نکاح درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۱۳) ایک عورت شادی شدہ کو چار آدمی عیسائی کرانے لے گئے تاکہ نکاح ٹوٹ جائے، عیسائی ہونے کے وقت ایک آدمی اس نیت سے چلا گیا کہ میرے نکاح اور ایمان کو نقصان نہ پہنچے، باقی تین آدمی ساتھ رہے، اور عیسائی ہونے کے وقت انہوں نے رسوم عیسوی ٹوپی اتار کر ادا کی؛ ان پر کیا حکم ہے؟ اور عورت مذکورہ کا پہلا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ (۲۵۷۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مسئلہ شرعی یہ ہے کہ جو کسی شخص کے کافر، عیسائی وغیرہ بنانے پر راضی ہو، اور اس میں کوشش کرے وہ بھی شریعت میں کافر ہو جاتا ہے، پس اگر چاروں اس پر راضی تھے تو چاروں کافر ہوئے، اور اگر تین راضی تھے اور ایک ناراض ہو کر علیحدہ ہو گیا تو تین کافر ہوئے، وہ ایک مستثنیٰ رہا، اور ایسی عورت کے لیے جو کہ کسی مسلمان کے نکاح سے خارج ہونے کے لیے عیسائی اور مرتدہ بنے اس کے بارے میں فقہاء نے یہ حکم فرمایا ہے کہ اس عورت کو بہ جبر مسلمان کیا جائے، اور اس کے پہلے شوہر سے ہی پھر اس کا نکاح جدید بہ مہر یسیر کر دیا جائے (۲) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا کہ شریعت تو ناکارہ چیز ہے: موجبِ کفر ہے

سوال: (۵۱۴) زید نے مولوی صاحب کے سامنے آ کر کہا کہ میری عورت شرع میں تو مطلقہ ہے

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۲، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع.

(۲) وتجبر على الإسلام وعلى تجديد النّكاح زجرًا لها بمهر يسير إلخ (درّمختار) قوله: (وعلى تجديد النّكاح) فلكلّ قاض أن يجدّده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا؟ إلخ (الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۴/۲۷۳، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع)

لیکن قانون انگریزی میں مطلقہ نہیں، شریعت تو ناکارہ چیز ہے، ان الفاظ کے کہنے سے کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ (۱۲۳۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ کلمات زید کے شریعت تو ناکارہ چیز ہے کفر کے کلمات ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق تعالیٰ اس کو توفیق توبہ کی اور تجدیدِ اسلام کی دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالم دین کی توہین کفر ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۱۵) ایک شخص نے عالم دین کی توہین کی؛ تو وہ کافر ہوا یا نہیں؟ بعض کتب میں ہے کہ توہین وتحقیر عالم کی کفر ہے۔ (۲۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: فقہاء رحمہم اللہ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جب تک تاویل ممکن ہو کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی جاوے، اور اگر کسی شخص میں بہت سی وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ضعیف عدم کفر کی ہو تو مفتی کو عدم کفر کی طرف میلان کرنا چاہیے، یہ تمام تفصیل درمختار وشامی میں ہے(۱) لہٰذا صورت مذکورہ میں اس کو کافر نہ کہا جاوے، البتہ احوط یہ ہے کہ وہ شخص جو علماء کو سب وشتم کرتا ہے اور علم دین کا استخفاف کرتا ہے، تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کرے۔ هٰذا كلّه في ردّالمحتار المعروف بالشّامي(۲)

---

(۱) اعلم أنّه لا يفتي بكفر مسلمٍ أمكن حمل كلامهِ على محمل حسن أو كان في كفرهِ خلافٌ و لو كان ذلك روايةً ضعيفةً ...... إذا كان في المسئلة وجوه إلخ . (الدّرّالمختار مع الشّامي:۶/۲۷۸-۲۷۹، كتاب الجهاد، باب المرتدّ ، مطلب في حكم من شتم دين مسلم) وفي الخلاصة وغيرها: إذا كان في المسألة وجوهٌ توجب التّكفيرَ و وجهٌ واحدٌ يمنعه ، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الّذي يمنع التّكفير تحسينًا للظّنّ بالمسلم (ردّالمحتار على الدّرّ:۶/۲۷۱، كتاب الجهاد ، باب المرتدّ ، مطلب : ما يُشَكُّ أنّه ردّة يحكم بها، وفيه أيضًا: ۱/۱۷۱، أوائل كتاب الطّهارة)

(۲) قال في الشّامي: وما فيه خلافٌ يُؤمرُ بالاستغفارِ والتّوبة و تجديدِ النّكاح أهـ ، وظاهره أنّه أمرٌ احتياطٌ ـــــ و قال بعد أسطر: ـــــ وأمّا أمره بتجديدِ النّكاح فهو لا شكّ فيه احتياطًا (الشّامي:۶/۲۷۸-۲۷۹، كتاب الجهاد، باب المرتدّ ، مطلب : الإسلام يكون بالفعل كالصّلاة بجماعةٍ)

یہود ونصاریٰ کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟

سوال: (۵۱۶) غیر اللہ کی بندگی کرنے والوں کو جیسے یہود، نصاریٰ، مجوسی، آتش پرست، کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۸۸۰ھ)

الجواب: مشرک وبت پرست ویہود ونصاریٰ سب کافر ہیں، ان کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے کافر فرمایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۱۷) ایک عالم کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ جو کہ قائل توحید ہیں کافر نہیں ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۳۰۴ھ)

الجواب: یہود ونصاریٰ جو آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہیں، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أنّه قال: والّذي نفسُ محمّدٍ بيدهٖ لا يَسْمَعُ بی أحدٌ من هذه الأمّة يهوديٌّ ولا نصرانيٌّ، ثمّ يموت ولم يُؤْمن بالّذي أرسلتُ به إلّا كان من أصحاب النّار (۱) (رواه مسلم) اور جو یہود ونصاریٰ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے وہ مسلمان اور مؤمن ہوگئے؛ ان کو یہود ونصاریٰ نہ کہا جائے گا، اور اگر کسی نے بہ اعتبار ملت سابقہ کے ان کو یہودی اور نصرانی کہہ دیا تو یہ کفر نہیں ہے۔ فقط

ضروریات دین کا انکار کفر ہے

سوال: (۵۱۸) چندلوگ مسلمان کہلا کر مندرجہ اعتقادات پر جازم ہیں:

(۱) اسلامی عقائد واعمال میں صرف قرآن مجید ہی کافی ہے، تفسیر کی ضرورت نہیں جو بخاری ومسلم وغیرہ میں درج ہے، اور نہ یہ کتابیں جزو اسلام ہیں۔

(۲) نماز جنازہ لوگوں کا ایک رسمی طریق ہے کوئی اسلامی کام نہیں۔

---

(۱) الصّحيح لمسلم: ۸۶/۱، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبيّنا محمّد صلّى الله عليه وسلّم إلخ.

(۳) بعض ان میں سے صرف تین نمازوں کے قائل ہیں، اور بعض پانچ بھی پڑھتے ہیں اور کئی ایک کو تین میں بھی تردد ہے۔

(۴) زکاۃ میں نصاب اور حول کی شرط کو بھی نہیں مانتے۔

(۵) اذان پنج وقتہ کو لوگوں کی ایجاد بتلاتے ہیں، کیا یہ لوگ واقعی مسلمان ہیں اور مسلمانوں کو ان کے جنازہ وغیرہ میں حاضر ہونا جائز ہے؟ اور جو امام مسجد کچھ طمع کی بنیاد پر ان کے جنازہ وغیرہ میں حاضر ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۲۱۲۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ضروریات دین کا انکار کفر ہے، پس اعتقادات مذکورہ میں بعض صریح کفر ہیں جیسا کہ پانچ نمازوں میں سے صرف تین نمازوں کو فرض ماننا اور دو نمازوں کی فرضیت کا انکار کرنا، اسی طرح نماز جنازہ کو رسمی طریق کہنا اور اسلامی کام نہ سمجھنا، اسی طرح زکاۃ میں حولانِ حول اور نصاب کی شرط کو لغو کہنا، اور اس سے انکار کرنا درحقیقت زکاۃ ہی کا انکار کرنا ہے، اور بعض اگرچہ صریح کفر نہیں ہیں لیکن وہ بھی مستلزم کفر ہیں، اور یہ بھی تمام کتب میں تصریح ہے کہ استخفافِ سنت بھی کفر ہے تو اس صورت میں کوئی امر بھی امور مذکورہ میں سے ایسا نہیں ہے جس سے کفر لازم نہ آتا ہو، لہٰذا فرقۂ مذکورہ کافر ہے اور خارج از اسلام ہے، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا مسلمانوں کو جائز نہیں ہے، اور جو امام بہ طمع دنیاوی ایسا کرے وہ فاسق ومبتدع اور ضال ومضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اخبار آحاد کا منکر کافر نہیں

سوال: (۵۱۹) اخبار آحاد دلیل ظنی ہیں یا قطعی؟ اور اخبار آحاد کا منکر کافر ہے یا نہیں؟ (۵۲۹/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اخبار آحاد دلیل ظنی ہے اور منکر اس کا کافر نہیں ہے۔ کما في الشّامي: إذا لم تكن الآيةُ أو الخبرُ المتواترُ قطعيَّ الدّلالة ، أو لم يكن الخبرُ متواترًا، أو كان قطعيًّا لكن فيه شبهةٌ ، أو لم يكن الإجماعُ إجماعَ الجميع ، أو كان، ولم يكن إجماعَ الصّحابة ، أو كان ولم يكن إجماعَ جميع الصّحابة ، أوكان إجماعَ جميع الصّحابة ولم يكن قطعيًّا بأن لم يَثْبُت بطريق التّواتر، أوكان قطعيًّا لكن كان إجماعًا سكوتيًّا، ففي كلّ من هذه

الصُّور لا يكون الجحودُ كفرًا ، يظهر ذلك لمن نَظَرَ في كتب الأصول فاحفظ هذا الأصلَ فإنّه ينفعك إلخ(۱)(باب المرتدّ: ۳/۲۸۴) فقط اللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: (۱) جب آیت یا خبر متواتر قطعی الدلالۃ نہ ہو (۲) یا خبر متواتر نہ ہو (۳) یا خبر قطعی ہو لیکن اس میں شبہ ہو (۴) یا اجماع تمام لوگوں کا اجماع نہ ہو (۵) یا تمام لوگوں کا اجماع ہو لیکن صحابۂ کرام کا اجماع نہ ہو (۶) یا صحابۂ کرام کا اجماع ہو لیکن تمام صحابۂ کرام کا اجماع نہ ہو (۷) یا تمام صحابۂ کرام کا اجماع ہو لیکن قطعی نہ ہو بہ ایں طور کہ بہ طریق تواتر ثابت نہ ہو (۸) یا صحابۂ کرام کا اجماع قطعی ہو لیکن اجماع سکوتی ہو ـــــ ان تمام صورتوں میں انکار کرنا کفر نہیں ہوگا ـــــ یہ ضابطہ واضح ہو جائے گا اس شخص کے لیے جو اصول کی کتابوں میں غور کرے گا، اس ضابطہ کو یاد رکھو تمہیں فائدہ دے گا۔

جو ضروریاتِ دین کا منکر نہیں اس کو کافر کہنے میں احتیاط کرنی چاہیے

سوال: (۵۲۰) جس میں ننانوے علامت کفر کی ہوں اور ایک علامت ایمان کی وہ کافر نہیں ہے کمافی بعض کتب الفقہ اس کی کیا وجہ ہے؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ جب ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر نہ ہو کیونکہ وہ ضروریاتِ دین کا منکر نہیں تو اس کے کفر میں احتیاط کرنی چاہیے، حدیث میں ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر کہے اور درحقیقت وہ کافر نہ ہو تو وہ کفر خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے یہ کہا کہ ہم سور کا گوشت کھائیں اگر کبھی کلمہ پڑھیں یا سنیں: وہ کافر ہو گیا

سوال: (۵۲۱) عمر نے زید سے چند مسلمانوں کے سامنے یہ کہا کہ تم نہ روزہ رکھتے ہو نہ نماز

---

(۱) **ردّالمحتار على الدّرّ: ۶/۲۷۱، كتاب الجهاد ، باب المرتدّ، مطلب في منكر الإجماع .**

(۲) **عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: أيّما رجل قالا لأخيه : كافر، فقد باء بها أحدهما . (صحيح البخاري: ۲/۹۰۱، كتاب الأدب، من كفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال)**

پڑھتے ہو، حتی کہ کلمہ پڑھنا بھی نہیں جانتے، اگر جانتے ہو تو پڑھو، اس پر زید نے کہا: ہم نہیں پڑھیں گے، پھر اس سے کلمہ پڑھنے کے لیے اصرار کیا گیا؛ تو قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہم سور کا گوشت کھائیں اگر کبھی کلمہ پڑھیں یا سنیں، آیا زید دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا یا نہیں؟ (۱۵۲۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا، اور کافر ہو گیا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اس کو تجدیدِ ایمان کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زیرِ زمین شیریں اور تلخ پانی کو جاننے کا دعویٰ کرنا

سوال: (۵۲۲) ایک شخص کہتا ہے کہ میں شیریں اور تلخ پانی کو زمین میں جانتا ہوں، اگر کچھ روپیہ دیویں تو میں بتلا دوں، اس کے کہنے پر بعض لوگوں نے کنویں کھودے ہیں، بعض چاہ میں آب شیریں اور بعض میں شور نکلا، بعض لوگ اس پانی کو جائز کہتے ہیں، بعض ناجائز، ایسے ہی بعض کے نزدیک روپیہ دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز؟ (۱۳۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر دعوی علم غیب ہے تو یہ افتراء اور کذب ہے، کچھ دینا لینا اس کو درست نہیں ہے، اور اس وجہ سے دریافت کرنا بھی اس سے حرام ہے، لیکن پانی کا پینا اور استعمال کرنا بہر حال درست ہے، اس پانی میں کوئی حرمت و کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں: وہ جھوٹا ہے

سوال: (۵۲۳) جو مولوی وعظ میں اعلان کرے اور دعوی سے یہ کہے کہ میں غیب جانتا ہوں اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ (۲۴۱۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ شخص مدعی کذاب اور مفتری ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ لاَ یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلاَّ اللّٰہُ﴾ (سورۂ نمل، آیت: ۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیب دانی کا دعویٰ کرنا اور لوگوں کو مستقبل کی خبریں بتلانا

سوال: (۵۲۴) زید غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو مستقبل کی خبریں دیتا ہے، یہ جائز

ہے یا نہیں؟ (۶۲/۷۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: دعویٰ غیب دانی کا محض باطل اور افتراء علی اللہ ہے، غیب کا علم علی الاطلاق سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے، عالم غیب حق تعالیٰ ہے، اور یہ صفت خاصہ جناب باری تعالیٰ کی ہے۔ ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (سورۂ نمل، آیت: ۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مؤکل غیب کی خبر بتا سکتا ہے؟

سوال: (۵۲۵) عامل کہتے ہیں کہ ہمارے پڑھنے پر موکل آتے ہیں اور غیب کی خبر بتلاتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (۲۰۱۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ غلط ہے اور صحیح نہیں ہے اور کرنا ایسے اعمال کا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کفار کی روحوں کے بارے میں ایک باطل خیال

سوال: (۵۲۶) مشہور ہے کہ کافر مرد درحالت جنابت اور کافرہ عورت درحالت حیض اگر مر جائیں تو ان کی روح کو مسخ کر کے اور ہیئت مخلوق ناری کی پہنا کر پھر عالم دنیا میں ترسیل کیا جاتا ہے تا یوم الحساب بدیں صورت رہیں گے اور پھر ﴿لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۴) میں حالت اصلی پر لوٹا کر ان کو سزائے اعمال دی جائے گی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۹۹۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ امر لا اصل ہے، کچھ ثبوت اس کا نہیں ہے، بلکہ کفار بعد مرنے کے عذاب برزخ میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور مقام ان کی ارواح کا سجین ہے، کافر جنبی اور غیر جنبی اور کافرہ عورت حائضہ اور غیر حائضہ میں کچھ فرق نہیں ہے، یہ جو کچھ مشہور ہے غلط اور بے اصل ہے۔ فقط واللہ اعلم

احیائے موتیٰ کے معجزہ سے تناسخ کو ثابت کرنا غلط ہے

سوال: (۵۲۷) زید نے ایک معجزہ رسول اللہ ﷺ کا بیان کیا، وہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا، ان کے دو چھوٹے لڑکوں نے یہ ذبح کرنا دیکھ کر ایک نے دوسرے کو چھری لے کر ذبح کر دیا، جب ان کی والدہ کوٹھے پر پہنچی تو جس

بھائی نے ذبح کیا تھا وہ بھاگے اور کھڑکی سے گر کر انتقال ہوا، جب آپ دعوت کھانے تشریف لائے اور آپ کو یہ قصہ معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو زندہ کیا، بکر کہتا ہے کہ یہ واقعہ اگر صحیح ہے تو اس سے مسئلۂ تناسخ میں مدد ملتی ہے یا نہ؟ (۱۲۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ قصہ صحیح روایتوں میں نہیں ہے، باقی بکر کا یہ خیال کہ احیائے موتی سے تناسخ ثابت ہوتا ہو غلط ہے، احیاء موتی کا معجزہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے ہوا ہے، تناسخ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، چنانچہ ظاہر ہے کہ احیائے موتی میں تو اسی بدن میں وہ روح جو اس میں پہلے تھی داخل ہوتی ہے، اور تناسخ میں تبدلِ ابدان ہے اور اہلِ تناسخ قدم روح کے قائل ہیں، پس احیائے موتی اور تناسخ میں بون بعید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر میں میت کے گلنے کی بو سے روح کو اذیت ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۲۸) جب آدمی مرجاتا ہے تو دفن کرنے کے بعد جب اس کا وجود سوجتا اور پھوٹتا اور گلتا ہے تو کیا اس کی بو سے روح کو احساس ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس بو سے روح کو اذیت پہنچتی ہے یا نہیں؟ (۱۱۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: روح کا اس کو احساس و ادراک کرنا یا اس سے ایذا پانا ثابت و وارد نہیں ہے، اور قیاس سے کچھ کہا نہیں جاتا، فإنّه من لم يذق لم يدر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کی روح مکان پر آتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۲۹) میت کی روح مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ (۱۰۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: روح مکان پر نہیں آتی اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے۔ فقط

پیر کے قدموں میں سر رکھنا اور راجا یا نواب کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا

سوال: (۵۳۰) پیر کو سجدہ کرنا کیسا ہے؟ اور ان کے قدموں میں سر رکھنا کیسا ہے؟ کسی راجا یا

نواب کے روبہ رو دست بستہ کھڑا ہونا کیسا ہے؟ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی پڑھ لے تو کیا لوٹانا پڑے گی؟ (۱۸۴۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بہ نیت عبادت پیر کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۸، اور ۱۱۶) یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا اور مشرک کے سوا جس کو چاہے گا اس کو بخشے گا، علاوہ اس کے پیر کے قدموں میں سر رکھنا بھی حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ یہ بھی مشابہ سجدہ کے ہے، اور کسی نواب یا راجا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہ مشابہ نماز کے ہے، اور سجدۂ تعظیمی کرنے والوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، ان کو امام نہ بنایا جائے، اور جو نمازیں ایسے لوگوں کے پیچھے پڑھی گئیں وہ بہ کراہت ادا ہوگئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ملائکہ کے وجود کا انکار کرنا کفر ہے

سوال: (۵۳۱) فرشتہ کوئی چیز نہیں ہے؟ (۱۶۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ملائکہ اللہ کی ایک بڑی مخلوق ہیں جو نور سے بنے ہیں، انکار ان کے وجود کا کفر ہے۔

انگور کی شراب کو حلال سمجھنے والا کافر ہے

سوال: (۵۳۲) جو شخص خمر یعنی انگور کی شراب کو قطعی حرام نہ سمجھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳۰۰۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **والمحرم منها أربعة:...... الخمر وهي النّيء ......من ماء العنب إذا غلى واشتدّ إلخ و يكفر مستحلّها إلخ** (۱) اور باقی اشربہ ثلاثہ کے بارے میں یہ لکھا ہے: **وحرمتها دون حرمة الخمر فلا يكفر مستحلّها إلخ** (۲) (درّمختار) اس سے معلوم ہوا کہ خمر یعنی انگور کی شراب کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور باقی اقسام شراب کی حرمت کے انکار سے کافر

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۱۰/۲۶-۲۸، أوائل كتاب الأشربة .
(۲) الدّرّ مع الرّدّ: ۱۰/۳۲، كتاب الأشربة .

نہیں ہوتا اگر چہ حرام سب ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کی نسبت چند باطل خیالات

سوال: (۵۳۳) خداوند کریم عرش پر بیٹھا ہے، کرسی پر پاؤں رکھا، کرسی چر چر کرتی ہے (قرآن مجید مترجم مولوی وحید الزماں حاشیہ آیۃ الکرسی) رسول کریم ﷺ خاتم النبیین نہیں ہیں، تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں، خداوند تعالیٰ کذب اور بول و براز وغیرہ پر قادر ہے، ایسے عقیدہ والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ان میں بعض عقائد صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں، پس ایسے لوگ کافر ہیں اگر مؤوّل نہ ہوں، پس ان سے کوئی مسلمان تعلق نہ رکھیں، اور بعض عقائد خلاف سلف صالحین ہیں ایسے لوگ اہل ہواء میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا وبائی امراض میں لوگ وقت مقررہ سے پہلے مر جاتے ہیں؟

سوال: (۵۳۴) بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مثلاً مرض وبائی میں وہ آدمی بھی مر جاتے ہیں جن کی حیات باقی تھی یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ عقیدہ غلط ہے جس کی جس قدر عمر مقدر اور مقرر ہو چکی ہے وہ اس کو پوری کرتا ہے، اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے اور نہ زیادتی۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَأْخِرُوْنَ﴾ (سورۂ حجر، آیت: ۵، اور سورۂ مؤمنون، آیت: ۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ خیال باطل ہے کہ سورج کی گرمی ختم ہونے سے قیامت آئے گی

سوال: (۵۳۵) زید یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت سورج کو پیدا کیا تھا اس وقت اس میں بہت گرمی تھی، اب دن بہ دن اس کی شعائیں جھڑتی جاتی ہیں، اور وہ ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہندوستان میں پہلے بہت گرمی تھی اب ٹھنڈ ہے، اور یوں بھی کہتا ہے کہ سورج ٹھنڈا ہوتے ہوتے بالکل ٹھنڈا ہو جائے گا، اور تمام جہاں میں اندھیرا ہو جائے گا، اسی روز قیامت آجائے گی،

کیا یہ عقیدہ صحیح ہے؟ (۸۲۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید کا یہ قول بے اصل ہے، اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا قیامت کے دن منی کی بارش سے مردے زندہ ہوں گے؟

سوال: (۵۳۶) ایک شخص نے زبانی سنا ہے کہ بہ روز قیامت منی کی بارش سے مردے زندہ ہوں گے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ قول غلط ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے، شرعًا صرف اس قدر ثابت ہے کہ دوسرے نفخہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مردے زندہ ہوجاویں گے(۱) اس سے زیادہ اس کی تحقیق کے درپے ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جس وقت حکم الٰہی کسی کے پیدا کرنے کا ہوتا ہے تو کلمہ کن سے وہ شئ پیدا ہوجاتی ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (سورۂ یٰس، آیت: ۸۲) پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً مردے زندہ ہوجاویں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ثمّ يؤمر إسرافيل بالنّفخ ثانيًا : و هي نفخة البعث يكون بينهما مدّة أربعين سنةً ، و إليه يشير قوله تعالىٰ : ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى﴾ أي ثمّ نفخ في الصّور نفخةً أخرى ﴿فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ أي قائمون من قبورهم أو متوقّعون ينظرون ما يفعل بهم أو يقلّبون أبصارهم في الجهات نظر المبهوت، إذًا فأجاء ہ خطب ، و قرئ قيامًا بالنّصب على أنّه حال من ضمير ﴿يَّنْظُرُوْنَ﴾ وهو خبره، وفي الجملة يصيرون أحياءً بأجمعهم فثبت البعث به. (التّفسيرات الأحمديّة، ص:۴۳۳، تفسير سورة الزّمر، رقم الآية:۶۸)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما بين النّفختين أربعون، قال: أربعون يومًا ، قال: أبيتُ ، قال: أربعون شهرًا ، قال: أبيتُ ، قال : أربعون سنةً قال: أبيتُ ، قال: ثمّ ينزلُ اللّٰهُ من السّماءِ ماءً فينبتونَ كما ينبتُ البقلُ ليس من الإنسان إلّا يبلى إلّا عظمًا واحدًا وهو عَجْبُ الذَّنَبِ ومنه يُركّبُ الخلقُ يوم القيامةِ . (صحيح البخاري: ۷۳۵/۲، كتاب التّفسير، باب قوله: ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ اَفْوَاجًا﴾)

جو شخص کہتا ہے کہ ''صابر علاء الدینؒ کی روح ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہے'' وہ جھوٹا اور دھوکے باز ہے

سوال: (۵۳۷) زید کا مقولہ ہے کہ صابر علاء الدین مرحوم کی روح ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہے، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۲۱۱۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہ شخص جھوٹا اور دھوکے باز ہے، اس سے مسلمانوں کو علیحدہ رہنا چاہیے۔ فقط

شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے شادی شدہ عورت کو عیسائی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دینا

سوال: (۵۳۸) زید اپنی لڑکی کو ضداً اس کے شوہر سے اس طریقہ سے چھڑانا چاہتا ہے کہ اس کو کچھ مدت کے لیے عیسائی مذہب میں داخل کرادے تاکہ تعلقِ زوجیت منقطع ہوجائیں، اور نکاح فسخ ہوجائے اس صورت میں شرعاً اس کے باپ کے لیے کیا حکم ہے؟ (۹۱۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ طریقہ حرام ہے اور اس طریقہ کی تعلیم دینے والا کافر ہوجاتا ہے، لرضائہٖ بالکفر (۱) اگر وہ عورت مرتدہ ہوجائے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کو بہ جبر مسلمان کر کے اس کا نکاح شوہر اوّل سے تھوڑے سے مہر پر کردیا جائے (۲) (درمختار)

---

(۱) وأنّ من ساعد على ذلك فهو راضٍ بالكفر، والرّضا بالكفر كفر . (ردّالمحتار على الدّرّ: ۲۵۰/۶، كتاب الجهاد، فصل في الجزية، مطلب فيما أفتٰى بهٖ بعض المتهوّرين في زماننا)

(۲) وتُجبر على الإسلام وعلى تجديد النّكاح زجرًا لها بمهر يسير كدينار، وعليه الفتوٰى (درّمختار)

وفي الشّامي: قوله: (وعلٰى تجديد النّكاح) فلكلّ قاض أن يجدّده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا، و تمنع من التّزوّج بغيرهٖ بعد إسلامها، و لا يخفى أنّ محلّه ما إذا طلبَ الزّوجُ ذلك ، أمّا لو سكت أو تركَهُ صريحًا فإنّها لا تُجبرُ وتُزَوَّجُ من غيرهٖ لأنّه ترك حقَّه . (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح ، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع)

شرح فقہ اکبر میں ہے: وفي المضمرات: لو أفتٰى لامرأة بالكفر حين تبيّن من زوجها فقد كفر قبلها وتجبر المرأة على الإسلام إلخ وليس لها أن تتزوّج إلّا بزوجها الأوّل إلخ (۱) (شرح فقه أكبر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک آدمی شوہر کے مرتد ہونے کی اور چند لوگ متقی ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳۹) زید بیس سال ہوئے اپنی بی بی کو چھوڑ کر ملک دیگر چلا گیا، خطوط آتے ہیں، ایک آدمی نے یہ کہا کہ میں نے اس سے گھر آنے کے متعلق کہا تھا، اس نے جواب دیا کہ جس وقت خدا کا حکم ہوگا جاؤں گا، پھر کہا: خدا اور رسول کون ہیں، اور قرآن کیا چیز ہے؟ نعوذ باللہ تعالیٰ، لیکن متعدد آدمی اس کے متقی ہونے کی شہادت دیتے ہیں، فی الحال ایک شخص کے قول پر اس کو مرتد قرار دے کر اس کی بیوی کا نکاح کر دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وفي جامع الفصولين: أخبرها واحدٌ بموتِ زوجِها أو بردّتِهِ أو بتطليقِها حلَّ لها التّزوُّجُ، ولو سَمِعَ مِن هٰذا الرَّجُلِ آخرُ، له أن يشهَد لأنّه من باب الدِّين فيَثبتُ بخبر الواحد (۲) (شامی: ۲/۶۱۶) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس کی زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہونے کے لیے ایک شخص کی خبر بھی کافی ہے، اس کی زوجہ اس شخص کے خبر دینے پر کہ اس نے خدا تعالیٰ اور رسول اور قرآن کو ایسا کہا، اپنے نفس کو اس کے نکاح سے خارج سمجھ کر عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، لیکن محض ایک شخص کے کہنے سے حکم اس کے مرتد ہونے کا نہ دیا جائے کیونکہ اعتبار اس خبر کا صرف جواز نکاح عورت کے لیے ہے، اور اس شخص کے مرتد ہونے کے لیے یہ ثبوت کافی نہیں ہے، خصوصاً جب کہ دوسرے لوگ اس کے خلاف اس کے اسلام کی اور صلاح و تقوی کی شہادت دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص: ۲۲۱، فصل في الكفر صريحًا وكنايةً، مطبع مجتبائي، دهلي.

(۲) ردّالمحتار على الدّرّ: ۵/۱۷۲، كتاب الطّلاق، باب العدّة، مطلب في المنعى إليها زوجها.

جس شخص پر کفریہ کلمہ کہنے کا الزام ہے وہ انکار کرتا ہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۴۰) زید کی سسرال والے زید کی زوجہ کو رخصت کرنا نہیں چاہتے، اور اس قسم کے وسائل تلاش کرتے ہیں جس سے طلاق لے کر دعویٔ مہر کیا جائے، زید طلاق نہیں دیتا، اور زید کہتا ہے کہ میں نے حاشا وکلا کوئی کلمہ نہیں کہا، میری سسرال والے مجھ پر تہمت لگاتے ہیں کہ اس نے کلمۂ کفر کہہ کر ایمان کی توہین کی ہے، اس لیے مجھ مسلمان کو کافر بنا کر میری اہلیہ کو چھوڑانا چاہتے ہیں، اس صورت میں کیا زید کافر ہوگیا؟ اور اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی؟ (۵۳۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ زید کلمۂ کفر کہنے سے منکر ہے تو اس کو مسلمان کہا جائے گا، اور آئندہ اس کو کافر نہ کہا جائے گا اور کافر نہ سمجھا جائے گا، لیکن اگر دو عادل گواہ سے اس کا کلمۂ کفر کہنا پہلے ثابت ہو چکا ہے تو اس کی زوجہ اس کے نکاح سے خارج ہوگئی، اس کو بدون تجدیدِ نکاح کے نہیں رکھ سکتا۔ کما في الدّرّالمختار: شَهِدوا علىٰ مسلمٍ بالرِّدّةِ و هو منكر لا يَتعرَّض له لا لتكذيب الشّهودِ العُدولِ بل لأن إنكارَه توبة و رجوع يعني فيُمتَنع القتل فقط ، وتَثبت بقية أحكام المرتدّ كحَبْطِ عملٍ و بطلانِ وقفٍ وبينونةِ زوجةٍ إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرآن شریف یا تسبیح سے استخارہ دیکھنا اور اسے غیب کی خبر سمجھنا

سوال: (۵۴۱) قرآن شریف یا تسبیح سے استخارہ دیکھنا اور جو کچھ معلوم ہو اس کو خدا کی طرف سے غیب کی خبر سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۱۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسا نہ سمجھنا چاہیے، اور من اللہ خبر غیب سمجھنا اس کو صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تسلیم کرنا کہ ہنود اپنے مذہب کی اشاعت کر سکتے ہیں: کفر کی حمایت ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۲)...... (الف) کیا اسلام اسی امر کی اجازت دیتا ہے کہ کفار بالخصوص ہنود کفرو

(۱) الدّرّالمختار مع الرّدّ: ۶/۲۹۷-۲۹۸، كتاب الجهاد ، باب المرتدّ ، مطلب : جملةُ من لايُقتَلُ إذا ارتدّ .

شرک کی اشاعت کریں؟

(ب) اگر اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا تو کسی شخص کا اس حق کو تسلیم کرنا اور اس کو جائز کہنا حمایت کفر ہے یا نہیں؟ (۵۸۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف - ب) ظاہر ہے کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کفر وشرک کی اشاعت ہو، مگر اس کلام بعض الناس کا یہ مطلب لینا چاہیے کہ مسلمان چونکہ خود دوسری قوم کی رعایا ہیں، اور اس قوم متسلط کی طرف سے ہر ایک کو آزادی ہے کہ اپنے مذہب کی اشاعت کرے، اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ ان کو روکیں، اس وجہ سے ایسا کہہ دیا جاتا ہے کہ ہندو مسلمانوں سے تعرض نہ کریں، اور مسلمان ہندوؤں سے تعرض نہ کریں، پس یہ حمایت کفر کی نہیں ہے بلکہ اظہار اپنی مجبوری کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا لواطت کرنے والا امت محمدیہ سے خارج ہے؟

سوال: (۵۴۳) حرکت لواطت کرنے والا فی الواقع امت محمدی سے خارج ہے؟ بیان فرمائیں۔ (۱۳۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وہ فاسق وعاصی ہے توبہ کرے اور آئندہ اس حرکت بد سے باز آوے، واقعی وہ شخص اگر توبہ نہ کرے تو کامل امتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کو دین کی بربادی قرار دینا جہالت ہے

سوال: (۵۴۴) ایک شخص مسلمان ہو کر یہ کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین سبط رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہ موجب پیش خبری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو صلح و مصالحت کی ہے، اس صلح ومصالحت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت کا دین برباد کر دیا ہے، آیا ایسا عقیدہ رکھنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ یہ خیال اور عقیدہ اس شخص کا بالکل غلط اور جہالت ہے دین سے، کیونکہ جس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح اور خیر فرمایا اس کو یہ شخص فساد اور بربادیٔ دین سمجھتا ہے یہ اس

کی خبث باطنی اور گمراہی کی دلیل ہے، بخاری شریف میں بہ روایت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: إن ابني هذا سيّدٌ ولعلّ اللّٰه أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين (۱) یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سے مسلمانوں کے دو فرقوں میں مصالحت فرمادے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کردی اور سب مسلمان باہم متفق ہوگئے اور جنگ وجدال وحرب وقتال باہم موقوف ہوا، پس اس صلح واصلاح کو جو شخص فساد اور بربادی دین کی سمجھے وہ سخت بددین اور غوی وجاہل ہے اور یہ عقیدہ اس کا خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
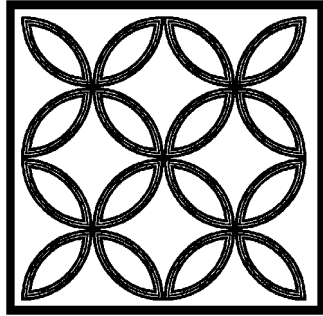
(۱) صحيح البخاري: ۱/۳۷۳، كتاب الصّلح، باب قول النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم للحسن ابن عليّ ابني هذا سيّد إلخ .

کفر وارتداد کا حکم اور اس سے توبہ کرنے کا بیان

کن کلمات کی وجہ سے مؤمن کافر ہوجاتا ہے؟
اور مرتد کس طرح داخل اسلام ہوسکتا ہے؟

سوال: (۵۴۵) مسلم، مؤمن شخص کن کلمات باطلہ سے مردود کافر ہوجاتا ہے، پھر کس طرح داخل اسلام ہوسکتا ہے کہ اس کی زوجہ اس کے نکاح میں رہے؟ (۳۱۵۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو شخص قطعیاتِ دین کا منکر ہو وہ کافر ہے، پس جو مسلمان بہ وجہ انکار قطعیات کے کافر ہوجائے والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ بعد تجدیدِ ایمان کے داخل اسلام ہوسکتا ہے، بعد تجدیدِ ایمان کے تجدیدِ نکاح کرے تب اس کی زوجہ اس کے نکاح میں رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتد کی سزا اور اس کی حکمت

سوال: (۵۴۶) اسلام کا حکم ہے کہ مرتد کو بعد ارتداد تین دن تک محبوس رکھا جائے، اگر وہ مسلمان ہوجائے تو بہتر ورنہ قتل کردیا جائے یہ کونسا انصاف ہے؟ (۱۸۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دین اسلام میں داخل ہوکر پھر مرتد ہونا یہ کھلی ہوئی بغاوت ہے، اور مضرت اس کی بہت زیادہ ہے اس لیے اس کے لیے نص صریح وارد ہوئی: **من بدّل دینه فاقتُلوه (۱) رواه البخاري،**

---

(۱) عن عكرمة أنّ عليًّا حَرَّقَ قومًا فَبَلَغَ ابنَ عبّاسٍ رضي الله عنهم فقال: لو كنتُ أنا لم أُحْرِقْهُمْ لأنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لا تعذِّبوا بعذابِ الله ، و لقَتَلْتُهم ، كما قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم من بدّل. الحديث (صحيح البخاري: ۴۲۳/۱، كتاب الجهاد، بابٌ لا يعذّب بعذاب الله)

کیونکہ ایسے باغی وسرکش وفتنہ پھیلانے والے کی سزا سوائے اس کے استیصال کے اور کچھ نہیں ہوسکتی اور تفصیل اس کی اس رسالہ میں دیکھئے جو کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے قتل مرتد کے بارے میں مفصل لکھا ہے، اور باقی یہ کہ مرتد پر عرض اسلام اور کشف شبہات اور حبسِ ثلاثۂ ایام واجب ہے یا مستحب اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے، درمختار میں ہے کہ اگر مرتد مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت تین دن کی معہ حبس کے دی جاتی ہے اور اگر وہ مہلت طلب نہ کرے تو فوراً قتل کردیا جائے (۱) فقط

مرتد مسلمان ہوجائے تو سابقہ اعمال صالحہ کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۷) استینافِ ایمان سے حسنات حاصلہ عود کرآتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۸۵۸ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے: **السّاقط لایعود (۲) و فیه اختلاف منقول في الشّامي فلیراجع** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) من ارتدَّ عرضَ الحاكمُ عليه الإسلامَ استحبابًا على المذهب لبلوغه الدَّعوةَ وتكشفُ شبهتُه .... ويُحبسُ وجوبًا، وقيل: ندبًا ثلاثةَ أيَّامٍ، يُعرضُ عليه الإسلام في كلِّ يومٍ منها، خانية ، إنِ اسْتَمْهَل أي طلبَ المهلةَ و إلاّ قتلَهُ مِنْ ساعتِهِ، إلاّ إذا رُجِيَ إسلامُهُ ، بدائع . (الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۶-۲۷۳، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: ما يُشكّ أنه رِدّة لا يحكم بها)

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار : ۴۶۲/۲، كتاب الصّلاة ، باب قضاء الفوائت ، مطلب في تعريف الإعادة .

(۳) كما لايقضي مرتدٌّ ما فاتَهُ زَمَنَهَا......ولذا يلزم بإعادة فَرْضٍ أدّاهُ ثمّ ارتدّ عَقِبَهُ وتابَ أي أسلم في الوقتِ لأنّه حَبِطَ بالرِّدّةِ. قال تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ (المائدة:۵) وخالف الشّافعي بدليل﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾ قلنا: أفادتْ عملَين وجزائين: إحباطَ العمل، والخلودَ في النّار؛ فالإحباطُ بالرّدّة،والخلودُ بالموت عليها، فليحفظ(الدّرّالمختار)

وفي الشّامي: قوله: (وخالف الشّافعي)أي حيث قال:لايلزم الإعادة، لأن إحباطَ العملِ معلّقٌ في الآية بالموت على الرّدّة . قوله: (قلنا إلخ) حاصل الجواب أن قوله تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾(البقرة:۲۱۷) فيه ذكرُ عملَين : أحدُهما الرّدّة، ==

تجدیدِ ایمان میں اعلان کی ضرورت ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۴۸) اگر کسی کلمہ سے کفر لازم آجائے بجائے خود تو کیا استیناف ایمان علی روس الاشہاد ضروری ہے؟ (۱۳۴۳/۸۵۸ھ)

الجواب: اگر کلمۂ کفر کا اعلان ہو چکا ہے تو تجدید میں اعلان کرنا چاہیے اور اور اگر کلمۂ کفر زبان سے نکل گیا اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہے تو تجدیدِ ایمان میں بھی اعلان کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

مسلمان کا ارتداد سے انکار کرنا: توبہ اور رجوع کے قائم مقام ہے

سوال: (۵۴۹) زید پہلے مسلمان تھا، پھر کچھ عرصہ عیسائیوں کے ساتھ اس کا اختلاط رہا، اور پادری صاحب کے پاس جا کر اس نے مذہب عیسائی اختیا کرلیا، بعد ازاں ایک مسلمان نے دانستہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کردیا، اب زید کہتا ہے کہ میں عیسائی نہیں ہوا یہ مجھ پر افتراء ہے، کیا زید کا

== والآخرُ الموت عليها: أي الاستمرار عليها إلى الموت؛ وذَكَرَ جزائين ، لكلّ عمل جزاءٌ علـى اللّفّ والنّشر المرتّب، فإحباطُ الأعمالِ جزاءُ الرّدّة ، والخلودُ في النّار جزاءُ الموت عليها، بدليل أنّه في الآية الأولى علّقَ حَبْطَ العملِ على مجرّد الكفر بما آمن به، ومثلُه قوله تعالىٰ: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الأنعام: ٨٨)

تنبيهٌ: مقتضى كونِ حبطِ العمل في الدّنيا والآخرة جزاءُ الرّدّة وإن لم يمُت عليها عندنا أنّه لو أسْلَمَ لا تعود حسناتُهُ، وإلاّ كان جزاءً لّها وللموت عليها معًا كما يقوله الشّافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ، وفي البحر والنّهر من باب المرتدّ عن التّاترخانية معزيًّا إلى التّتمّة: لو تاب المرتدّ، قال أبو عليّ وأبوهاشم من أصحابنا: تعود حسناته . وقال أبو قاسم الكعبي: لا تعود، ونحن نقول: إنّه لا يعود ما بطل من ثوابه، ولكن تعود طاعتُه المتقدّمةُ مؤثرةً في الثّواب بعد اهـ . ولعلّ معنى كونها مؤثّرةً في الثّواب بعد أنّ اللّٰه تعالىٰ يُثيبُهُ عليها ثوابًا جديدًا بعد رجوعه إلى الإسلام غير الثّواب الّذي بطل، أو أن الثّواب بمعنى الاعتدادِ بها وعدم مطالبته بفعلها ثانيًا، وإن حكَمْنا ببطلانها، لأنّ ذلك فضل من اللّٰه تعالىٰ . تأمّل . (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ٢/٤٦٨-٤٦٩، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب إذا أسلم المرتدّ هل تعود حسناته أم لا؟ والبحر الرّائق: ٥/٢١٣، كتاب السّير، باب أحكام المرتدّين)

انکار توبہ کے قائم مقام ہے اور اس لڑکی کا نکاح زید سے جائز ہے؟ (۲۱۸۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ مرتد کا انکار عود الی الاسلام اور توبہ ورجوع کے قائم مقام سمجھا جائے گا، لہٰذا اس صورت میں جب کہ زید اپنے عیسائی ہونے سے منکر ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کے اس انکار کو جھٹلایا جائے، وہ واقعی اگر عیسائی ہوگیا ہے تو پھر اس کے افعال واعمال خود شاہد بن کر اس کی تکذیب کردیں گے، اور یہ غیر واقعی انکار اس کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا، لیکن اس وقت جب کہ وہ کھلے لفظوں میں یہ کہہ رہا ہے کہ یہ مجھ پر بہتان ہے میں عیسائی نہیں ہوں تو پھر ضرورت نہیں کہ خواہ مخواہ اس کو مرتدین کے زمرہ میں داخل کیا جائے بلکہ اب تو یونہی کہا جائے گا کہ وہ اپنے انکار سے توبہ ورجوع کا اعلان کررہا ہے۔ قال في الخانيّة: وجحود الرّدّة يكون عودًا إلى الإسلام (۱) (خانیہ: ۳/۶۰۴) وفي الدر المختار : شهِدوا على مسلم بالرّدّة وهو منكر لا يتعرّض له لا لتكذيب الشّهود العدول بل لأنّ إنكاره توبةٌ و رجوعٌ إلخ (۲) (درمختار: ۳/۲۹۹) اور جب کہ اس کا نکاح اس انکار کے بعد ہوا ہے تو پھر اس کی صحت میں بھی کوئی تردد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شادی شدہ سنی مسلمان عورت شیعہ یا مرزائی مذہب اختیار کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۵۰) اگر کوئی شادی شدہ مسلمہ عورت اہل سنت والجماعت اپنے مذہب سے منحرف ہوکر مثلاً شیعہ یا مرزائی یا کسی اور ایسے مذہب میں چلی جائے جو غیر اسلام ہو؛ تو کیا اس کا سابقہ نکاح بہ حالت اسلام صحیح رہ سکتا ہے کہ نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۷۰۹ھ)

الجواب: اگر سنیہ مسلمہ عورت منکوحہ نے کوئی ایسا مذہب اختیار کیا جو بہ اتفاق کفر وارتداد ہے جیسے مرزائی ہوجانا یا غلاۃ روافض میں سے ہوجانا تو نکاح اس کا شوہر سابق سے فورًا ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) الفتاوى الخانيّة بهامش الفتاوى الهنديّة: ۳/۵۸۰، كتاب السّير، باب الرّدّة وأحكام أهلها

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۶/۲۹۷، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: جملةُ مَن لا يُقتل إذا ارتدّ .

كما في الدّرّالمختار: وارتداد أحدهما ...... فسخ ...... عاجل إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتدہ عورت مسلمان ہونے کے بعد پہلے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵۱) جو مسلمہ مرتدہ ہو جاوے اور اس پر کسی طرح جبر نہیں ہوسکتا، اگر مسلمہ مرتدہ کو کسی طریقہ سے پھر مسلمان کیا جاوے، اور وہ اپنے پہلے شوہر کے پاس جانے سے انکار کرے، ایسی حالت میں کسی دوسرے مسلمان سے نکاح جائز ہوسکتا ہے؟ (۶۶۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: چوں کہ ہندوستان میں جبر نہیں ہوسکتا، اس لیے جبرًا مسلمان کرنے کا حکم یہاں جاری نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ اُس عورت سے کوئی دوسرا شخص مسلمان نکاح نہ کرے، تاکہ وہ مجبور ہوکر پہلے شوہر سے پھر نکاح کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۵۲) مکرر متعلق استفتاء نمبر ۶۶۷ / رجسٹر ۱۳۴۱ھ یعنی جو عورت مرتدہ ہوگئی تھی وہ عورت شوہر اوّل کے پاس جانا منظور نہیں کرتی تو شوہر اوّل کے سواء کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا مرتدہ مذکورہ کو بعد تجدیدِ اسلام کے شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: درمختار وغیرہ کتب فقہ میں اس کو بہت زور سے لکھا ہے کہ مرتدہ عورت مسلمان ہونے کے بعد شوہر اوّل ہی کو دی جاوے، اور اسی سے نکاح کرنے پر اس کو مجبور کیا جاوے (۲) یعنی اور کسی

---

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

(۲) و تُجبر على الإسلام و على تجديد النّكاح زجرًا لها بمهر يسير كدينار ، و عليه الفتوىٰ. (درّمختار)

وفي الشّامي: قوله: (وعلىٰ تجديد النّكاح) فلكلّ قاض أن يجدّده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا، و تمنع من التّزوّج بغيرهٖ بعد إسلامها، و لا يخفى أنّ محلّه ما إذا طلبَ الزّوجُ ذلك ، أمّا لو سكت أو تركَهُ صريحًا فإنّها لا تُجبرُ وتُزَوَّجُ من غيرهٖ لأنّه ترك حقّه .

(الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح ، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع)

مسلمان کو اس سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، تاکہ آئندہ کوئی عورت ترکِ اسلام کو حیلۂ خلاص نہ بناوے، لہٰذا اس میں کچھ گنجائش کسی جدید فیصلہ کی بعد فیصلہ کرنے فقہائے عظام کے نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۵۵۳) مسماۃ فاطمہ کا عقد مسمی جیمان گوجر سے ہوا تھا، کئی سال کے بعد مسماۃ عیسائی ہوگئی، بعد تین سال کے پھر مسماۃ فاطمہ مسلمان ہوگئی تو اب فاطمہ کسی دوسرے شخص سے عقد کرسکتی ہے یا نہ؟ (۱۱۰۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حکم یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی شوہر سابق جیمان سے کرنا چاہیے اور عورت کو اس پر مجبور کیا جاوے اور دوسری جگہ اس کا نکاح نہ کیا جاوے، **كذا في الدّرّ المختار** (۱) فقط

سوال: (۵۵۴) اگر ایک عورت اپنے شوہر سے خلاصی پانے کے واسطے مرتدہ ہوجائے، اور پھر مسلمان ہوکر بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۲۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اصل مسئلہ یہی ہے کہ اگر زوجین میں سے کوئی مرتد ہوجائے تو فوراً ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور اس کے موافق عورت بعد گزرنے عدت کے جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، لیکن فقہاء نے اُس صورت میں کہ عورت مرتدہ ہوجائے اس وجہ سے کہ شوہر سے خلاصی پاوے **زجرًا للمرأة** یہ فتویٰ دیا ہے کہ وہ عورت شوہر اوّل ہی کو دی جائے اور مہر یسیر کے ساتھ اس کا نکاح شوہر اوّل سے کردیا جائے، دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح نہیں کرسکتی، مگر جب کہ شوہر اوّل اس سے نکاح کرنا نہ چاہے، اس صورت میں دوسرے شخص مسلم سے نکاح اس عورت کا بعد اسلام کے درست ہے۔ درمختار میں ہے: **وارتداد أحدهما ...... فسخ...... عاجل إلخ** (۲) **وتُجبر على الإسلام وعلى تجديد النّكاح زجرًا لها بمهر يسير كدينار، وعليه الفتوىٰ (درّمختار) وفي الشّامي: ولايخفى أن محلّه ما إذا طلب الزّوج ذلك أمّا لو سكت أو تركه صريحًا فإنّها**

---

(۱) الدّرّ المختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

(۲) الدّرّ المختار مع ردّالمحتار: ۲۷۲/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع .

لا تجبر و تزوّج من غيره إلخ(۱)(شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محض ارتداد ہی سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے

سوال: (۵۵۵) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا حشر ہنود کے ساتھ ہوگا، اس جملہ کا کہنے والا اگر مرتد ہوجائے گا تو مجرد ارتداد ہی سے اس کی زوجہ نکاح سے نکل جائے گی یا تفریق قاضی یا طلاق شوہر کی ضرورت ہوگی، اور بعد ارتداد بھی ممبر اوقاف رہ سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ کلمہ کفر کا ہے اور اس کلمہ کا قائل اپنی موت اور حشر کفار کے ساتھ ہونے پر راضی ہے یا اظہار رضا مندی کرتا ہے کیونکہ عربی میں ترجمہ اس لفظ کا یہ ہے کہ احشر مع الكفار اور یہ محقق ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے: كما تموتون تحشرون (۲) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم، شرح فقہ اکبر میں ہے: أوقال أخرجه أي الله من الدّنيا بلا إيمان أو كافرًا أو أماته بلا إيمان أو كافرًا وأبّده الله في النّار أو أخلده فيها أو لم يخرجه الله من نار جهنّم كفر إلخ وفي المحيط: من رضي بكفر نفسه فقد كفر أي إجماعًا وبكفر غيره اختلف المشائخ إلخ(۳) وفي موضع آخر منه: لا حميّة لي ولا دين كفر يعني بقوله: ”فلا دين لي“ فإنّه خرج بهذا عن دين الإسلام (۴) الغرض اس کلمہ کے کفر ہونے میں کچھ تردد نہیں معلوم ہوتا، اور ارتداد سے اس کی زوجہ فوراً اس کے نکاح سے خارج ہوجاتی ہے، تفریق قاضی کی ضرورت نہیں، و ارتداد أحدهما ...... فسخ ...... عاجل أي بلا قضاء (۵)(شامي، درّمختار) اور یہ صحیح ہے کہ تولیت کے لیے

(۱) الدّرّالمختار والشّامي: ۲۷۳/۴، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق إلخ .

(۲) مرقاة المفاتيح: ۳۷۵/۷، كتاب الجهاد، الفصل الثّاني، وفيه أيضًا: ۳۳۲/۱، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثّالث .

(۳) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۲۱، فصل في الكفر صريحًا وكنايةً، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي.

(۴) شرح الفقه الأكبر، ص:۲۲۳، فصل في الكفر صريحًا وكناية .

(۵) الدّرّ مع الرّدّ: ۲۷۲/۴-۲۷۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق بل للوقوع .

اسلام شرط نہیں ہے، امین اور قادر علی انتظام التولیۃ ہونا وغیرہ شرط ہے۔ قال في الإسعاف: ولا یولّی إلاّ أمین قادر بنفسه أو بنائبه إلخ و یشترط للصّحّة بلوغه وعقله لا حریته وإسلامه إلخ(۱)(شامي، جلد:۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رخصتی سے پہلے خاوند مرتد ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:(۵۵۶) ثروت حسین کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، ہنوز رخصت نہ ہوئی تھی کہ ثروت حسین آریہ ہوگیا، اور رخصتی کا خواہشمند ہے ایسی حالت میں جو حکم شریعت کا ہو مطلع فرمائیں، اب وہ پھر مسلمانوں کی صورت میں نظر پڑتا ہے۔(۱۳۴۱/۲۵۰۴ھ)

الجواب: اس صورت میں نکاح ثروت حسین کا مرتد ہوتے ہی باطل ہوگیا، اب بعد اسلام لانے کے وہ اپنی منکوحہ سابقہ کو رخصت نہیں کرا سکتا، البتہ بعد اسلام لانے کے اس سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شادی شدہ نابالغ لڑکا مرتد ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال:(۵۵۷) ایک عورت کافرہ بیوہ نے جس کے ساتھ پہلے شوہر کافر سے ایک لڑکا نابالغ ہے بعد قبول کرنے اسلام کے ایک مسلمان سے نکاح کرلیا، اور اپنے لڑکے نابالغ کا نکاح ایک نابالغ لڑکی سے کردیا، بعد مرنے نومسلمہ کے اس کا لڑکا اپنی کافر قوم کے ساتھ جاملا اور مرتد ہوگیا، اس کا نکاح منعقد ہوگیا تھا یا نہیں؟ اور اب نکاح اس کا قائم رہا یا فسخ ہوگیا؟(۱۴۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس لڑکے کا نکاح منعقد ہوگیا تھا، لیکن جب کہ وہ لڑکا پھر مرتد ہوگیا اور کافروں کے ساتھ جاملا تو نکاح اس کا فسخ ہوگیا۔ وَ إلاّ بأن أبیٰ أو سكتَ فُرِّقَ بینهما ولو کان الزّوج صبیًّا ممیّزًا اتّفاقًا علی الأصحّ إلخ . قوله: (صبیًّا ممیِّزًا) أي یَعْقِلُ الأدیانَ لأنّ ردّتَه معتبرةٌ فکذا إباؤُہٗ فتح إلخ(۲)(شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ردّالمحتار علی الدّر:۶/۴۵۳، کتاب الوقف ، مطلب في شروط المتولّي .

(۲) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۴/۲۶۷، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب في الکلام علی أبوَي النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم و أهل الفترة .

مسلوب العقل کے ارتداد کا حکم

سوال: (۵۵۸) زید نے حالت غضب میں یہ کہا کہ اگر کوئی پیغمبر زادہ بھی آجائے تو میں یہ کام نہ کروں گا، مگر بہ نظر استخفافِ شریعت نہیں کہا، بلکہ بہ وجہ زائل ہونے عقل کے کہا، پھر فوراً جب اثبات عقل ہوا استغفار کرلیا تو شرعاً شخص مذکور کو حکم ارتداد کا دیا جائے گا یا نہ؟ (۱۳۴۲/۲۳۶ھ)

الجواب: قال في الدُّرّ المختار: وشرائطُ صحّتها: العقلُ والصَّحْوُ والطَّوْعُ فلا تصحّ ردّةُ مجنونٍ ومَعتوهٍ، ومُوَسْوِسٍ وصبيٍّ لايَعقِل، وسَكرانَ، و مُكرَهٍ عليها إلخ(۱) پس معلوم ہوا کہ اگر غضب ایسا تھا کہ زید اس میں مغلوب العقل اور مسلوب العقل ہوگیا تھا مثل دیوانہ کے تو حکم ارتداد اس پر نہ کیا جائے گا اور بہر حال توبہ وتجدیدِ ایمان لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو کفر وشرک کا مرتکب ہو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۵۹) ......(الف) زید مسلمان افعال کفر وشرک کا مرتکب ہے، کچھ دنوں پیشتر مسلمانوں سے بحث وتکرار کرتا ہوا کلام اللہ کو کلام انسانی قرار دے کر قرآن پاک کو جلا کر خاک سیاہ کردیا، اور احادیث صحیحہ کو بوسیدہ کاغذوں کی طرح چاک کر کے پھینک دیا۔

(ب) وہ یہ کہتا ہے کہ لحم خنزیر اور لحم بز (بکری) میں کچھ فرق نہیں، اسی طرح اپنی مادر حقیقی اور اپنی عورت میں تمیز نہیں، مشرکوں کے دیوتاؤں کو نذر چڑھاتا ہے اور مشرکین کا ذبیحہ کھاتا ہے۔

(ج) رام اور رحمان دونوں کو ایک کہتا ہے۔ (۱۳۴۲/۲۸۰۰ھ)

الجواب: (الف-ج) ایسے عقائد رکھنے والا شخص کافر ومرتد ہے، اگر وہ تائب واسلام لا کر نہ مرے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے، اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہ کیا جائے، اگر وہ شخص پھر اسلام میں داخل ہونا چاہے اور گذرے ہوئے عقائد وافعال سے توبہ کرے تو اس کو مسلمان کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۲۷۱/۶-۲۷۲، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب: ما يُشكّ أنّه ردّة لا يُحكم بها.

اصلی کافر اور مرتد کے حکم میں فرق

سوال: (۵۶۰) زید ہندو تھا مسلمان ہوا، اور ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی، لیکن چند روز کے بعد وہ پھر ہندو ہو گیا، اور بودھ مذہب اختیار کرلیا، اب اس نے مسلمانوں کی دعوت کی ہے اور اس کا انتظام مسلمان کے سپرد کیا ہے، مسلمانوں کو اس کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ہندو مستقل اور ایسے ہندو کے جو مسلمان ہو کر پھر ہندو ہو گیا ہو برتاؤ میں اور احکام میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کسی ہندو کا مسلمان ہو کر پھر ہندو ہونا ارتداد ہے، اور شریعت میں عام کفار اور مرتد میں فرق کیا گیا ہے، مرتد کا حکم شریعت اسلام میں یہ ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے، پس اگر یہ امر بہ سبب حکومتِ اسلام نہ ہونے کے متعذر ہو گیا تو اس سے بھی کیا کم کہ مرتد کے ساتھ اہل اسلام کوئی تعلق نہ رکھیں اور میل جول نہ رکھیں، اور دعوت کھانا اور ہدیہ قبول کرنا بہ حکم حدیث: **تهادوا تحابّوا** (۱) سبب مودت ومحبت کا ہوتا ہے اور یہ حرام ہے، لہٰذا مرتد کی دعوت مسلمانوں کو کسی طرح قبول کرنا درست نہیں، اگرچہ کسی مسلمان کے ذریعہ سے وہ اس دعوت کا اہتمام کرائے اور وہ مسلمان عاصی ہے جو اس بارے میں اس کا معین ہو اور اہتمامِ دعوت کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نومسلم ہندو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۶۱) ایک لڑکا جس کی عمر ۱۷ یا ۱۸ سال کی ہے، پہلے سے ہندو تھا، اور ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں مسلمان ہو گیا تھا، اب ہندو لوگ اس کو ورغلاتے ہیں ہندو ہونے پر، تو کیا وہ ہندو ہو سکتا ہے؟ (۱۰۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو شخص ہندو سے مسلمان ہو گیا تھا اگر اس کو پھر ہندو ورغلا کر ہندو بنانا چاہیں تو اس کو

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: تهادوا تحابوا (شعب الإيمان للبيهقي: ۴۷۹/۶، الباب الحادي والسّتّون باب في مقاربة أهل الدّين وموادتهم إلخ. فصل في المصافحة والمعانقة عند الالتقاء — المطبوعة: دار الكتب العلميّة، بيروت)

سمجھانا چاہیے کہ وہ پھر ہندو نہ ہو، اور اگر وہ پھر ہندو ہوگیا اور کلمۂ اسلام سے انکار کیا تو وہ مرتد ہوجاوے گا اور کفار میں داخل ہوجاوے گا، مسلمانوں کو اس سے تمام تعلقات قطع کردینا ہوگا۔ فقط

جو شخص بار بار مرتد ہوجاتا ہے اس کو مسلمان کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۶۲) ایک شخص خاکروب ہے، اس کی دختر کے شوہر نے بابت طلب اپنی عورت کے عدالت میں دعوی کیا ہے، اور باپ اس کا اس کے خاوند کے گھر بھیجنا نہیں چاہتا ہے، اسی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ میں عدالت میں کامیاب ہوجاؤں مسلمان ہوگیا، اور دو دفعہ پہلے بھی مسلمان ہوکر مرتد ہوچکا ہے، اور وہ عورت بھی اسی وجہ سے مسلمان ہوگئی ہے، شوہر کے گھر جانا نہیں چاہتی تو ایسے شخص کو مسلمان کرنا روا ہے یا نہیں؟ (۱۹۹۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کوئی مسلمان ہونا چاہے اور دینِ اسلام میں داخل ہونا چاہیے اس کو مسلمان کرنا ضروری ہے انکار کرنا روا نہیں، اور مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، اور کافر کے گھر میں جانا اس کو روا نہیں، عورت جب کہ مسلمان ہوگئی اور شوہر اس کا کافر رہا نکاح فسخ ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم

مرتد کفر سے توبہ کرنے سے دوبارہ مسلمان ہوجاتا ہے

سوال: (۵۶۳) ایک بھنگن پر ایک مسلمان بھنگی ہوگیا، دو چار روز بھنگی رہا اور اس نے اقرار کیا کہ میں بھنگی ہوگیا، اور پھر اس نے توبہ واستغفار بہت کیا، پھر اس کو مسلمان کیا گیا آیا وہ مسلمان ہوگیا یا نہیں؟ (۲۹۴۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: دوبارہ توبہ واستغفار کرنے کے بعد اور اسلام لانے کے بعد وہ شخص پھر مسلمان ہوگیا، اور اس کے اسلام میں کچھ نقص نہیں رہا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۶۴) ایک مسلمان تیس سال سے چماروں میں شامل رہا ایک چماری کو ہمراہ رکھ کر، اب وہ عورت بیماری پلیگ میں فوت ہوگئی، اب وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے تو کیا کفارہ ہے؟ (۱۰۳۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ شخص توبہ کرے اور مسلمان ہوجائے یہی اس کا کفارہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتد اور منافق کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۶۵) مرتد اور منافق کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲۰۰۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مرتد ہو یا منافق توبہ سب کی قبول ہوتی ہے، مرتد ومنافق جب کہ کفر ونفاق سے توبہ کریں اور تجدیدِ اسلام کریں تو توبہ اور اسلام ان کا قبول ہے، بلکہ حکم یہی ہے کہ ان سے توبہ کرائی جاوے اور تجدیدِ اسلام کا حکم کیا جاوے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۲۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضعف دماغ کی بیماری سے تندرست ہو جانے کے بعد کلماتِ کفر سے توبہ کرنا

سوال: (۵۶۶) زید بیمار ہوا، دماغ کمزور وضعیف ہو گیا، عقل بے کار ہو گئی، خیالات فاسدہ دماغ میں بھرے ہوئے تھے، کلماتِ کفر وخیالاتِ فاسدہ زبان ودل سے نکلے، بعدہ زید اچھا ہوا، اپنے کیے پر نادم ہوا، توبہ کی، زید کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اور امید مغفرت کر سکتا ہے؟ (۱۲۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّأٰتِ﴾ (سورۂ شوری، آیت:۲۵) اور حدیث شریف میں ہے: التّائب من الذّنب کمن لاذنب لہ (۱) پس جو کلمات کفریہ وغیرہ آپ کی زبان سے نکلے ان سے توبہ کیجئے اور تجدید اسلام کیجئے، ان شاء اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف ہو جائیں گے اور توبہ قبول ہوگی، اور بخشش کی امید رکھنی چاہیے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیے توبہ واستغفار ہر وقت کرتے رہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرتد کی دعوت میں جانا اور اس سے چندہ لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۶۷) زید مسلمان نے علانیہ بودھ مذہب اختیار کر لیا، اور خود مندر کا ایک رکن

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۴۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہے، میونسپلٹی اور گورنر کے کونسل کے رائے دہندگان کی دو فہرستیں ہیں، مسلمین کی جدا اور کفار کی جدا، زید کا نام کفار کی فہرست میں ہے، اپنے بیرونی دروازہ پر بودھ کی تصویر بنوائی ہے، مگر بہ ایں ہمہ ہر سال گیارہویں شریف اور اس میں مسلمانوں کی دعوت بھی کرتا ہے، تو زید مسلمان ہے یا مرتد اور اس کی دعوت میں جانا اور کھانا، اس کا حصہ یا روپیہ پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ زید نے علانیہ اپنے کو بودھ مذہب پر ہونے کا اعلان کر دیا، اور اپنے دروازہ پر بودھ کی تصویر بھی قائم کی، اور اس کے بعد اس مذہب سے توبہ کا اعلان نہیں کیا، اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار نہیں کیا تو وہ کافر و مرتد ہے، اس کی کسی دعوت وغیرہ میں مسلمانوں کو شریک ہونا جائز نہیں ہے، اور روپیہ پیسہ اس سے لینا درست نہیں ہے، اور اس کے گھر کسی جلسہ میں وعظ و مولود شریف میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضورِ اکرم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۶۸) ایک صوفی کے مکان پر وعظ ہوا، جس میں حضور سرور عالم ﷺ کی شان مبارک میں توہین کے الفاظ استعمال کیے گئے، اور اہل مجلس میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے بہت صحیح و درست ہے، اور پھر ان تینوں شخصوں نے ایک جلسۂ عام میں توبہ کی، آیا ان کی توبہ قابل یقین ہے یا نہیں؟ اور نکاح رہا یا نہیں؟ (۲۷/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر کوئی ایسا کلمہ ان کی زبان سے نکلا جو شرعًا توہین کا کلمہ ہے اور حکم ارتداد اس پر ہوسکتا ہو تو ایسی حالت میں نکاح ان کا باقی نہیں رہا، اور توبہ و اسلام لانا ان کا قبول ہے، بعد توبہ کے تجدیدِ نکاح کرنی چاہیے، اور پوری بات جبھی معلوم ہو کہ وہ کلمہ معلوم ہو کہ آیا اس میں تاویل ممکن ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانی مذہب اختیار کرنے والا اپنے مذہب سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قابل قبول ہے

سوال: (۵۶۹) زید پر یہ الزام قائم کیا گیا کہ زید مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد و مثل مسیح سمجھتا

ہے، اس لیے بہ الزام تبدیلیٔ مذہب خدمت قضاء سے علیحدہ کیا گیا، بعدہ بعض علماء کی ہم کلامی سے اس کے خیالات میں تبدیلی ہوئی، اوراس سے رجوع کر کے محکمہ سرکار میں توبہ نامہ پیش کیا، پس اس کا رجوع اور توبہ عندالشرع قابل قبول ہے یا نہیں؟ زید خود مقر ہے کہ وہ مسلمان اہل سنت ہے، پس زید حسبِ اقرار خود حنفی مسلم سمجھا جائے گا یا نہیں؟ (۶۵۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: توبہ اس کی قابل قبول ہے اور بعد توبہ ورجوع الی الاسلام کے حکم اس کے اسلام کا کر دیا جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مفتی مجرم کے بیان کے بغیر کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے؟

سوال: (۵۷۰)...... (الف) مفتی بدون بیان مجرم کے مقدمہ سب النبی ﷺ میں فتویٰ محض دو گواہوں کے گواہی پر جاری کرسکتا ہے یا بعد سماعت بیان مجرم فتویٰ جاری کرے؟

(ب) اگر مجرم اسلام کے حق میں بحث کر رہا ہو، اور بہ حالت خمر جوش میں اسلام کی محبت میں آ کر سہواً اس کی زبان سے گستاخی درشانِ نبی ﷺ ہوگئی ہو، تو وہ تکفیر کے فتوی کا مستحق ہے یا نہیں؟

(ج) جو شخص مجرم کے ساتھ کلام کر رہا ہو، اوراس شخص کو منع بھی کیا جاوے کہ مجرم چونکہ حالت خمر میں ہے اس کے ساتھ بحث نہ کرو، مگر پھر بھی وہ کلام جاری رکھے تو کیا حکم ہے یہ بھی مجرم ہے یا نہ؟ (۱۸۱۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) فتوی کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ اگر اس نے یہ فعل جو کہ موجب کفر ہے کیا تو وہ کافر ہے، لہٰذا مفتی سے اگر کوئی یہ کہے گا کہ فلاں شخص نے سب النبی ﷺ کا ارتکاب کیا تو وہ فتوی کفر ساب کا دے دے گا۔

(ب) قرائن کی وجہ سے ایسی صورت میں مفتی کو فتوی کفر کا نہ دینا چاہیے، اور حالتِ سکر میں اگر کوئی کلمہ کفر کا کسی کی زبان سے نکلے تو اس پر بھی حکم کفر کا نہ کرنا چاہیے۔

(ج) بے شک یہ خطاء ہے کہ سکران ومدہوش سے ایسی باتیں کی جاویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

توبہ کے بعد کفر کا فتویٰ نہ دینا چاہیے

سوال: (۵۷۱) اگر کسی شخص کی زبان سے کلمۂ کفر نکلے، اور پھر توبہ کرے تو بعد توبہ کے کفر کا

فتوی دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۷۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بعد توبہ کے فتوی کفر کا نہ دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت آدم سے متعلق ایک من گھڑت قصہ اور اس کے ناقل کا حکم

سوال: (۵۷۲) ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے زنا کیا بایں طور کہ جب حوا پیدا ہوئی اور آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے ہاتھ لگانے کا ارادہ کیا، حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ جب تک میں اللہ تعالیٰ سے اجازت نہ لے کر آؤں اس وقت تک ہاتھ نہ لگانا، پس حضرت جبرئیل علیہ السلام تو بارگار الٰہی سے اجازت لینے گئے، بعد میں آدم نے زنا کیا (معاذ اللہ)، اسی وجہ سے ہم پر غسل واجب ہوا، یہ کہنا اس کا صحیح اور اس کا کچھ ثبوت ہے یا یہ بہتان ہے؟ اگر بہتان ہے تو ایسے شخص کے ایمان اور نکاح کا کیا حال ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ اور بدون توبہ اس سے تعلق رکھا جاوے یا نہیں؟ (۸۷۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی کچھ اصل نہیں ہے، یہ محض افتراء اور بہتان ہے اور اس میں اہانت اور استخفاف ہے حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں اور یہ کفر ہے، پس قائل کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا چاہیے بدون توبہ وتجدید ایمان کے اس کی امامت درست نہیں، اور متارکت اس سے لازم ہے، سلام وکلام ترک کر دیا جاوے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ جیسا کہ شامی میں مکفرات میں استخفاف نبی کو بھی شمار کیا ہے۔ حیث قال: وقتل نبيّ والاستخفاف به إلخ، وفيه بعد أسطر: قلت: و يظهر من هذا أنّ ما كان دليل الاستخفاف يكفر به، وإن لم يقصد الاستخفاف إلخ(۱) فقط

❀❀❀

---

(۱) ردّالمحتار على الدّر: ۲۷۰/۶، كتاب الجهاد، أوائل باب المرتدّ.

اہلِ حق اور فرقِ باطلہ کا بیان

اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ

سوال: (۳۵۷۳) نام اہلِ سنت وجماعت اس فرقہ کا کب سے رکھا گیا؟ اور وجہ تسمیہ کیا ہے؟
(۱۳۳۰-۲۹/۵۳۲ھ)

الجواب: اس گروہ کو اہل سنت والجماعت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ اہل حق ومتبعِ سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقۂ صحابہ کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم لا يزال الله تعالىٰ يغرس في هٰذا الدّين غرسًا يستعملهم في طاعته (۱) وقال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم :لا يبالون من خذلهم ولا من نصرهم(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہل سنت والجماعت کے عقائد کیا ہیں؟

سوال: (۳۵۷۴) عقائد اہل سنت والجماعت کیا ہیں؟ اور گمراہ فرقوں کے عمل کیا ہیں؟ اور

---

(۱) عن ابن زرعة قال : سمعت أباعِنَبَة الخولانيّ رضي الله عنه وكان قد صلّى القبلتين مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: لا يزال الله يغرس الحديث .
(سنن ابن ماجة ، ص:۲-۳، باب اتّباع سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه رضي الله عنه قال: قام معاوية رضي الله عنه خطيبًا، فقال:أين علماؤكم؟ أين علماؤكم ؟ سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: لا تقوم السّاعة إلّا وطائفة من أمّتي ظاهرون على النّاس ، لا يبالون من خذلهم ولا من نصرهم.
(سنن ابن ماجة، ص:۳،باب اتّباع سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم)

دونوں میں کیا فرق ہے؟ (۱۸۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقائد اہل سنت والجماعت مضبوط ومعروف ہیں، کتب عقائد مثل شرح عقائد نسفی و شرح فقہ اکبر وغیرہما کو دیکھ لیا جاوے، جس شخص کے عقیدہ اس کے خلاف ہوں اس کو سمجھو کہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرقۂ ناجیہ کونسا ہے؟

سوال: (۵۷۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: قرب قیامت میں تہتر فرقے ہوں گے ایک فرقہ ناجیہ ہوگا وہ فرقہ کونسا ہے؟ (۵/۱۷۷۵-۱۳۳۸ھ)

الجواب: وہ فرقہ حدیث میں آیا ہے: ما أنا علیه و أصحابي (۱) وهي الجماعة یعنی وہ فرقہ اہل سنت و جماعت ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۷۶) فرقۂ ناجیہ کونسا ہے؟ بینوا توجروا (۳۱۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اہل سنت والجماعت (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۶۲۷) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) فنقول: الفرقة الّتي هي ناجية من الجميع و إن كانت مبهمةً يصرفها كلّ مؤوّل إلى من يشاء، ولكن بالتّحقيق والصّدق من كان على طريق السّنّة والجماعة أي تابعًا لما كان عليه الصّحابة والتّابعون ومضى عليه السّلف الصّالحون، إذ روي أنّه استفسر عليه السّلام عنها، فقال: من كان على السّنّة والجماعة، وفي رواية قال: ما أنا عليه و أصحابي إلخ. (التّفسيرات الأحمديّة، ص:۲۶۸، تفسير سورة الأنعام، رقم الآية:۱۵۳)

(۳) علامہ احمد بن محمد طحطاوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۳۱ھ) جو مشہور حنفی فقیہ ہیں، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، الدّرّ المختار کے حاشیہ میں کتاب الذبائح میں تحریر فرماتے ہیں: فعليكم معاشرَ المؤمنين باتباع الفرقة النّاجيّة المسمّاة بأهل السّنّة والجماعة ...... وهذهٖ الطّائفة النّاجيّة قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة، وهم الحنفيّون، والمالكيّون، والشّافعيّون، والحنبليّون رحمهم اللّٰه ومن كان خارجًا عن هذهٖ الأربعة في هذا الزّمان فهو من أهل البدعة والنّار (۱۵۳/۴) ==

اہلِ اسلام کا کوئی فرقہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یا نہیں؟

سوال: (۵۷۷)......(الف) کوئی فرقہ اہلِ اسلام کا ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا نہ؟
(ب) اسلام کے ۷۲ فرقے جو ناری ہوں گے وہ کبھی داخل جنت ہوں گے یا نہ؟
(۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف) مسلمان کوئی مخلد فی النار نہ ہوگا۔
(ب) بعد عذاب بہ قدر معاصی داخل جنت ہوں گے بہ شرطیکہ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو(۱) فقط

== ترجمہ: پس اے جماعت مؤمنین! تم پر لازم ہے فرقۂ ناجیہ کی پیروی کرنا، جو اہل السنہ والجماعت کہلاتا ہے ...... اور یہ جماعتِ ناجیہ اس زمانہ میں مذاہبِ اربعہ میں اکٹھا ہوگئی ہے، اور وہ مذاہب اَربعہ: احناف، مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائیں —— اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے باہر ہے: وہ گمراہ لوگوں میں سے اور دوزخیوں میں سے ہے۔

اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مأۃ دروس کے سبق: ۹۵ میں لکھا ہے: **الدّرس الخامس والتّسعون في المذاهب المُنْتَحِلَة إلى الإسلام في زماننا: أهل الحقّ منهم أهل السّنّة والجماعة، المنحصرون بإجماع من يعتدُّ بهم في الحنفيّة، والشّافعيّة، والمالكيّة، والحنابلة**

ترجمہ: سبق ۹۵: ہمارے زمانہ کے ان مذاہب کے بارے میں جو اسلام کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں: اہل حق ان میں سے اہل السنّہ والجماعہ ہیں، جو منحصر ہیں بہ اجماع ان حضرات کے جن کا اعتبار کیا جاتا ہے حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ میں۔ ۱۲ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

(۱) جو گمراہ فرقے ہیں اُن کی گمراہی اگر حدِّ کفر کو پہنچی ہوئی نہیں ہے تو وہ اپنی گمراہی کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، اور اگر اُن کی گمراہی حدِ کفر کو پہنچی ہوئی ہے تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، جیسے قادیانی، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

وقوله عليه السّلام: (كلّهم في النّار إلاّ واحدة) يعني كلّهم يفعلون ويعتقدون ما هو موجب دخول النّار فإن كان كفرًا وماتوا عليه دخلوا النّار لا يخرجون منها أبدًا، وإن لم يكن كفرًا فهو إلى اللّٰه تعالىٰ إن شاء عفا عنهم و إن شاء عذّبهم، ثمّ يخرجهم من النّار ويدخلهم الجنّة. (حاشية الطّحطاوي على الدّرّالمختار: ۱۵۳/۴، أوائل كتاب الذّبائح، المطبوعة: دار المعرفة، بيروت)

اسلام کے علاوہ سب مذاہب باطل ہیں

سوال: (۵۷۸) خدا اور رسول کا مطالبہ روئے زمین کے عامۂ مسلمین سے صرف ایک ہی مذہب پر قائم رہنے کا ہے یا مختلف ومتفرق مذاہب کا؟ (۱۷۰۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مذہب صرف ایک ہے، اللہ اور اس کے رسول کی دعوت صرف ایک مذہب کی طرف ہے، جس کا نام شریعت غراء کی اصطلاح میں اسلام ہے، اسلام کے علاوہ سب مذاہب باطل اور سب راہیں تاریک ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا الآية﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۶۴) وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ الآية﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۹) وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت: ۸۵) البتہ اس بحر امواج کی موجیں کبھی حنفی چشمۂ فیض سے نکلتی ہیں کبھی شافعی، مالکی اور حنبلی سے، یہ نہریں مختلف ہیں لیکن ان کا سرچشمہ وہی دریائے اسلام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علمائے دیوبند کا کوئی مذہب علاحدہ نہیں ہے

سوال: (۵۷۹) مذاہب ثلاثہ حنفی، دیوبندی، اہل حدیث کے اصول وفروع میں کیا فرق ہے؟ اگر کوئی کسی مذہب سے برطرف ہوکر دوسرا مذہب اختیار کرلے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳۱۵۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت ہیں اور متبع ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے، لہٰذا علمائے دیوبند کا کوئی مذہب علیحدہ نہیں ہے، بلکہ ان کا مذہب وہی ہے جو مذہب کہ امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور مقلد امام ابوحنیفہؒ کے ہیں، اور اہل حدیث وہ لوگ ہیں جو مقلد کسی امام کے نہیں ہیں، البتہ اکثر مسائل میں ان کا عمل امام شافعیؒ کے موافق ہوجاتا ہے، اور جو شخص کسی امام کا ائمہ اربعہ میں سے مقلد اور پیرو ہے اس کو دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، مگر اس مسئلہ میں کہ فقہاء نے اس میں بہ وجہ ضرورت کے دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ شیطان کا علم رسول اللہ کے علم سے زیادہ ہے

سوال: (۵۸۰) کیا یہ صحیح ہے کہ علمائے دیوبند علم شیطان کو علم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بتلاتے ہیں؟ (۱۷/۱۹-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ غلط اور افتراء ہے، علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (۱) اور علمائے دیوبند آنحضرت ﷺ کو مصداق اس حدیث شریف کا سمجھتے ہیں۔ أعطیت علم الأوّلین والآخرین (۲) ہاں عالم الغیب سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں جانتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حنفی کی وجہ تسمیہ

سوال: (۵۸۱) حنفی کو حنفی کس وجہ سے کہتے ہیں؟ (۳۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید اور انتساب کی وجہ سے حنفی کہتے ہیں۔ فقط

امام ابوحنیفہؒ مجتہد مطلق تھے

سوال: (۵۸۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنی نسبت مذہبی کس کی طرف رکھتے تھے؟ اور آپ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ (۱۸۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مجتہد مطلق تھے، مجتہد کسی کا مقلد نہیں ہوتا اور نہیں کہلاتا، اور سلسلہ ان کے اساتذہ کا جن کی طرف ان کا انتساب ہے معروف ہے۔ لا حاجة إلیٰ تفصیله.

حضرت امام ابوحنیفہ تابعی تھے

سوال: (۵۸۳) امام ابوحنفیہؒ تابعین میں سے ہیں یا تبع تابعین سے؟ اور کن کن صحابہ سے

(۱) ترجمہ: اللہ کے بعد آپ ہی بڑے مرتبے والے ہیں، مختصر بات یہی ہے۔ ۱۲

(۲) یہ حدیث ثابت نہیں ہے، مزید تحقیق کے لیے کتاب الایمان کے سوال (۲۰۹) کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ملاقات ہوئی؟ (۴/۲۷۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: تابعی ہونا محقق ہے اور ان صحابہ کی تفصیل جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے درمختار کے شروع میں منقول ہے اس کو ملاحظہ کرلیا جائے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) وصحّ أنّ أبا حنيفة رحمه الله سمع الحديث من سبعة من الصّحابة كما بسط في أواخر منية المفتي ، و أدرك بالسّنّ نحو عشرين صحابيًا كما بسط في أوائل الضّياء ، و قد ذكر العلاّمة شمس الدّين محمّد أبو النّصر بن عرب شاه الأنصاريّ الحنفيّ في منظومتهٖ الألفية المسماة بـ "جواهر العقائد ودرر القلائد" ثمانية من الصّحابة ممّن روى عنهم الإمام الأعظم أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ ، حيث قال:

مُعْتَقِدًا مَذْهَب عَظِيْم الشّأنِ ❁ أبِي حَنِيْفَةَ الفَتَى النُّعمان
التّابعي سابِقِ الأئمّة ❁ بِالعِلمِ وَالدّينِ سِراجِ الأمّةْ
جَمعًا مِنْ أصْحَابِ النّبيِّ أدْرَكا ❁ أثْرَهُمْ قَد اقْتَفَى وَسَلَكَا
طَرِيْقَةً واضِحَةَ الْمِنْهَاجِ ❁ سَالِمَةً مِنَ الضَّلَالِ الدَّاجی
وَقَدْ رَوَى عَنْ أنَسٍ وَجَابِرْ ❁ وَابْن أبِي أوْفٰى كَذَا عَنْ عَامِرِ
أعْنِى أبَا الطُّفَيْلِ ذَا ابْنَ وَاثِلَةْ ❁ وَابْنِ أُنَيْسٍ الفَتَى وَ وَاثِلَةْ
عَنِ ابْنِ جَزْءٍ قَدْ رَوَى الإمَامُ ❁ وَبِنْتِ عَجْرَدٍ هِيَ التَّمَامُ
رَضِيَ اللّٰه الْكَرِيْمُ دائمًا ❁ عَنْهُمْ وَعَنْ كُلِّ الصَّحَابِ الْعُظَمَا

وفي الشّامي: و على كلٍّ فهو من التّابعين، و ممّن جزم بذلك الحافظ الذّهبي والحافظ العسقلانيّ وغيرهما. قال العسقلانيّ: إنّه أدرك جماعة من الصّحابة كانوا بالكوفة بعد مولدهٖ بها سنة ثمانين، ولم يثبت ذلك لأحد من أئمّة الأمصار المعاصرين له ـــــ ثمّ قال بعد أسطر ـــــ قوله: (كما بسط في أوائل الضّياء) فقال: هم ابن نفيل، و واثلة وعبد الله بن عامر وابن أبي أوفٰى وابن جزء وعتبة والمقداد وابن بسر وابن ثعلبة وسهل بن سعد وأنس وعبد الرّحمان بن يزيد ومحمود بن لبيد ومحمود بن الرّبيع وأبو أمامة وأبو الطّفيل، فهؤلاء ثمانية عشر صحابيًا، و ربما أدرك غيرهم ممّن لم أظفر بهٖ اهـ ملخّصًا . وزاد في "تنوير الصّحيفة": عمرو بن حريث وعمرو بن سلمة وابن عبّاس وسهل بن حنيف، ثمّ قال: وغير هؤلاء من أماثل الصّحابة رضي الله تعالىٰ عنهم (الدّرّ المختار وردّ المحتار: ۱/ ۱۴۹-۱۵۲، مقدّمة المؤلّف، مطلب فيما اختُلِفَ فيه من رواية الإمام عن بعض الصّحابة)

امام اعظم کا یہ قول کہ میرے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو: کس کتاب میں ہے؟

سوال: (۵۸۴) امام اعظمؒ کا یہ قول کونسی کتاب میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث میرے قول کے خلاف مل جائے تو میرے کلام کو چھوڑ دو، اور تقلید ائمہ دین کی ضروری ہے یا نہیں؟ (۹۶۱/۱۳۴۲ھ)

الجواب: امام اعظمؒ کا یہ قول شامی وغیرہ میں منقول ہے: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي (۱) یعنی جب کوئی حدیث صحیح اور ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اس قول سے امام صاحبؒ کا پورا متبع حدیث ہونا معلوم ہوا اور درحقیقت فقہ ثمرہ حدیث کا ہے، لہٰذا عمل فقہ پر کرنا چاہیے، اور تقلید امام مجتہد کی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام اعظم کا کوئی قیاس کتاب وسنت کے خلاف نہیں

سوال: (۵۸۵)......(الف) کیا یہ اصل من جملہ اصول امام ابوحنیفہؒ کے ہے کہ جو صحابہؓ غیر فقہاء ہیں مثل ابوہریرہ وانسؓ کے ان کی روایت کردہ حدیث پر قیاس کو ترجیح ہے، اگر یہ ان کے اصول میں داخل ہے تو کیا متبعِ سنت کو مناسب ہے کہ باوجود حدیث صحیح موجود ہونے کے اس کے خلاف قیاس مجتہد پر عمل کرے۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ کے جو مسائل قیاسی خلاف احادیث صحیحہ ہیں ان سب کو ایک جگہ ایک رسالہ میں جمع کر دیا جائے تا کہ عام لوگوں کو اتباع سنت میں آسانی ہو۔

(ج) جن مسائل میں کتاب وسنت اور آثار صحابہ (نہیں ہیں) ان میں غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید واجب ہے ایسے مسائل میں کس مجتہد کا قیاس اکثر یہ طور پر اقرب الی الکتاب والسنۃ ہے؟ (۱۶۲/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) فقد صحّ عنه أنّه قال: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي ، وقد حكى ذلك ابن عبد البرّ عن أبي حنيفة وغيره من الأئمّة اهـ ونقله أيضًا الإمام الشّعرانيّ عن الأئمّة الأربعة. (الشّامي: ۱۵۴/۱، مقدّمة المؤلّف، مطلب: صحّ عن الإمام أنّه قال: إذا صحّ الحديث فهو مذهبي)

الجواب: (الف) امام صاحبؒ محض قیاس سے کسی حدیث کونہیں چھوڑتے، بلکہ تعارضِ حدیثین کے وقت اس حدیث کو جو اوفق بالقواعد الشرعیہ ہوترجیح دیتے ہیں، اور حدیث کے مقابلہ میں تو کلیۃً ان کا یہ قول ہے: اتركوا قولي بخبر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أو كما قال(۱)

(ب) امام صاحب کا کوئی قیاس خلاف کتاب وسنت نہیں ہے بلکہ وہ جو کچھ مستنبط فرماتے ہیں کتاب وسنت سے ہی مستنبط فرماتے ہیں۔

(ج) جہاں تک دیکھا جاتا ہے امام صاحب کا اجتہاد وقیاس اوفق بالکتاب والسنۃ پایا جاتا ہے۔

منکر فقہ اور امام اعظم کو مرجیہ کہنے والا اہلِ سنت والجماعت سے خارج ہے

سوال: (۵۸۶) جو کوئی منکر فقہ ہو اور امام اعظمؒ کو مرجیہ کہے اعتقاداً اس کا کیا حکم ہے؟ اور حنفیہ سنیہ کے ساتھ ایسے شخص کا نکاح نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ (۹۹۵/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، فقہ کا انکار درحقیقت اسلامی تعلیم و احکام کا انکار ہے، جس سے اندیشۂ کفر ہے، حنفیہ سنیہ کو اس کے ساتھ نکاح نہ کرنا چاہیے، وہ شخص اس کا کفو نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شیخ عبدالقادر جیلانی نے حنفیہ کو مرجیہ لکھا ہے؟

سوال: (۵۸۷) عبدالقادر جیلانیؒ نے حنفیہ فرقہ کو غنیۃ الطالبین میں مرجیہ کیوں لکھا ہے؟

(۱۳۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: غنیۃ الطالبین میں وہ عبارت جس میں حضرت امام صاحب کو فرقہ مرجیہ میں داخل کیا ہے حضرت قطب العالم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قلم سے نہیں بلکہ بعد میں کسی ملحد زندیق نے

---

(۱) سئل عن أبي حنيفةؒ: إذا قلتَ قولاً و كتاب الله يخالفه ؟ قال: أتركوا قولي بكتاب الله، فقيل: إذا كان خبر الرّسول صلّى الله عليه وسلّم يخالفه ؟ قال: أتركوا قولي بخبر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم. (عِقْد الجيّد، ص:۵۳، فصل في المتبحّر في المذهب وهو الحافظ لكتب مذهبه إلخ ، المطبوعة: المطبع المجتبائي دهلي)

بڑھائی ہے، جیسا کہ سلف کی کتابوں میں اس قسم کے واقعات کثرت سے ہوئے ہیں، چنانچہ علامہ زبیدیؒ اتحاف شرح احیاء العلوم صفحہ: ۲۴۲ جلد ثانی میں فرماتے ہیں: والظّاهر أنّ هذهٖ العبارة في الغنية مدسوسة عليه كما جرىٰ لغيره من الأئمّة و دسوا في كتبهم ما ليس من كلامهم ومثل القطب قدّس اللّٰه سرّهٗ يصون مقام الإمام أبي حنيفة ويناضل عنه ، كيف والأئمّة الكبار من معاصريه كمالك وسفيان والشّافعيّ وإمامه أحمد والأوزاعيّ وإبرهيم ابن أدهم قد أثنوا عليه وعلى معتقده وفقهه و ورعه وخوفه وتضلّعه من علوم الشّريعة إلخ (۱) اس کے علاوہ غنیۃ کی عبارت مجوثہ یہ ہے: ومنهم القدرية وذكر أصنافًا منهم ثمّ قال: ومنهم الحنفيّة وهم أصحاب أبي حنيفة النّعمان بن ثابت زعم أنّ الإيمان هو المعرفة والإقرار باللّٰه ورسوله وبما جاء من عنده جملة علىٰ ما ذكره البرهوتي في كتاب الشّجرة (۱)

سواوّل تو یہ کلام خود شیخ موصوف کا نہیں بلکہ کسی کتاب سے نقل ہے جس کی صحت وثقہ کا حال معلوم نہیں، دوسرے اس میں ایسے اعتراض واقع ہوئے ہیں جن کی نسبت شیخ موصوف کی طرف کرنا اسی جاہل سے ممکن ہے جو اس قطب عالم کی جلالت قدر سے واقف نہ ہو، اوّل تو یہ کہ اس میں امام صاحب کو مرجیہ قدریہ کہنے کا منشا یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے ایمان صرف معرفت باری تعالیٰ اور اقرار باللہ ورسول کا نام رکھا ہے؛ حالانکہ اصل ایمان کی تصدیق ہے، اور جس شخص نے مذہب امام اعظمؒ کی کتابیں دیکھی ہیں وہ بے تامل کہہ سکتا ہے کہ یہ نقل غلط اور امام عالی مقام پر افتراء و بہتان ہے کیونکہ ایمان کی جو حقیقت خود امام نے فقہ اکبر میں املا فرمائی ہے، اور جو آپ کے مقتدر و معتمد اصحاب آپ سے روایت کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ ایمان محض تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار زبانی فقط احکام اسلام جاری کرنے کے لیے شرط ہے یا بعض اقوال کے مطابق رکن ہے (۲)

(۱) إتحاف السّادة المتّقين بشرح أسرار إحياء علوم الدّين للزّبيدي: ۲/۲۴۲، المبحث الثّالث عن الحكم الشّرعي إلخ .

(۲) قال الإمام الأعظم : يجب ...... أن يقول أي ألمكلّف بلسانهٖ المطابق لما في جنانهٖ: آمنت باللّٰه ، وفيه إشعار بأنّ الإقرار له اعتبار على خلاف في أنّه شطر للإيمان إلاّ أنّه يسقط في بعض الأحيان، أو شرط لإجراء أحكام الإيمان كما هو مكرر عند الأعيان وهو المرويّ عن الإمام، و إليه ذهب الماتريديّ وهو الأصحّ عند الأشعريّ. (شرح الفقه الأكبر، ص:۱۳)

اور لفظ معرفت اگر کہیں آپ سے منقول ہے تو اس سے بھی تصدیق ہی مراد ہے تو اب اس افتراء کی بناء پر امام صاحب کو مرجیہ میں داخل کرنا ظاہر ہے کہ بناء فاسد علی الفاسد ہوگی جس سے حضرت قطب العالم کا مرتبہ بہت عالی ہے۔

دوسرے یہ کہ اس میں امام صاحب کو مرجیہ قدریہ کہا ہے اور کون نہیں جانتا کہ مرجیہ اور قدریہ دو بالکل متباین خیالات کے فرقے ہیں، مرجیہ کو قدریہ سے کیا تعلق؟ ان دونوں میں تو بہت بون بعید ہے، مرجیہ وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ مسلمان کتنے ہی گناہ کرے اس کو ہرگز عذاب نہ ہوگا، اور قدریہ کہتا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ کرے اگر چہ مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کو عذاب دے فشتان ما بینهما، غرض یہ عبارات سراسر تہافت اور ایسی اغلاط سے بھری ہوئی ہیں جن کی نسبت قطب جیلانی ؒ کی طرف تو کیا کسی ادنی عالم کی طرف بھی نہیں کی جاسکتی، اس لیے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت ملحق ہے جو کسی ملحد نے آپ کی کتاب میں بڑھادی ہے، اور قطب جیلانی کے سواء جس کسی نے امام صاحب کو مرجیہ کہا ہے وہ بایں معنی کہ امام صاحب مرتکب گناہ کبیرہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مختار ہے چاہے عذاب دے اور چاہے معاف فرمادے، جو فرقۂ ضالہ مرجیہ کے عقیدہ فاسدہ کا صریح مخالف ہے۔

الغرض مرجیہ: ارجاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی یہاں تاخیر کے ہیں تو چونکہ امام صاحب مرتکب کبیرہ کے بارے میں کوئی حکم نہیں فرماتے بلکہ اس کے حکم کو عالم آخرت تک مؤخر کرتے ہیں اس لیے کسی نے آپ کو مرجیہ کہہ دیا، اور اس معنی سے تمام اہل سنت والجماعت کو مرجیہ کہہ سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ لقب ایک فرقۂ ضالہ کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے، اس لیے اس کا اطلاق مناسب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احناف کو مشرک کہنے والا فاسق و گمراہ ہے

سوال: (۵۸۸) جو غیر مقلد حنفیوں کو مشرک کہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۳۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسا غیر مقلد سخت گنہ گار اور فاسق اور مبتدع ہے، ایسے غیر مقلد کے پیچھے نماز بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمان اپنے آپ کو کیا کہے: محمدی یا سنی حنفی؟

سوال: (۵۸۹) زید وعمر کا طریقہ سنت پر ہے، لیکن ان میں اس بات پر تکرار ہے کہ زید اپنے آپ کو مسلم ومحمدی کہتا ہے اور عمر صرف اپنے آپ کو مسلم کہنے پر ترجیح دیتا ہے اور محمدی کہنے سے انکار کرتا ہے، شرعی فیصلہ کیا ہے۔ (۱۹۵۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اہل سنت وجماعت کو اپنے آپ کو مسلمان سنی حنفی کہنا چاہیے، کیونکہ ترک تقلید موجب فسق ومعصیت ہے، اور غیر مقلدینِ زمانۂ حال میں غلو بہت زیادہ ہے، اور ان کے اعمال و عقائد کا فساد کتب اہل سنت میں مفصلاً مذکور ہے، اس فرقہ سے بالکل علیحدہ رہنا چاہیے اور عقائد و اعمال میں ان کا اتباع نہ کرنا چاہیے، ان اطراف میں غیر مقلدین اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں، جیسا کہ قادیانی اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں، لہٰذا اس قسم کے القاب کے ساتھ ملقب ہونے کی ضرورت نہیں ہے، پس ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو سیدھا مسلمان کہہ دے، اور اگر اس سے زیادہ تفصیل کرے تو سنی حنفی کہہ دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمدی کے بجائے حنفی، شافعی نام تجویز کرنے کی وجہ

سوال: (۵۹۰) ہم سنیوں کا حنفی، شافعی کہلانا کس دلیل شرعی سے ہے؟ اگر کوئی شخص بہ حیثیت مذہب محمدی کہلائے تو شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: تلمیذ اگر اپنے استاذ وشیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے، اسی طرح اَتباعِ امام ابوحنیفہؒ واَتباع امام شافعیؒ وغیرہما اگر اپنے آپ کو حنفی وشافعی وغیرہ کہیں تو اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے، **ومن ادّعٰی فعلیه البیان واللّٰه المستعان** اور محمدی تمام امت محمدیہ ہے، لیکن اہل سنت والجماعت نے بہ غرض امتیاز **عن الفرق الباطلة المدعية بكونها محمّدية** یہ نام تجویز فرمائے ہیں، تاکہ اہلِ بدع سے امتیاز رہے۔ واضح ہو کہ جس طرح غیر مقلد اپنے کو محمدی کہہ کر خوش ہوتے ہیں اور گویا اپنے فرقہ کے سوا در پردہ باقی تمام مسلمانوں کو غیر محمدی سمجھتے ہیں، احمدی فرقہ بھی اسی طرح دوسروں کو غیر احمدی اور **خارج عن الملّة** سمجھتے ہیں والعیاذ

باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام بخاریؒ کو رافضی کہنا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا

سوال: (۵۹۱) اس علاقہ میں چند آدمی اس بات پر سخت شور مچا رہے ہیں اور جا بہ جا گاتے پھرتے ہیں کہ امام بخاریؒ رافضی تھے، کیونکہ رافضیوں سے روایت لیتے ہیں، اور ان کو ایک ادنی طالب علم کی لیاقت واستعداد نہیں تھی وفہم حدیث نہ تھی، اس واسطے صحیح بخاری میں کتنی جگہ باب باندھ کر حدیث اس کے مطابق نہیں لا سکے، باب کچھ کہہ رہا ہے اور حدیث کچھ کہہ رہی ہے، اس پر یہ شعر پڑھتے ہیں: من چہ سرایم وتنبورہٗ من چہ سراید(۱)

اور کہتے ہیں کہ امام بخاری کو صَرف ونحو بھی معلوم نہ تھی، اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں سخت بے ادبی کر کے کفر کا کام کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رجل کے ساتھ تعبیر کیا ہے، اور صحیح بخاری کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس میں ضعیف تو درکنا رموضوع حدیثیں بھی موجود ہیں، اور امام بخاری کو امام مسلم نے جھوٹی حدیث بنانے والا کہا ہے وغیرہ وغیرہ، اس قدر امام ممدوح وکتاب موصوفہ کی بے ادبی کرتے ہیں؟ (۱۹۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ بالکل افتراء اور نہایت درجہ کی بے حیائی اور دیدہ دھوئی (بے غیرتی) اور بد دینی ہے کہ ایسے امام مقبول کی شان میں ایسے کلمات کہتا ہے۔ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنا نادانی ہے کہ بخاری شریف صحیح ہے تو مذہب ابوحنیفہ باطل ہے

سوال: (۵۹۲) زید کہتا ہے کہ بخاری شریف صحیح ہے تو مذہب ابوحنیفہؒ باطل ہے، اور مذہب ابوحنیفہؒ صحیح ہے تو احادیث بخاری باطل ہیں۔ (۱۳۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ قول زید کا بہ وجہ قلت درایت سرزد ہوا، اگر اس کو فہم تطبیق بین الاحادیث ہوتی ایسی بات نہ کہتا، اگر امام ابوحنیفہؒ کے اقوال موافق احادیث بخاری شریف ثابت ہو جاویں، تو پھر زید

(۱) ترجمہ: میں کیا گا رہا ہوں اور میرا تنبورہ کیا گا رہا ہے۔

کے اس قول کا ابطال خود بہ خود ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مولانا اسماعیل شہیدؒ غیر مقلد تھے؟

سوال: (۵۹۳)......(الف) مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ غیر مقلد ہیں یا حنفی؟ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ غیر مقلد ہیں، کیونکہ تنویر العینین لکھ چکے ہیں، جس میں خلاف مذہب حنفی آمین ورفع یدین ردّ تقلید کو شامل ہے۔

(ب) مولوی محمد علی رام پوری، ومولوی ولایت علی، ومولوی خرم علی کس مذہب پر تھے؟

(۲۰۷۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) حنفی محقق ہیں، اور بعض مسائل میں اگر محقق اپنی تحقیق سے کسی کو راجح و مرجوح کرے تو اس سے تقلید سے نہیں نکلتا۔

(ب) یہ علماء بھی حنفی گذرے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی توہین کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۹۴) زید نے حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ کی توصیف بیان کی کہ وہ علمائے ربانی اور سلف صالحین میں سے تھے اور عالم کامل درویش اہل باطن اور متبع سنت تھے۔ عمر نے تردیداً یہ کہا کہ اس میں مولوی اسماعیل کی کیا تخصیص ہے؟ ایسے تو دنیا میں لاکھوں عالم کامل درویش ہوتے ہیں یہاں تک کہ کنجڑا (سبزی فروش)، قصائی، دُھنیا، جولاہے، بھٹیارے سبھی عالم کامل درویش اہل باطن اور متبع سنت ہوتے ہیں، پھر مولوی اسماعیل میں کون سی فضیلت ہے جس سے ان کو بزرگ مانا جائے؟ عمر نے مولانا اسماعیلؒ کی توہین کی یا نہیں؟ اور ایسے علماء کی توہین کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۴۴۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: فی الواقع حضرت مولانا اسماعیل شہید قدس سرہ ایسے ہی تھے جیسا کہ زید نے بیان کیا، جیسا کہ ان کے احوالِ زندگی سے ثابت ہے، پس ایسے عالم کل ربانی ولی اللہ کی توہین کرنا فسق ہے، جو شخص ان کی توہین کرے وہ فاسق ہے، بلکہ خوف کفر ہے۔ کما ورد: من عادیٰ لي ولیًّا

فقد آذنته بالحرب (۱) یعنی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی اور دوست سے دشمنی اور عداوت کی اس سے میری لڑائی ہے، یعنی وہ میرا دشمن ہے، پس اگر عمر کا یہی عقیدہ ہے تو وہ اشد فاسق ہے کہ سلبِ ایمان کا خوف ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ غیر مقلد تھے؟

سوال: (۵۹۵) کتاب حیات جاوید مصنفہ مرزا حیرت دہلوی سوانح عمری مولانا شہیدؒ نظر سے گذری، جس میں مصنف مذکور نے مولانا شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا اسماعیل شہید، شاہ اسحاق، مولانا احمد بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جملہ متوسلان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو فرقہ اہل حدیث —— غیر مقلدین —— ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، چونکہ حضرات مندرجہ بالا کی نسبت باوجود تبحر علمی اور درس احادیث مصطفوی میرا ناقص خیال گروہِ احناف سے ہونے کا ہے، پس ہر دو خیال کے متعلق قول فیصل کیا ہے؟ (۱۲۴۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: آپ کا خیال اور علم صحیح ہے، یہ جملہ حضرات علمائے محققین احناف کثر اللہ تعالیٰ سوادھم سے ہیں، یہ جملہ حضرات حنفی تھے اور مداح امام ابوحنیفہؒ کے ہیں، اور پیشوائے طریقت و شریعت اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے سلسلۂ طریقت میں ہیں جو کہ پکے حنفی تھے جیسا کہ ان کے مکاتیب سے ظاہر ہے، اور ہمارے اساتذہ حضرت مولانا شیخ الہند و حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہم کا سلسلۂ تلمذ و سندِ حدیث انہیں حضرات تک پہنچتا ہے، اور ان کا حنفی ہونا ظاہر و باہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مولانا عبدالحی صاحب حنفی محقق تھے

سوال: (۵۹۶) مولانا عبدالحیؒ کس مذہب کے ساتھ موصوف تھے اور کن اوصاف کے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ الله قال: من عادىٰ لي وليًّا الحديث. (صحيح البخاري: ۹۶۳/۲، كتاب الرّقاق، باب التّواضع)

ساتھ؟ (۱۳۳۷/۲۷۷۴ھ)

الجواب: حنفی محقق تھے اور عالم متبحر وفقیہ ومحدث واتقیاء عصر سے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مرتبہ ائمہ اربعہ سے زیادہ ہے؟

سوال: (۵۹۷) حضرت غوث اعظم اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مرتبہ ائمہ اربعہ سے زیادہ کہتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۹۰۳ھ)

الجواب: یہ اللہ کے علم میں ہے کہ کس کا مرتبہ عنداللہ زیادہ ہے اور کس کا کم، انبیاء علیہم السلام میں بھی فرق مراتب اور تفاضل ثابت ہے، کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۵۳) اسی طرح صحابہ واولیاء اللہ اور ائمۂ دین میں بھی فرق ثابت ہے، پس جزم کرنا کسی کی افضلیت پر من جمیع الوجوہ نہ چاہیے، بعض وجوہ سے کوئی افضل ہے اور بعض وجوہ سے کوئی، لیکن ائمۂ شریعت جو نائبین کاملین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حاملانِ شریعت ومحافظینِ حدودِ شریعت ہیں ان کے درجہ کو کمتر کوئی ولی پہنچ سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی تھے

سوال: (۵۹۸) سید عبدالقادر جیلانی کا کیا مذہب تھا؟ (۱۳۴۲/۲۱۵۶ھ)

الجواب: حضرت شیخ عبدالقادرؒ حنبلی تھے، امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالم گیر بادشاہ مجدد تھے یا نہیں؟

سوال: (۵۹۹) مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر مجدد مانے گئے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۵-۴۴/۵۹۳ھ)

المستفتی: ایم عبدالرحمٰن بی اے بی ٹی سکریٹری انجمن اخوان الصفاء، چوک عالم گیر یان، شہر لدھیانہ

الجواب: عالم گیر بادشاہؒ کے مناقب مشہور و معروف ہیں کسی پر مخفی نہیں ہیں، صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھے اور بادشاہ عادل کے لیے جو کچھ ثواب اور درجات آخرت وارد ہوئے ہیں وہ مخفی نہیں ہیں، باقی یہ کہیں نظر سے نہیں گذرا کہ وہ کس صدی کے مجدد تھے، باقی تعجب اس میں بھی کچھ نہیں اور وہ اس کے مستحق واہل تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۰۰) عالم گیر بادشاہ مجدد مانے گئے ہیں یا نہ؟ (۶۱۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

المستفتی: شیخ محمد یحی چوڑا بازار، لدھیانہ

الجواب: ان کے مجدد ماننے کا حال معلوم نہیں ہے، باقی احوال پہلے متعدد دفعہ بعض حضرات لدھیانہ کے دریافت کرنے پر لکھ چکا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقلید کی شرعی حیثیت اور اس کا ثبوت

سوال: (۶۰۱)......(الف) زید مقلدینِ ائمہ اربعہ کو اس آیت کا مصداق بنا کر گمراہ قرار دیتا ہے: ﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَ هُمْ ضَآلِّيْنَ ، فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت: ۶۹-۷۰) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ ہارون رشید کے وقت میں تقسیم ہوئے ہیں، حضرت کے وقت میں نہ تھے تو یہ بدعت ہوئی، اور جتنی بدعتیں ہیں ضلالت ہیں، اور تمام ضلالتیں نار میں ہیں، تو مقلدین ائمہ اربعہ بھی جہنمی ہیں نعوذ باللہ۔

(ب) زید نے ایک شخص سے کہا کہ بہتر فرقوں میں کون ناجی ہے اور کون ناری ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اہل سنت والجماعت، زید نے کہا ہٹو جاؤ، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ اور زید کہتا ہے کہ تم مقلد ہو اس لیے مشرک ہو۔ (۱۴۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مذاہب اربعہ کی حقیقت اس سے زائد نہیں کہ امت محمدیہ کے ان برگزیدہ چار عالموں پر ایک جماعت نے اعتماد کر کے ان کے اقوال کو صحیح مان کر اپنا معمول بنایا جیسے کہ ہر ایک طالبِ حق اس تلاش میں رہتا ہے کہ کسی قابل اعتبار عالم سے فتویٰ دریافت کر کے اس پر عمل کرے، اور اگر کسی شخص کو ایک ہی عالم پر پورا اعتماد ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی زیادہ جاننے والا دوسرا نہیں ہے

تو اس کے لیے اس عالم کے قول پر عمل کرنا واجب ہونا چاہیے، کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ انبیاء، آیت: ۷) اور ایسی صورت میں شخص مذکور کے حق میں صرف وہی معتمد علیہ عالم اہل ذکر سے ہوگا، اس لیے کہ اس کے عقیدہ میں کوئی دوسرا اس کا ہمسر نہیں، اسی طرح مقلدین فقہاء اربعہ کا عقیدہ بھی ہے، اور یہ تعامل نبی کریم ﷺ کے عہد سے جاری ہے، صحابہ نبی کریم ﷺ سے مسائل دریافت کرتے تھے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے، آپ کے بعد جن کے پاس زیادہ علم تھا ان سے دوسرے صحابہ وتابعین برابر پوچھتے رہے اور ان کے فتوی کے موافق عمل کرتے رہے، جب خیر القرون کے اواخر میں امت محمدیہ کے یہ چار عالم علم قرآن وحدیث کے ماہر اور تعاملِ صحابہ وتابعین کے واقف ظاہر ہوئے تو عامۃ الناس نے ان کے فتاویٰ پر اعتماد کرکے اسی کے موافق عمل کرنا اپنے لیے لازم گردانا، جس کی مراد صرف یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پر موافق فتویٰ ابوحنیفہؒ کے مثلاً عمل کیا جائے، یہ اس کہنے والے کی غباوت ہے کہ ہارون الرشید کے عہد میں ان کا ایجاد ہوا، کیا وہ بتاسکتا ہے کہ ہارون الرشید کے وقت میں کسی جماعت نے مشورہ کرکے یہ نئی بات پیدا کردی، ﴿فَھُمْ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ یُھْرَعُوْنَ﴾ (سورۂ صافات، آیت: ۷۰) جیسی آیات میں ان مشرکین کی مذمت ہے جو توحید ترک کرکے شرک پر اپنے جاہل آباء کی تقلید کیا کرتے تھے، اور نفس توحید میں یہی چاہیے کہ تحقیق کرکے اپنے آپ کو موحد بنائے، اس قسم کی جتنی آیات ہیں سب میں توحید وعدم توحید یعنی اصول میں تقلید کی مذمت ہے، اور ائمۂ اربعہ کی تقلید جو امت کرتی ہے وہ فروع اور احکام میں ہے، چنانچہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں عقائد میں حنفی ہوں یا شافعی، اس لیے کہ عقائد میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی قریب قریب بالکل متفق ہیں، تھوڑا سا فرق اگر ماتریدیہ اور اشاعرہ میں ہے بھی تو اس کا اعتبار نہیں، اگرچہ اس کے جواز میں بھی شک نہیں کہ کوئی شخص اپنے صلحائے اسلاف کی تقلید میں موحد رہے، اس لیے کہ یہ ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآئِی الآیۃ﴾ (سورۂ یوسف، آیت: ۳۸) میں داخل ہوگا، پس ان آیات کا مصداق اتباع ائمہ اربعہ کو قرار دینا نہ صرف قرآن کی تحریف ہے بلکہ اپنے ایمان کو برباد کرکے خسرانِ اخروی کو مول لینا ہے والعیاذ باللہ، ایسے جاہل کے جواب میں اہل حق کے مقلدوں کو ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآئِی الآیۃ﴾ اسی طرح ﴿قُلْ بَلْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۳۵) کو پیش کرنا کافی ہے۔

(ب) جو شخص مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے وہ خود کافر ہے۔ کذا في شرح الفقه الأکبر (۱) فقط

سوال: (۶۰۲) وجوب تقلید کی کیا دلیل ہے؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا غیر مجتہد کے لیے فرض ہے، اس زمانہ میں کوئی مجتہد مطلق نہیں، لہٰذا سب پر تقلید واجب ہے، امت اسلامیہ کے مصالح، اس کا ضبط، اس کی تنظیم سب اسی تقلید میں مضمر ہیں، ائمہ اربعہ کی تعلیم میں جو کچھ بھی ہے وہ تعلیم نبوی کی روح، احادیث کا استنباط، ان کی تشریح، اور احکام قرآن کی تفصیل ہے، انہیں کی قوت استنباط اور علوم سے اسلام کی وسعتِ تعلیم کا اندازہ ہوتا ہے، ہر عامی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ براہ راست قرآن وحدیث پر دست اندازی کر کے ان کو اپنی اغراض اور خواہشات کے قالب میں ڈھال لے، اس کی احق وہی برگزیدہ ہستیاں تھیں جن کو مشیت ایزدی نے خاص اس عظیم الشان خدمت کے لیے منتخب کرلیا تھا۔ ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ الآیة (سورۂ انبیاء، آیت:۷) میں اس حقیقت کو نہایت بلیغ الفاظ میں واضح کیا گیا ہے، پس حقیقت میں کسی امام کی یہ سمجھ کر تقلید کرنا کہ یہ احکام شریعت اور علم نبوت کے لیے ایک وسیلہ ہے عینِ خدا اور رسول کی اطاعت ہے، اسی لیے علماء نے کہا ہے: ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۵۹) میں اطاعت مجتہد بھی داخل ہے، چنانچہ بیضاوی میں ہے: وهو يؤيّد الوجه الأوّل إذ ليس للمقلّد أن ينازع المجتهد في حكمه إلخ (۲) (تفسير بيضاوي) تحت قوله تعالیٰ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۵۹)۔

تقلید کی سند اور فاتحہ خلف الامام کے ممنوع ہونے کی دلیل

سوال: (۶۰۳) زید کہتا ہے کہ تقلید کی کوئی سند نہیں ہے، یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور تقلید کی سند تحریر فرمائی جاوے، اور فاتحہ خلف الامام کی ممانعت کی دلیل بھی۔ (۹۳۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) إذا قال الرّجل لأخيه: يا كافر! فقد باء بها أحدهما كما في الصّحيحين يحمل علىٰ أنّه إذا اعتقد ذلك إلخ. (شرح الفقه الأكبر لملاّ علي القاري، ص:۲۰۱، أنّ المسئلة المتعلّقة بالكفر إذا كان لها تسع و تسعون احتمالاً إلخ)

(۲) تفسیر بیضاوی: ۲۸۲/۱، تحت قوله تعالیٰ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۵۹)

الجواب: تقلید کی سند اس آیت شریفہ میں ہے: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱) اور فاتحہ خلف امام کی ممانعت آیت: ﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ (سورۂ اَعراف، آیت: ۲۰۴) اور حدیث شریف: و إذا قرأ فأنصتوا (۲) اور حدیث شریف: فقراءة الإمام له قراءة (۳) سے ثابت ہے زید کا قول غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم

تقلید سے متعلق مفصل فتویٰ

سوال: (۶۰۴)...... (الف) تقلید فرض یا واجب یا مباح یا سنت کیا ہے؟

(ب) تقلید کب سے اور کیوں ہوئی؟

(ج) ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر تقلید کا سلسلہ کیوں ختم ہوا؟ اور اس بارے میں کونسی آیت قرآنی وحدیث نبوی ان کے نام بہ نام وارد ہے؟ (۱۳۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) مطلق تقلید فرض ہے، بہ نص قرآن: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (۱) یعنی اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دریافت کرلو اور ان کا اتباع کرو، اسی کا نام تقلید ہے، اور دیکھئے ارشاد ہوتا ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۵۹) اولی الامر کی تفسیر حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابن عباس اور عطاء ومجاہد اور ضحاک اور ابوالعالیہ اور حسن بصری وغیرہم صحابہ وتابعین وتبع تابعین نے خلفاء وعلماء وفقہاء سے کی ہے، اور خود مولوی صدیق حسن خان صاحب مرحوم رئیس اہل حدیث اس

---

(۱) سورۂ نحل، آیت: ۴۳۔ سورۂ انبیاء، آیت: ۷۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم إنّما جُعِلَ الإمامُ لِيُؤتَمَّ بهٖ، فإذا كبّرَ فكبِّرُوا، وإذا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا الحديث. (المجتبىٰ المعروف بسنن النّسائيّ: ۱/ ۱۰۷، كتاب الافتتاح، باب تأويل قولهٖ عزّ وجلّ: ﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ الآية﴾)

(۳) عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من كان لهٗ إمامٌ فقراءة الإمام لهٗ قراءة. (سنن ابن ماجة، ص: ۶۱، أبواب إقامة الصّلوات والسّنّة فيها، باب إذا قَرَأَ الإمامُ فَأَنْصِتُوا)

معنی کو اپنی تفسیر میں قبول کرتے ہیں، اور حدیث میں ہے: **إنّما شفاء العيِّ السّؤال** (۱) عاجز کی شفا یہ ہے کہ دریافت کرے، اور اس کے سوا اور بھی نصوص کثیرہ قرآن وحدیث سے اسی مضمون کو بیان کرتی ہیں۔

البتہ تقلید شخصی یعنی کسی امام معین کی تقلید ہر حکم و ہر مسئلہ میں کرنا یہ واجب ہے، کیونکہ مطلق تقلید کے دو فرد ہیں: شخصی اور غیر شخصی اس لیے دراصل جائز تھا کہ اس فرض کو اس کے جس فرد کے ضمن میں چاہیں ادا کردیں، تقلید شخصی کرکے بھی اس فریضہ سے بری ہوسکتے تھے اور غیر شخصی کرکے بھی، چنانچہ زمانۂ صحابہ وتابعین میں تقلید کے دونوں فرد پر عمل رہا کوئی تقلید شخصی کرتا تھا اور کوئی غیر شخصی، تقلید شخصی کرنے والے غیر شخصی کرنے والوں پر کوئی گرفت نہ کرتے اور غیر شخصی کرنے والے ان کو برا نہ سمجھتے تھے جس کو ان شاء اللہ سوال نمبر (ب) کے جواب میں کسی قدر تفصیل سے عرض کیا جائے گا۔

الغرض دونوں قسم کی تقلید زمانۂ صحابہ وتابعین میں ہوتی رہی، لیکن جب دوسری صدی ہجری میں دیکھا گیا کہ مذاہب مجتہدین کے بہ کثرت پیدا ہوگئے بہت کم احکام ایسے باقی رہے جن کی حرمت و جواز میں یا کراہت واستحباب وغیرہ میں خلاف نہ ہو، اور اُدھر ابناء زمان میں ہواء وہوس کا غلبہ دیکھا گیا، اور رخصتوں کو تلاش کرنے لگے جس امام مجتہد کا جو مسئلہ اپنی خواہش کے موافق ملا اس کو اختیار کرلیا اور باقی کو پس پشت ڈالا، یہاں تک کہ اندیشہ ہوگیا کہ دین ایک خواہشات کا مجموعہ بن جائے بجائے اس کے کہ مسلمان دین کا اتباع کریں، اب یہ دین کو اپنی خواہش کے تابع بنالیں گے، اس لیے اس زمانہ کے زیرک اور دور بیں علماء نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ اب تقلید غیر شخصی میں اتنے بڑے بڑے مفاسد پیدا ہوگئے اور آئندہ ان سے زیادہ سخت حوادث کا اندیشہ ہے اس لیے اس وقت مصلحت شرعی کا تقاضا یہ ہے کہ تقلید غیر شخصی سے لوگوں کو روکا جائے اور سب کو صرف تقلید شخصی پر جمع کردیا جائے، آخر اس پر اجماع منعقد ہوگیا، چنانچہ محدث الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ جن کی جلالت قدر اور علم حدیث کا اعتراف محققین اہل حدیث مثلاً نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم وغیرہ کو بھی ہے، اپنے رسالہ انصاف صفحہ: ۵۹ میں فرماتے ہیں: **وبعد المأتين ظهر فيهم التّمذهب للمجتهدين بأعيانهم و قلّ من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينهٖ و كان**

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۱۸۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

هذا هو الواجب في ذلك الزّمان (۱) الغرض ۲۰۰ھ کے بعد چونکہ مطلق تقلید کے دو فردوں میں تقلید غیر شخصی مضر ثابت ہوئی اس لیے اب فرض تقلید کا ادا کرنا صرف تقلید شخصی میں منحصر ہو گیا اور وہ بہ وجہ ذریعہ ادائے فرض ہونے کے بناء بر دلیل ظنی واجب ہوگئی۔

(ب) تقلید زمانۂ حضرت رسول اللہ ﷺ سے اور آپ کے حکم سے ہوئی، دیکھو تیسیر کلکتہ صفحہ: ۳۷۹، کتاب الفرائض حضرت اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں: عن الأسود بن يزيد قال أتانا معاذ بن جبل باليمن معلّمًا أو أميرًا (۲) یعنی معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے ملک یمن میں معلم اور امیر ہوکر آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اس لیے بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو احکام بتلائیں اور لوگ ان کی تقلید کریں، اور دیکھئے مشکاۃ انصاری صفحہ: ۵۵۲، باب مناقب أبي بكر وعمر عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّي لا أدري ما بقائي فيكم، فاقتدُوا بالذَيْنِ من بعدي أبي بكر وعمر، رواه التّرمذيّ (۳) یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تمہارے اندر میری زندگی کب تک ہے؟! تو تم میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی تقلید کرنا، اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ کوئی کسی کی تقلید کرتا تھا اور کوئی کسی کی، بخاری میں حضرت ہزیل بن شرحبیل سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسئلہ اوّل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، اور پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تو حضرت ابن مسعود نے حضرت ابوموسیٰ کے فتوی کے خلاف حکم دیا، پھر جب حضرت ابوموسی کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوی کی اطلاع ہوئی تو لوگوں سے کہہ دیا:

(۱) ترجمہ: اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا، اور ایسے کم آدمی تھے کہ مجتہد معین کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب ہوگئی۔ (الإنصاف في بيان سبب الاختلاف مع ترجمہ اردو وصّاف، ص:۵۹، باب حكاية حال النّاس قبل المائة الرّابعة إلخ، المطبوعة: مطبع عمدة المطابع)

(۲) تیسیر ہمیں نہیں ملی، البتہ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے۔ صحيح البخاري: ۲/۹۹۷، كتاب الفرائض، باب ميراث البنات .

(۳) مشكاة المصابيح ، ص:۵۶۰، باب مناقب أبي بكر و عمر رضي الله عنهما ، الفصل الثّاني .

لاتسألوني ما دام هٰذا الحبر فيكم (۱) یعنی جب تک یہ بزرگ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں اس وقت تک مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو بلکہ انہیں کی تقلید کرو۔

الحاصل صحابہ تقلید شخصی بھی کرتے رہے اور غیر شخصی بھی، چنانچہ ان متعدد وقائع حدیث سے معلوم ہوا، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: ثمّ إنّهم تفرّقوا في البلاد، وصار كلّ واحد مقتدٰى ناحيةٍ من النّواحي (۲) پھر صحابہ شہروں میں متفرق ہو گئے اور ہر شخص اپنے اپنے شہر و ملک کا مقتدیٰ بن گیا، لوگ اس کی تقلید کرنے لگے اس کی تفصیل خود شاہ صاحب نے نہایت وضاحت سے کی ہے: وكان ابن عبّاس رضي الله عنهما اجتهد بعد عصر الأوّلين، فناقضهم في كثير من الأحكام، واتَّبَعَه في ذلك أصحابه من أهل مكّة (۳) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مکہ میں اقامت فرمائی تو بہت سے مسائل میں دوسرے صحابہ سے خلاف ہوا اور بہت سے اہل مکہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دے کر انہیں کے فتاوی پر عمل کیا، محل خلاف میں ابن عباس کے قول کو ترجیح دینا اور ان کے فتاوی پر عمل کرنا یہی تقلید شخصی ہے، اور دیکھئے حجۃ اللہ ہی میں فرماتے ہیں: وكان إبراهيم وأصحابه يرون أنّ عبدَ الله بنَ مسعود رضي اللّٰه عنه وأصحابَه أثبتُ النّاس في الفقه (۴) یعنی حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے تلامذہ:

(۱) عن هزيل بن شرحبيل قال: سئل أبو موسٰى عن ابنة و بنت ابنٍ و أختٍ، فقال: للبنت النّصف وللأخت النّصف وائت ابن مسعود، فسيتابعني، فسئل ابن مسعود و أخبر بقول أبي موسٰى، فقال: لقد ضللت إذًا و ما أنا من المهتدين، أقضي فيما بما قضى النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم: للبنت النّصف ولإبنة الإبن السّدس تكملة للثّلثين، وما بقي فللأخت، فأتينا أبا موسٰى، فأخبرناه بقول ابن مسعود، فقال: لا تسألوني ما دام هذا الحبر فيكم رواه البخاريّ. (مشكاة المصابيح، ص:۲۶۴، باب الفرائض، الفصل الثّاني)

(۲) حجّة اللّٰه البالغة: ۱/۲/۴۷، تتمّة: باب(۱) أسباب اختلاف الصّحابة والتّابعين في الفروع، المطبوعة: مكتبه حجاز، ديوبند.

(۳) حجّة اللّٰه البالغة: ۱/۴۳۷، المبحث السّابع: مبحث استنباط الشّرائع من حديث النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم، باب(۳) كيفية تلقّي الأمّة الشّرعَ من النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم.

(۴) حجّة اللّٰه البالغة: ۱/۴۷۷، تتمّة: باب(۱) أسباب اختلاف الصّحابة والتّابعين في الفروع.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ کو فقہ میں اثبت الناس سمجھتے اور محلِ خلاف میں انہیں کے قول کو ترجیح دیتے تھے، اور تقلید شخصی (کا) کوئی اس سے زائد مفہوم نہیں۔

اور دیکھو! ابوداؤد مجتبائی، صفحہ: ۶۱، عن عمرو بن ميمون الأوديّ قال: قدم علينا معاذ بن جبل اليمن رسولُ رسولِ الله صلّى الله عليه وسلّم ـــــ إلى قوله ـــــ فالقيت محبّتي عليه، فما فارقته حتّى دفنتُه بالشّام ميتًا، ثمّ نظرتُ إلى أفقه النّاس بعده، فأتيت ابنَ مسعود رضي الله عنه، فلزمتُه حتّى مات (۱) الغرض اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ تقلید شخصی کو پسند کرتے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کی تقلید کی اور جب ان کی وفات ہوئی تو چونکہ اب کوئی ذریعہ ان کی تقلید کا باقی نہ رہا کیونکہ ان کا مذہب مدون نہیں تھا؛ اس لیے اب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید اختیار کی۔

الحاصل تقلید زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے حکم سے ہوئی اور پھر صحابہ میں ہمیشہ رہی۔ واللہ اعلم

باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ تقلید کیوں ہوئی؟ تو اوّل تو جب یہ ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا امر فرمایا اور جمہور صحابہ نے اس پر عمل کیا تو پھر ایک مسلمان کے لیے اس سوال کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ کیوں ہوئی، علاوہ بریں اس کی حکمت تو کچھ مخفی بھی نہیں کیونکہ تقلید کا حال علوم دینیہ میں بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ علوم دنیویہ میں طب وریاضی وہیئت کا اور دستکاریوں مثل نجاری ومعماری وغیرہ کا کہ ناواقف کو بدون تقلید واقف کے چارہ نہیں۔

(ج) ائمہ اربعہ پر سلسلۂ تقلید کا ختم ہونا کوئی امر عقلی نہیں بلکہ محض اتفاقی ہے کہ مشیت خداوندی سے ان چار مذاہب کے سوا اور جتنے مذاہب تھے مندرس ہوگئے اور مٹ کر کأن لم یکن ہوگئے، دو چار دس بیس یا پچاس سو اقوال واحکام اگر آج ان کے منقول وموجود بھی ہوں تو وہ کوئی مستقل مذہب نہیں بن سکتا کہ لوگ اس کی تقلید کیا کریں، کیونکہ اگر ان سو پچاس احکام میں ان کی تقلید کر بھی لی تو باقی ہزاروں مسائل میں کیا کریں گے؟! اب جب کہ دیکھا گیا کہ ان چار مذاہب کے سوا اور سب مذاہب مندرس ہوگئے تو ناچار سلسلۂ تقلید انہیں چار پر ختم ہوگیا۔

(۱۰) سنن أبي داؤد: ۱/۶۲، كتاب الصّلاة، باب: إذا أخّر الإمام الصّلاة عن الوقت.

چنانچہ ابن خلدون اپنے مقدمہ تاریخ میں ظاہریہ کے مذہب پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وقف التّقليد في الأمصار عند هؤلاء الأربعة ودرس المقلّدون لمن سواهم وسدّ النّاس باب الخلاف وطرقه ولما كثر تشعب الاصطلاحات في العلوم ولما عاق عن الوصول رتبة الاجتهاد ولما خشى من إسناد ذلك إلى غير أهله ومن لا يوثق برأيه ولا بدينه فصرّحوا بالعجز والإعواز وردّوا النّاس إلى تقليد هؤلاء كلّ بمن اختصّ به من المقلّدين وحظروا أن يتداول تقليدهم لما فيه من التّلاعب ولم يبق إلاّ نقل مذاهبهم وعمل كلّ مقلّد بمذهب من قلّده منهم بعد تصحيح الأصول واتّصال سندها بالرّواية ، لامحصول اليوم للفقه غيرهذا ومدّعى الاجتهاد لهذا العدّ مردود على عقبه مهجور تقليده وقد صار أهل الإسلام اليوم على تقليد هؤلاء الأئمّة الأربعة انتهٰى كلامه (۱) اسی لیے اس پر اجماع مرکب منعقد ہوگیا کہ اب ان چار مذاہب کے سوا کسی مذہب کی تقلید نہ کی جائے، چنانچہ شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں: انعقد الإجماع على عدم العمل بالمذاهب المخالفة للأئمّة الأربعة (۲) اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ عقد الجید، صفحہ: ۳۱ میں فرماتے ہیں: ولما اندرست المذاهب الحقّة إلاّ هذه الأربعة كان اتباعها اتباعًا للسّواد الأعظم والخروج عنها خروجًا عن السّواد الأعظم (۳) اور حافظ ابن حجر مکی فتح المبين لشرح الأربعين میں فرماتے ہیں: أمّا في زماننا فقال أئمّتنا: لايجوز تقليد غير الأئمّة الأربعة: الشّافعيّ ومالك وأبي حنيفة وأحمد بن حنبل (۴) اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں: ومن كان خارجًا عن

(۱) مقدّمة العلاّمة ابن خلدون، ص: ۴۴۴، علم الفقه وما يتبعه من الفرائض، المطبوعة: المطبعة الخيريّة بمصر، القاهرة .

(۲) تلاش بسیار کے باوجود فتح القدیر میں یہ عبارت ہمیں نہیں ملی۔ ۱۲

(۳) عِقْدُ الْجِيْدِ مع ترجمۂ اردو سلك مرواريد، ص: ۳۳، باب: تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتّشديد في تركها والخروج عنها، المطبوعة: المطبع المجتبائي ، دهلي .

(۴) فتح المبين لشرح الأربعين للإمام أحمد بن حجر الهيثميّ، ص: ۱۹۶، الحديث الثّامن والعشرون، تحت قوله: وسنّة الخلفاء الرّاشدين المهديين، المطبوعة: المطبعة الميمنيّة بمصر .

هٰذه الأربعة في هذا الزّمان فهو من أهل البدعة والنّار (۱) اب کسی کا اس پر یہ دلیل طلب کرنا کہ تقلید ان چار ائمہ میں کیوں منحصر ہوگئی محض بے محل اور بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص کے اولاد کثیر ہو لیکن وہ مرتے رہیں یہاں تک جب باپ کا انتقال ہو تو چار بیٹوں کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے، اب ظاہر ہے کہ تقسیم میراث انہیں چاروں میں منحصر ہوگی حالانکہ اولاد ان کے سوا اور بھی تھی لیکن آپ نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوگا کہ میراث انہیں چار میں کیوں منحصر ہوگئی؟! اور جو کوئی کہے تو اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بھائی! مشیت ایزدی یہی تھی، ملاجیون صاحب تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں: والإنصاف أن انحصار المذاهب في الأربعة واتّباعهم فضلٌ إلٰهيّ، وقبوليته من عند اللّٰه تعالٰی لا مجال فيه للتّوضيحات والأدلّة (۲) انتهٰی.

باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ کونسی آیت قرآنی وحدیث نبوی ان کے نام بہ نام وارد ہوئی ہے، سو یہ ایک عجیب سوال ہے، مکرمی! احکام شرع نام بہ نام وارد نہیں ہوا کرتے ورنہ پھر یہ بتلایئے کہ کونسی آیت قرآنی وحدیث آپ کے نام وارد ہوئی ہے کہ آپ کو روٹی کھانا اور کپڑا پہننا جائز ہے؟! اور کونسی آیت میں آپ کا یا کسی کا نام لے کر یہ بتلایا ہے کہ ان کو سونا یا اٹھنا بیٹھنا یا اور کوئی کام خواہ دینی ہو یا دنیوی جائز ہے؟! اگر ثبوت احکام کے لیے نام بہ نام آیت یا حدیث کی ضرورت ہوا کرے تو ان شاء اللہ دنیا میں آج نہ کسی پر کوئی چیز فرض وواجب رہے اور نہ حرام ومکروہ، کونسی آیت یا حدیث آپ دکھلائیں گے جس میں آپ کا نام لے کر آپ پر نماز واجب کی گئی ہو؟! اسی طرح مثال مذکور میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ چار بیٹوں کو جو میراث دی گئی ہے کونسی آیت یا حدیث ان کے نام بہ نام وارد ہوئی ہے؟! ہرگز نہیں، البتہ حکم عام سب کے لیے موجود ہے، سو وہ دربارۂ تقلید ائمہ بھی موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا، مثل قول جلّ وعلٰی: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کیونکہ ائمہ اربعہ بلاشک 'اہل ذکر' میں سے ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی

(۱) حاشية الطّحطاوي على الدّرّالمختار: ۱۵۳/۴، كتاب الذّبائح، المطبوعة: دارالمعرفة، بيروت.

(۲) التّفسيرات الأحمديّة، ص:۳۴۶، تفسير سورة الأنبياء، رقم الآية: ۷۸-۷۹۔

ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے

سوال: (۶۰۵) ایک شخص اپنے مذہب کی تلاش نہ کرکے جس طرح چاہے مقلد غیر مقلد متعصب ہر ایک کی تقلید کرلیتا ہے، یہ طریقہ کیسا ہے؟ (۱۶۱۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے اور اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، پس یہ طریقہ جو شخص مذکور کا ہے ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عامی شخص کے لیے امام مجتہد کی تقلید لازم وواجب ہے

سوال: (۶۰۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ عوام کے لیے تقلید امام مجتہد مثل امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ وامام مالکؒ وامام احمد بن حنبلؒ کے واجب ولازم ہے یا نہیں؟ اور ہر ایک شخص بدون بہ لحاظ قابلیت وعدم قابلیت اور بلا قید علم وجہل کے حدیث پر عمل کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور عامل بالحدیث ہونے کا مدعی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید مع ایں گروہ قلیل کے کہ تعداد ان کی پندرہ بیس آدمی کی ہے تقلید ائمۂ مجتہدین کو ناجائز بتلاتا ہے، اور مدعی عامل بالحدیث ہونے کا ہے، آمین بالجہر اور رفع یدین کرتا ہے، اور حالت قیام نماز میں درمیان قدمین کے فاصلہ قریب ایک ہاتھ کے رکھتا ہے، اور تقلیل جماعت اور تفریق درمیان مسلمانوں کے کرتا ہے، اور عمر اور اس کی جماعت کثیرہ کی تعداد بیس پچیس ہزرا آدمی ہیں مقلد ہیں اور تقلید کو لازم سمجھتے ہیں، اور روایات معتبرہ فقہ حنفیہ پر عمل کرتے ہیں، اور جماعت زید میں شریک نہیں ہوتے، اور نماز جمعہ وغیرہا دوسری مساجد میں ادا کرتے ہیں، اور نماز عیدین صحراء میں ادا کرتے ہیں، اور اب عیدگاہ جدید بنوائی ہے، زید معہ ایں گروہ کے اس عیدگاہ جدید میں بھی آنا چاہتا ہے، اور فساد کرانا چاہتا ہے اور مسلمانوں میں تفریق کرنے پر آمادہ ہے، پس بہ صورت مسئولہ زید حق پر ہے یا عمر؟ اور تفریق جماعت وویرانی مساجد کا الزام زید پر ہے یا نہیں؟ (۵۶۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: أقول وباللہ التوفیق: عامی کے لیے تقلید امام مجتہد کی لازم وواجب ہے، بلکہ فرض قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(۱) اور فرمایا اللہ تعالیٰ

---

(۱) سورۂ نحل، آیت: ۴۳۔ سورۂ انبیاء، آیت: ۷۔

نے: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۲) آیت اولیٰ سے نہ جاننے والوں کو جاننے والوں اور مجتہدوں سے مسائل کے دریافت کرنے کا حکم معلوم ہوا، اور آیت ثانیہ سے ثابت ہوا کہ ایک جماعت اہل اسلام میں سے علم اور تفقہ فی الدین حاصل کرے، تاکہ دوسرے لوگ ان کی اتباع کریں۔ انتھٰی بخلاصتھما.

الغرض عام لوگوں کو تقلید عالم فقیہ و مجتہد کی ضروری ہے، آیاتِ مذکورہ سے اس کی فرضیت اور ضروری ہونا محقق ہوا، حدیث شریف میں بلا علم فتوٰی دینے والوں اور مسائل بتلانے والوں پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، اور آنحضرت ﷺ نے ان کو ضال و مضل یعنی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا فرمایا ہے۔ جیسا کہ مشکاۃ شریف میں بخاری و مسلم سے منقول ہے: عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: إنّ الله لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتّى إذا لم يبق عالم اتّخذ النّاس رؤسًا جهالا، فسُئِلوا فأفتوا بغير علم، فضلّوا و أضلّوا، متّفق عليه(۱)

غیر مقلدین زمانۂ حال اکثر مصداق اس حدیث صحیح کے ہیں، اور مورد اس وعید شدید کے ہیں، شامی اور ہدایہ میں ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عامی کو اقتداء فقہاء کی لازم ہے کیوں کہ ان کو معرفت حدیث کی نہیں ہوسکتی، یعنی وہ نہیں سمجھ سکتے کہ کونسی حدیث واجب العمل ہے اور کونسی نہیں، اور کونسی حدیث منسوخ ہے اور کونسی نہیں، کونسی راجح ہے اور کونسی مرجوح، کونسی متروک العمل ہے کونسی معمول بہ ہے۔ كما في الشّامي (ص: ۱۴۹) وعن أبي يوسف خلافُه لأنّ على العاميّ الاقتداءَ بالفقهاء بعدم الاهتداء في حقّهِ إلى معرفة الأحاديث (۲) انتهى (شامي، جلد ثاني، كتاب الصّوم) ومثله في الهداية(۳)

(۱) صحيح البخاريّ: ۱/۲۰، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم و كتب عمر بن عبدالعزيز إلخ؟
(۲) ردّالمحتار على الدّرّالمختار: ۳/۳۴۶، كتاب الصّوم، باب ما يفسد الصّوم وما لا يفسده، قبل مطلب في الكفّارة .
(۳) الهداية: ۱/۲۲۶-۲۲۷، كتاب الصّوم ، باب ما يوجب القضاء والكفّارة .

پس ثابت ومحقق ہوا کہ ہر ایک شخص عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، اور مطلقاً عمل حدیث پرنہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ روایات فقہ پر عمل کرے جو احادیث سے مجتہدین نے نکالی ہیں، ورنہ ممکن ہے کہ بجائے ثواب کے معصیت کا مرتکب ہو، کیوں کہ شاید وہ حدیث جس پر اس نے عمل کیا ہے منسوخ ہو یا متروک الظاہر ہو یا مؤول یا نص قطعی کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کرنا درست نہ ہو، پس معلوم ہوا کہ زید اور اس کا گروہ خلاف حق ہے کیوں کہ تقلید کا انکار کرنا ہے جو کہ عین حق ہے، اور اکابر اولیاء اللہ وعلماء وصلحاء مقلد گذرے ہیں، فرقۂ غیر مقلدین محض تقلید سے منکر ہی نہیں ہیں بلکہ تقلید کو شرک وکفر بتلاتے ہیں، جیسا کہ بہت سے غیر مقلدین کی تصانیف میں موجود ہے، پس اکثر اولیاء وعلماء وصلحاء کو مرتکب شرک وکفر کا سمجھنا بھی اسی جماعت شاذہ کا حصہ ہے، یہ لوگ سوائے اپنے کسی کو موحد نہیں سمجھتے، بلکہ مبتلائے شرک ومعصیت گمان کرتے ہیں، اور بہ حکم ﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۲) خود عاصی وآثم ہوتے ہیں اور مصداق: **من قال لأخيه كافر فقد باء به أحدهما** (۱) کے ہوتے ہیں، حق تعالیٰ ایسی جہالت سے محفوظ رکھے، زید اور اس کی جماعت بے شک مسلمانوں میں تفریق ڈالنے والے اور فساد کرنے والے ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۹۱) عمر اور اس کی جماعت اس بارے میں حق پر ہیں اور ان پر الزام تفریق بین المسلمین کا عائد نہیں ہوتا، کیونکہ وہ متبع سواد اعظم ہیں۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اتّبعوا السّواد الأعظم فإنّه من شَذَّ شَذّ في النّار، رواه ابن ماجة من حديث أنس رضي الله تعالىٰ عنه (۲) (مشكاة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة)

وعن معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ الشّيطانَ ذئبُ الإنسان كذئب الغَنَمِ يأخذ الشّاذّةَ والقاصيةَ والنّاحيّةَ وإيّاكم والشّعابَ وعليكم بالجماعة والعامّة، رواه أحمد.

وعن أبي ذرّ رضي اللّه عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من فارق

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۴۵۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّاني.

الجماعةَ شبرًا فقد خَلَعَ رِبْقَةَ الإسلامِ من عُنقهٖ، رواه أحمد وأبوداؤد .

وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال : من كان مُسْتَنًّا فليَسْتَنّ بِمَن قد مات، فإنّ الحيَّ لا تؤمنُ عليه الفِتنةُ ، أُولئك أصحابُ محمّد صلّى الله عليه وسلّم كانوا أفضلَ هذهٖ الأمّة أبَرَّها قلوبًا ، و أعمقَها علمًا ، و أقلَّها تكلّفًا، اختارهم الله لصحبة نبيّهٖ ، ولإقامة دينهٖ، فاعرفوا لهم فضلَهم، واتّبعوهم علىٰ إثرهم ، وتمسّكوا بما استطعتُم من أخلاقهم وسِيَرِهم فإنّهم كانوا على الهُدَى المستقيم ، رواه رزين(۱)

الحاصل ان تمام احادیث وروایات سے ثابت ہے کہ سوادِ اعظم کی پیروی چاہیے، جو شخص سوادِ اعظم سے علیحدہ ہوا وہ ناری ہے، اور ہلاک ہوا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلوں کی تقلید اور اتباع کا حکم فرمایا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا امر فرمایا جو عین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک و مذہب ہے کہ آثارِ صحابہ کو معمول بہا قرار دیتے ہیں، پس تقلید امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: عین تقلید صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہے، اور تقلید صحابہ رضوان اللہ علیہم: عین تقلید و اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، پس مقام غور ہے کہ منکرین تقلید ائمہ مجتہدین کی نوبت انجام کار کہاں تک پہنچتی ہے؟! اور اس کو شرک خیال کرنا ایمان واسلام کے اوپر کیا اثر رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجتہد کو تقلید کی ضرورت نہیں

سوال: (۶۰۷) ایک شخص کہتا ہے کہ اگر تقلید ابوحنیفہ کی ضروری ہوتی تو دیگر ائمہ ان کے خلاف کوئی مسئلہ نہ بیان فرماتے، اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۱۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تقلید امام مجتہد کی ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو مجتہد نہیں ہیں، اور امام شافعی و صاحبین اور امام زفر و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ خود مجتہد ہیں، ان کو دوسروں کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۳۱-۳۲، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّالث .

حنفی کو بلاضرورت شدیدہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں

سوال: (۶۰۸) اگر کوئی حنفی کسی مسئلہ میں امام صاحبؒ کا مذہب اور قول چھوڑ کر دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: حنفی کو بلاضرورت شدیدہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ بھی اسی صورت میں کہ فقہاء نے اس میں تصریح فرمادی ہو مذہب غیر پر عمل کرنے کی جیسا کہ زوجہ مفقود وغیرہ میں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک امام کے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا

سوال: (۶۰۹)...... (الف) زید شافعی المذہب نے کسی وجہ سے حنفی مذہب کی طرف رجوع کیا تو کیا شرعاً اس کو یہ انتقال مذہب جائز ہے یا نہ؟

(ب) جب کہ زید نے مذہب حنفی پر عمل درآمد شروع کر دیا تو کیا زید پر شرعاً یہ لازم ہے کہ وہ مذہب شافعی کی طرف رجوع کرے یا اس کو مذہب حنفی پر قائم رہنا ضروری ہے؟

(ج) شیخ یا استاذ کے حکم سے زید کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف رجوع جائز ہے یا نہ؟ (۱۱۸۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف-ج) انتقال عن المذہب کسی دنیاوی غرض اور طمع کی وجہ سے جائز نہیں ہے کہ یہ تلعب بالدین ہے جو کہ حرام ہے، البتہ دینی وجہ سے یعنی اس وجہ سے کہ اس کو حنفی مذہب کے دلائل قوی اور احوط معلوم ہوئے انتقال بہ طرف مذہب حنفیہ درست ہے، اور پھر یہ جائز نہیں ہے کہ حنفی مذہب کو چھوڑ کر شافعی بنے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ولهٰذا قال الزّاهديّ : وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالك في هذهِ المسئلة للضّرورة اهـ ...... و سيأتي نظير هذهِ المسئلة في زوجة المفقود حيث قيل : إنّه يفتى بقول مالك أنّها تعتدّ عدّة الوفاة بعد مضيّ أربع سنين. (ردّالمحتار على الدّرّ: ۱۴۹/۵، كتاب الطّلاق، باب العدّة ، مطلب في الإفتاء بالضّعيف)

غیر مقلدین اہلِ سنت والجماعت میں داخل نہیں

سوال: (۶۱۰) جو لوگ کہ آمین بالجہر اور رفعِ یدین اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں اور کسی امام کی تقلید نہیں کرتے کیسے ہیں؟ (۸۴-۳۸۳/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: عامی کو تقلید کسی امام مجتہد کی ضروری ہے، ورنہ خود رائی اور اتباعِ ہواء کی وجہ سے اکثر گمراہ ہوتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلدین زمانۂ حال سے مشاہدہ ہے، بڑے بڑے علمائے دین؛ مجتہدین کی تقلید سے مستغنی نہیں ہوئے، ائمۂ حدیث اور ائمۂ فقہ کو دیکھئے کہ سب کے سب مقلدین گزرے ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین زبان سے تو دعویٰ عمل بالحدیث اور قرآن کا کرتے ہیں مگر ایسے متبع ہواء ہیں کہ مخالفتِ اجماع کی بھی پرواہ نہیں کرتے، محرمات شرعیہ کو خود رائی سے حلال کر لیتے ہیں، عقائد میں خلاف سلف باتیں نکالتے ہیں، بعض متعہ کو جائز کہتے ہیں، بعض ما فوق اربع نساء (چار سے زائد عورتوں) سے ایک وقت میں نکاح جائز بتلاتے ہیں، بعض مطلقۂ ثلاثہ بکلمۃ واحدۃ میں بلا حلالہ نکاح ورجعت جائز بتلاتے ہیں، سبّ سلف صالحین ان کا شعار ہے، ایسے لوگ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں اور نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے، البتہ جن غیر مقلدین کا اختلاف صرف فروعی مسائل میں ہے وہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، اور نماز ان کے پیچھے بہ شرط مراعات فی مواضع الاختلاف درست وصحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلدین کا اختلاف صرف فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے

سوال: (۶۱۱) غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم عقائد میں حنفیہ کے موافق ہیں، البتہ فروع میں خلاف ہیں، مثل آمین بالجہر رفع یدین وغیرہ میں فروع مذکورہ کو ایسی طرح کرنا جس سے فتنہ فساد ہوتا ہے کیا حکم رکھتا ہے؟ عوام الناس میں جب آمین بالجہر کہی جاتی ہے یا رفع یدین کیا جاتا ہے تو فتنہ پھیل جاتا ہے، ایسے امور کرنے والوں کو امور جدید سے روکا جاوے گا یا عوام الناس کو؟

(۱۶۸۹/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عموماً یہ بات نہیں ہے کہ غیر مقلدین عقائد میں حنفیہ کے مطابق ہیں یا حنفیوں کو وہ

حق پر سمجھتے ہیں، بلکہ اکثر غیر مقلدین تقلید کو شرک کہتے ہیں، جس سے مقلدین کا مشرک ہونا ان جہال کے عقیدہ میں لازم آتا ہے، اور فساد اس کا أظهر من الشمس ہے، پس ایسے لوگوں سے موافقت کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟! اور چونکہ طریقہ احناف کا موافق سنت کے ہے اس لیے نئے گروہ کا اس میں خلاف کرنا؛ بنائے فساد انہیں جدید مذہب والوں کی طرف سے ہے، لہٰذا ان کو روکنا چاہیے کہ ایسے امور نہ کریں جس سے خلاف اور فساد لازم آوے، اور جب کہ ان کے نزدیک بھی یہ اختلاف فروعی ہے اور استحباب وعدم استحباب کا فرق ہے تو امر مستحب کی وجہ سے کیوں خلاف ڈالتے ہیں اور سبیل مؤمنین کے خلاف کرتے ہیں؟! سبیل مؤمنین کے خلاف پر قرآن شریف میں وعید شدید مذکور ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱۴) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: اتّبعوا السّواد الأعظم فإنّه من شذّ شذّ في النّار، رواه ابن ماجة (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلدین کے بعض عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہیں

سوال: (۶۱۲)......(الف) آیا غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں اور ان کے اور اہل سنت کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متحد ہیں؟ (۱۳۳۹/۱۱۲ھ)

(ب) ایسے غیر مقلدین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں جو متعصب اور بزرگوں کی شان میں بے ادب نہ ہوں اور ائمہ اربعہ کو حق جانتے ہوں اور ان شرائط کا بھی خیال رکھتے ہوں جن سے امام صاحبؒ کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے۔

(ج) جو اشخاص ایسے غیر مقلدین کو اسلام سے خارج کرتے ہوں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: اتّبعوا السّواد الأعظم إلخ. (مشكاة المصابيح، ص:۳۰، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّاني)

الجواب: (الف) غیر مقلدین کے عقائد کی تفصیل بعض کتابوں میں کی گئی ہے ان میں بعض عقائد ایسے ضرور ہیں جو کہ خلاف اہل سنت و جماعت ہیں اس لیے ان کے اقتداء وغیرہ سے احتراز لازم ہے۔

(ب) ایسے غیر مقلدین کے پیچھے نماز صحیح ہے بہ شرطیکہ ان کے عقائد موافق اہل سنت و جماعت کے ہوں۔

(ج) یہ غلطی ہے اور خطاء ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد جو ائمۂ اربعہ کو گالیاں دیتے ہیں عاصی ہیں

سوال: (۶۱۱۳) غیر مقلد جو کلمہ پڑھتا ہے اور نماز روزہ وغیرہ جملہ احکام وارکان اسلام ادا کرتا ہے، مگر ائمہ اربعہ کو گالیاں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حنفی مذہب کی کتابیں قابل جلانے کی ہیں تو یہ کافر ہے یا نہیں؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو غیر مقلد شاتم ائمہ دین ہیں اہل سنۃ والجماعۃ میں ان کا شمار نہیں، اور اس لحاظ سے بے شبہ وہ عاصی ہیں لیکن اس وجہ سے ان کو کافر نہیں کہا جا سکتا، جو شخص کتب حنفیہ اور ائمہ دین کی تعلیم پر ایسے ناپاک حملے کرتا ہے، وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے، تاہم تعلیم اسلامی کے لحاظ سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا، اور مقلد کو مشرک کہنا انتہائی کم فہمی کور باطنی اور تعصب کی علامت ہے، مقلد کا قصور اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ ان علماء ہدیٰ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے جن کی اطاعت خدا اور سول کی اطاعت ہے۔ عن ابن المبارك عن أبي حنيفة ما جآء عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فعلى الرّأس والعين ، و ما جآء من الصّحابة نختار منهم إلخ (۱) یہ قلیل جماعت اور بدزبان فرقہ جو سواد اعظم کے خلاف کرکے من شَذَّ شَذَّ في النّار (۲) کا مصداق اور عمائدِ دین کی توہین کر کے ابدی لعنت کا مستحق ہے، حنفی اس سے کوئی علاقہ نہ رکھیں لیکن جو علائق پہلے سے وابستہ ہیں وہ شرعی

(۱) العرف الشّذي مع جامع التّرمذي : ۱/۴۶ ، أبواب الصّلاة ، باب ما جآء في الصّلاة الوسطى أنّها العصر .

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : اتّبعوا السّواد الأعظم فإنّه من شَذّ شَذّ في النّار . (مشكاة المصابيح، ص:۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الثّاني)

حیثیت سے یہ دستور قائم ہیں، غیر مقلد کی حنفی بیوی بغیر طلاق کے دوسری شادی نہیں کر سکتی، علیٰ ہذا۔

قومی اور ملی امور میں غیر مقلدین کو شریک کرنا اور ان سے مشورہ لینا

سوال: (۶۱۴)......(الف) فرقۂ اہلِ حدیث کو قومی و مذہبی کاموں میں شریک کر کے مشورہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں؟

(ج) کیا کسی حنفی کا ان سے ملنا اور قومی و مذہبی کاموں میں شریک کرنا اور مشورہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(د) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ غیر مقلدوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور نہ کسی مشورہ میں شریک کرنا چاہیے یہ کہنا کیسا ہے؟ اور اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۱۰۰/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) جائز ہے۔

(ب) داخل ہیں بہ شرطیکہ وہ غالی نہ ہوں، اور تقلید کو شرک نہ کہتے ہوں، اور مقلدین کو مشرک نہ کہتے ہوں، اور کسی عقیدہ میں اہل سنت کے خلاف نہ ہوں۔

(ج) جائز ہے۔

(د) اصل یہ ہے کہ بعض مسائل شرعیہ فرعیہ میں حنفیہ کو ان سے اختلاف ہے ان مسائل میں ان کے ساتھ موافقت نہ کی جاوے اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض غیر مقلدین ایسے ہیں کہ بعض عقائد ان کے صحیح نہیں ہیں مثلاً تقلید کو شرک کہنا اور مقلدین کو مشرک کہنا اور بعض دیگر اعتقادیات میں بھی ان سے اختلاف ہے، لیکن با ایں ہمہ مسلمان ہیں، قومی کاموں میں اور سیاسی امور میں ان سے مشورہ لینا اور ان کو شریک کرنا ممنوع نہیں ہے، اگرچہ تعصب ان کا قابلِ نفرت ہے، لیکن قومی امور میں ان سے ملنا اور مشورہ نیک لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلدین کی صحبت نہایت مضر اور دین کو تباہ کرنے والی ہے

سوال: (۶۱۵) گروہ غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں؟ اور ان سے

صحبت وغیرہ اور مسجدوں میں آنے دینا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا ان کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ تو عموماً نہیں کہا جاتا کہ سب غیر مقلد اہل سنت سے خارج ہیں، ممکن کیا بلکہ واقع ہے کہ بعض ان میں ایسے بھی ہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ صحبت اس فرقہ کی نہایت مضر اور دین کو تباہ کرنے والی ہے، دین سے بے قید بنانے والا یہی فرقہ ہے۔ **فالحذر كلَّ الحذر من قربهم ومجالستهم ومُوادّتهم ، والله وليّ التّوفيق والسّلام على من اتّبع الهدى، والتزم جماعة التُّقٰى، و سلك طريق الأدب مع أئمّة الدّين و نواب المصطفٰى صلّى الله عليه وعلٰى أصحابه البررة الاتقياء الاصفياء.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا اور شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۱۶)...... (الف) غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) غیر مقلد کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) غیر مقلد کے ساتھ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۵۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف-ج) غیر مقلد کے پیچھے نماز حنفی کی ہوجاتی ہے، لیکن احتیاط کرنا بہتر ہے اور یہی حکم باہم مناکحت ومواکلت ومشاربت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعتی اور غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کی نوکری کرنا

سوال: (۶۱۷) بدعتی اور غیر مقلد دونوں فریق میں سے کون فریق بہتر اور حق پر ہے؟ مقلدین احناف کو ہر دو گروہ مذکور کے پیچھے نماز پڑھنی اور ان کی نوکری کرنی اور مناکحت درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اہل سنت وجماعت کے خلاف جتنے فرق باطلہ ہیں سب اہل اہواء اور اہل بدعت

کہلائے جاتے ہیں، پس غیر مقلدین میں سے وہ فرقہ جو تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں اور ائمہ سلف پر خصوصًا امام الائمہ خیر التابعین امام ابوحنیفہؒ پر طعن کرتے ہیں اور بعض عقائد میں بھی سلف کے خلاف کرتے ہیں وہ روافض سے کم نہیں ہیں، ان کی نسبت کیا یہ دریافت کرنے کا موقع ہے کہ وہ اچھے ہیں یا بدعتی؟ بلکہ بہ حکم ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (سورۂ یونس، آیت:۳۲) اہل سنت و جماعت کے سوا سب فرقے گمراہی اور باطل پر ہیں، اس قاعدہ سے جملہ فرقوں کا حکم اور احوال معلوم ہو گیا، ان سب کے پیچھے نماز پڑھنے اور نکاح و شادی کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے، اور ملازمت کا قصہ دوسرا ہے ملازمت کفار کی بھی بہ ضرورت درست ہوتی ہے بہ شرطیکہ اس میں کوئی معصیت نہ ہو، پس یہی حکم ان فرق باطلہ کی ملازمت کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد شوہر اپنی بیوی کو عدم تقلید پر مجبور کرے تو عورت پر شوہر کی اطاعت لازم نہیں

سوال: (۶۱۸) مرد غیر مقلد اپنی زوجہ مقلد کو مجبور کر کے غیر مقلدہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اور عکس اس کا؟ (۷/۳۹-۱۳۳۴-۳۳ھ)

الجواب: تقلید اپنے امام کی چھوڑنا درست نہیں ہے، پس مقلد کو غیر مقلد نہ ہونا چاہیے، اور اس بارے میں عورت پر اطاعت اپنے شوہر کی لازم نہیں ہے۔ **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داؤد ظاہری کس مذہب کے پابند تھے؟

سوال: (۶۱۹) امام داؤد ظاہری کس مذہب کے پابند تھے؟ (۹۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام داؤد ظاہری ظاہر احادیث پر عمل کرتے ہیں، کسی کے مقلد نہیں۔ فقط

---

(۱) عن النّوّاس بن سِمْعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لاطاعة لمخلوقٍ الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثّاني)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق علامہ شامی نے کیا لکھا ہے؟

سوال: (۶۲۰)......(الف) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق صاحب درمختار نے کچھ لکھا ہے یا نہ؟ اور صاحب ردالمحتار نے بھی کچھ لکھا ہے یا نہ؟ یا دونوں صاحب نے لکھا ہے اگر لکھا ہے تو وہ عبارت نقل کی جائے؟

(ب) درمختار محمد بن عبدالوہاب نجدی سے پہلے کی ہے یا بعد کی؟ (۴۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف - ب) صاحب درمختار کا زمانہ مقدم ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی سے، انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا، البتہ صاحب ردالمحتار شامی نے اَتباع ابن عبدالوہاب نجدی کا تذکرہ باب البغاة میں کیا ہے، عبارت اس کی یہ ہے: **كما وقع في زماننا في أتْبَاعِ عبد الوهّاب الّذين خرجوا من نجد وتغلّبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنّهم اعتقدوا أنّهم هم المسلمون وأنّ من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلك قتل أهل السّنّة وقتل علمائهم، حتّى كسر اللّٰه تعالىٰ شوكتهم إلخ**(۱)

مولوی احمد رضا بریلوی کا عقیدہ

سوال: (۶۲۱) احمد رضا بریلوی کا عقیدہ اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ (۱۹۰۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جہاں تک معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ وہ رأس المبتدعین ہیں اور بدعات کو جائز کرتے ہیں، **واللّٰه أعلم بحقيقة الحال**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا مولوی احمد رضا خاں بریلوی کافر ہیں؟

سوال: (۶۲۲) مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی از روئے شرع کافر ہیں یا نہ؟

(۴۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الشّامي على الدّرّ: ۶/۳۱۷، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في أتباع عبد الوهّاب الخوارج في زماننا.

الجواب: ان کی تکفیر نہیں کی جاتی بہ وجہ امکان تاویل کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امکانِ کذب اور امکانِ نظیر کا مطلب

سوال: (۶۲۳)......(الف) کذب باری تعالیٰ ممکن ہے یا ممتنع؟ اگر ممکن ہے تو اُس کے سہل معنی کیا ہیں؟

(ب) رسول مقبول ﷺ کا نظیر (مثل) ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر آپ ﷺ معدوم النظیر نہ ہوں تو لا نبيّ بعدي کے کیا معنی ہیں؟ (۵۲۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) اُس کی مثال ایسے سمجھو کہ حق تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہ فرماوے گا، جیسا کہ وعدہ ہو چکا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۸، اور ۱۱۶) لیکن اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ کافر کی مغفرت فرما دیوے، مگر وہ ایسا نہ کرے گا، پس یہ معنی ہیں ''امکانِ کذب'' کے کہ خلاف وعدہ تحت القدرت داخل ہے(۱) مگر ایسا نہ ہوگا۔ فقط

(ب) اسی طرح امکان نظیر کے معنی سمجھو کہ حق تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ آپ کے مثل کوئی نہیں اور نہ کوئی ہوگا، لیکن حق تعالیٰ کو قدرت ہے آپ کے مثل پیدا کرنے پر حق تعالیٰ عاجز نہیں ہے، اور علم کلام کا مسئلہ ہے: مِثْلُ الممكنِ ممكنٌ اسی طرح آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، لیکن حق تعالیٰ قادر ہے آپ کے بعد نبی پیدا کرنے پر، مگر بہ سبب وعدۂ صادقہ پیدا نہ

---

(۱) اس مسئلہ کو ''امکانِ کذب'' سے تعبیر کرنا سوء ادبی ہے، اس کی صحیح تعبیر: عموم قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں، تمام چیزیں اللہ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۰) اور شرح عقائد میں ہے: ولا يخرج عن علمه وقدرته شيء لأنّ الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقصٌ. (شرح عقائد نسفی، ص: ۳۵، مطبوعہ: رشیدیہ: دہلی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں، اس لیے کہ بعض چیزوں سے ناواقف ہونا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا نقص ہے (اور اللہ تعالیٰ نقص سے پاک ہیں) ۱۲ محمد امین پالن پوری

فرماوے گا، الغرض امکان ذاتی ہے اور امتناع بالغیر ہے(۱) فلا إشکال. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کو متصف بہ کذب جاننا کفر ہے

سوال: (۶۲۴) ایک شخص کہتا ہے کہ دیوبندی خدا تعالیٰ کو متصف بہ کذب جانتے ہیں نعوذ باللہ منہ، میں نے اس سے کہا کہ جو یہ اعتقاد رکھے وہ کافر ہے تم مطلب نہیں سمجھتے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (۱۳۹۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ حق تعالیٰ کو متصف بہ کذب جاننا کفر ہے، وہ جھگڑا خلف وعد و وعید کا ہے، اور امکان کذب اس معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کو قدرت ہے مگر واقع نہ ہوگا۔

---

(۱) یہ بحث تقویۃ الایمان کی ایک عبارت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

اُس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُـنْ سے اگر چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان، ص: ۲۷، مطبوعہ: دارالکتاب، دیوبند)

اس پر پیر پرستوں نے کہا کہ اللہ جل شانہ ہرگز آپ ﷺ کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے، آپ کی نظیر محال بالذات ہے کیونکہ قرآن کریم میں آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے، اگر آپ کی نظیر ممکن ہو تو امکانِ کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے، نیز قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی اور یہ محال ہے، لہٰذا آپ ﷺ کی نظیر بھی محال ہے کہ مستلزم محال کا محال ہوتا ہے، پس امکانِ نظیر کا عقیدہ کفر ہے۔

اہل حق نے یہ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کی نظیر پیدا کرنے پر قادر ہیں، عاجز نہیں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی نظیر ممکن بالذات ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے۔

ہاں! اپنے وعدے کے مطابق آپ ﷺ کی نظیر اور مثل ہرگز ہرگز پیدا نہ کرے گا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾، ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا﴾، لہٰذا آپ ﷺ کی نظیر اور مثل محال بالغیر ہے محال بالذات نہیں جو قدرت کے تحت داخل نہ ہو، کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ ممکن ہے، واجب اور ممتنع نہیں تو آپ ﷺ کی نظیر بھی ممکن ہے کیونکہ ممکن کی نظیر ممکن ہی ہو سکتی ہے، واجب بالذات یا ممتنع بالذات؛ ممکن بالذات کی نظیر نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے امکان نظیر اور امکان کذب کی مختصر وضاحت، تفصیل دیکھنا چاہیں تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب جهد المقل کا مطالعہ کریں۔ ۱۲ محمد امین پالن پوری

لقولہٖ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (۱) یعنی اللہ تعالیٰ خلاف وعدہ نہ کرے گا، لیکن اس کو قدرت ہے کر سکتا ہے، وہ ذات قادر علی الاطلاق مجبور نہیں ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) سورۂ آل عمران، آیت: ۹۔ سورۂ رعد، آیت: ۳۱۔

(۲) فتاوی رشیدیہ میں ہے:

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا در مسئلہ امکان کذب بر رفع شبہات مولوی نذیر احمد خان صاحب رام پوری

شبہ: براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے، اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے، یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے، اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے۔

جواب از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ: بہ خدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب

بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا، ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا، مگر بہ غرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے، شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچاوے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ.

واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے، اور خلاف ہے نص صریح ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا﴾ و ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ وغیرہما آیات کے، وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے، رہا خلاف علماء کا جو درباره وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے، اس کی تحقیق میں طول ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے، اگر چہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شئ ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو، چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں، پس مذہب جمیع محققین اہلِ اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کیے تھے وہ مندفع ہوگئے، کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں، یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں، اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابنائے زماں قاصر ہیں، آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے، ایک ایک مثال قرآن وحدیث کی لکھی جاتی ہے: ==

کیا خدا تعالیٰ برے اور گندے کام کرسکتا ہے؟

سوال: (۶۲۵) زید اپنی زبان سے یوں کہے کہ خداوند کریم زنا کرسکتا ہے، اور بول و براز کرسکتا ہے نعوذ باللہ منہ، غرض جمیع امور قبیحہ کرسکتا ہے، لیکن بوجہ خدا ہونے کے ان امور کا ارتکاب نہ کرے گا، اور امور قبیحہ کے قادر ہونے پر ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۰) کو حجت لاتا ہے، کیا اس آیت سے امور بالا پر حجت ہوسکتی ہے؟ یا کہ امور مذکورہ بالا مستثنیٰ ہیں؟ ایسے عقیدہ رکھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس کی امامت کیسی ہے؟ (۱۱۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: غالباً مراد زید کی اس کلمۂ قبیحہ سے یہ ہے کہ یہ امور تحت القدرت داخل ہیں، اگرچہ ظہور اور وقوع ان کا نہ ہوگا، لیکن یہ زید کی غلطی ہے کیونکہ امور مذکورہ پر قدرت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ اپنی ذات کو **متّصف بصفات المحدثین** کرسکتا ہے، گویا خالق: مخلوق بن سکتا ہے، سو ظاہر ہے کہ یہ محال عقلی ہے کہ قدیم حادث ہوجائے یا **متّصف بصفات المحدثین** ہوسکے، پس جیسا کہ شریک باری اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے، ایسا ہی حق تعالیٰ کا **متّصف بصفات المحدثین** ہونا اس سے مستثنیٰ ہے، پس ایسا عقیدہ رکھنے والے کو توبہ کرنا لازم ہے، اور جب تک توبہ نہ کرے امام بنانا

== ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے: ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا الآیة﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۶۵). دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ الآیة﴾ (سورۂ اَنفال، آیت:۳۳) آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا، اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے، مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا، پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو ﴿وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۱۲۰) احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بہ ارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلی ہے ہوچکے، پر چونکہ صحابۂ کرام جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں، اس لیے نظر بہ قدرت وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے، بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات جن کی شان میں (وارد ہے) ﴿لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ (سورۂ فتح، آیت:۲) فرماتے رہے: **و اللّٰه! ما أدري و أنا رسول اللّٰه ما یفعل بي ولا بکم** (بخاری) اور **کما قال اللّٰه تعالیٰ:** ﴿وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ﴾ (سورۂ اَحزاب، آیت:۴). (فتاوی رشیدیہ، ص:۹۶-۹۷، کتاب العقائد، عنوان: اللہ کی طرف بالفعل جھوٹ کی نسبت)

اس کو درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

منافق کے ساتھ میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۲۶)...... (الف) منافق کس کو کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے؟

(ب) منافق کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۸۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) منافق کی دو قسمیں ہیں: منافق فی العقیدہ اور منافق فی العمل، آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ منافق فی العقیدہ تھے اور وہ لوگ مسلمان نہیں تھے، اور آج کل جو منافق ہیں وہ منافق فی العمل ہیں اور فاسق ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: **عن عبد الله بن عمرٍو رضي اللّٰه تعالٰی عنه أنّ النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: أربع من کن فیه کان منافقًا خالصًا، ومن کانت فیه خصلة منهنّ کانت فیه خصلة من النّفاق حتّی یدعها: إذا اؤتمن خان و إذا حدّث کذب و إذا عاهد غدر و إذا خاصم فجر (الحدیث)**(۱)

(ب) اور اگر منافق خصائل نفاق کو چھوڑ دے اور توبہ کر لے تو اس سے میل جول رکھنا جائز ہے، حدیث شریف میں ہے: **التّائب من الذّنب کمن لا ذنب له**(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مذہب روافض کب سے پیدا ہوا؟ اور اس کے باطل ہونے کی دلیل

سوال: (۶۲۷) مذہب روافض کب سے قائم ہوا؟ اور اس کے ناجائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟ (۱۱۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد زمانۂ صحابہ میں ہی اس قسم کے مذاہب باطلہ روافض وخوارج خذ لهم اللّٰه تعالٰی ظاہر ہونے لگے تھے، پھر زیادہ شیوع ہوتا رہا، اور ان کے بطلان کی دلیل حدیث مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے فرقۂ ناجیہ کی تفسیر ما أنا علیه

(۱) صحیح البخاري: ۱/۱۰، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق.

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۴۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

وأصحابي (۱) فرمایا، اور ان کا نام بھی فرمایا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعہ کافر ہیں یا مسلم؟

سوال: (۶۲۸) شیعہ کافر ہیں یا نہ؟ (۱۳۷۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ وہ شیعہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے قائل ہیں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کے منکر ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں وہ بہ اتفاق کافر ہیں (۲) اور سب شیخین کرنے والوں کو بعض فقہاء نے کافر کہا ہے (۳) فقط واللہ اعلم

سوال: (۶۲۹) فرقۂ اثنا عشریہ کافر ہے یا مسلم؟ سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (۷۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: روافض کے فرقے مختلف ہیں: بعض غالی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولوہیت

---

(۱) عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ليأتينّ علىٰ أمّتي ما أتى على بنى إسرائيل حذو النّعل بالنّعل حتّى إن كان منهم من أتى أمّه علانيّة لكان في أمّتي من يصنع ذلك ، و إنّ بنى إسرائيل تفرّقت علىٰ ثنتين وسبعين ملّة وتفترق أمّتي على ثلاث و سبعين ملّة ، كلّهم في النّار إلاّ ملّة واحدة ، قالوا من هي يا رسول اللّٰه ؟! قال: ما أنا عليه و أصحابي . (جامع التّرمذي: ۹۳/۲، أبواب الإيمان عن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، باب افترق هذهِ الأمّة)

(۲) لاشكّ في تكفير من قذف السّيّدة عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها، أو أنكر صحبة الصّدّيق أو اعتقد الألوهيّة في عليّ ، أو أن جبريل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصّريح المخالف للقرآن (الشّامي: ۲۸۸/۶، كتاب الجهاد، مطلب مهم في حكم سابّ الشّيخين)

(۳) أقول : نعم نقل في البزّازيّة عن الخلاصة: أنّ الرّافضيّ إذا كان يسبّ الشّيخين و يلعنهما فهو كافر، و إن كان يفضل عليًّا عليهما فهو مبتدع أهـ. وهذا لايستلزم عدم قبول التّوبة ، علىٰ أنّ الحكم عليه بالكفر مشكل لما في الاختيار: اتّفق الأئمّة على تضليل أهل البدع أجمع وتخطئتهم، وسبّ أحد من الصّحابة و بغضه لايكون كفرًا، لكن يضلّل إلخ (ردالمحتار: ۲۸۷/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ ، مطلب مهم في حكم سابّ الشّيخين)

کے قائل ہیں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افک کے قائل ہیں، وہ بہ اتفاق قطعًا کافر ہیں، اور بعض سب شیخین کرتے ہیں، بعض فقہاء نے ان کو بھی کافر کہا ہے، ایسے روافض کے ساتھ عورت مسلمہ سنیہ کا نکاح نہیں ہوتا، اور بعض محض تفضیلیہ ہیں وہ کافر نہیں اگر چہ مبتدع ہیں، ان کے ساتھ نکاح سنیہ کا ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۳۰)...... (الف) ایک مولوی نے بہ روز جمعہ یہ فتوی بیان فرمایا ہے کہ شرعًا جملہ افراد اہل شیعہ واحمدی کافر ہیں، اور جو شخص ان کے ساتھ خور ونوش کرے گا یا ان کے ساتھ کسی تقریب میں شامل ہوگا کافر متصور ہوگا، اور پھر اس کے ساتھ برتاؤ کرنے والا بھی کافر ہوگا، علی ہذا القیاس سلسلۂ کفر جاری رہے گا، اور جملہ عورات کا نکاح ناجائز اور فسخ شدہ ہے، جو لڑکیاں اہل سنت و جماعت کی کسی شیعہ یا احمدی کے ساتھ بیاہی ہوئی ہیں ان کی اولاد ولد الحرام ہے اور وہ زنا کرارہی ہیں۔

(ب) کیا جملہ افراد اہل شیعہ کافر ہیں؟ (۵۹۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین سب بہ اتفاق علمائے اہل حق کافر ومرتد ہیں، ان سے کسی قسم کا اتحاد وارتباط رکھنا اور بیاہ شادی کرنا سب حرام ہے، اور روافض میں یہ تفصیل ہے کہ جو فرقہ روافض کا قطعیات کا منکر ہے اور سبِّ شیخین کرتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے یعنی افک کا معتقد ہے اور صحابہ کی تکفیر کرتا ہے وہ بھی کافر ومرتد ہے، ان سے مناکحت ومجالست حرام ہے، اور واضح ہو کہ روافض عمومًا تبرا گو ہی ہوتے ہیں اگر چہ بہ وجہ تقیہ کے جو اُن کے نزدیک دینی فعل ہے اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور اپنے عقائد باطلہ مخفی رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے قول وفعل کا اعتبار نہ کیا جائے، بلکہ ان کے اصول مذہب کو دیکھا جائے، پس بعد اس تمہید کے آپ خود اپنے سوالات کا جواب سمجھ سکتے ہیں۔

(ب) اکثر افراد شیعہ ایسے ہی ہیں کہ ان کے کفر پر فتوی ہے، اور اصول مذہب کے اعتبار سے ان کے کفر میں کچھ تردد نہیں، لہٰذا ان کے ذبیحہ میں اور ان سے رشتۂ مناکحت قائم کرنے میں احتیاط کی جائے، اور احتراز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوشخص کلمہ طیبہ کے آخر میں عليّ ولي الله وصيّ رسول الله کا اضافہ کرتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۳۱) میں اہلِ سنت و جماعت ہوں اور میں کلمہ لآ إلٰـه إلاّ اللّٰـه محمّد رسول الله، عليّ ولي الله وصيّ رسول الله کہتا ہوں، تو اس کلمہ میں عليّ ولي الله وصيّ رسول الله کے کہنے میں خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟ (۱۲۸۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ شعار روافض کا ہے اس کو ترک کرنا لازم ہے، اور وصيّ رسول الله جس اعتبار سے روافض کہتے ہیں وہ صحیح بھی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس شخص کے عقائد اور خیالات شیعوں جیسے ہیں وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۳۲) ایک شخص کہتا ہے کہ میں سید ہوں اور علامات اس کی شیعہ کی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(الف) کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

(ب) نماز تراویح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھی اہل سنت گمراہی پر ہیں کہ تقلیدِ عمر کرتے ہیں۔

(ج) بلند آواز سے ماتم کرنا اور ڈھول بجا کر شہدائے کربلا کا ذکر کرنا اور اس پر رونا ثواب ہے۔

(د) اپنی دختر کا نکاح شیعہ معلن سے جو سبّ شیخین کو موجب ثواب سمجھتا ہے کر دیا ہے۔

(ہ) شیعوں کو خفیہ نصیحت کرتا ہے کہ یہی مذہب حق ہے۔

(و) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہایت برے الفاظ سے علانیہ یاد کرتا ہے، ایسے شخص کو جماعت اور نماز جنازہ سے روکنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۶۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف – و) شخص مذکور جس کے عقائد اور خیالات وہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں ہرگز سنی نہیں ہے، بلکہ رافضی ہے، لہٰذا تاوقتیکہ وہ شخص عقائد باطلہ مذکورہ سے توبہ نہ کرے اس وقت

تک اس سے متارکت کرنی چاہیے اور اس سے قطع تعلقات کر دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۳۳) ایک عالم کہتا ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت و خلافت کا منکر ہو اور مستحق لعنت وتبرا ہو وہ اسلام سے خارج ہے، کسی قسم کا برتاؤ اس کے ساتھ نہ کرنا چاہیے، دوسرا شخص کہتا ہے کہ ایسے شیعہ کے ساتھ برتاؤ درست ہے، وہ کلمہ پڑھتے ہیں، لہٰذا خارج اسلام نہیں ہوسکتا، اس بارے میں کس کا قول صحیح ہے؟ (۲۱۶۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں عالم کا قول صحیح ہے اور دوسرا شخص جو کچھ کہتا ہے وہ اصول اسلام سے ناواقفیت پر مبنی ہے اس کو چاہیے کہ اس سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعہ اثنا عشری کی تجہیز وتکفین میں مدد کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کرنا درست نہیں

سوال: (۶۳۴) اگر شیعہ اثنا عشری فرقہ کی میت لاوارث ہو تو ہم اس کو انجمن کے روپیہ سے جو اسی کام کے لیے ہے تجہیز وتکفین کر سکتے ہیں؟ اور اپنے قبرستان میں اس کو دفن کر سکتے ہیں؟ شیعہ اثنا عشری سے انجمن میں چندہ لے سکتے ہیں؟ اور اس کو ممبر رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۷۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: روافض کا وہ فرقہ جو بہ سبب سبِّ شیخین وتکفیر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کافر ہے، ان کی تجہیز وتکفین میں امداد کرنا اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں ہے، اور ان سے بالکل متارکت اور مقاطعت کی جائے تا کہ ان کو تنبیہ ہو اور وہ سنی ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کا مرتبہ یکساں ہے: وہ سنی نہیں

سوال: (۶۳۵) ایک شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ چہار یاروں میں بزرگ اور بلند ہے، اور دوسرے شخص کا اعتقاد یہ ہے کہ چہار یاروں کا مرتبہ یکساں ہے کچھ فرق نہیں،

صحیح کون سی بات ہے؟ (۱۲۸۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اہل سنت والجماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ چہار یاروں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، اور یہ چاروں باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں(۱) اس کے خلاف جو شخص عقیدہ رکھے وہ سنی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چاروں خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ رتبہ کس کا ہے؟

سوال: (۶۳۶) چاروں اصحابوں میں سب سے زیادہ رتبہ کس کا ہے؟ (۱۳۰۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ترتیب فضیلت خلفاء اربعہ موافق ترتیب خلافت کے ہے، بہ اجماع اہل سنت والجماعت یعنی اوّل مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے، پھر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۶۳۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ پر افضل کہنے والا اہل سنت میں سے ہے یا نہیں؟ (۲۶۴۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اہل سنت وجماعت کا اعتقاد افضلیتِ خلفاءِ اربعہ کے بارے میں یہ ہے کہ افضلیت ان میں بہ اعتبار ترتیبِ خلافت کے ہے(۳) اگر اس کے خلاف کسی کا عقیدہ ہے تو وہ اہل

---

(۱) الحاصل أنّ أفضل النّاس بعد الأنبياء عليهم السّلام أبوبكرٍ الصّدّيق ...... ثمّ عمر بن الخطّاب ...... ثمّ عثمان بن عفّان ...... ثمّ عليّ بن أبي طالب رضوان اللّٰه عليهم أجمعين. (شرح الفقه الأكبر، ص:۷۴-۷۶، دليل أفضليّة الصّدّيق رضي اللّٰه عنه)

(۲) الحاصل: أنّ أفضل النّاس بعد الأنبياء عليهم السّلام أبوبكرٍ الصّدّيق ...... ثمّ عمر بن الخطّاب ...... ثمّ عثمان بن عفّان ...... ثمّ عليّ بن أبي طالب ...... رضوان اللّٰه عليهم أجمعين. (شرح الفقه الأكبر، ص:۷۴-۷۶، دليل أفضليّة الصّدّيق رضي اللّٰه عنه)

(۳) قال شارح عقيدة الطّحاويّة : إنّ ترتيب الخلفاء الرّاشدين في الفضيلة كترتيبهم في الخلافة إلخ . (شرح الفقه الأكبر، ص:۸۳، تعداد سَنَةِ خلافة)

سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا انبیاء کے بعد سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؟

سوال: (۶۳۸) خواجہ حسن نظامی نے یزید نامہ میں لکھا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل ترین امت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھتا ہوں، اور دعوی کیا ہے کہ یہی عقیدۂ حقہ تمام اہل سنت کا ہے، جن کی چشم بصیرت بینا نہیں ان سے قطع نظر تمام صوفیائے کرام واولیائے عظام وبزرگانِ دین کا یہی عقیدہ ومسلک ہے، بہ حوالہ فتوحات مکیہ ابن عربی کا بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے، حضرت امیر معاویہ کے حالات میں بہت کچھ لکھا ہے، آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ہم کو ان کے کفر و بے دینی کے ثبوت تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے، لہٰذا اس معاملہ کو ہم خدا کے حوالہ کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ إزالة الخفاء میں اس عقیدہ والے کو فرقۂ تفضیلی و بدعتی و مستحقِ تعزیر قرار دیتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول متعدد طرق سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے: کوئی شخص مجھے حضرت ابوبکر صدیق پر و حضرت عمر پر فضیلت نہ دے (۱) اس میں کس کا مسلک صحیح ہے؟

(۱۷۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صحیح وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے إزالة الخفاء میں لکھا ہے (۲) اور تمام کتب عقائد میں یہی ہے، اور خواجہ حسن نظامی نے جو کچھ لکھا ہے وہ سراپا غلط اور افتراء و بہتان ہے، اور عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک ترتیب خلفائے راشدین کی افضلیت کے موافق ترتیب ان کی خلافت کی ہے۔ کما هو مبين

---

(۱) اما بیان آنکہ ہر کہ مرتضی را تفضیل دہد بر شیخین مبتدع ست و مستحق تعزیر، فقد أخرج أبو عمر في الاستيعاب عن الحكم بن حَجْل قال: قال عليّ: لا يُفضّلني أحدٌ على أبي بكر و عمر إلخ . (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، فارسی، ص۶۷-۶۸، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه)

(۲) وافضلیت خلفائے اربعہ ثابت ست بترتیب خلافت بادلۂ بسیار الخ. (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، فارسی، ص۱۶، فصل دوم درلوازم خلافت خاصہ، مسالک سہ گانہ دال بر افضلیت خلفاء بترتیب خلافت، مطبوعہ: المطبع الصّدّيقي، بريلى)

ومفصّل في كتب العقائد(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال: (۶۳۹) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر لوگ معترض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کیوں نہیں فرمائی؟ حالانکہ قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ میں مؤمنوں کے ساتھ ہوں۔ (۲۴۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شہادت کا درجہ دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، حدیث شریف میں ہے: سيّد الشّهداء حمزة(۲) یعنی سردار شہیدوں کے حضرت حمزہؓ ہیں۔ فقط واللہ اعلم

یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۴۰) یزید پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ لعنت بھیجنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۳۷۶)

الجواب: یزید پر لعنت بھیجنے اور نہ بھیجنے کے جواز میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ لعنت کرنا یزید کو درست نہیں ہے، اور یزید کا کافر ہونا ثابت نہیں ہوا، البتہ فاسق تھا، پس احوط عدم لعن ہے(۳) فقط

(۱) والحاصل أنّ أفضل النّاس بعد الأنبياء عليهم السّلام أبوبكرٍ الصّدّيق ...... ثمّ عمر بن الخطّاب ...... ثمّ عثمان بن عفّان ...... ثمّ عليّ بن أبي طالب رضوان الله عليهم أجمعين. (شرح الفقه الأكبر، ص:۷۴-۷۶، دليل أفضليّة الصّدّيق رضي الله عنه)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۸۰۲) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) و إنّما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتّى ذكر في الخلاصة وغيرهٖ أنّه لا ينبغي اللّعن عليه أي ولا على اليزيد ولا على الحجّاج، لأنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم نهى عن لعن المصلّين ومن كان أهل القبلة ...... قال حجّة الإسلام في الإحياء: فإن قيل: هل يجوز لعن يزيد لكونهٖ قاتل الحسين أو آمرًا بهٖ؟ قلنا: هذا ممّا لم يثبت أصلاً، فلا يجوز أن يقال أنّه قتله أو أمر به، فضلاً عن لعنهٖ إلخ (شرح الفقه الأكبر، ص:۸۷، اختلفوا في اللّعن على اليزيد، المطبوعة: المطبع المجتبائي الواقع في الدّهلوي)

یزید کے بارے میں کیا گمان رکھنا چاہیے؟

سوال: (۶۴۱) مسلمانوں کو یزید بن معاویہ کے ساتھ کیا گمان رکھنا چاہیے؟

(۳۳۴۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شرح فقہ اکبر میں ہے: و إنّما اختلفوا في يزيد بن معاوية حتّى ذُكر في الخلاصة وغيره: أنّه لا ينبغي اللّعن عليه أي ولا على اليزيد إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ یزید پر لعنت کرنے میں فقہاء رحہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے، اسی طریقہ سے یزید کی تکفیر میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، اور عبارات فقہاء سے راجح عدم تکفیر معلوم ہوتی ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوزخی اور ظالم کہنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۴۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک سنی المذہب کہتا ہے کہ اس کا دوزخ سے بچنا دشوار ہے، بلکہ یہ دوزخی اور ظالم ہے، یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اور اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۳۷۶/۳۳-۱۳۳۴)

الجواب: یہ غلط ہے اور خلاف اعتقاد اہل سنت و جماعت ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۸۷، اختلفوا في اللّعن على اليزيد، المطبوعة: المطبع المجتبائي الواقع في الدّهلي.

(۲) فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے، وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق؟

جواب: کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مؤمن تھا، بہ سبب قتل کے فاسق ہوا، کفر کا حال دریافت نہیں، کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔ (فتاوی رشیدیہ، ص:۵۰، کتاب ایمان وکفر کے مسائل، عنوان: یزید کو کافر کہنا)

صحابی ہیں، اور آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے(۱) یہ قول اس شخص بدعقیدہ والے کا کہ اس کا دوزخ سے بچنا الخ نہایت سوئے ادبی اور فسق ومعصیت ہے، حضرت کے صحابی، کاتب وحی، امیر المومنین کی نسبت ایسا کلمہ کہنا نہایت قبیح اور موجب فسق ہے، اگر وہ شخص اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے تو فاسق وخارج از اہل سنت وجماعت ہے اور گمراہ فرقوں میں داخل ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت امیر معاویہ کی شان میں توہین آمیز الفاظ لکھنا

سوال: (۶۴۳) جس کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وعزت کا لحاظ نہ کیا گیا ہو بلکہ ایک قسم کی توہین ٹپکتی ہو، اس کتاب کا پڑھنا اور جس کا عقیدہ اس کے موافق ہو اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ (۱۳۴۱/۹۹۹ھ)

الجواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ صحابی کاتب وحی تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے جیسا کہ کتب احادیث سے ظاہر ہے(۱) ان کی شان میں ایسے الفاظ لکھنا نہایت سوئے ادبی اور لکھنے والے کے فساد عقیدہ کی دلیل ہے، پس ایسی کتاب کا دیکھنا اور اس پر عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے، اور جس کا عقیدہ ایسا ہو وہ لائق امام بنانے کے نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کو معزول کردیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنگ صفین کی وجہ سے حضرت معاویہ کو برا نہ کہا جائے

سوال: (۶۴۴) بعد رسول اللہ ﷺ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو

---

(۱) عن عبد الرّحمٰن بن أبي عميرة رضي اللّٰه عنه وكان من أصحاب رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم عن النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنّه قال لمعاوية رضي اللّٰه عنه : أللّٰهمّ اجعله هاديا مهديا واهد به .

وعن أبي إدريس الخولانيّ قال : لمّا عزل عمر بن الخطّاب عمير بن سعد عن حمص ولّى معاوية ، فقال النّاس : عزل عميرًا و ولّى معاوية ، فقال عمير: لا تذكروا معاوية إلاّ بخير فإنّي سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: أللّٰهم اهد به . (جامع التّرمذي: ۲۲۴/۲، أبواب المناقب ، مناقب معاوية بن أبي سفيان رضي اللّٰه عنه)

جنگ ہوئی تو حضرت امیر معاویہ کے حق میں کیا کہنا چاہیے؟ (۲۴۳/۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان سے خطاء اجتہادی ہوئی، ان کو برا نہ کہا جائے۔ حدیث شریف میں ہے: اللّٰهَ اللّٰهَ في أصحابي، الحديث (۱) فقط

حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۴۵) ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں الفاظ دغاباز، خائن، جھوٹا، خاطی، آل رسول کا دشمن، نبیوں سے لڑنے والا کہتا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟
(۳۸۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسا شخص گنہ گار اور فاسق ومبتدع ہے (۲) اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، اس کو فورًا توبہ کرنی چاہیے، کسی صحابی کی شان میں ایسی گستاخی کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں، بہت سے بہت یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی جس سے ان کی شانِ صحابیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ قال عليه السّلام: أصحابي كالنّجوم فبأيّهم اقتديتم اهتديتم (۳) فقط

---

(۱) عن عبد الله بن مغفّل رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : اللّٰهَ اللّٰهَ في أصحابي، لا تتّخذوهم غرضًا بعدي، فمن أحبّهم فبحبّي أحبّهم، ومن أبغضهم، فببُغضي أبغضهم ، ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله يُوشِك أن يأخذه. (جامع التّرمذي: ۲/۲۲۵، أبواب المناقب، باب ما جاء في فضل من بايع تحت الشّجرة)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا رأيتم الّذين يسبّون أصحابي فقولوا لعنة الله علىٰ شرّكم. (جامع التّرمذي: ۲/۲۲۵، أبواب المناقب ، باب في من سبّ أصحاب النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم)

(۳) عن عمربن الخطّاب رضي الله عنه قال: سمعتُ رسولَ الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: سألتُ ربّي عن اختلاف أصحابي من بعدي ، فأوحى إليّ يا محمّد! إن أصحابك عندي بمنزلة النّجوم في السّماء ، بعضها أقوىٰ من بعضٍ ، ولكلّ نور ، فمن أخذ بشيء ممّا هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدىً ، قال: وقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : أصحابي كالنّجوم الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۵۵۴، باب مناقب الصّحابة رضوان الله تعالىٰ عليهم أجمعين ، الفصل الثّالث)

سوال: (۶۴۶) ایک شخص اہل سنت والجماعت ہوکر یہ کہتا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جو زہر دیا تھا، اس میں سازش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی، دیگر یہ کہ جس وقت امیر معاویہ کے مقام مخصوص پر بچھو نے نیش زنی کی تو اس وقت آپ نے عبید اللہ کی والدہ سے بد فعلی کی تھی؛ جس سے عبید اللہ کا تولد ہوا، اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۱۶۸۰ھ)

الجواب: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی خاص ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے، اور بشارت دی ہے اور کاتبِ وحی تھے، ان کی شان میں ایسا گستاخانہ خیال رکھنا اور تہمت لگانا سخت گناہ اور معصیت ہے، وہ شخص فاسق بدکار ہے جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے اس کا نماز روزہ کچھ مقبول نہیں ہے وہ درحقیقت رافضی ہے اس کو ایسے خیال سے توبہ کرنی چاہیے۔

چکڑالوی مذہب کے پیرو دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

سوال: (۶۴۷) مذہب چکڑالوی لاہوری کے اقتدار کے ساتھ اہل سنت والجماعت کو تعلقات پیدا کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۵/۱۳۳۳ھ)

الجواب: چکڑالوی مذہب کے پیرو اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہلِ اَہوائے بدعت سے ہیں، یہ لوگ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت شرعی نہیں سمجھتے، جس کا اثر اصولاً تمام اسلامی معتقدات پر پڑتا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ جماعت دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے قابل بھی نہیں ہے، شریعت اسلامی پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ اس کے بانی کا کلام ——— جو درحقیقت وحی الٰہی ہے ——— بھی اس قابل نہ ہو کہ حجت شرعی بنایا جاسکے؟! پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس جماعت سے تمام تعلقات منقطع کردیں۔ قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت: ۶۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمدی جماعت کے تمام افراد کافر ہیں

سوال: (۶۴۸) کیا جملہ افراد احمدی جماعت کے کافر ہیں؟ ہم حنفی ہیں، اور جس فرقۂ احمد کا ہم سے تعلق ہے وہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔ (۱۳۴۳/۵۹۷ھ)

الجواب: قطعًا کافر ومرتد ہیں، اور یہ غلط ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے، ان کی کتب مذہب کو دیکھو کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کوئی مرزا کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے، اور جو اس کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزا قادیانی اور اس کے پیرو کافر ہیں

سوال: (۶۴۹) مرزا قادیانی اور اس کے متبع کافر ہیں یا نہ؟ (۱۳۷۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قادیانی اور اس کے متبعین کافر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۵۰) مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت کا جو مذہب ہے اور وہ اپنے آپ کو مسیح و مہدی قرار دیتے ہیں کیا یہ واقعی مسیح ہے؟ اور اس کی کیا اصلیت ہے؟ (۱۴۲۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مرزا قادیانی ایک شخص ضال ومضل یعنی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا دجال اور کذاب تھا، وہ ہرگز مسیح موعود یا پیغمبر نہ تھا، اس نے جھوٹا دعوی پیغمبری اور مسیحیت کا کیا تھا، وہ اور اس کے پیرو سب گمراہ اور صراط مستقیم اور دین اسلام سے خارج وعلیحدہ ہیں، علمائے اہل حق نے اس کی اور اس کی جماعت کی تکفیر کی ہے، ایک رسالہ ''مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو کافر ہیں'' (۱) آپ کے پاس بھی بھیجا جاتا ہے جس میں مرزا مذکور کے بہت سے اقوال اس کی تصنیف کردہ کتابوں سے منتخب کر کے جمع کیے گئے ہیں، جن سے مرزا کا دجال کذاب ہونا اور کافر ہونا ثابت ہوتا ہے، اور اس پر بہت سے علماء کے دستخط ہیں۔ واللہ ولیّ التّوفیق وآخر دعوانا أن الحمد للہ ربّ العالمین.

نزول عیسیٰ علیہ السلام والی روایت کے الفاظ کیا ہیں؟

سوال: (۶۵۱) ایک شخص قادیانی جو مرزا غلام احمد کو نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں وفات پانا ثابت کرتا ہے، ہم نے یہ حدیث پیش کی: **کیف أنتم إذا نزل ابن مریم من السّماء فیکم** تو وہ قادیانی حدیث مذکور کو غلط بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ حدیث اس طرح صحیح ہے: **کیف أنتم إذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم منکم إمامکم** اس صورت میں یہ حدیث قادیانی کی صحیح ہے

(۱) تلاشِ بسیار کے باوجود معلوم نہ ہوسکا کہ یہ رسالہ کس کا ہے۔ ۱۲

یا ہماری، اور یہ حدیث کس کتاب میں ہے: **عیسٰی ابن مریم لم یمت و یرجع إلیکم قبل یوم القیامة إلخ** .(۱۳۴۱/۲۵۵ھ)

الجواب: مشکاۃ شریف میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے: **کیف أنتم إذا نزل ابنُ مریم فیکم و إمامُکم منکم** (۱) یعنی کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت جب کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے، یعنی آسمان سے اتریں گے، اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا؛ یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ اس وقت امام ہوں گے، اور پہلی حدیث بھی اسی کے ہم معنی ہے، اتنا فرق ہے کہ اس میں لفظ **و إمامکم منکم** نہیں ہے، اور **من السّماء** کا لفظ زیادہ ہے، پس مطلب میں کچھ فرق نہیں ہے، اور روایت: **عیسٰی ابن مریم لم یمت إلخ** معلوم نہیں کہ کس کتاب میں ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہا ہے؟

سوال: (۶۵۲) احمدی جماعت یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو لفظ نبی کہا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۶۱۱ھ)

الجواب: یہ قول احمدی جماعت کا بالکل غلط اور افتراء ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **من کذب عليّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعده من النّار** (۲) اور مرزا کی نسبت نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، کیونکہ اس میں آیت: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ﴾ (سورۂ اَحزاب، آیت: ۴۰) کا انکار ہے جیسا کہ اس کی تفصیل بہت کچھ اہل حق کی طرف سے ہو چکی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانی کو سلام کرنا حرام ہے مگر کفر نہیں

سوال: (۶۵۳) یہاں کے عالم یہ فرماتے ہیں کہ قادیانی سے سلام کرنے والا اور خاص قادیانی بھی دونوں کافر ہیں، یہ مسئلہ درست ہے یا کہ خلاف ہے؟ (۱۳۳۰-۲۹/۲۶۴ھ)

الجواب: قادیانی کے عقائد بے شک حد کفر کو پہنچے ہوئے ہیں، اور قادیانی کو علمائے حقانی نے

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۸۰، کتاب الفتن ، باب نزول عیسٰی علیه السّلام، الفصل الأوّل.

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۲۲۵) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

کافر کہا ہے، پس میل جول رکھنا ان سے اور سلام کرنا بے شک حرام اور گناہ ہے، مگر کفر نہیں، کیوں کہ کافر کو بھی سلام کرنا کفر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلام احمد قادیانی کی تعریف اور ضیافت کرنے والا کیسا ہے؟

سوال: (۶۵۴) خواجہ کمال الدین لاہوری مرزا غلام احمد قادیانی کی فصاحت بلاغت کی تعریف کرتے ہیں، یا ان کا استقبال کرنا یا ان کو اپنے یہاں مہمان کرنا کیسا ہے؟ ایسا شخص مرتد ہے یا نہیں؟ (۵۴۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مرتد تو نہیں فاسق وعاصی ضرور ہے کہ بے دین کی تعظیم کرتا ہے، باقی جو معتقد عقائد قادیانی کا ہے اس کے ارتداد پر فتوی علماء کا ہو چکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قادیانی ہو جانے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے

سوال: (۶۵۵) اگر کوئی اہل سنت والجماعت قادیانی ہو جاوے؛ تو اس کی بیوی جو اہل سنت والجماعت ہے اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۰۰۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو شخص قادیانی ہو گیا وہ مرتد وکافر ہو گیا، اس کی زوجہ فوراً اس کے نکاح سے خارج ہو گئی۔ قال في الدّرّ المختار: وارتداد أحدهما...... فسخ...... عاجل إلخ(۱) فقط

جو لوگ مرزا قادیانی کو مجدد اور فیضِ نبوت سے مستفید جانتے ہیں وہ کافر و مرتد ہیں

سوال: (۶۵۶) ہم ان تمام احکامات پر جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کے ہیں ایمان رکھتے ہیں، اور اس کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں، اور حضرت مرزا صاحب کو مجدد اور حضرت ﷺ

(۱) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲۷۲/۴، کتاب النّکاح، باب نکاح الکافر، مطلب: الصّبيّ والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاقٍ بل للوقوع.

کی طرف سے فیض نبوت سے مستفید جانتے ہیں، ازروئے شریعت محمدیہ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۱۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: واضح ہو کہ اگر کسی شخص میں باوجود تمام عقائد اسلامیہ کے ماننے کے ایک عقیدہ بھی کفریہ ہو، اور کسی ایک امر کا ضروریات دین سے بھی انکار کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے، پس جو شخص باوجود دعویٔ اسلام وعقائدِ اسلام کے ایک ایسے مرتد وملحد کو جس کی کتابوں سے اس کی کفریات ثابت ہیں مسلمان سمجھے، بلکہ اس کو مجدد اور فیض نبوت سے مستفید سمجھے وہ بھی قطعاً کافر ہے، کیوں کہ اس نے کافر کو مسلمان اور کفر کو اسلام سمجھا، پس جب کہ محقق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بہ وجہ دعویٔ نبوت وتوہینِ انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام وغیرہما کے قطعًا کافر ہے تو جو شخص ایسے کافر وملعون کو مجدد ومستفید از فیض نبوت سمجھے اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزا قادیانی کو مجتہد وامام اور مجدد ماننے والے بھی کافر ہیں

سوال: (۶۵۷) غلام احمد قادیانی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا وہ کافر تھا یا نہیں؟ اور جو اس کو نبی یا مجتہد وامام ومجدد مانیں وہ کیسے ہیں؟ (۶۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ معروف ومشہور ہیں اور اس کی کتابوں میں عقائد کفریہ بھرے ہوئے ہیں، لہٰذا اس کے اور اس کے اَتباع کے کفر میں کچھ شبہ نہیں ہے، اور مدعیٔ نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والے شخص کو جو کافر نہ سمجھے اور اس کو مجدد وامام وصالح سمجھے وہ بھی کافر ہے، کما ھو ظاھر. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشتہ داری کی وجہ سے قادیانیوں سے میل جول رکھنا

سوال: (۶۵۸) جو لوگ خلاف حکم علمائے کرام قادیانیوں سے مراسم وتعلقات بہ باعث رشتہ داری یا راہ ورسم سابقہ کے رکھتے ہیں، مگر عقائد میں وہ ان کے پیرو نہیں ہیں، تو کیا ان سے بھی تعلقات ومراسم قطع کر لینا لازم ہے یا نہیں؟ (۴۰۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر وہ لوگ مرزائیوں کے عقائد پر نہیں ہیں مگر کسی مجبوری کی وجہ سے میل جول کرتے ہیں اور دل میں ان سے اور ان کے عقائد باطلہ سے نفرت اور بیزاری ہے، تو وہ کسی درجہ میں بعض صورتوں میں معذور ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان سے مقاطعت کا حکم کلیۃً نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مرزائیوں کے گھر کا کھانا پینا جائز نہیں

سوال: (۶۵۹) مرزائیوں کے گھر کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ کافر ہیں یا مرتد؟ (۸۱۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: مرزائی جماعت کافر و مرتد ہے، ان کے کفر پر تمام علمائے حقانی کا فتوی ہو چکا ہے، ان کے ساتھ ریل میل کھانا پینا سب ناجائز ہے، ان سے بالکل احتراز اور اجتناب کرنا چاہیے۔ فقط

مرزائی کو اسلامی انجمن کا رُکن بنانا جائز نہیں

سوال: (۶۶۰) ایک اسلامیہ انجمن کے اراکین میں ایک رکن مرزائی بھی ہے، اس انجمن کے زیر انتظام ایک جامع مسجد، ایک پرائمری اسکول، اور ایک بڑی جائداد بھی ہے، اس مسجد کے امام صاحب خطیب کو کیا کرنا چاہیے اس فتنہ کے استیصال کے لیے؟ (۱۶۶۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مرزائیوں کا کفر و ارتداد بہ اتفاق علمائے اہل حق ثابت ہے، لہٰذا اہل اسلام کو اپنی کسی جماعت اور انجمن میں ان کو رکن بنانا اور شامل کرنا جائز نہیں، یہ مرتد جماعت اسلام اور اہل اسلام کی دشمن اور مخرّبِ دین ہے، اس جماعتِ منافقین اور مرتدین کا ضرر مسلمانوں کے لیے کافر و فاجر اہل کتاب و مشرکین سے بہت زیادہ ہے، لہٰذا مقتدائے قوم امام و خطیب کا فرض ہے کہ اس جماعت کے کسی فرد کو ارکان میں داخل نہ ہونے دے، اور اس جماعت سے کسی قسم کا تعلق و ارتباط نہ رکھے، اور یگانگت کا معاملہ نہ کرے، اور ان کو اہل اسلام کے فرقوں میں شمار نہ کرے جیسا کہ تفصیل اس کی کتب و رسائل میں مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

رسوم و بدعات کا بیان

بدعت کی تعریف

سوال: (٦٦١) بدعت کی کیا تعریف ہے؟ (۲۷۲۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ** (۱) اس سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسی چیز پیدا کرنا جس کی اصل دین میں نہ ہو یہ بدعت ہے، اور تفصیل اس کی کتابوں میں مبسوط ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (٦٦٢)......(الف) بدعت وسنت کی پہچان کیا ہے؟

(ب) سنت کبھی بدعت بھی ہوجاتی ہے؟

(ج) بدعت کے ایک معنی ہیں یا دو؟

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) البدعة ما أُحْدِثَ و ليس له أصل في الشّرع . (فتح الباري: ۲۵۳/۱۳، كتاب الاعتصام بالكتاب والسّنّة ، باب: الاقتداء بسنن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، المطبوعة: مكتبة الرّياض الحديثية ، البطحاء ، الرّياض)

المراد بالبدعة ما أُحْدث ممّا لا أصل له في الشّريعة يدلّ عليه ، و أمّا ما كان له أصل من الشّرع يدلّ عليه فليس ببدعة شرعًا و إن كان بدعةً لغةً . (جامع العلوم والحِكَمْ في شرح خمسين حديثًا من جوامع الكِلَم لابن رجب الحنبلي، ص:۱۹۱، الحديث الثّامن والعشرون ، تحت قوله : و إيّاكم و محدثات الأمور إلخ ، المطبوعة : المطبع القرآن والسّنّة الواقع في بلدة أمرتسر)

(د) بدعت سیئہ وحسنہ کی تفصیل؟

(ھ) جو بدعت موافق سنت کے ہووہ کیا ہوگی؟ (۴۶۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) جس کی کچھ اصل قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہووہ بدعت ہے، اور سنت قول وفعل یا تقریر آنحضرت ﷺ کو کہتے ہیں، **و تفصیله في کتب الفقه (۱)**

(ب) سنت کے ساتھ اگر بدعات ملحق ہوگئی ہوں تو ان کا ترک ضروری ہے، اور سنت ومستحب کو ان کے درجہ سے بڑھانا اور فرض وواجب کے درجہ میں پہنچا دینا یہ بھی ناجائز ہے۔

(ج) بدعت لغوی بھی ہوتی ہے اور شرعی بھی، لغوی بدعت کی مثال جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمانا جماعت تراویح کو **نعم البدعة هٰذه(۲) والتّفصيل في الكتب .**

(د) بدعت کے بارے میں رسالہ ایضاح الحق الصریح مؤلفہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کو دیکھیں، اس سے جملہ امور معلوم ہوجاویں گے۔

(ھ) بدعت موافق سنت کے نہیں ہوسکتی، اگر وہ موافق سنت کے ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔ فقط

شرک وبدعت کی تعریف

سوال: (۲۶۳) شرک وبدعت کی کیا تعریف ہے؟ اور اس کی مثال جو رائج ہو؟

(۱۳۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنایا جائے مثلاً کسی کو مخلوق

(۱) بدعت اور سنت کی تعریف نیز بدعت کی قباحت اور سنت کی اہمیت سے متعلق تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رحیمیہ: ۱/۴۲۲-۴۴۹، مطبوعہ: مکتبہ الاحسان دیوبند۔

(۲) عن عبد الرّحمان بن عبد ن القاري أنّه قال: خرجت مع عمر بن الخطّاب رضي الله عنه ليلةً في رمضان إلى المسجد ، فإذا النّاس أوزاع متفرّقون يصلّى الرّجل لنفسهٖ ، ويصلّى الرّجل فيصلّي بصلاتهٖ الرّهطُ ، فقال عمر: إنّي أرى لو جمعتُ هؤلاء على قاريءٍ واحدٍ لكان أمثل ، ثمّ عزم ، فجمعهم على أبيّ بن كعب ثمّ خرجتُ معه ليلة أخرى ، والنّاس يصلّون بصلاة قارئهم، قال عمر: نعم البدعة هذهٖ الحديث. (صحيح البخاري: ۱/۲۶۹، كتاب الصّوم، باب فضل من قام رمضان)

میں سے سجدہ کیا جائے یا اس کو عالم الغیب سمجھا جائے وغیرہ اور بدعت وہ ہے کہ دین میں کوئی نیا طریقہ جاری کیا جائے جس کی اصل سلف صالحین کے زمانہ میں نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بدعت اور سنت میں تباین کی نسبت ہے

سوال: (۶۶۴) بدعت کی تعریف جو کہ عامۃ العلماء کے مابین مسلم ہو کیا ہے؟ اور آیا اس میں اور سنت میں نسبت اربعہ میں سے کون سی نسبت ہے؟ (۱۴۴۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بدعت وہ امر محدث فی الدین ہے جس کی اصل شریعت میں کچھ نہ ہو اور اصل اس بارے میں حدیث متفق علیہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: قالت: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ(۱) ہے۔ وتفصيله ما في المطوّلات (۲) اور بدعت اور سنت میں تباین کی نسبت ہے: اور بدعت اور سنت آپس میں نقیض ہیں، كما قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: ما أحدث قوم بدعة إلاّ رفع مثلها من السّنّة فتمسّك بسنّة خير من إحداث بدعةٍ . رواه أحمد (۳) فقط واللہ اعلم

بدعتی کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۶۵) بدعتی کس امر کا مستحق ہے؟ بدعت کس کو کہتے ہیں؟ (۳۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بدعت دین میں نئی بات نکالنے کو کہتے ہیں، اور بدعتی مخالف اور تارک سنت ہے، اور بدعتی عاصی وفاسق ہے، مستحق عذاب ہے، مگر کافر نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) بدعت کی تعریف اور اس کی قباحت کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رحیمیہ: ۴۲۲/۱-۴۲۷، مطبوعہ: مکتبہ الاحسان دیوبند۔

(۳) عن غضيف بن الحارث الثّمالي قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : ما أحدث قوم بدعة إلاّ رُفع الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۱، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة ، الفصل الثّالث)

ایک شخص کے سوا تمام خاندان والے بدعات میں مبتلا ہوں تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۶۶۶) زید نے ایک مقام پر ایک فرضی قبر پختہ محیط بہ چہار دیواری اور ایک کوٹھا دو منزلہ موسوم بہ نقارہ خانقاہ اور ایک چبوترہ مسجد تعمیر کیا اور ہر جمعرات کو نقارہ بجایا جاتا ہے اور جہال اہل دیہہ چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اور ہر سال ایک میلہ منعقد ہوتا ہے، اور دکانات لگائی جاتی ہیں اور بہ کثرت قبر پر چڑھاوا آتا ہے، زید نے وہ اراضی بہ شمول دیگر املاک کے عمرو اپنے حقیقی بھتیجے کو دے دی، اب عمرو بھی بہ اتباع وخوشنودیٔ زید رسوم مذکورہ بالا کا پابند ہے، اور برادران عمرو اور دیگر اہل خاندان اس کے شریک حال ہیں، اور موقع میلہ پر شرکت سے رونق افزائی کرتے ہیں، اور چبوترہ مسجد پر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں، صرف خالد ایک خاندانی شخص ان تمام رسوم سے بیزار ہے، زید وعمرو واہل خاندان خالد کے مخالف ہیں، اور مشارالیہ سے موافق ہیں، بہ صورت معروضہ بالا زید اور عمر واہل خاندان کسی معصیت کے مرتکب ہیں یا نہیں؟ اور خالد کو کیا کرنا چاہیے؟ زید گاہ بہ گاہ اپنے مکان پر نماز پڑھتا ہے مگر بہ استثناء نماز عیدین کے حاضری مسجد اور شرکت جماعت اور نماز جمعہ سے قطعًا محروم ہے، عمرو و برادرانِ عمرو پابند صوم اور صلاۃ بھی ہیں، اور مرتکب اخذ ربا بھی، اب خالد کو زید وعمرو وشرکاء حال مشارالیہ سے کیا رسم رکھنا چاہیے؟ (۱۱۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کا یہ فعل سخت معصیت اور گناہ کبیرہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوا، اور اس نے ایک طریق بد اور ایسی بدعت سیئہ نکالی جس کا گناہ اس کو ہمیشہ جب تک اس مصنوعی قبر پر یہ رسوم شرکیہ و افعال قبیحہ ہوں گے ہوتا رہے گا، حدیث شریف میں ہے: **عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: من دعا إلى هدىً كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئًا، و من دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئًا(۱)(رواه مسلم)**

(۱) الصّحيح لمسلم: ۳۴۱/۲، كتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة أو سيّئةً ومن دعا إلى هُدًى أو ضلالة.

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس نے کسی ہدایت کی طرف لوگوں کو بلایا اس کو سب اتباع کرنے والوں کے مثل ثواب ملے گا، اوران کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی، اور جس نے گمراہی اور ضلالت کی طرف بلایا اس کو سب کا گناہ پہنچتا رہے گا، اوران کرنے والوں کے گناہ میں سے کچھ کمی نہ ہوگی، پس جیسا کہ زید اس ایجاد بدعت اور ضلالت سے سخت عاصی ومبتلائے فسق و گمراہی ہوا اسی طرح عمرو اور جو اس کے شریک اس رسم بدو فعل قبیح میں ہوں گے وہ سب گنہ گار اور فاسق وگمراہ ہیں، خالد کو ایسا کرنا چاہیے کہ اس رسم بد میں شریک نہ ہو اور زید وعمرو وغیرہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کرے، اوران جہلاء مبتدعین سے علیحدہ رہے کہ یہ امر خالد کے لیے موجب اجر عظیم وفوز و فلاح ہے، اور شرکت ان جہلاء کی سبب خسران ووبال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میلا د مروجہ کا حکم

سوال: (۶۶۷) میلاد شریف کی مجلس منعقد کرنا اوراس میں قیام کرنا کیسا ہے؟

(۱۹۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مجلس میلاد شریف موافق رواج زمانہ ہٰذا کے منعقد کرنا اوراس میں بہ وقت ذکرِ ولادتِ شریفہ قیام کا التزام کرنا جائز نہیں ہے، علماء نے اس کو بدعت اور ناجائز کہا ہے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام : من أحدث في أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردّ الحدیث(۱) فقط واللہ اعلم

سوال: (۶۶۸) ایک حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کرنا گناہ ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: میلاد شریف کی مجلس جس طرح اس زمانہ میں مروج ہے کہ اس میں ضعیف اور موضوع روایات پڑھی جاتی ہیں اور بہت سی باتیں خلاف شریعت اس میں ہوتی ہیں اور بے نمازی اور جہلاء کا مجمع ہوتا ہے اور اسراف روشنی میں ہوتا ہے اور قیام بوقت ذکر ولادت کو بالتخصیص ضروری سمجھتے ہیں وغیرہ اس کو علماء منع فرماتے ہیں، ورنہ نفس ذکر سرورِ عالم ﷺ صحیح روایات کے ساتھ موجب ثواب وخیر وبرکت ہے اس کو کوئی منع نہیں کرسکتا، منع کرنا ان بدعتوں سے ہے جو اس کے اندر

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

داخل کردی گئی ہیں اور تفصیل ان امور کی حضرت مولانا گنگوہیؒ قدس سرہ کے فتوی میں ہے(۱) فقط

سوال: (۶۶۹) آج کل جس ہیئت سے مولود شریف ہوتا ہے اس کا شرعًا کیا حکم ہے؟

(۳۴۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اکثر چونکہ مولود شریف مروجہ میں امور خلاف شرع ہوتے ہیں اور حدود اللہ سے تجاوز ہوتا ہے اور منکرات اس میں شامل ہوتی ہیں مثل اسراف روشنی وغیرہ اور روایات موضوع وغیرہ کا پڑھنا، اس لیے علمائے حقانی مجلس موصوف کو بہ ہیئتِ کذائیہ بدعت اور ناجائز فرماتے ہیں۔ و هو الحقّ كما فصل في الرّسائل والفتاوىٰ. قال عليه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ الحديث (۲) وقال عليه الصّلاة والسّلام: لا تُطْرونِي كما أطْرتِ النّصارىٰ عيسَى بنَ مريمَ الحديث (۳) أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم۔فقط

سوال: (۶۷۰)......(الف) مجالس میلاد شریف میں زیادہ تر کم علم ذاکر ذکر ولادت شریف حضرت اقدس پڑھتے ہیں، معمولی کتب اردو جن کو اکثر کم علم اشخاص نے تصنیف کردیا ہے، اوران میں اکثر من گھڑت روایات درج ہیں پڑھی جاتی ہیں، ایسی روایات جن کا ثبوت قرآن پاک یا دیگر کتب معتبرہ سے نہ ہو پڑھنا یا سننا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو ذاکر وسامع کسی گناہ کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

(ب) مجالس میلاد شریف کے موقع کو اکثر زیادہ آراستہ کرتے ہیں، اقسام اقسام کے جھاڑ فانوس وگلدستہ وغیرہ لگاتے ہیں، مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی شان بھی معلوم ہو اور ہمارا نام بھی ہو، تا کہ دیکھنے والے کہیں کہ خوب سجایا ہے، محنت بھی کرتے ہیں، روپیہ بھی صرف کرتے ہیں، یہ آراستگی

---

(۱) فتویٰ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

فتاویٰ میلاد شریف وعرس ومیلا از مولانا احمد علی سہارن پوری وحضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مطبع بلالی، ساڈھورہ، سنہ طباعت: ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء۔

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقول على المنبر سمعتُ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يقول: لا تطروني كما أطرتِ النّصارى الحديث (صحيح البخاريّ: ۴۹۰/۱، كتاب الأنبياء، باب قول الله عزّ و جلّ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ الآية)

جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) میلاد شریف کے موقعہ پر بریلی میں ڈاکٹر صاحب کے لیے ایک تخت بچھا کر اس کو آراستہ کیا جاتا ہے، اور اس پر گلدستہ وغیرہ لگائے جاتے ہیں، اس پر ڈاکٹر صاحب معہ اپنے ہمراہیان کے بیٹھتے ہیں، ان ذاکرین میں اکثر نوعمر جوان لڑکے خوش گلو ہوتے ہیں، اشعار نعت شریف خوش گلوئی اور دھن کے ساتھ گائے جاتے ہیں، اس موقعہ پر اکثر صاحبان کو کچھ وجد ورقت بھی ہوجاتی ہے، یہ آراستگی تخت اور یہ طریقہ میلاد شریف پڑھنے کا جو مثل گانے کے ہوتا ہے اور ان اشخاص سے پڑھوانا جو کم علم یا بے ڈاڑھی و مونچھ کے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو بانیٔ مجلس و سامع کسی گناہ کے مرتکب ہیں یا نہیں؟ (۹۴۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف) درحقیقت مجالس میلاد شریف مروجہ میں روایات موضوعہ وضعیفہ پڑھی جاتی ہیں، جن کی کچھ اصل شریعت میں نہیں ہے، اور روایات موضوعہ کا سننا بھی درست نہیں ہے، حدیث شریف میں وارد ہے: من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ مقعده من النّار (۱) یعنی جس نے اوپر میرے جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

(ب) ایسے تکلفات اور اسراف کی بھی شریعت میں ممانعت ہے، اور یہی ایک وجہ ممانعت مجلس میلاد شریف مروجہ ہے، جیسا کہ فتاوی مطبوعہ مبسوطہ میں ثابت کیا گیا ہے (۲)

(ج) یہ طریقہ بھی ناجائز ہے، اور امارد اور فساق اور فجار کے مجمع میں شریک ہونا اور اشعار سننا بھی جائز نہیں ہے، فقط اس کی تفصیل بھی فتاوی مطبوعہ میں موجود ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میلاد کا جائز طریقہ

سوال: (۶۷۱) میلاد کا پڑھنا کس طرح جائز ہے؟ (۸۶۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: روایات صحیحہ کے ساتھ بدون قیودِ زائدہ کے ذکر ولایت شریف مستحب اور ثواب

(۱) عن عبد الله بن عمروٍ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: بلّغوا عنّي ولو آية وحدّثوا عن بني إسرائيل ولا حرج و من كذب عليّ متعمّدًا الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۳۲، كتاب العلم، الفصل الأوّل)

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ''فتاوی میلاد شریف وعرس ومیلا'' ص:۸۔

ہے، اور موضوعہ روایات اور قیود وغیرہ سے بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میلادِ مروجہ میں کیا کیا بدعات ومنکرات ہیں؟

سوال: (۶۷۲) مولود شریف میں ہندوستان میں جو بدعات اور مکروہات شامل ہوگئی ہیں جس کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہے، بہ راہ عنایت اس کی تفصیل تحریر فرمادیں تاکہ اسے پڑھ کر کیا جائے۔ (۳۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تفصیل ان بدعات ومکروہات کی جو میلاد شریف مروجہ میں داخل ہوگئی ہیں طویل ہے، اس بارے میں جو فتوی چھپ کر شائع ہوا ہے بہ نام فتوی میلاد شریف وہ منگالیں، مختصر یہ ہے کہ روایات موضوعہ ضعیفہ بیان نہ کی جائیں، فاسق فجار تارک صلاۃ وصوم ومرتکب منہیات شرعیہ شریک نہ ہوں، اور روشنی حاجت سے زیادہ نہ کی جائے قیام نہ کیا جائے، بلکہ صحیح روایات مثل وعظ کے کوئی عالم بیان کردے، اور غزلیات واشعار بھی اس میں نہ ہوں، ان کے سوا دیگر امور بھی ہیں جن کی تفصیل ان کتابوں اور فتوؤں کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے جو اس بارے میں مطبوع ہیں، حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہ گنگوہی کا فتوی اور حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ کا فتوی مبسوط طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے، غالباً مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے مولوی یحیٰ صاحب تاجر کتب سے ملے گا، ان سے منگالیں، بہ ذریعہ وی پی بھیج دیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس میلاد میں شریک ہونا اور شیرینی لینا جائز نہیں

سوال: (۶۷۳) میلاد شریف میں شیرینی تقسیم کرنا اور اس شیرینی کا لینا اور وقت سلام قیام کرنا اور شیعہ لوگ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی مجلس کرتے ہیں اس میں شریک ہونا اور شیرینی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۰۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ایسی مجالس میں شریک ہونا نہ چاہیے، یہ بدعتیں ہیں، جو لوگوں میں جاری ہیں، ان کو قطعاً چھوڑ دینا چاہیے، اور جب شریک مجالس مذکورہ نہ ہوگا تو شیرینی بھی نہ لے گا، پس ایسا ہی چاہیے کہ نہ شریک ہو نہ شیرینی لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مولود شریف کے بارے میں نازیبا بات کہنا

سوال: (۶۷۴) ایک شخص کہتا ہے کہ مولود کا پڑھنا اور سننا کسی طرح جائز نہیں ہے، صحابۂ کرام وائمۂ مجتہدین سے ثابت نہیں، محفل میلاد قائم کرنا اور مولود پڑھنا بدعت ہے، ایک دوسرا شخص مسمی محمد حسن بول اٹھا کہ مولود کے اوپر پیشاب کر دینا چاہیے —— نعوذ باللہ منہ —— اس کے حق میں کیا ارشاد ہے؟ (۱۱۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ بہ ہیئتِ کذائیہ مولود شریف کی مجلس قائم کرنا شریعت غراء سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا محققین اس کو بدعت فرماتے ہیں، لیکن ایسا حکم جو محمد حسن نامی نے کہا نہ کہنا چاہیے، کیونکہ اصل مولود شریف کی ذکر خیر رسول اللہ ﷺ کا ہے اگر یہ عوارض جو اس میں بڑھا دیے گئے ہیں نہ ہوتے تو ذکر ولادت شریفہ مثل سائر اذکار رسول اللہ ﷺ امر مستحب وموجب خیر وبرکت ہے، پس ایسے الفاظ بے تامل کہہ دینا علامت جہل کی اور سوئے ادبی ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ فقط

میلاد سے متعلق حضرت گنگوہیؒ کی ایک عبارت کی وضاحت

سوال: (۶۷۵) میلاد شریف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد کو کنہیا(۱) جی کا جنم بتلائے وہ کس حکم میں ہے؟ (۱۱۴۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مولود شریف کو کسی نے ایسا نہیں کہا جیسا کہ سائل لکھتا ہے، بلکہ جو لوگ جہلاء مولود شریف میں بہ وقتِ ذکرِ ولادت قیام اس نیت سے کرتے ہیں کہ گویا آپ کی ولادت اس وقت ہوئی جیسا کہ بعض جہلاء کا خیال ہے، اس کو علمائے ربانی نے رد فرمایا ہے کہ تم لوگ اس عقیدہ اور خیال میں ہنود کے ساتھ تشبہ کرتے ہو جیسا کہ ہنود کنہیا کی پیدائش کا سانگ (اداکاری) ہر سال کرتے ہیں، تم بھی ہنود کا سا فعل کرتے ہو یا جیسا روافض نقل شبیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال کرتے ہیں تم بھی ویسا ہی کرتے ہو الخ تو واضح ہوا کہ کنہیا کے ساتھ مشابہت کرنے والے اس بارے میں وہ مولود کرنے والے ہیں جو بہ نیت مذکورہ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کرتے ہیں، ان کو اس سے

(۱) کنہیا: سری کرشن جی۔ (فیروز اللغات)

روکا گیا ہے کہ ایسی مشابہت اختیار نہ کرو کہ یہ فسق ہے، حاصل یہ ہے کہ منع فرمانے والے علماء اہل مولود کو ان کی اس حرکت ناشائستہ اور عقیدۂ فاسدہ اور مشابہت بالکفار سے روکتے ہیں، نہ یہ کہ علمائے مانعین مشابہت مذکورہ دیتے ہیں، اس کو خوب سمجھ لو، اصل عبارت فتویٰ مطبوعہ کی دیکھو(۱) جس کو حضرت قطب الاقطاب محدث وفقیہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ نے مفصلاً اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نصیحت کی غرض سے مجلسِ میلاد قائم کرنا

سوال: (۶۷۶) میلاد شریف بغیر قیام اس غرض سے کہ مسلمان راہ حق پر آجاویں، اور شرک اور بدعت سے توبہ کریں، اور اس میں بالکل نصیحت ہی نصیحت ہو، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بجائے میلاد شریف کے وعظ کی مجلس قائم کر کے اس میں نصیحت وغیرہ کرنی چاہیے، میلاد شریف کے نام سے مجلس منعقد نہ کرنی چاہیے کہ مجلس میلاد قطع نظر قیام کے بھی درست نہیں

---

(۱) الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کی یا یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہیں یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ سے متمسک ہوتے ہیں، سو معلوم ہو چکا کہ موضوعات اور اقوال وافعال بزرگان سے ندب و جواز ثابت نہیں ہوتا، جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہووے تو ایسی صورت میں ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہیں، اور جو بہ زعم خود وہ ثابت جان رہے ہیں تو تاہم درصورت واجب ومؤکد جاننے کے بدعت ہو جاوے گا، یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے؟ پس یہ ہر روزہ اعادۂ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہلِ بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خود حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں اُن کے یہاں کوئی قید نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اُس کے ساتھ کیا جاوے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے، لہٰذا اس وجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشابہ کفار وفساق کا ٹھہرا۔

(فتاوی میلاد شریف وعرس ومیلا، ص: ۱۳-۱۴، مطبوعہ: مطبع مجتبائی دہلی)

ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قیام میلادی کا حکم

سوال: (۶۷۷) میلاد شریف میں قیام کرنا کیسا ہے؟ بعض حضرات **قوموا إلی سیّدکم** والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ (۳۲/۲۵۵۶-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ممانعت وکراہتِ قیام میں یہ حدیث وارد ہے:

عن أنسٍ رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: لم یکن شخص أحبّ إلیھم من رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، وکانوا إذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہٖ لذلک، رواہ التّرمذيّ و قال: ھذا حدیث حسن صحیح غریب (۱) (ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا اس کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے سے ناگواری ہوتی ہے)

دوسری حدیث یہ ہے: **عن معاویۃ رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم: من سرّہ أن یتمثّل لہ الرّجال قیامًا فلیتبوّأ مقعدہ من النّار، رواہ التّرمذيّ و أبوداؤد** (۲) (ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو خوشی ہو اس بات سے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرنا چاہیے)

تیسری حدیث یہ ہے: **عن أبي أمامۃ رضي اللّٰہ عنہ قال: خرج علینا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم متوکّئًا علی عصا، فقمنا إلیہ، فقال: لا تقوموا کما یقوم الأعاجم یعظم بعضھا بعضًا** (۳) **(رواہ ابوداؤد)** (ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

---

(۱) جامع التّرمذيّ: ۲/۱۰۴، أبواب الاستیذان والأدب عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، باب ما جاء في کراھیۃ قیام الرّجل للرّجل.

(۲) ترمذی شریف کا حوالۂ سابقہ نیز سنن أبي داؤد: ۲/۷۱۰، کتاب الأدب، باب: الرّجل یقوم للرّجل یعظمہ بذلک.

(۳) سنن أبي داؤد: ۲/۷۱۰، کتاب الأدب، باب الرّجل یقوم للرّجل یعظمہ بذلک.

اللہ ﷺ لاٹھی پر ٹیک لگا کر ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بعض بعض کی تعظیم کی غرض سے کھڑے نہ ہوں جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کی غرض سے کھڑے ہوتے ہیں)

اور جس حدیث کا آپ نے جواب طلب کیا ہے، اس حدیث میں قوموا لسیّدکم نہیں ہے؛ بلکہ قوموا إلی سیّدکم ہے(۱) اس قیام کی عمدہ وجہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جس وقت حمار پر سوار ہوکر تشریف لائے، وہ زخمی تھے، ان کے اتارنے کے لیے آپ نے انصار کو حکم فرمایا کہ اٹھواور ان کو اتارو؛ چنانچہ مرقات میں یہ عبارت ہے: وقیل: معناہ قوموا لإعانته في النّزول عن الحمار إذ کان به مرض وأثر جرح أصاب أکحله یوم الأحزاب ، ولو أراد تعظیمه لقال: قوموا لسیّدکم، وممّا یؤیّدہ تخصیص الأنصار والتّنصیص علی السّیادة المضافة و إن الصّحابة رضي اللّٰه عنهم ما کانوا یقومون له صلّی اللّٰه علیه وسلّم تعظیمًا له مع أنّه سیّد الخلق؛ لما یعلمون من کراهیة لذلك علی ما سیأتي إلخ (۲) اس عبارت سے ترجیح اس تاویل کی بھی واضح ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۷۸) بروقت منعقد ہونے محفل مولودشریف ذکر خیر آنحضرت ﷺ و پڑھنے حال پیدائش تعظیماً کھڑا ہونا چاہیے یا نہیں؟ (۱۵۶۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ترمذی شریف میں بہ سند صحیح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: لم یکن شخص أحبّ إلیهم من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم وکانوا إذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراهیته لذلك ، رواہ التّرمذيّ وقال: هذا حدیث حسن صحیح غریب (۳)

---

(۱) عن أبي سعید الخدريّ رضي اللّٰه عنه أنّ أهل قریظة لمّا نزلوا علی حکم سعد ، أرسل إلیه رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فجاء علی حمار أقمر، فقال النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم : قوموا إلی سیّدکم أو إلی خیرکم ، فجاء حتّی قعد إلی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم.
(سنن أبي داؤد: ۲/۷۰۸، کتاب الأدب ، باب في القیام)

(۲) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المفاتیح ۸/ ۵۰۸، کتاب الآداب، باب القیام ، الفصل الأوّل ، رقم الحدیث: ۴۶۹۵۔

(۳) جامع التّرمذيّ: ۲/۱۰۴، أبواب الاستیذان والأدب ، باب ما جاء في کراهیة قیام الرّجل للرّجل .

حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، روحی فداہ اور باوجود اس کے جب آنحضرت ﷺ تشریف لاتے تو صحابہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے، اس لیے کہ آنحضرت ﷺ اس کو مکروہ جانتے تھے، اور پسند نہ فرماتے تھے، اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مجلس مولود شریف میں التزامِ قیام امر پسندیدہ اور مرغوب شرعًا نہیں ہے۔

سوال: (۶۷۹) اس زمانہ میں جس طرح سے لوگ مولود شریف پڑھتے ہیں اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے بیان میں قیام کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ ائمہ اور تابعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ مولانا عبدالحی صاحبؒ کے فتاوی میں جو طیبی کی عبارت منقول ہے: **من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرّخصة فقد أصاب منه الشّيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟!**(۱) یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مولود مروجہ باہیئت اور کیفیت موجودہ مرسومہ و قیام مفروضہ درست نہیں ہے، خیرالقرون اور ائمہ دین سے ثابت نہیں ہے، اور اس کی تفصیل فتویٰ مطبوعہ حضرت مولانا احمد علیؒ محدث سہارن پوری اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز میں موجود ہے، اس کو دیکھ لیا جاوے(۲) طیبی کی عبارت سے بھی اس میں استدلال مذکور ہے، اور مفصل جواب مسئلہ کا لکھا گیا ہے، اسی نام سے وہ فتویٰ شائع ہوا ہے، مولوی سید اصغر حسین صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ ہٰذا سے وی پی سے طلب کریں، اس میں جملہ امور متعلقہ مولود شریف کی تحقیق وتفصیل موجود ہے۔ فقط

میلا د مروجہ اور قیام کو درست قرار دینے والوں کے دلائل اور ان کا جواب

سوال: (۶۸۰) ایک شخص اپنی کتاب شمس الہدیٰ میں معہ حوالہ آیات کے مولود کے قیام اور

(۱) مرقاة المفاتيح: ۲۶/۳، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۹۴۶۔

(۲) تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ میلا د شریف وعرس و میلا از مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری وحضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدّ فیوضہما مطبع بلالی، ساڈھورہ، سنہ طباعت ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء۔

تقسیم شیرینی کو اور آرائش کرنا محفل کا درست فرماتے ہیں، آیات یہ ہیں: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الآية﴾ (سورۂ اَعراف، آیت:۳۲)، ﴿مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۸۷) وغیرہ، تفسیر کبیر میں ہے: الرّابع: أنّ الملائكة أمروا بالسّجود لآدم لأجل أنّ نور محمّد عليه السّلام في جبهة آدم عليه السّلام (۱) یہ امور کہاں تک صحیح ہیں؟ اور مزامیر کا کیا حکم ہے؟ (۱۰۱۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو کچھ کتاب شمس الہدیٰ میں متعلق محفل میلاد مروجہ کے لکھا ہے صحیح نہیں ہے، اور استدلال آیاتِ مذکورہ سے درست نہیں ہے، اسراف کی حرمت قرآن شریف سے ثابت ہے (۲) اور ان مجالس میں اسراف ہوتا ہے روشنی وغیرہ میں اور التزام مالا یلزم بدعت ہے، اور بدعت کی مذمت احادیث میں وارد ہے، قطع نظر اس کے اگر یہ مسئلہ آیات اور احادیث سے ثابت تھا تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کبھی کیوں نہ کیا، یہ بڑی دلیل ہے اس کی ممانعت کی، اور تفسیر کبیر سے اگر استدلال کیا جاوے تو سجدہ ہی کو جائز کہنا چاہیے، حالانکہ یہ بہ اتفاق باطل ہے، الغرض جو کچھ شمس الہدیٰ کے مصنف نے لکھا ہے صحیح نہیں ہے، اور مزامیر بہ اتفاق ائمہ حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۶۸۱) ایک صاحب آیت: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ تا ﴿بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (سورۂ مجادلہ، آیت:۱۱) سے قیام مولود ثابت کرتے ہیں، اس آیت سے قیام ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: تفسیر جلالین میں بہ تفسیر آیت: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا﴾ مذکور ہے: ﴿وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا﴾ قوموا إلى الصّلاة وغيرها من الخيرات ﴿فَانْشُزُوْا﴾ (۳) اور معالم التنزیل میں ہے کہ شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ اہل بدر آپ کی مجلس میں آئے اور مجلس میں جگہ نہ تھی تو آنحضرت ﷺ نے بہ رعایت اہل بدر اور لوگوں کو مجلس سے اٹھایا، اور اہل بدر کو ان کی جگہ بٹھا دیا، تو جن کو اٹھایا گیا ان پر یہ شاق ہوا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ جس وقت تم کو رسول اللہ

---

(۱) مفاتيح الغيب المشتهر بالتّفسير الكبير: ۳۰۲/۲، تحت تفسير الآية: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآية﴾ المطبوعة: الحسينية المصرية.

(۲) ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۱۴۱، سورۂ اَعراف، آیت:۱۵۴)

(۳) تفسیر جلالین، ص:۴۵۳، تفسیر سورۃ المجادلۃ۔

ﷺ فرمادیں کہ اٹھ جاؤ اور جگہ خالی کردو تو تم بلا عذر اٹھ جاؤ(۱) پس قیام مجلس مولود کو اس سے کیا تعلق ہے؟! اس میں نہ کوئی حکم آنحضرت ﷺ کا ہے کہ اٹھو، علاوہ بریں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کو کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو اور نماز و جہاد وغیرہ میں چلو، تو تم لوگ فوراً تعمیل کرو کذا في المعالم(۲)

الحاصل استدلال اس مستدل کا غلط ہے اور تفسیر بالرائے میں داخل ہے، جس پر وعید شدید حدیث شریف میں وارد ہے(۳) أعاذنا الله تعالیٰ منه . فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محفلِ میلاد میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کا خیال کر کے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

سوال: (۶۸۲) اگر کوئی شخص اپنے دل میں یہ خیال کر کے میلاد شریف میں قیام کرے کہ

---

(۱) قال مقاتل بن حيّان : كان النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يكرم أهل بدرٍ من المهاجرين و الأنصار، فجاء ناس منهم يومًا و قد سبقوا إلى المجلس ، فقاموا حيال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وسلّموا عليه فردّ عليهم، ثمّ سلّموا على القوم فردّوا عليهم ، فقاموا على أرجلهم ينتظرون أن يوسّع لهم ، فشقّ ذلك على النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، فقال لمن حوله : قم يا فلان! وأنت يا فلان ! فأقام من المجلس بقدر النّفر الّذين قاموا بين يديه من أهل بدر ، فشقّ ذلك على من أقيم من مجلسه وعرف النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم الكراهية في وجوههم ، فأنزل الله هذهِ الآية. (معالم التّنزيل، ص:۸۸۷، تفسير سورة المجادلة ، المطبوعة: المطبع الواقع في المعمورة المنبئي)

(۲) قال مجاهد و أكثر المفسّرين : معناه إذا قيل لكم انهضوا إلى الصّلوات وإلى الجهاد وإلى مجالس كلّ خير فقوموا لها ولا تقصروا. (معالم التّنزيل، ص:۸۸۸، تفسير سورة المجادلة)

(۳) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من قال في القرآن بغير علم فليتبوّأ مقعده من النّار .

وعن جندب بن عبد الله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من قال في القرآن برأيهٖ فأصاب فقد أخطأ. (جامع التّرمذيّ: ۱۲۳/۲، أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، باب ما جاء في الّذي يفسّر القرآن برأيهٖ)

حضور ﷺ خود تشریف لاتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام کرنے والے کافر ہیں یا نہیں؟ اور میت کے لیے اجرت دے کر ختم پڑھوانا کیسا ہے؟ (۲۷۳۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس عقیدہ کے ساتھ قیام بدعت اور ناجائز ہے، لیکن حکم کفر خلاف احتیاط ہے، یعنی اگرچہ ایسے عقیدہ میں جو کہ خلاف نصوص ہو خوف کفر ضرور ہے لیکن مفتی کو احتیاط کرنا لازم ہے، حکم کفر نہ کرنا چاہیے، اور ختم وغیرہ پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے، اور اس سے میت کو ثواب نہیں پہنچتا۔ **فإذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النّيّة الصّحيحة فأين يصل الثّواب إلى المستأجر، ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد. كما حقّقه في الشّامي بما لا مزيد عليه(۱) والمعروف كالمشروط(۲) كما هو مُسَلَّم و معروف.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محفلِ میلاد میں آنحضرت ﷺ کی روح مبارک آتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۸۳)...... (الف) مولود شریف پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) بہ وقت ذکر ولادت کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اور ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) مولود میں حضرت ﷺ کی روح مبارک آتی ہے یا نہیں؟ (۸۸۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف-ج) مجلس مولود شریف مروجہ کو جو بدعات ومنکرات کو مشتمل ہوتی ہے علماء نے بدعت لکھا ہے، اسی طرح تعیین قیام بہ ذکر ولادت شریفہ ثابت نہیں ہے، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ایسی مجلس میں روح آنحضرت ﷺ تشریف لاتی ہے ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۸۴) بہ وقت ذکر ولادت آنحضرت ﷺ قیام کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ عمل اس کیفیت اور عقیدہ کے ساتھ جائز نہیں ہے اور سلف سے ثابت نہیں ہے۔ **وكفى بهم حجّةً و قدوة. وقال عليه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس**

---

(۱) الشّامي على الدّرّ: ۶۶/۹، كتاب الإجارة، مطلب: تحرير مهمٌّ في عدم جواز الاستئجار على التّلاوة إلخ.

(۲) المعروف بالعرف كالمشروط شرطًا. (قواعد الفقه، ص: ۱۲۵، رقم القاعدة: ۳۳۴، المطبوعة: اشرفی بک ڈپو، دیوبند)

منه فهو ردّ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محفلِ میلاد میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کا عقیدہ نہ ہو تو کھڑا ہونا کیسا ہے؟

سوال: (۶۸۵) قیام مولود جائز ہے یا نہیں؟ اگر آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کے حاضر ہونے کا خیال نہ کیا جائے تو قیام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۰۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ قیام ثابت نہیں ہے اور عقیدہ مذکورہ کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

میلاد مروجہ کی مجلس میں شرکت کرنا اور اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟

سوال: (۶۸۶) مجلس میلاد میں لڑکے جمع ہوتے ہیں اور اشعار پڑھتے ہیں اور قیام بھی ہوتا ہے اور ایک ہندو شاعر بھی آکر اشعار نعتیہ پڑھتا ہے، یہ مجلس جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟ (۸۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: لا يجعل أحدكم للشّيطان شيئًا من صلاته يَرى أنّ حقًّا عليه أن لاينصرف إلّا عن يمينه، لقد رأيت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم كثيرًا ينصرف عن يّساره، متّفق عليه(۲) (مشكاة) قال الطّيبي: وفيه: أن من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرُّخصة فقد أصاب منه الشّيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر؟!(۳) (مرقاة شرح مشكاة)

اس روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبارت طیبی سے معلوم ہوا کہ امر مندوب پر بھی اصرار کرنا اور اس کا التزام مثل واجبات کے کرنا اتباع شیطان ہے، پس مجلس میلاد مروجہ میں جو کچھ التزام قیام وروشنی زاید از حاجت واجتماع فساق وامارد واشعار وغزل خوانی و روایات غیر صحیحہ کے پڑھنے

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۸۷، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل.

(۳) مرقاة المفاتيح: ۲۶/۳، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، رقم الحديث: ۹۴۶

وغیرہ کا ہے، یہ سب شرعاً قبیح و منکر ہے، اور مرتکب امور مذکورہ کے حسب تصریح بالا متبع شیطان لعین کے ہیں، پس شرکت ایسی مجلس میں اور چندہ دینا اس میں درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مولود شریف اگر بدعات و منکرات سے خالی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۸۷) مولود شریف پڑھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اکثر خانۂ کعبہ میں اور مدینہ منورہ میں پڑھتے دیکھا ہے۔ (۱۳۳۴-۳۳/۳۱۹ھ)

الجواب: ہندوستان میں مولود شریف میں چونکہ بہت سی بدعات اور مکروہات شامل ہوگئی ہیں، اس وجہ سے ممنوع ہے، اگر بدعات و منکرات سے خالی ہو تو محض ذکر آنحضرت ﷺ و ذکر ولادت آنحضرت ﷺ مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۸۸) نفس میلاد شریف کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۱/۲۸۴۸ھ)

الجواب: میلاد شریف کے متعلق جو کچھ تحقیقات علماء کی ہیں وہ مشہور و معروف ہیں، حاصل یہ ہے کہ علمائے محققین اس کو بہ وجہ اشتمال بدعات و منکرات منع فرماتے ہیں، اور نفس ذکر میلاد شریف اگر خالی از منکرات ہو تو مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کارِ خیر کے لیے جمع کی ہوئی رقم نیاز و میلاد شریف میں صرف کرنا

سوال: (۶۸۹) جو رقم آمدنی کار خیر کے واسطے نکالی جائے اس میں سے نیاز بزرگان دین کی و محفل میلاد شریف میں خرچ کرنا اور کسی مدرسہ میں دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۸۱ھ)

الجواب: نیاز و میلاد شریف میں صرف نہ کیا جائے، بلکہ محتاجوں اور مسکینوں کو یا کسی مدرسہ کے غریب طالب علموں کو دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صرف میلاد شریف پڑھنا یا سننا نجات کے لیے کافی نہیں

سوال: (۶۹۰) جو گروہ مسلمانوں کا نماز روزہ ادا نہ کرتا ہو، بلکہ میلاد شریف پڑھتے سنتے ہوں تو صرف میلاد شریف سے ان کی بخشش ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۳۳۶ھ)

الجواب: جوشخص تارکِ صلاۃ ہوتو ظاہر ہے کہ میلاد شریف پڑھنے سے اس کو کیا نفع ہوسکتا ہے؟! بلکہ آخرت میں وہ مستحق عذاب سخت کا ہے، لیکن اگر وہ باایمان مرا ہے تو بہ قدر گناہ عذاب ہوکر انجام کار داخل جنت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہندو کے مکان میں محفلِ میلاد منعقد کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۶۹۱) ہنود کے مکان پر مولود پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مجلس میلاد شریف منعقد کرنا حسب رسوم مروجۂ زمانہ کہیں بھی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ کفار کے مکان پر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجلس مولود میں شریک ہونا اور حمد ونعت پر واہ واہ کہنا

سوال: (۶۹۲) اگر کہیں وعظ یا مولود ہو اور خداوند کریم کی حمد ونعت ہو، ایسی جگہ امام صاحب بجائے سبحان اللہ کے واہ واہ کا نعرہ لگاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۶۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مولود کی مجلس میں اس زمانہ میں شریک ہونا نہ چاہیے، کیوں کہ مجلس موصوف میں بہت سی بدعات ہوتی ہیں، اور مجلس وعظ کی نسبت ایسے کلمات کہنا نہ چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کے پاس مولود کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۶۹۳) میت کے پاس مولود کرنا کیسا ہے؟ (۳۱۳۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: میت کے پاس مولود کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

طوائف کے مکان پر میلاد پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۶۹۴) طوائف کے مکان پر میلاد پڑھنا یا اس کی مٹھائی پر فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲۰۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مزار کے دروازے سے گزرنا باعثِ نجات نہیں

سوال: (۶۹۵) ایک مکان کے اندر ایک فقیر کی قبر ہے، اس مکان کا ایک دروازہ بند رہا کرتا تھا اور باقی دروازے کھلے رہتے تھے، ایک شخص نے آ کر اس دروازہ کو کھول دیا، اس پر بعض لوگوں نے یہ یقین کیا کہ یہ دروازہ خود بہ خود کھل گیا ہے اور جو شخص اس دروازہ سے گذرے گا اس پر آگ دوزخ کی حرام ہوجائے گی اور وہ بہشتی ہوجائے گا؛ چنانچہ زید، عمر، بکر اسی وجہ سے اس دروازہ سے گذرے؛ تو ان کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟ اور دروازہ مذکورہ کو بند کرنا کیسا ہے؟ (۲۰۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: دروازہ مذکورہ کو بند کردینا ضروری ہے جو فتنوں کا دروازہ ہے، اور عقیدۂ مذکورہ کے ساتھ اس دروازہ سے گذرنا جائز نہیں ہے، لیکن زید، عمر، بکر کو کافر نہ کہا جائے کیونکہ تکفیر مسلم میں نہایت احتیاط کرنا لازم ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: **و قد ذكروا أنّ المسئلة المتعلّقة بالكفر، إذا كان لها تسع و تسعون احتمالاً للكفر و احتمال واحد في نفيه ، فالأولىٰ للمفتي والقاضي أن يعمل بالاحتمال النّافي إلخ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ

سوال: (۶۹۶) ہمارے گردونواح میں اس امر کی باز پرس ہورہی ہے کہ بزرگان دین کی ارواح کو کسی چیز کا ختم نہیں دینا چاہیے، اور نہ ہی ایصال ثواب کے لیے وقت یا دن مقرر کرنا چاہیے، مثلاً جمعرات یا گیارہویں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۷۷۲ھ)

الجواب: یہ بات صحیح ہے کہ اموات کی ارواح کو جو کچھ ثواب پہنچایا جاوے، اس میں کوئی دن اور تاریخ مقرر نہ کی جاوے، جب توفیق ہو بدون تعیین سوم ودہم وچہلم ویازدہم وغیرہ کے محتاجوں کو کھانا کھلا دیا جاوے یا کپڑا دے دیا جاوے یا نقد دے دیا جاوے یہ بہتر ہے، اور نقد دینا سب سے بہتر ہے، اور مخفی طریقہ سے دینا اچھا ہے، اور ریاء سے ابعد ہے، اور کلمۂ طیبہ وقرآن شریف پڑھوا کر

---

(۱) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۹۹، المسئلة المتعلّقة بالكفر إلخ، المطبوعة: مطبع مجتبائي، دهلي .

اور پڑھ کر بھی ثواب پہنچایا جاوے، مگر ایسے لوگ پڑھیں جو لوجہ اللہ پڑھیں، اور کچھ اجرت نہ لیں، ورنہ ثواب نہیں ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۶۹۷) مردہ کے لیے کون سے کام زیادہ ثواب پہنچانے والے ہوتے ہیں؟ دہم، چہلم وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۵۳۳ھ)

الجواب: ایصال ثواب میت کے لیے بہتر ہے، صدقہ مالی ہو یا قرآن شریف اور کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچایا جاوے، سب میت کو پہنچتا ہے، اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے، جو کچھ توفیق ہو میت کے لیے صدقہ خیرات بلا ریا وسمعہ کے اور کلمۂ طیبہ ایک لاکھ مرتبہ اور قرآن شریف یا جو سورتیں یاد ہوں پڑھ کر ثواب پہنچایا جاوے، اور رسوم سویم، ودہم وچہلم وغیرہ نہ کی جاویں کہ یہ محض رسمیں ہیں، اس میں ثواب میت کو نہیں پہنچتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص مقبول ہوتا ہے، جو کام اخلاص کے ساتھ ہو اس کا نفع میت کو پہنچتا ہے، اور دکھلانے اور سنانے کو جو رسمیں مثل دہم وچہلم وغیرہ کیا جاتا ہے، اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بلاتعیین کسی دن ایصال ثواب کرنے کا مطلب

سوال: (۶۹۸) آپ لوگ جو بلاتعیین تحریر فرماتے ہیں لہٰذا بلاتعیین تو کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ (۴۶۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ پابندی تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن وغیرہ کی نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زندگی میں سوم، دہم اور چہلم کرنا

سوال: (۶۹۹) سوم، دہم، چہلم زندگی میں کرنا ثواب ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: سویم ودہم وچہلم رسوم محدثہ ہیں، یہ رسوم نہ زندگی میں کرنا چاہیے، نہ بعد مرنے کے ہونی چاہیے اور ایصال ثواب کا عمدہ طریق یہ ہے کہ بدون تعین یوم ووقت کے لوجہ اللہ نقد یا کپڑے

یا کھانا فقراء کو صدقہ کردے اور نقد دینا خفیۃً سب سے بہتر ہے کہ اس میں ریاء نہ ہوگی، اور محتاج اس سے اپنی جملہ حاجات رفع کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سویم کی رسموں اور کھانے کا حکم

سوال: (۷۰۰)...... (الف) سویم کے دن قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے؟

(ب) سویم کے دن شام کو کھانا پکا کر غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے اس کا کھانا طلبہ کے لیے کیسا ہے؟

(ج) سویم کے دن جو رسوم ہوتی ہیں ان کی پابندی کا کیا حکم ہے؟ (۷۵۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔

(ب) طلبہ کے حق میں وہ کھانا درست ہے۔

(ج) یہ برا ہے، اور بدعت کی پابندی امر مذموم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہلِ میت کا پہلے، تیسرے اور ساتویں دن کھانا تیار کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۰۱) زید کا قول ہے کہ اہل میت کو پہلے اور تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا اور قبر پر کھانا وشیرینی لے جانا اور قاریوں کو کلام اللہ پڑھوانے کو جمع کرنا مکروہ ہے، اور اہلِ میت سے ضیافت لینا بھی مکروہ ہے، اور دہم وچہلم وغیرہ کا کھانا فقہاء وصلحاء کو مکروہ ہے، بکر کہتا ہے کہ زید کا قول غلط ہے، ہر صورت اہل میت کا کھانا درست ہے، ہر دو میں کس کا قول صحیح اور کس کا قول غلط ہے؟

(۱۳۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کا قول صحیح ہے، بکر خلاف حکم شریعت کہتا ہے، ردّالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے: **ویکره اتّخاذ الضّیافة من الطّعام من أهل المیّت لأنّه شرع في السّرور لا في الشّرور، وهي بدعة مستقبحة . و روى الإمام أحمد و ابن ماجة بإسناد صحیح عن جریر بن عبد اللّٰه قال: کنّا نعد الاجتماع إلٰی أهل المیّت وصنعهم الطّعام من النّیاحة أهـ. و في البزّازیّة : و یکره اتّخاذ الطّعام في الیوم الأوّل و الثّالث وبعد الأسبوع ، و نقل الطّعام إلی القبر في المواسم ، و اتّخاذ الدّعوة لقراء ة القرآن وجمع الصّلحاء و القرّاء**

للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص إلخ (۱) الغرض زید کا قول اس بارے میں صحیح ہے، سوم، دہم، چہلم سب ممنوع وبدعت ہے، اور کھانا کھانا میت کا موافق تفصیل فقہاء مکروہ ہے، بکر کا قول بلا دلیل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انتقال کے تیسرے دن قُلْ خوانی کرنا

سوال: (۷۰۲) ہمارے ملک میں میت کے واسطے تیسرے دن ایک مجلس قائم ہوتی ہے، اس کا نام قل خوانی ہے، مجلس میں غلہ گندم تقسیم کرتے ہیں، ان دانوں پر لوگ قل ہواللہ پڑھتے ہیں، پھر دانہ جمع کر کے قل خوان کو دیتے ہیں، وہ ان پر سورۂ ملک اور سورۂ اخلاص اور فاتحہ پڑھتا ہے، اور بعد اس کے مجلس میں خیرات نقد وطعام اور گوشت وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، اگر یہ رسوم تیسرے دن نہ کی جائیں تو مطعون ہوں، یہ رسوم بہ حیثیت مذکورہ جائز اور ضروری ہیں یا نہیں؟ (۲۲۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قل خوانی اور سویم کرنا بہ طریق مذکور مکروہ اور بدعت ہے۔ لا أصل له في الدّين، قال عليه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۲) اور ظاہر ہے کہ یہ اجتماع بہ روز سویم اور قل خوانی سلف صالحین میں اور زمانہ صحابہ وتابعین میں نہ تھا، رضوان اللہ علیہم اجمعین، پس لامحالہ بدعت ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بہ طور رسم تین دن تک خیرات کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۰۳) تین دن تک اگر اہل میت کچھ خیرات کریں بہ طور رسم کے تو کیسا ہے؟

(۵۷۱/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بہ طور رسم کے کھانا کرنے میں کچھ ثواب اور نفع میت کو نہیں ہے، اور بہ طریق رسم وریاء ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الشّامي على الدّرّ: ۳/ ۱۳۸-۱۳۹، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضّيافة من أهل الميّت .

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

تیسرے دن کھانا پکانا اور مرحوم کے لڑکے کی دستار بندی کرنا

سوال: (۷۰۴) میت کے مرنے سے تین روز بعد طعام پکایا جاتا ہے، اور اس کے لڑکے کو دستار بندی کرائی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ رسم جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گیارہویں کرنا اور اس کی شیرینی کھانا

سوال: (۷۰۵) گیارہویں کرنا اور اس کی شرینی کھانا کیسا ہے؟ (۴۷۳/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: گیارہویں کا کچھ ثبوت نہیں ہے، اور اس کی شیرینی کھانا اگرچہ جائز ہے مگر اغنیاء کو اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رسم گیارہویں میں شرکت کرنا

سوال: (۷۰۶) رسم گیارہویں جو اس نواح میں بڑی شد و مد کے ساتھ ہوتی ہے اس میں امور ذیل ہوتے ہیں، مثل مولود کا اہتمام و آرائش و ازدحام بہ تداعی کیا جاتا ہے ایک شخص فضائل غوث پاک بیان کرتا ہے اکثر بے بنیاد روایتیں بیان کرتے ہیں، ایسی مجالس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسی مجالس میں شرکت کو ہمارے فقہاء پسند نہیں فرماتے، اور چونکہ آج کل کی ایسی مجالس میں بہت سے منکرات شامل ہوتے ہیں، اس لیے اس نام کی مجالس میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے، اگرچہ اصل میں صحیح روایات کے ساتھ فضائل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وفضائل اولیاء کبار مثل حضرت محیی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ بیان کرنا موجب ثواب و برکات ہے، لیکن چونکہ جمیع منکرات مجلس کو بدلنا اختیار سے باہر ہے اس لیے شریک ہونا ہی مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

میت کو کفنانے کے بعد دعائے مغفرت کرنا بدعت ہے

سوال: (۷۰۷) میت کو غسل اور کفنانے کے بعد دعائے مغفرت پڑھنی اور پھر جنازہ اٹھانا

صحیح ہے یا بدعت؟ (۲۱۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طور سے دعا کرنا ثابت نہیں ہے، لہٰذا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۰۸) یہاں مدت سے بعض لوگوں میں یہ رواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو اہتمام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ دعا کرتے ہیں، ایک امام صاحب کو جب دعا مذکورہ کے لیے بلایا تو انہوں نے اس کو ناجائز فرمایا، اس پر امام صاحب پر بہت کچھ لعن طعن کیا، آیا شرعًا اس دعا کا کچھ ثبوت ہے یا نہیں؟ (۲۸۶۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے، سوائے نماز جنازہ کے بہ طریق مذکور بہ ہیئت اجتماعیہ دعا کا کچھ ثبوت نہیں ہے، اور یہ مکروہ و بدعت ہے، فقہاءؒ نے بعد نماز جنازہ کے دعا کو ممنوع فرمایا ہے، پس ایسا ہی فعل مذکور یعنی دعا بہ ہیئت اجتماعیہ قبل نماز جنازہ بھی ممنوع ہے، اور امام مذکور پر لعن طعن کرنے والے گنہ گار ہیں توبہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو دفن کرنے کے بعد قبرستان میں شیرینی تقسیم کرنا اور روپیہ پیسہ خیرات کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۰۹) میت کے ہمراہ قبرستان میں شیرینی لے جا کر تقسیم کرنا اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ (۵۷۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درست نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور برا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۱۰) کسی کے گھر میت ہو جائے جنازہ لے جاتے وقت مکان پر چاول، نمک، روپیہ پیسہ خیرات کرنا پھر قبرستان میں بعد دفن روپیہ پیسہ خیرات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۱۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہر صورت اچھا ہے لیکن کسی خاص وقت اور خاص شئے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تدفین کے بعد لوگوں کا اہل میت کے پاس بیٹھنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۱۱) بعد دفن میت کے اس کے وارثوں کے مکان پر جا کر جمع ہو کر بیٹھنا، اور اہل

میت اپنا کاروبار ترک کر کے تعزیت والوں کے پاس بیٹھتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۸۲۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولا بأس...... بالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيّام** (۱) اور شامی میں ہے: **واستعمال "لابأس" هنا على حقيقته ، لأنّه خلاف الأولى إلخ** (۱) پھر آگے جا کر لکھا ہے: **و يكره له الجلوس في بيته حتّى يأتي إليه من يعزى بل إذا فرغ و رجع النّاس من الدّفن فليتفرّقوا إلخ** (۱) ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ بیٹھنا مختلف فیہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس کو ترک کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وفات کے دن مخصوص کیفیت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا

سوال: (۷۱۲) جس روز کوئی میت ہو اس روز شام کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور دوسری میں بھی یہی قراءت پڑھنا تخفیف عذاب کا سبب ہے، اور رسول مقبول ﷺ نے ادا کی ہیں، یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۴۵۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نماز مذکورہ بہ کیفیت مذکورہ احادیث میں نہیں دیکھی گئی، اور بہ ظاہر اصل اس کی کچھ نہیں ہے، یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ادا کیا ہے بہت دلیری اور ناواقفیت ہے، بدون تحقیق حدیث شریف ایسا کہہ دینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیلۂ اسقاط کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم

سوال: (۷۱۳) جب کوئی شخص مرتا ہے تو قرآن مجید کو اس کے جنازہ پر سر کے نزدیک لایا جاتا ہے، اور چند الفاظ اس کے ورثاء کی زبان سے ایسے کہلائے جاتے ہیں کہ میں یہ قرآن شریف اس میت کے گناہوں کا وسیلہ لاتا ہوں وغیرہ وغیرہ، اور ملاّ کو اس تعلیم کے عوض میں دو تین روپیہ دیتے ہیں، اسی کو ہمارے عرف میں اسقاط کہتے ہیں یہ امر جائز ہے یا نہیں؟ (۵۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ رسم خلافِ شریعت ہے، اس کو چھوڑنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدرّالمختار و ردّالمحتار: ۳/ ۱۳۷-۱۴۰، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في كراهة الضّيافة من أهل الميّت .

سوال: (۷۱۴) اسقاط یعنی حیلہ جو میت کے جنازہ کی نماز کے قبل یا بعد دیا جاتا ہے، وارثان میت پر واجب ہے کہ نہیں؟ وہ حیلہ یہ ہے: گیہوں ایک من ساڑھے بارہ سیر اور زر نقد کم از کم سوا روپیہ وقرآن مجید، اور غرض حیلہ دینے والوں کی یہ ہے کہ مردہ کی تمام قضا شدہ روزہ ونماز وحج وغیرہ کا یہ کفارہ ہوجاتا ہے، اور یہ کل جنازہ کی نماز پڑھانے والے کو دیتے ہیں، اور حیلہ لینے والے بیٹھ جاتے ہیں، اور ہاتھ میں قرآن شریف لے لیتے ہیں، اور ایک دعا بڑی سی پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے قبول کیا۔ (۲۶۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حیلۂ اسقاط مذکورہ وارثان میت پر واجب نہیں، اور ایسی وصیت کو بھی فقہاء نے جائز نہیں رکھا۔ **قال في الدّرّ المختار: ونصّ عليه في تبيين المحارم فقال: لا يجب على الوليّ فعل الدّور و إن أوصى به الميّت لأنّها وصيّة بالتّبرّع، والواجب على الميّت أن يوصى بما يفي بما عليه إن لم يضق الثّلث عنه، فإن أوصى بأقلّ و أمر بالدّور و ترك بقية الثّلث للورثة أو تبرّع به لغيرهم فقد أثم بترك ما وجب عليه اهـ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۱۵)......(الف) بعض جگہ پر حیلہ اسقاط مروج ہے کہ اسقاط کی صورت یہ کی جاتی ہے، کہ میت کے دفن کرنے کے بعد میت کے لیے ایک قرآن شریف اور اس کے ساتھ بلاحساب قدرے گیہوں کسی شخص امام مسجد وغیرہ کو اس نیت سے دیا جاتا ہے کہ اس کے ذمہ جس قدر نماز روزہ یا اور کوئی حق اللہ ہے وہ ساقط ہوجاتا ہے خواہ عمر بھر کی نماز ہو، اگر اس کی کوئی اصل ہے تو معہ حوالہ کتب تحریر فرمائیں، اور وہ لینے والا کہتا ہے کہ میت کے معاصی وغیرہ سب میں نے اپنے ذمہ لے لیے اسی کو اسقاط کہا جاتا ہے۔

(ب) شرع میں علاوہ کفارہ کے اسقاط کوئی شئے ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی صورت کیا ہے؟
(۱۰۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) اس طریق سے اسقاط کرانا شریعت میں درست نہیں ہے اور بے اصل ہے، اور بہ حکم ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾(۲) کوئی کسی کے گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا، یہ اس کی جہالت

---

(۱) **الشّامي على الدّرّ: ۴۶۶/۲، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصّلاة عن الميّت.**

(۲) سورۂ انعام، آیت: ۱۶۴، سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۵، سورۂ فاطر، آیت: ۱۸، سورۂ زمر ==

ہے کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے، شامی میں ہے: ونصّ عليه في تبيين المحارم فقال: لايجب على الوليّ فعل الدّور، و إن أوصى به الميّت ــــ إلى أن قال: ــــ فإن أوصى بأقلّ وأمر بالدّور، و ترك بقية الثُّلث للورثة أو تبرّع به لغيرهم فقد أثم بترك ما وجب عليه إلخ (۱) (۴۹۲/۱)

(ب) شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ نمازیں یا روزے ہوں، اور وہ مال چھوڑے اور وصیت کرے کہ میری نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور کفارہ ادا کرنا، تو ورثہ کے ذمہ لازم ہے کہ تہائی مال تک فدیہ ادا کریں، تہائی مال سے زیادہ میں ورثہ کا تبرع ہے اگر وہ ادا کردیویں فبہا، ورنہ ان پر لازم نہیں ہے، اور فعل اسقاط بہ ہیئتِ مروجہ شریعت سے ثابت نہیں ہے اور درست نہیں ہے۔ قال في الدّرّالمختار: و لو مات و عليه صلوات فائتة و أوصى بالكفّارة يعطى لكلّ صلاة نصف صاع من برٍ كالفطرة و كذا حكم الوتر والصّوم و إنّما يعطى من ثلث ماله إلخ (۲) فقط

سوال: (۷۱۶) ایک ملک میں جب کوئی مرجاتا ہے تو بعد نماز جنازہ کی میت کی چارپائی کے پاس بیس یا چالیس یا اس سے زائد آدمی دائرہ باندھ کر بیٹھتے ہیں، اور قرآن شریف کو بمع فلوس یا دراہم رومال میں باندھ کر دائرہ مذکورہ میں تین مرتبہ پھیرتے ہیں، اور ہر ایک شخص واہب اور موہوب لہ بنتا ہے، یہ فعل جائز ہے یا حرام؟ (۱۳۴۰/۳۳۷ھ)

الجواب: فعل مذکور شریعت میں ثابت نہیں ہے، اور اس کی کچھ اصل نہیں ہے، لہٰذا بدعت و مکروہ ہے۔ قال عليه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ الحديث (۳)

== آیت: ۷، سورۂ نجم، آیت: ۳۸۔

(۱) الشّامي على الدّرّ: ۴۶۶/۲، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصّلاة عن الميّت.

(۲) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۴۶۵/۲-۴۶۶، كتاب الصّلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب في إسقاط الصّلاة عن الميّت.

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

تدفین کے بعد چالیس یا ستر قدم واپس آ کر فاتحہ پڑھنا

سوال: (۷۱۷) بعد دفن میت کے چالیس قدم یا ستر قدم واپس آ کر فاتحہ پڑھنا اس کی کوئی دلیل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مرتکب اس کا عاصی ہے یا نہیں؟ اور اس وقت پاؤں جوتی سے نکال لیتے ہیں، اور بعض جوتی کے اوپر رکھ لیتے ہیں اس کا کچھ ثبوت ہے یا نہیں؟ اور مرتکب اس کا کیسا ہے؟ ایک طرف تو ارشاد ہے: کلّ بدعة ضلالة (۱) (الحدیث) اور دوسرا ارشاد ہے: من سنّ في الإسلام سنّةً حسنةً فله أجرها و أجر من عمل بها (۲) (الحدیث) اگر مطابق پہلی حدیث شریف کے سب نئی چیزیں گمراہی فرض کر لی جائیں، تو پھر من سنّ کے لحاظ سے جو بھی نیا طریقہ اسلام میں ہوگا وہ گمراہی ہوگا، اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۹۵۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، اور مرتکب اس کا بدعتی اور عاصی ہے۔ لقوله علیه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ (۳) اور حدیث من سنّ سنّةً حسنةً في الإسلام (۲) سے مراد وہ طریقہ ہے جو حکم شریعت کے موافق اور نصوص سے اس کا حسن ثابت ہے، جیسا کہ لفظ سنّةً حسنةً سے واضح ہے، یا کوئی سنت چھوٹ گئی تھی اس کو اس شخص نے پھر زندہ کیا تو اس کو کہا جائے گا کہ اس نے طریقۂ حسنہ اور طریقۂ مشروعہ جو گم ہو گیا تھا جاری کیا اور پھیلایا، اور بدعة ضلالة خود گمراہی ہے، اس کا جاری کرنے والا اور پھیلانے والا گمراہی کو پھیلاتا

---

(۱) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول في خطبته: يحمد الله ويثنى عليه بما هو أهله ثمّ يقول: من يهده الله فلا مضلّ له و من يضلله فلا هادي له ...... وشرّ الأمور محدثاتها و كلّ محدثة بدعة و كلّ بدعة ضلالة الحديث.

(سنن النّسائي: ۱/۱۷۹، كتاب صلاة العيدين، كيف الخطبة؟)

(۲) عن المنذر بن جرير عن أبيه رضي الله عنهما قال: كنّا عند رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في صدر النّهار ...... فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من سنَّ في الإسلام سنّةً حسنةً، الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۱/۳۲۷، كتاب الزّكاة، باب الحثّ على الصّدقة ولو بشقّ تمرة أو كلمة طيّبة و أنّها حجاب من النّار)

(۳) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہے، اور احداث فی الدین کرتا ہے، گو در حقیقت شارع بنتا ہے، اور شریعت جدیدہ ایجاد کرتا ہے، اور دین مکمل کو ناقص سمجھتا ہے، اور ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳) کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ رکھے کہ یہ بہت سخت گمراہی ہے، فاسق تو گناہ کو برا بھی جانتا ہے مگر بدعتی بدعت کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مردہ کو لحد میں رکھتے وقت کچھ آیتیں پڑھ کر شیرینی تقسیم کرنا

سوال: (۷۱۸) جو لوگ مردے کے ساتھ شیرینی وغیرہ لے جاتے ہیں جس وقت مردے کو لحد میں رکھتے ہیں تو امام بہ آواز بلند چند آیات قرآن شریف کی پڑھتا ہے بعد اس کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۹۷۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ رسم ناجائز ہے اور بدعت ہے، اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کے گھر میں چند روز تک آگ جلانا کھانا نہ پکانا اور مچھلی نہ کھانا کیسا ہے؟

سوال: (۷۱۹) جس مکان میں کوئی مرجائے اس میں چند روز آگ جلانا اور کھانا نہ پکانا اور مچھلی نہ کھانا کیسا ہے؟ (۱۵۶۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شرعاً ان باتوں کی کچھ اصل نہیں ہے، نہ آگ جلانے کا حکم ہے نہ مچھلی کھانا منع ہے، یہ رسوم مقرر کرنا بدعت اور حرام ہیں، اور کھانا پکا کر بلا قید مساکین کو کھلانا درست ہے، لیکن قیود زائدہ مثل سوم ودہم وچہلم کی اپنی طرف سے لگانا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۲۰) کوئی مسلمان مرجائے تو رسم ہے کہ سب لوگ اعزہ وغیرہ اس کے گھر جاتے ہیں اور جا کر یکے بعد دیگرے کہتے ہیں کہ دعا کرو فاتحہ پڑھو، چنانچہ سب ہاتھ اٹھا کر مردہ کے لیے دعا

کرتے ہیں اور اس طرح ایک گھنٹہ میں بیس تیس پچاس دفعہ بلکہ زیادہ دعا کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور لوگ دعا کر کے رخصت ہوتے ہیں کیا یہ طرز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ رسم ثابت نہیں ہے، مشروع صرف اس قدر ہے کہ مضمون تعزیت وتسلی کا ادا کرے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرے، ہاتھ اٹھا کر فاتحہ مرسومہ کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایصال ثواب کے لیے اجرت دے کر قرآن پڑھوانا

سوال: (۷۲۱) یہاں پر دستور ہے کہ میت ہونے کے دو چار روز بعد یا ویسے ہی مولویوں، حافظوں غریبوں کو بلوا کر قرآن شریف پڑھواتے ہیں، بعد ختم ہونے کے فوراً کھانا کھلاتے ہیں اور دو چار پیسے دیتے ہیں، اس طور سے قرآن شریف پڑھ کر پیسہ وغیرہ لینا درست ہے یا نہیں؟
(۲۷۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طرح قرآن شریف پڑھنا اور پیسہ وغیرہ لینا درست نہیں ہے، اس میں ثواب نہیں ہوتا (شامی) (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۲۲) زید کلام مجید پڑھ کر میت کو ثواب پہنچا کر اس کے عوض نقد کپڑا وغیرہ لیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ میت کو ثواب ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۰۰۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ بھی جائز نہیں ہے، اور اس میں میت کو کچھ ثواب نہیں پہنچتا، کیونکہ جب پڑھنے والے کو کچھ ثواب نہ ملا تو میت کو کہاں سے ثواب پہنچ سکتا ہے؟! فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کفن یا پیشانی پر بسم اللہ یا کلمہ شریف لکھنا

سوال: (۷۲۳) کفن یا پیشانی پر کلمہ شریف یا بسم اللہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۹۵۳/۱۳۳۹ھ)

---

(۱) فالحاصل: أنّ ما شاع في زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لایجوز، لأنّ فیه الأمر بالقراء ة و إعطاء الثّواب للآمر والقراء ة لأجل المال: فإذا لم یکن للقاريْ ثواب لعدم النّیّة الصّحیحة فأین یصل الثّواب إلی المستأجر؟! ...... إنّ القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له، فأي شيء یهدیه إلی المیّت؟! (الشّامي: ۹/۶۶-۶۷، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهمٌّ في عدم جواز الاستئجار علی التّلاوة إلخ)

الجواب: شامی میں منقول ہے کہ میت کے کفن یا پیشانی یا سینہ پر اگر بسم اللہ وغیرہ انگشت کے اشارہ سے بلا سیاہی کے لکھے تو درست ہے (۱) اور سیاہی وغیرہ سے لکھنا ممنوع ہے۔ فقط واللہ اعلم

جنازہ کو بہ آواز بلند میلاد پڑھتے ہوئے قبرستان لے جانا اور میلاد پڑھتے ہوئے واپس آنا

سوال: (۴۲۷) زید اپنے باپ کے جنازہ کو بہ معیت چند اشخاص دیگر بہ آواز بلند میلاد پڑھتا ہوا قبرستان میں لے گیا، اور بعد دفن بہ ہیئت مرقومہ میلاد خوانی کرتا ہوا گھر آیا، عمر نے اعتراض کیا کہ یہ رسم جدید خلاف سنت اور علمائے امت ہے، لہٰذا زید کے اس فعل پر شرعًا کیا حکم ہے؟ اور عمر کی جرح مقبول ہے یا نہیں؟ (۴۱۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: عمر کا قول حق ہے، زید کا یہ فعل بدعت ہے، اور خلاف سنت ہے۔ **و في الحديث: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو ردّ الحديث (۲) و في حديث آخر: و كلّ بدعة ضلالة و كلّ ضلالة في النّار الحديث** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) تكره كتابة القرآن و أسماء اللّٰه تعالىٰ على الدّراهم والمحاريب والجدران و ما يفرش و ما ذاك إلّا لاحترامه و خشية وطئه ونحوهٖ ممّا فيه إهانة ، فالمنع هنا بالأولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت ، فتأمّل ؛ نعم نقل بعض المحشّين عن فوائد الشّرجيّ أن ممّا يكتب على جبهة الميّت بغير مداد بالإصبع المسبّحة : بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحيم و على الصّدر : لا إلٰه إلّا اللّٰه محمّد رسول اللّٰه و ذلك بعد الغسل قبل التّكفين اهـ . واللّٰه أعلم .
(الشّامي: ۳/۱۴۶–۱۴۷، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فيما يكتب على كفن الميّت)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال : كان رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول في خطبتهٖ : يحمد اللّٰه ويثنى عليه بما هو أهله ثمّ يقول : من يهده اللّٰه فلا مضلّ له و من يضلله فلا هادي له ...... وشرّ الأمور محدثاتها و كلّ محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة الحديث. (سنن النّسائي: ۱/۱۷۹، كتاب صلاة العيدين ، كيف الخطبة؟)

وفات کے دن جنازہ اور تعزیت میں شرکت کرنے والوں کو ایصال ثواب کی غرض سے کھانا کھلانا اور خیرات کرنا

سوال: (۷۲۵) ہمارے اطراف میں جب تونگر آدمی کی وفات ہوتی ہے اسی دن جو جو مساکین اور غریب علماء وطلباء جنازہ میں حاضر ہوتے ہیں، اور جنازہ کے بعد بھی جو جو اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں، وارثانِ میت حتی الوسع میت کے ثواب رسانی کی غرض سے خیرات کرتے ہیں، یہ خیرات جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۵۳۲ھ)

الجواب: یہ رسم ورواج جائز نہیں ہے اور بدعت ہے، اس کو ترک کیا جاوے، اور ثواب رسانی کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بلا تخصیص کسی دن اور تاریخ کے بیوہ عورتوں اور مساکین ویتامی کو خفیۃً ان کے گھر کچھ خیرات پہنچا دیوے تا کہ أقرب إلی القبول و أبعد عن الرّیاء والسّمعة (قبولیت کے قریب اور ریا وشہرت سے دور) ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مردہ کے ساتھ قبرستان میں شیرینی وغیرہ لے جانا اور تدفین کے بعد اس پر فاتحہ پڑھ کر تقسیم کرنا

سوال: (۷۲۶) مردہ کے ساتھ قبرستان میں شکر یا گڑ یا الائچی دانہ لے جاتے ہیں، بعد دفن کے اس پر الحمد پڑھ کر تقسیم کرتے ہیں، یہ عمل شرعًا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۱۶۳ھ)

الجواب: یہ فعل درست نہیں ہے، بلکہ بدعت ہے اور مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

صدقہ کے مال پر پہلے فاتحہ پڑھنا پھر صدقہ کرنا

سوال: (۷۲۷) صدقہ خیرات کے وقت اس مال کو جس کا صدقہ کرنا منظور ہے سامنے رکھ کر فاتحہ اور سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھ کر جو میت کو ثواب بخشتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۵۵۴ھ)

الجواب: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں داخل کرنا ہے شریعت میں اس امر کو کہ جو داخل نہیں

ہے اور یہی اصل بدعت کی ہے، اور اس کے سوا دیگر مفاسد بھی اس التزام میں ظاہر ہیں، اور عوام اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک وجہ عدم جواز کی کافی ہے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام : من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ الحديث (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عاقبتی جوڑا دینے کی رسم بدعت ہے

سوال: (۷۲۸) زید نے انتقال کیا، اس کا انگہ (انگرکھا) جس کو اس نے صرف ایک دفعہ بقر عید میں پہنا تھا رکھا ہے، وہ انگہ اس کے عاقبتی جوڑے میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہاں کا دستور عاقبتی جوڑے میں انگہ و کرتا و پاجامہ و صافہ و جوتا و جائے نماز و تسبیح و کنگی و پانچ برتن: لوٹا، کٹورا، گلاس، دیگچی، رکابی دینے کا ہے، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۲۵۳ھ)

الجواب: شرعاً رسم مذکور کی پابندی ناجائز ہے، عاقبتی جوڑے دینے کی رسم بدعت ہے، اس کا التزام ترک کیا جاوے، بالغ ورثہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے حصہ میں سے جو چیز چاہیں بہ غرض ایصال ثوابِ میت صدقہ کر دیں، اور نابالغوں کے حصہ کو کوئی نہیں دے سکتا، اس کا دینا درست نہیں ہے۔

انتقال کے دن ورثاء کا روٹی بنانا بدعت ہے

سوال: (۷۲۹) جس دن کوئی شخص مرجائے اس کے وارث روٹی بناتے ہیں، خواہ گھر سے یا قرضہ لے کر یہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۳۷۱ھ)

الجواب: یہ رسم بدعت ہے اور گناہ ہے، اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چہلم نہ کرنے پر پچاس روپیہ جرمانہ لے کر مسجد میں دینا

سوال: (۷۳۰) ہماری برادری میں اگر کوئی شخص میت کا چہلم نہ کرے تو اہل برادری جبرًا کراتے ہیں، اور بجائے غرباء کے خود کھاتے ہیں، اگر کھانا نہ پکاوے تو پچاس روپیہ معاوضہ لیتے ہیں اور مسجد کی مرمت میں صرف کرتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۶۸ھ)

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: چہلم کی رسم مذکور بہ ہیئت مذکورہ بدعت اور ناجائز ہے، پس برادری کا یہ فعل حرام ہے، اور اس سے کھانا لینا اور روپیہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تدفین کے بعد حلقہ بنا کر سورۂ مزمل پڑھنا اور اذان کہنا

سوال: (۷۳۱) مردہ کو دفن کرنے کے بعد حلقہ بنا کر سورۂ مزمل پڑھنا اور چالیس قدم دور چلے جائیں، قبر کے پاس صرف ایک آدمی کھڑا رہے اور بہ آواز بلند اذان پڑھے، اور یہ کل آدمی چالیس قدم پر ٹھہر جائیں، اذان پوری ہونے پر چلیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ طریق سورۂ مزمل پڑھنے اور اذان کہنے کا قبر کے پاس بدعت ہے، شریعت میں ثابت نہیں ہے، اور حدیث شریف میں ہے: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) شامی باب الجنائز میں ہے: لا يسنّ الأذان عند إدخال الميّت في قبره كما هو المعتاد الآن و قد صرّح ابن حجر في فتاويه بأنّه بدعة إلخ (۲) (شامی: ۱/۶۰۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ثواب کی نیت سے جنازہ پر پھول ڈالنا

سوال: (۷۳۲) ایک شخص بہ نیت ثواب جنازہ پر پھول ڈالتا ہے، آیا یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ اور ایسے جنازہ کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں؟ (۱۲۳۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جنازہ پر پھول ڈالنا بدعت ہے، ایسا نہ کیا جاوے، اور نماز اس جنازہ کی پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر اناج لے جا کر تقسیم کرنا

سوال: (۷۳۳) قبر پر اناج لے جا کر تقسیم کرنا کیسا ہے؟ (۱۰۶۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) الشّامي: ۳/۱۳۲، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميّت.

قبروں پر پھول ڈالنا اور چادریں چڑھانا

سوال: (۴۳۴۷) قبروں پر پھول یا درخت کے سبز پتے یا ٹہنیاں چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۰۵۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: قبروں پر پھولوں کا چڑھانا مطلقاً بے اصل و ناجائز ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا بھی صحیح نہیں، جواز کی اگر کچھ گنجائش ہے تو وہ صرف کسی درخت یا سبز شاخ کے لگا دینے میں ہے: قال في البحر: وفي الظّهيريّة: و لو وضع عليه شيء من الأشجار أو كتب عليه شيء فلا بأس به عند البعض (۱)(البحر الرّائق) وفي الخانيّة: وعلى هذا قالوا لا يُستحبُّ قلعُ الحشيش الرّطب من غير حاجة إلخ (۲) جس کی وجہ فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ جب تک یہ سبز و شاداب رہتی ہیں تو تسبیح کرتی ہیں: لما في الأخضر من نوع الحياة ؛ جو میت کے لیے باعثِ اُنس و ازالۂ وحشت ہے۔ وما ورد في الحديث فهو مخصوص به عليه الصّلاة والسّلام (۳) فقط

(۱) البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق : ۳۴۰/۲، كتاب الجنائز، فصل السّلطان أحقّ بصلاته ، تحت قوله : (ولا يجصّص)

(۲) الفتاوى الخانية على الفتاوىٰ الهنديّة: ۱/ ۱۹۵، كتاب الصّلاة ، أواخر باب في غسل الميّت و ما يتعلّق به من الصّلاة على الجنازة والتّكفين وغير ذلك .

(۳) یعنی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد وارد ہوا ہے کہ ''جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی امید ہے کہ ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی'' وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مشکاۃ شریف کی عربی شرح ''لمعات التّنقيح'' میں مشہور حنفی فقیہ و محدث امام فضل اللہ تورپشتی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں:

و قال التّوربشتيّ : وجه هذا التّحديد أن يقال إنّه سأل التّخفيف عنهما مدّة بقاء النّداوة فيهما ـــــ وقول من قال: وجد ذلك أنّ الغصن الرّطب يسبّح للّٰه ما دام فيه النّداوة فيكون مُجيرًا عن عذاب القبر قولٌ لاطائلَ تحته و لا عبرة به عند أهل العلم. (لمعات التّنقيح: ۴۴/۲، كتاب الطّهارة ، باب آداب الخلاء ، الفصل الأوّل ، رقم الحديث: ۳۳۸، المطبوعة: مكتبة المعارف العلميّة ، لاهور)

ترجمہ: امام تورپشتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس تحدید کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ==

سوال: (۷۳۵) قبروں پر اور جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے اور پھول کی تسبیح سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ ثواب کا عقیدہ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۴۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وضع جرید کی حدیث (۱) سے بعض علماء نے قبروں پر اور جنازہ پر پھول اور ریحان وغیرہ ڈالنے کو مستحب سمجھا ہے، لیکن محققین کی تصریح وتحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے وضع جرید سے تخفیف عذاب آنحضرت ﷺ کے ید مبارک سے لگانے اور رکھنے اور آپ کی دعا کی برکت سے ہے، اور یہ خصوصیت آنحضرت ﷺ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرن صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کا رواج نہ ہوا، اور عام طور سے صحابہ نے اس کو معمول بہ نہ بنایا، بلکہ اس فعل کو اور اس کی وجہ سے تخفیف عذاب کو مخصوص آنحضرت ﷺ کے ساتھ سمجھا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی وصیت در بارۂ وضع جرید کے متعلق کا جواب قسطلانی شارح بخاریؒ نے یہ دیا ہے کہ انہوں نے حدیث وضع جرید کو عام سمجھا، حالانکہ یہ خصوصیت تھی آنحضرت ﷺ کی (۲)

== ان شاخوں کے تر رہنے تک ان قبر والوں سے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی —— رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ جب تک تر ہوتی ہے اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، پس وہ عذاب قبر سے بچانے والی ہوگی؛ بالکل بے مقصد اور بے فائدہ بات ہے، اور اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اس کی مزید تفصیل اگلے سوال کے جواب میں آرہی ہے ۱۲۔ محمد امین پالن پوری

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: مرّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بقبرين يعذّبان، فقال: إنّهما ليعذّبان ، و ما يعذّبان في كبير، أمّا أحدهما فكان لا يستتر من البول و أمّا الآخر فكان يمشي بالنّميمة ، ثمّ أخذ جريدة رطبة ، فشقّها بنصفين ثمّ غَرَزَ في كلّ قبر واحدة ، فقالوا: يا رسول الله ! لِمَ صنعتَ هذا ؟ فقال: لعلّه أن يخفّف عنهما ما لم ييبسَا. (صحيح البخاريّ: ١٨٢/١، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر إلخ)

(٢) و أوصٰى بريدة الأسلميّ أن يُجعل في قبرهٖ جريدان و رأي ابنُ عمر فُسطاطًا على قبر عبد الرّحمان ، فقال: انزعهُ يا غلام ! فإنّما يُظلُّه عملُه إلخ (ترجمة الباب للبخاريّ) وفي هامش البخاريّ: و أمّا ما ورد عنه صلّى الله عليه وسلّم من وضع الجريد فهو خاصّ بهٖ صلّى الله عليه وسلّم و أمّا ما مرّ من إيصاء بريدة رضي الله عنها فأجاب منه القسطلانيّ كان بريدة حمل الحديث على عمومهٖ ولم يرهٗ خاصًّا ولكنّ الظّاهر من تصرّف المؤلّف أنّ ==

اقول و باللہ التوفیق کہ اگر فی الواقع یہ حکم عام ہوتا تو آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد صحابہ عام طور سے اس پر عمل فرماتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا، ورنہ بالضرور منقول ہوتا، لہٰذا استدلال کرنا حدیث مذکور سے عام طور پر وضع جرید کے جواز واستحباب پر صحیح نہیں ہے، اور پھر اس پر قیاس کر کے گلِ ریحان ڈالنے کی رسم مقرر کرانا کسی طرح حد جواز میں نہیں آ سکتا، چہ جائیکہ سنت ومستحب ہونا اس کا ثابت ہو، علاوہ بریں اس کو لازم سمجھنا یا عمل مثل واجب کے کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، کیوں کہ امر مباح ومستحب بھی اصرار سے مکروہ وممنوع ہوجاتا ہے۔ كما روى عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: لا يجعل أحدكم للشّيطان شيئًا من صلاته يرٰى أنّ حقًّا عليه أن لا ينصرف إلاّ عن يمينه، لقد رأيت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم كثيرًا ينصرف عن يساره، متّفق عليه(۱) قال صاحب المجمع في ص:۲۴۱: واستنبط منه أنّ المندوب ربّما انقلب مكروهًا إذا خيف أن يرفع عن رتبته (۲) قال الطّيبيّ شارح مشكاة فيه: أن من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرّخصة فقد أصاب منه الشّيطان من الإضلال (۳) اور درمختار وشامی وغیرہ میں ہے: وكلّ مباح يؤدّي إليه فمكروه(۴)

قال العينيّ وغيره في حديث وضع الجريد: و أمّا ما ورد عنه صلّى اللّٰه عليه وسلّم

== ذلك خاصّ المنفعة بما فعله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ببركته الخاصّة به، و أنّ الّذي، ينفع أصحاب القبور إنّما هو الأعمال الصّالحة، فلذلك عقبه بقوله و رأى ابن عمر رضي اللّٰه عنهما فسطاطًا انتهٰى وكذا في العينيّ (ترجمة باب البخاريّ: ۱/۱۸۱، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر و أوصٰى بريدة رضي اللّٰه عنه إلخ و هامشه على قوله: أشدّنا وَثَبَةً، رقم الهامش:۱)

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۸۷، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل.
وصحيح البخاريّ: ۱/۱۱۸، كتاب الأذان، باب: الانفتال والانصرام عن اليمين والشّمال.
وصحيح لمسلم: ۱/۲۴۷، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز الانصراف من الصّلاة عن اليمين والشّمال.

(۲) مجمع بحار الأنوار: ۲/۲۴۴، باب الصّاد مع الرّاء، المطبوعة: مطبع نول كشور لكناؤ.

(۳) مرقاة المفاتيح: ۳/۲۶، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، رقم الحديث: ۹۴۶۔

(۴) الشّامي: ۲/۵۲۲، كتاب الصّلاة، باب سجود التّلاوة، مطلب في سجدة الشّكر.

من وضع الجريد فهو خاص بهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم و أمّا ما مرّ من إيصاء بريدة فأجاب منه القسطلانيّ: كان بريدة حمل الحديث على عمومهٖ ولم يره خاصًا و لكنّ الظّاهر من تصرّف المؤلّف أن ذلك خاص المنفعة بما فعله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ببركتهٖ الخاصّة به و أنّ الّذي ينفع أصحاب القبور إنّما هو الأعمال الصّالحة فلذلك عقبه بقوله ورأىٰ ابن عمر رضي اللّٰه عنهما فسطاطًا(۱)

وفي موضع آخر: و ليس في الجريدة معنى يخصّه و إنّما ذاك ببركة يده ولذا أنكر الخطّابيّ وضع النّاس الجريد و نحوه على القبر مجمع البحار(۲)

وذكر مسلم في آخر الكتاب في الحديث الطّويل حديث جابر رضي اللّٰه عنه في صاحبي القبرين : فأحببت بشفاعتي أن يرفّه ذاك عنهما ما دام الغصنان رطبين الحديث(۳) فهٰذا هو المحتمل القريب في حديث ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أيضًا .

وبالجملة إنّما ثبت بالحديث وضع الجريد على قبور المعذّبين أمّا وضع الرّياحين والبقول و نحوها على قبور أولياء اللّٰه الصّالحين دون العصاة المعذّبين أي الّذين كان ظاهر حالهم الفسوق والعصيان كما يفعله كثير من المبتدعة في عصرنا فليس من اتّباع هٰذا الحديث في شيء فمن شاء أن لا يغترّ بتموية بعض الجهلة فلا يغترّ، واللّٰه الموفّق .

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

قبر کو دھو کر پانی تبرکاً جمع کرنا اور قبر پر چادر چڑھانا

سوال: (۷۳۶) زید ہر سال ایک بزرگ کے مقبرہ پر عرس کیا کرتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زید اپنے مریدوں کو ساتھ لے کر ایک تاریخ معینہ پر مقبرہ مذکورہ پر جاتا ہے، اور ایک کنواں جو مزار سے متصل ہے اس سے چند گھڑے پانی کھینچ کر اس کنویں کی جگہ دھوتا ہے، اور

(۱) هامش البخاريّ: ۱/۱۸۲، على قوله: أشدنا وثبة ، رقم الهامش: ۱، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر إلخ .

(۲) مجمع بحار الأنوار: ۳/۴۹۸، حرف الياء ، باب: يب ك .

(۳) الصّحيح لمسلم: ۲/۴۱۸، كتاب الزّهد ، باب حديث جابر الطّويل وقصّة أبي اليسر .

حاضرین سے کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر وضو کیے ہوئے اس کنویں پر آئے گا اور میرے کام میں نقص آئے گا تو قیامت کے دن میں اس کا دامن پکڑوں گا، اور قبر کو دھو کر مستعمل پانی کو تبرکاً جمع کر لیتا ہے، اور قبر پر چادر چڑھاتا ہے، اور مع مریدوں کے مزار کا طواف کرتا ہے، یہ افعال زید کے شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟ (۲۶۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کے یہ افعال شرعاً درست نہیں ہیں، یہ بدعت اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حصولِ مقصد کے لیے قبروں پر پھول چڑھانا

سوال: (۷۳۷) قبور پر پھول چڑھانا واسطے اولاد یا اور کسی مطلب کے درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۳۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قبور پر پھول چڑھانا بہ غرض استمداد وطلب حاجات جائز نہیں ہے، بدعت اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں پر جھنڈا نصب کرنا

سوال: (۷۳۸) قبر پر جھنڈا چڑھانا کیسا ہے؟ (۶۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قبور پر جھنڈا نصب کرنا زمانۂ رسول اللہ ﷺ وصحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ثابت نہیں ہے، اور یہ احداث فی الدین ہے، جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ** (۱) پس یہ امر بدعت اور حرام ہے، اور مرتکبین اس بدعت کے فاسق ومتبدع ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر چادر چڑھانا

سوال: (۷۳۹) قبر پر چادر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں منقول ہے: **تكره السّتور على القبور** (۲) اس عبارت سے قبر پر

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) الشّامي: ۱۳۵/۳، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن الميّت.

چادر وغیرہ کا ڈالنا مکروہ معلوم ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر پر اذان کہنا بدعت ہے

سوال: (۷۴۰) قبر پر اذان کہنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قال في الشّامي: تنبيه: في الاقتصاد على ما ذكر من الوارد إشارة إلى أنّه لايسنّ الأذان عند إدخال الميّت في قبرهٖ كما هو المعتاد الآن ، و قد صرّح ابن حجر في فتاويه بأنّهٗ بدعة إلخ (۱) (شامی) اس عبارت سے واضح ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سجدۂ عبادت وتعظیم اور سجدۂ تحیہ کا حکم

سوال: (۷۴۱) زید غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیمًا وعبادۃً دونوں کو حرام کہنے کے باوجود اول قسم کے سجدہ کو شرک نہیں جانتا، لیکن عمر دونوں قسم کے سجدوں کو حرام اور شرک کہتا ہے، کس کا قول صحیح ہے؟

(۸۴۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: غیر اللہ کے لیے سجدہ تعظیمًا وعبادۃً کرنا حرام اور کفر ہے، کیونکہ تعظیمًا سجدہ کرنا یہی عبادۃً سجدہ کرنا ہے، اس لیے درمختار میں سجدہ تعظیمًا وعبادۃً دونوں کو کفر لکھا ہے، اور اس میں اختلاف نہیں ہے یہ متفق علیہ کفر ہے، البتہ خلاف اس سجدہ میں ہے جو بہ طور سلام اور تحیہ کے ہو یعنی سلام کی جگہ سجدہ کیا جائے، درمختار میں ہے: وكذا...... تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي بهٖ آثمان لأنّه يشبه عبادة الوثن، وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتّعظيم كفر، وإن على وجه التّحيّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبيرة انتهٰى ملخّصًا وفي الشّامي: وذكر صدر الشّهيد أنّه لا يكفر بهذهٖ السّجود، لأنّه يريد به التّحيّة وقال شمس الأئمّة السّرخسيّ: إن كان لغير اللّٰه تعالٰى على وجه التّعظيم كفر، قال القهستانيّ:

(۱) الشّامي على الدّرّالمختار: ۱۳۲/۳، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميّت .

وفي الظّهيريّة: يكفر بالسّجدة مطلقًا إلخ (۱)(۵/۲۴۶) پس معلوم ہوا کہ اختلاف جو کچھ ہے وہ سجدۂ تحیہ میں ہے، اور سجدۂ عبادت و تعظیم بہ اتفاق کفر ہے، پس درحقیقت یہ دو قسم نہیں ہیں، کیونکہ سجدۂ عبادت اور تعظیم کو فقہاء ایک ہی قسم شمار فرماتے ہیں، اور اس کو کفر فرماتے ہیں، لہٰذا اس میں قولِ عمر صحیح ہے، البتہ سجدۂ تحیہ میں اختلاف ہے کہ وہ کفر ہے یا نہیں، اور حرام کبیرہ ہونے میں اس کے کچھ خلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۴۲)......(الف) زید کا یہ عقیدہ ہے کہ سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے خواہ قبور ہوں یا اور کچھ حرام ہے، شرک نہیں، اگر معبود سمجھ کر کرے گا تو شرک ہوگا، اور اگر شرک ہوتا تو حضرت آدم وحضرت یوسف علیہما السلام کو سجدہ نہ کرایا جاتا، آیا اس بارے میں شرک ہوا یا نہیں؟

(ب) جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۸۴۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) درمختار اور شامی میں منقول ہے کہ غیر اللہ کو تعظیمًا اور عبادۃً سجدہ کرنا حرام ہے، اور کفر ہے، پس معلوم ہوا کہ تعظیمًا سجدہ کرنا بھی عبادت میں داخل ہے، اور سجدۂ تعظیمی عین سجدۂ عبادت ہے جو کہ بہ اتفاق کفر ہے، البتہ سجدۂ تحیہ میں جو کہ سلام کی جگہ ہوتا ہے اختلاف ہے کہ کفر ہے یا نہیں، مگر حرمت میں اور گناہ کبیرہ ہونے میں اس کے بھی اختلاف نہیں ہے، اور سجدہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا ہے (۲)

---

(۱) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۹/۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره.

(۲) حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ سجدۂ تعظیمی کے منسوخ ہونے کی دلیل میں بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایتیں نقل فرمائی ہیں، چنانچہ بیان القرآن میں ہے:

سجدة التّحيّة كان مشروعًا في شرع من قبلنا ونسخ في شرعنا، و النّاسخ ما رواه التّرمذي عن أبي هريرة عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لو كنت امر أحدًا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها وفي العزيز: قال الشّيخ: حديث صحيح اهـ وقال التّرمذي: وفي الباب عن معاذ بن جبل و سراقة بن مالك وصهيب و عقبة بن مالك بن جعشم وعائشة وابن عبّاس وعبد الله بن أبي أوفى وطلق بن علي وأمّ سلمة وأنس وابن عمر اهـ ...... فهذه أسانيد عديدة بعضها صحيح و بعضها حسن وبعضها ضعيف يقوي بآخر ومنتهى هذه الأسانيد إلى عشرين صحابيًا لو اقتصرنا على الطّريق المارة، والحديث إذا روي ==

(ب) پس زید مذکور کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: وهل يكفر؟ إن علىٰ وجه العبادة و التّعظيم كفر ، و إن علىٰ وجه التّحيّة لا ، و صار آثمًا مرتكبًا للكبيرة ، انتهٰى ملخّصًا. و في الشّامي : و ذكر الصّدر الشّهيد أنّه لا يكفر بهذا السّجود ، لأنّه يريد به التّحيّة. وقال شمس الأئمّة السّرخسيّ: إن كان لغير اللّٰه تعالىٰ على وجه التّعظيم كفرَ اهـ قال القهستانيّ : و في الظّهيريّة : يكفر بالسّجدة مطلقًا (۱)(شامي، جلد:۵) پھر اس کے بعد علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ ملائکہ نے کیا تھا وہ منسوخ ہوگیا اس حدیث سے لو أمرت أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرء ة أن تسجد لزوجها إلخ، پھر لکھا ہے: وكان جائزًا فيما مضى كما في قصّة يوسف عليه السّلام . قال أبو منصور

== من عشرة فهو متواتر على القول المختار كما في تدريب الرّاوي ، فهذا الحديث متواتر بالأولىٰ وإن اختلف أحد في تواترهٖ للاختلاف في العدد الّذي يحصل بهٖ التّواتر فلا يمكنه أن ينكر من كونهٖ مشهورًا، ويكفى المشهور لنسخ المتواتر على ما تقرر في الأصول، وأطلنا الكلام فيه للضّرورة الدّاعية في هذا الزّمان وإلاّ يكفينا إجماع الأمّة.

(بيان القرآن:۱/۲۲، تفسير آيت: وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم الآية)

نیز حضرت مفتی شفیع صاحب علیہ الرحمۃ آیت:﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ الآية﴾ کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ صرف خالق کائنات کا حق ہے، اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے، دونوں صورتیں بہ اجماع امت حرام ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہوجاوے گا اور جس نے محض تعظیم وتکریم کے لیے سجدہ کیا اس کو کافر نہ کہیں گے، مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائے گا۔

سجدۂ عبادت تو اللہ کے سوا کسی کو کسی امت وشریعت میں حلال نہیں رہا، کیوں کہ وہ شرک میں داخل ہے اور شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام رہا ہے، البتہ کسی کو تعظیما سجدہ کرنا، یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا، یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر بہ اتفاق فقہائے امت یہ حکم ان شریعتوں میں تھا، اسلام میں منسوخ قرار دیا گیا، اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقًا حرام قرار دیا گیا۔ (تفسیر معارف القرآن: ۷/۶۵۵، تفسیر آیت: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ إلخ)

(۱) الدرّ والرّدّ: ۹/۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيرهٖ .

الماتريديّ: و فيه دليل على نسخ الكتاب بالسّنّة(۱)(شامي) پس اس عبارت سے سب شبہات رفع ہوگئے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۴۳) ایک رسالہ زبان اردو میں دہلی سے شائع ہوا ہے، اس کے اندر ص:۱۱، اور ص:۱۲ میں لکھا ہے کہ سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار؛ قرآن شریف میں تعظیمی سجدہ کا حکم فرشتوں کو دیا گیا، انہوں نے تعمیل کی تو فرشتے رہے، ابلیس نے انکار کیا تو لعنتی ہوگیا، اوراس پر پھٹکار کی گئی، قرآن شریف میں ابلیس کے متعلق لفظ أبیٰ (انکار کیا) واستکبر (اپنے کو بڑا جانا) آئے ہیں، اس سے معلوہوتا ہے سجدۂ تعظیمی سے انکار کرنے والے بھی اپنے کو بڑا جان کر ایسا کرتے ہیں، ان کا یہ فعل ابلیس کی طرح موجب لعنت و پھٹکار ہے، انتہی، ایسا عقیدہ رکھنے والا اور ایسا لکھنے والا شرعًا کیسا ہے؟ (۱۳۴۲/۱۲۸۸ھ)

الجواب: وہ سجدہ جو حضرت آدم علیہ السلام کو ہوا بہ اتفاق اہل اسلام منسوخ ہوگیا، شریعتِ محمد یہ صلوات اللہ وسلامہ علی صاحبہا میں سجدہ غیر اللہ کے لیے قطعًا جائز نہیں رہا، پس یہ تقریر جو صاحب رسالہ نے لکھی ہے سراسر غلط اور افتراء اور تحریف اور ابطالِ شریعت ہے، شامی میں ہے: تتمّة: اختلفوا في سجود الملائكة: قيل: كان للّٰه تعالىٰ، والتّوجّه إلىٰ آدم للتّشريف، كاستقبال الكعبة وقيل: بل لآدم على وجه التّحيّة والإكرام، ثمّ نسخ بقوله عليه الصّلاة والسّلام لو أمرت أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها (تاترخانية) قال في تبيين المحارم: والصّحيح الثّاني ولم يكن عبادة له بل تحيّةً و إكرامًا ولذا امتنع عنه إبليس، وكان جائزًا فيما مضىٰ كما في قصّة يوسف عليه السّلام . قال أبومنصور الماتريديّ: وفيه دليل على نسخ الكتاب بالسّنّة إلخ (۲)(شامي:۵/۲۴۶) دیکھئے اس

(۱) تتمّة : اختلفوا في سجود الملائكة : قيل: كان للّٰه تعالىٰ، والتّوجّه إلى آدم للتّشريف، كاستقبال الكعبة ، و قيل: بل لآدم على وجه التّحيّة والإكرام ، ثمّ نسخ بقولهٖ عليه الصّلاة والسّلام: لو أمرت أحدًا ...... تاترخانية . قال في تبيين المحارم: والصّحيح الثّاني ولم يكن عبادةً له بل تحيّةً و إكرامًا ، و لذا امتنع عنه إبليس ، و كان جائزًا إلخ .

(ردّالمحتار على الدّرّ:۹/۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيرہٖ)

(۲) الشّامي:۹/۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيرہٖ .

عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو ملائکہ نے کیا، یا حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کیا وہ پہلی شریعت میں جائز تھا، ہماری شریعت میں منسوخ ہوگیا، پس اس سے استدلال کرنا باطل ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اور لکھنے والا مفتری کذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۴۴۷) اگر ایک شخص خود غیر اللہ کو تعظیماً سجدہ نہیں کرتا بلکہ تعظیماً سجدہ کرنے کو حرام جانتے ہوئے کہتا ہے کہ چونکہ یہ جز خبر واحد **لو كنت امرُ أحدًا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها** (۱) کے اور دلیل سے سجدۂ تعظیمی جو شرائع سابقہ میں کیا گیا تھا اس کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوتا، اور اس حدیث سے بھی بہ حیثیت خبر واحد ہونے کے ناسخ کتاب ہونے میں شبہ باقی رہتا ہے، لہٰذا بہت سے بہت اس حدیث سے نیز آیت قرآنی: ﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ الآية﴾ (سورۂ حم السجدہ، آیت: ۳۷) سے درصورت وحدت حکم اگر ثابت ہوسکتا ہے تو صرف یہ کہ سجدہ غیر اللہ کو کرنا حرام ہے، کفر ثابت نہیں ہوتا، اور اگر تسلیم کیا جائے کہ سجدہ تعظیماً کرنا کفر ہے تو اس کفر کا انکار جو نص قطعی سے ثابت ہے کفر ہوگا یا نہیں؟ اور اس قسم کے منکر کفر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۹۴۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کسی حکم قرآنی کے منسوخ ہونے کے معنی جس وقت ذہن نشیں ہوجائیں گے اس وقت خود بہ خود یہ سمجھ آجائے گا کہ حدیث سے حکم قرآن منسوخ ہوسکتا ہے، سو واضح ہو کہ منسوخ کے معنی یہ ہیں کہ وہ حکم فلاں وقت تک یا فلاں زمانہ میں تھا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے معنی بیان فرمانے والے ہیں اور آپ کا بیان کسی حکم کے متعلق واجب العمل ہے جیسا کہ خود قرآن شریف میں ارشاد ہے: ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۴۴) ترجمہ: تاکہ آپ بیان فرماویں لوگوں کے لیے معنی قرآن منزل کے، پس جب آپ کسی حکم قرآن کے متعلق یہ بیان فرماویں کہ حکم مذکور فلاں زمانہ میں تھا اور پہلی امتوں کے لیے تھا اب وہ حکم نہیں ہے، تو یہ امر نص قرآنی سے ثابت ہے کہ آپ کا یہ بیان واجب العمل ہے، لہٰذا حدیث ناسخ قرآن ہوسکتی ہے خود قرآن شریف سے ہی ثابت ہے، اور خبر واحد ہونا اس کو مضر نہیں ہے جب کہ وہ صحیح حدیث ہو، کیونکہ خبر واحد ہونا

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: لو كنتُ امرُ أحدًا الحديث. (جامع التّرمذي: ۱/۲۱۹، أبواب الرّضاع، باب ما جاء في حقّ الزّوج على المرأة)

ہمارے اعتبار سے ہے ورنہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے کوئی حکم سنا وہ مثل قرآن کے حکم کے واجب العمل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں

سوال: (۷۴۵) قوله تعالیٰ: ﴿اسْجُدُوْا لآدَمَ﴾ (۱) ﴿وَخَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا﴾ (سورۂ یوسف، آیت: ۱۰۰) ان آیات سے سجدہ ثابت ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۹۷۷ھ)

الجواب: یہ قصہ عالم تکلیف کا نہیں ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، شریعت میں سجدہ کسی کو سوائے خدا تعالیٰ کے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے مرشد کو سجدۂ تحیہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۴۶) انسان کا انسان کو سجدہ تحیہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک جماعت بنگال کے علماء کی جائز کہتی ہے، اسی بناء پر بہت لوگ اپنے مرشد کو سجدہ کررہے ہیں، دلیل جواز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ کیا، اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا وغیرہ وغیرہ، اور احادیث میں جو نہی وارد ہے وہ اخبار احاد میں سے ہے، سو خبر واحد ناسخ قرآن نہیں ہوسکتی، اگر کوئی کہے کہ شرائع متقدمہ منسوخ ہوگئی ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ جس کے خلاف میں ہماری شریعت میں نص وارد ہوئی منسوخ ہے، اور جس کے خلاف نہیں نص وارد ہوئی، وہ منسوخ نہیں ہوئی، عدم جواز کے دلائل مفصل تحریر فرمادیں۔ (۱۳۳۶-۳۵/۵۰۹ھ)

الجواب: سجدہ کرنا کسی کو اللہ کے سواء جائز نہیں ہے، بلکہ حرام وناجائز ہے، خواہ تحیۃً ہو یا تعظیمًا، البتہ خلاف اس میں ہے کہ سجدہ تحیہ سے کافر ہوتا ہے یا نہیں؟ قال في الدّرّ المختار: وكذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي به آثمان، لأنّه يُشْبِهُ عبادةَ الوَثَنِ وهل يكفر؟ إن علىٰ وجه العبادة والتّعظيم كفرَ، و إن علىٰ

---

(۱) سورۂ بقرہ، آیت: ۳۴، سورۂ اعراف، آیت: ۱۱، سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۶۱، سورۂ کہف، آیت: ۵۰، اور سورۂ طٰہٰ، آیت: ۱۱۶۔

وجه التّحيّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبيرة، وفي المُلْتَقَطِ التّواضع لغير اللّٰه حرامٌ إلخ(۱)

وفي الشّامي: قوله: (إنْ علٰى وجه العبادة والتّعظيم كفرَ) تَلفيقٌ لقولين، قال الزّيْلَعِيُّ: وذكر الصّدر الشّهيد أنّه لا يكفر بهذا السّجود، لأنّه يريد به التّحيّة، وقال شمس الأئمّة السّرخسيّ: إن كان لغير اللّٰه تعالٰى علٰى وجه التّعظيم كَفَر أهـ قال القهستاني: و في الظّهيريّة: يكفر بالسّجدة مطلقًا إلخ .

تتمّة : اختلفوا في سجود الملائكة، قيل : كان للّٰه تعالٰى : والتّوَجّه إلى آدم للتّشريف، كاستقبال الكعبة، وقيل: بل لآدم علٰى وجه التّحيّة والإكرام، ثمّ نُسِخَ بقوله عليه الصّلاة والسّلام:"لوأمرتُ أحدًا أن يسجد لأحدٍ لأمرتُ المرأةَ أن تسجد لزوجها" تاترخانية . قال في تبيين المحارم: والصّحيح الثّاني: ولم يكن عبادةً له بل تحيّةً و إكرامًا ولذا امتنع عنه إبليسُ وكان جائزًا فيما مضى كما في قصّة يوسف عليه السّلام، قال أبو منصورٍ الماتريديّ: وفيه دليلٌ على نَسخِ الكتاب بالسّنّة(۱) پس معلوم ہوا کہ سجدہ غیر اللہ کو مطلقًا حرام ہے اور اختلاف سجدہ تحیہ کے کفر ہونے میں ہے حرمت میں خلاف نہیں ہے، اور شرائع انبیاء سابقین سے استدلال اس وقت صحیح ہوتا ہے کہ ہماری شریعت میں اس کا انکار نہ ہو، اور جب انکار ثابت ہوا تو استدلال اس سے باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیر کی قبر کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۴۷) ایک شخص کے پیر صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، جب سال کے ختم پر ان کے پیر صاحب کی تاریخ وفات پر یا مرید نے اپنی طرف سے کوئی دن یا تاریخ مقرر کر کے لوگوں کو دعوت دی کہ قبر پر جا کر ختم قرآن کرنا ہے، چنانچہ لوگ وہاں گئے اور ختم کے بعد قوالی وغیرہ بھی ہوئی، منع کرنے پر یہ جواب دیا کہ فقیر کا دربار ہے، سب ہی لوگ اپنا اپنا حصہ لیتے ہیں، اور شخص مذکور کی حالت یہ ہے کہ قبر پیر کو سجدہ کرتا ہے اور منع کرنے پر کہتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی ہے، اور ہم خدا کے نور کو سجدہ کرتے ہیں، کیا سجدۂ تحیۃ اور سجدۂ تعظیمی میں کچھ فرق ہے؟ قبرستان میں کھانا پینا اور اس قسم کے رسومات کرنا

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/ ۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره

جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس قسم کی مجالس میں شریک ہوں وہ کیسے ہیں؟ (۱۲۶۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: سجدۂ تحیۃ اور سجدۂ تعظیمی وسجدۂ عبادت میں بے شک بعض فقہاءؒ نے فرق کیا ہے کہ سجدۂ تحیۃ کو کفر نہیں کہتے اور سجدۂ تعظیمی وسجدۂ عبادت کو کفر کہتے ہیں، لیکن حرام ہونے میں دونوں برابر ہیں، یعنی سجدۂ تحیۃ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق مردود الشہادت ہے، درمختار میں ہے: **وکذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي بهٖ آثمان، لأنّه یُشْبِهُ عبادةَ الوَثَنِ، وهل یكفر؟ إن علٰی وجه العبادة والتّعظیم كفرَ، و إن علٰی وجه التّحیّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبیرة، وفي الْمُلْتَقَطِ: التّواضع لغیر اللّٰه حرامٌ إلخ** (۱) ردالمحتار میں ہے: **قوله: (إن علٰی وجه العبادة والتّعظیم كفرَ) تَلفیقٌ لقولین، قال الزّیْلَعِيُّ: وذكر الصّدر الشّهید أنّه لا یكفر بهذا السّجود، لأنّه یرید به التّحیّة، وقال شمس الأئمّة السّرخسيّ: إن كان لغیر اللّٰه تعالٰی علٰی وجه التّعظیم كَفَرَ أهـ قال القهستاني: و في الظّهیریّة: یكفر بالسّجدة مطلقًا إلخ. وفي الزّاهديّ: الإیماء في السّلام إلی قریب الرّكوع كالسّجود إلخ** (۱) الحاصل سجدۂ تحیہ کی حرمت میں کچھ کلام نہیں ہے، لہٰذا سجدہ غیر اللہ کو کسی طرح بھی درست نہیں ہے، اور عرس بزرگان جو کہ مشتمل بدعات ورسوم محدثہ وامور محرمہ کو ہو اس کے ناجائز ہونے میں کیا تردد ہے؟ اور روایات موضوعہ کو شائع کرنا اور سنانا اور عمل کرنا کرانا نامناسب حرام اور ناجائز ہے، اور ایسی مجالس میں شریک ہونا حرام اور ناجائز ہے۔

غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے

سوال: (۲۴۸۷) سجدۂ تعظیمی لغیر اللہ بزرگانِ دین کو جائز ہے یا نہیں؟ سجدہ کرنے اور کرانے والا کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ (۱۵۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سجدۂ تعظیمی بزرگان دین وغیرہم کو حرام ہے، سجدہ کرنے والا فاسق اور گمراہ ہے، خوف کفر ہے، درمختار میں ہے: **وكذا ما یفعلونه من تقبیل الأرض بین یدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي به آثمان، لأنّه یشبه عبادة الوثن، و هل یكفر؟ إن علی وجه العبادة والتّعظیم كفر، و إن علی وجه التّحیّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبیرة،**

(۱) الدّرّ المختار و ردّ المحتار: ۹/۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره

وفي الشّامي: قال القهستاني: و في الظّهيريّة : يكفر بالسّجدة مطلقًا إلخ (۱) فقط واللہ اعلم

سوال: (۷۴۹) ایک حاجی صاحب نے مولوی صاحب سے سوال کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو سجدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے کہا نہیں، بلکہ جو شخص سجدہ کرے گا وہ شیطان ہے، جب حاجی صاحب نے یہ جواب سنا تو بہت خفا ہوئے اور مولوی صاحب کو برا بھلا کہا، یہاں تک کہ مارنے پر تیار ہوگئے، اس صورت میں مولوی صاحب کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اور حاجی صاحب کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۰۸۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو جواب مولوی صاحب موصوف نے دیا وہ صحیح ہے، موافق کتاب وسنت و تصریحات فقہاءؒ کے ہے، اور مولوی صاحب پر جس نے اس کی وجہ سے زبان درازی کی اور توہین و تذلیل کی وہ فاسق مرتکب کبیرہ کا ہوا، قال في الدّرّالمختار: و كذا ما يفعلونه من تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والرّاضي بهٖ آثمان، لأنّه يشبه عبادة الوثن، و هل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتّعظيم كفر، وإن على وجه التّحيّة لا، وصار آثمًا مرتكبًا للكبيرة، و في الملتقط: التّواضع لغير اللّٰه حرام إلخ وفي الشّامي: قوله: (إن على وجه العبادة إلخ)...... قال الزّيلعيّ: و ذكر صدر الشّهيد أنّه لا يكفر بهٰذا السّجود، لأنّه يريد به التّحيّة . و قال شمس الأئمّة السّرخسيّ: إن كا ن لغير اللّٰه تعالٰى علٰى وجه التّعظيم كفر أهـ . قال القهستانيّ: وفي الظّهيريّة: يكفر بالسّجدة مطلقًا، وفي الزّاهدي: الإيماء في السّلام إلٰى قريب الرّكوع كالسّجود إلخ (۱) اس عبارت سے واضح ہے کہ غیراللہ کے لیے سجدہ عندالبعض کفر ہے، اور عندالبعض فسق ومعصیت وکبیرہ گناہ ہے، مباح کسی حال نہیں ہے، لہٰذا قول مولوی صاحب کا صحیح ہے اور رد کرنے والا ان کے قول کو خاطی وفاسق ہے۔ فقط

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ سے سجدۂ تعظیمی کا جواز ثابت کرنا درست نہیں

سوال: (۷۵۰) یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے: ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/ ۴۶۷-۴۶۸، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره

سُجَّدًا ﴾ (سورۂ یوسف، آیت:۱۰۰) جلالین میں ہے: ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ سجود انحناء لا وضع جبهة وكان تحيّتهم في ذلك الزّمان كالسّلام والمصافحة والقيام في زماننا، وعن ابن عبّاس رضي الله تعالىٰ عنهما معناه خرّوا لأجله سجّدًا لله شكرًا (۱) صاحب جلالین ومحشی سجدہ کے معنی انحناء کے لیتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید میں سجدہ کا لفظ صریح ہے، پھر اس کی تاویل کی ضرورت نہیں تھی، اور چونکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس کے معارض ہے اس لیے بھی وہ قابل تسلیم نہ ہونا چاہیے، بناءً علیہ ابن عباس کا قول جو قرآن مجید کے موافق ہے اس لیے اسی کا راجح ہونا متحقق ہوتا ہے، لیکن ابن عباس کا قول شکرًا لله قرآن مجید کے اس مضمون سے معارض معلوم ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کی زبانی فرماتا ہے: ﴿یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ﴾ (سورۂ یوسف، آیت:۱۰۰) اور رُءْیَایَ کے بیان میں یہ الفاظ ہیں: ﴿رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ﴾ (سورۂ یوسف، آیت:۴) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کا نہیں تھا بلکہ یوسف علیہ السلام ہی کو کیا گیا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو تعظیمی سجدہ کا بین ثبوت ہے اگر کہا جاوے کہ اگلے زمانہ میں تعظیمی سجدہ جائز تھا اور شریعت اسلام میں ناجائز ہوا تو اس کے ثبوت میں قرآنی دلیل چاہیے، قرآن مجید میں جہاں تک عبادت غیر اللہ کی نہی میں آیات وارد ہیں ان سے تعظیم کی نہی مصرح نہیں ہوسکتی۔

(۱۳۲۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس میں کچھ بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ مراد سجدہ سے سجدۂ انحناء ہے یا وضع جبہہ کیونکہ اب شریعت اسلام میں دونوں ممنوع ہیں، اور پہلی شریعت کے احکام وہ ثابت رہتے ہیں جن کا شریعت اسلام میں انکار نہ کیا گیا ہو، اور جب شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ میں اس کا انکار وارد ہے (۲) جیسا کہ ظاہر ہے تو پہلے انبیاء علیہم السلام کا حکم باقی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) تفسير جلالين و هامشه، ص:۱۹۸، تفسير سورة يوسف، رقم الحاشية: ۱۷.

(۲) عن قيس بن سعد رضي الله عنه قال: أتيتُ الحيرةَ فرأيتهم يسجدون لِمَرْزُبَانَ لهم، فقلت: لَرسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم أحقّ أن يسجدَ له ...... فقال: لا تفعل، لو كنتُ آمُرُ أحدًا أن يسجد لأحدٍ لأمرتُ النّساء أن يسجُدنَ لأزواجِهِنّ ...... رواه أبوداؤد. (مشكاة المصابيح، ص:۲۸۲، باب عشرة النّساء إلخ، كتاب النّكاح، الفصل الثّالث)

انتقال کے بعد برادری کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہنود کے لیے آٹا، چاول، دال وغیرہ کا انتظام کرنا

سوال: (۷۵۱)......(الف) یہاں رواج ہے کہ متوفی کے مرنے کے بعد برادری کے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا ثواب متوفی کو ہوتا ہے یا نہیں؟

(ب) اہل ہنود کے لیے آٹا، چاول، دال، گھی وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے یہ درست ہے؟ اور اس کا ثواب میت کو ہوتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) یہ رسم ورواج کا کھانا برادری کا درست نہیں ہے اور اس میں ثواب نہیں ہوتا۔

(ب) یہ بھی درست نہیں ہے اور اس کا ثواب متوفی کو نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوم، چہلم، نیاز اور ہندو کی تیرہویں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۵۲) سوم چہلم اور نیاز کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسلمان کو ہندو کی تیرہویں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایصال ثواب اموات کے لیے جو کھانا پکایا جائے خواہ وہ سویم چہلم کے نام سے پکایا جائے اس کھانے کے مستحق فقراء ومساکین ہیں، اغنیاء کو وہ کھانا جائز نہیں ہے، لہٰذا وہ کھانا فقراء ومساکین کو کھلانا چاہیے، اور رسوم چہلم ونیاز وغیرہ کی تخصیص بدعت ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے، بہتر طریقہ ایصال ثواب کا یہ ہے کہ بلا تعیین دن وتاریخ کے جس وقت جو کچھ میسر ہو نقد کپڑا کھانا؛ وہ خفیہ طور سے فقراء کو دے کر اس کا ثواب اموات کو پہنچایا جائے، اور اگر ہندو کسی مسلمان کے لیے ہدیۃً کچھ کھانا مٹھائی بھیجے تو مسلمان کو اس کا لینا اور کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبرستان سے ستّر قدم کے فاصلہ پر فاتحہ پڑھنے کا رواج بدعت ہے

سوال: (۷۵۳) قبرستان سے واپس ہوتے ہوئے ستر قدم کے فاصلہ پر آکر فاتحہ وغیرہ

پڑھنا کیسا ہے؟ (۱۰۶۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بدعت ہے اور غیر ثابت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۵۴) میت کو دفن کر کے بعض لوگ ستر قدم ہٹ کر فاتحہ پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میت کے مکان پر جمع ہو کر تین روز تک فاتحہ پڑھنا

سوال: (۷۵۵) میت کے مکان پر جمع ہو کر تین روز تک فاتحہ پڑھنا ہاتھ اٹھا کر کیسا ہے؟ (۱۳۴۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ بدعت ہے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انتقال کی خبر آنے پر فاتحہ خوانی کے لیے لوگوں کو جمع کرنا

سوال: (۷۵۶) مدت دراز سے یہاں ایک رسم کی پابندی کی جاتی ہے وہ یہ کہ دوسری جگہ سے کسی کے انتقال کی خبر بہ ذریعہ تار یا خط آتی ہے؛ تو مرحوم کے خویش واقارب جو یہاں موجود ہیں ان کی طرف سے لوگوں کو خبر کی جاتی ہے کہ فلاں جگہ فلاں کے انتقال کی خبر آئی ہے، اس لیے فلاں مکان میں وقت معین پر مثلاً تین بجے دن کے فاتحہ خوانی ہوگی، چنانچہ سب لوگ عزیز واقارب دوست واحباب وہاں جمع ہو جاتے ہیں اور لوبان سلگایا جاتا ہے اور امام صاحب سورۂ فاتحہ، قل ھو اللّٰہ، آیت الکرسی وغیرہ آیتیں پڑھ کر مع حاضرین مجلس ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں میت کے واسطے، اس کے بعد جتنی مرتبہ اور جس قدر لوگ آتے ہیں ہر بار امام صاحب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، ایسے رسوم کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے رسوم میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ رسم اور رواج جو مذکورہ ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے اور ثابت نہیں ہے، شریعت میں صرف تعزیت مشروع ہے کہ اگر کسی کے گھر میت ہو جاوے یا کہیں سے خبر آئے تو اس کے پاس جا کر کلمات تعزیت کہیں، اور اس کی تسلی کریں اور صبر کی تلقین کریں، باقی جملہ رسوم سورۂ

فاتحہ وغیرہ پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بار بار دعا کرنا یہ ثابت نہیں ہے اور بدعت ہے، پس امام مذکور کو اوّل سے ہی اس رسم کو ادا نہ کرنا چاہیے، اور ایسے رسوم میں شرکت درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ یازدہم اور رجب کی نیاز وغیرہ رسموں میں شریک ہونا

سوال: (۷۵۷) اکثر اہل اسلام فاتحہ یازدہم وماہ رجب کی نیاز امام جعفر صادقؒ اور میت کا دہم چہلم وغیرہ مقررہ ایام میں کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بعض اصحاب نئی مٹی کے ظروف استعمال کرکے چاول پر رکھتے ہیں اور اغذیہ کو مغرب سے پہلے ختم کردینا ضروری سمجھتے ہیں اور گھر کے باہر نہیں لاتے وغیرہ، ایسی دعوت قبول کرکے شریک ہونا جائز ہے؟ نیز اغذیہ کے پاس ایستادہ ہوکر عود کی دھونی دیتے ہوئے، فاتحہ خوانی کی جاتی ہے، کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ (۶۹۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شریعت میں ان رسوم کی بہ ہیئت کذائیہ کچھ اصل نہیں ہے، اور التزام مالا یلزم ہے، اور حدیث شریف میں ہے: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو ردّ(۱) لہٰذا اہل اسلام کو ان بدعات ومخترعات سے احتراز کرنا لازم ہے، اور ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ فقط

تدفین کے وقت تھوڑی سی مٹی پر قل پڑھ کر میت کے سرہانے رکھنا

سوال: (۷۵۸) مردہ کو قبر میں رکھتے وقت ساتھ کے لوگ تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لے کر قل پڑھ کر وہ مٹی مردہ کے سرہانے رکھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس خیال سے کہ جمعرات کے روز ارواح اپنے گھروں میں آتی ہیں کھانا پکانا اور اس پر ختم کرانا کیسا ہے؟

سوال: (۷۵۹) جمعرات کے روز خاص طور سے کھانا پکانا اور اس پر ختم کرانا اور یہ خیال کرنا

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کہ اس روز ارواح اپنے گھر آتی ہیں کیسا ہے؟ (۹۹۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کا کچھ پورا ثبوت شریعت میں نہیں ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا اور اس دن خصوصیت سمجھ کر کھانا وغیرہ دینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عرس کی ابتدا کیسے ہوئی؟

سوال: (۷۶۰) عرس کیا چیز ہے؟ اور شرعاً اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ رقص ووجد ہمراہ مستورات کے اہل عرس کرتے ہیں ونیز مستورات سے سجدہ بھی لیتے ہیں؟ (۱۶۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: عرس کی اصل صرف اس قدر تھی کہ کسی بزرگ کے مزار پر ان کے خدام ومریدین جمع ہوکر ختم قرآن شریف وغیرہ وایصال ثواب کرتے تھے، پھر رفتہ رفتہ اس میں انضمام بدعات ورسوم کا ہوگیا، اس لیے وہ لائق ترک ہوگیا، اور سرود ورقص کی مجالس میں شریک ہونا درست نہیں ہے، اور سجدہ کرنا اور کرانا قبور کو حرام ہے، اس سے اجتناب لازم ہے، اور ایسی مجلس میں شرکت بھی جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت مجدد صاحبؒ کے عرس میں بھی منکرات وبدعات مشاہد ہیں

سوال: (۷۶۱) عرس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟ (۴۴۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: محقق امر یہی ہے کہ تاریخ معین پر جو عرس ہوتے ہیں یہ بدعت سے خالی نہیں ہیں، اوّل تو کوئی عرس بدعت ومنکرات سے خالی نہیں ہوتا، دوسرے التزام تاریخ معین جب کہ عوام کو اس سے وجوب ولزوم کا اعتقاد ہو؛ جائز نہیں ہے، خود حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کا عرس باوجودیکہ اس میں مزامیر وغیرہ نہیں اور ختم قرآن شریف وغیرہ بہ کثرت ہوتا ہے، لیکن وہاں کے اجتماع میں بھی منکرات وبدعات مشاہد ہیں، مستورات قرب وجوار کا جمع ہونا، عوام تارکین صلاۃ وغیرہم کا اجتماع، پھر روضہ پر امور خلاف شرع سجدہ وغیرہ کا ہونا خود مشاہدہ کیا ہے، اس لیے امر محقق یہی ہے کہ ایسے وقت پر نہ جانا احوط ہے، گو دراصل یہ جائز تھا کہ صلحاء جمع ہوکر ایصال ثواب ختم وغیرہ کریں، اور اسی بناء پر بعض اکابر کا ایسے موقع پر جانا منقول ہے، مگر اب اس میں بہت سے امور داخل ہوگئے ہیں جن

کو وہ لوگ جانتے ہیں جو اس موقع پر وہاں موجود ہوئے ہوں، چنانچہ بندہ بھی اب اپنے تجربہ سے احوط عدم شرکت ہی کو سمجھتا ہے، اگرچہ اس میں نفع بھی ہو مگر مضار اس کے اس نفع سے زیادہ ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے امور جو اصل میں جائز ہوں اگر اتفاقیہ نیک نیتی سے یا کسی خاص غرض دینی سے ان میں شرکت ہو تو اس شخص خاص کے لیے یہ امر موجب طعن نہیں ہے، لیکن تمام جوانب کو لحاظ کر کے اور عوام کی درستی کے لیے ضرور ہے کہ خواص بھی اس سے احتراز کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ثواب سمجھ کر عرس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۶۲) بزرگوں کے مزارات پر جو عرس ہوتے ہیں ان میں بہ نظر ثواب شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایام معینہ جو کہ مبتدعین کے یہاں مروج ہیں بالکل بے اصل ہیں، برابر ہے کہ روزِ سال (برسی) یا پہلا دن یا تیسرا دن (تیجا) ہو، کما في الشّامي نقلاً عن البزّازيّة: ويكره اتّخاذ الطّعام في اليوم الأوّل والثّالث و بعد الأسبوع ونقل الطّعام إلى القبر في المواسم، واتّخاذ الدّعوة لقراءة القرآن و جمع الصّلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص ملخّصًا (۱) (۱/۹۴۰) ان عبارات سے واضح ہوا کہ اعراس وغیرہ کا ارتکاب مکروہ ہے، پس جو مجلس ارتکاب مکروہات ومنہیات کے لیے منعقد کی گئی ہو اس میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۶۸) فقط

عرس کرنا اور قوالی وغیرہ گانا اور سننا کیسا ہے؟

سوال: (۷۶۳) مزاروں پر جانا اور ایک تاریخ مقرر کر کے عرس کرنا اور قوالی وغیرہ گانا سننا کیسا ہے؟ (۱۱۸۹-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: حرام ہے، درمختار میں ہے: و في السّراج: و دلّت المسئلة أنّ الملاهيّ كلّها

(۱) الشّامي: ۳/۱۳۹، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضّيافة من أهل الميّت.

حرام، ویدخل علیهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود رضي الله عنه: صوت اللّهو والغناء ينبت النّفاق في القلب كما ينبت الماء النبات إلخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۶۴) عرس کے موقع پر احاطۂ درگاہ اور مقبرہ ومسجد کے اندر اور احاطہ میں جو قوالی و غناء ہارمونیم طبلہ سارنگی وغیرہ کیا جاتا ہے اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ (۲۰۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قوالی اور غناء اور ہارمونیم باجا طبلہ اور سارنگی اور تمام مزامیر شرعًا حرام ہیں، اور ان چیزوں کو ذکر الٰہی سمجھنا سخت کبیرہ (گناہ) ہے، اور خوفِ کفر ہے، درمختار میں ہے: ودلّت المسألة أنّ الملاهيّ كلّها حرام، و يدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعود: صوت اللّهو والغناء ينبت النّفاق في القلب كما ينبت الماء النّبات. قلت: وفي البزّازيّة: استماع صوت الملاهي كضرب قصب و نحوه حرام لقوله عليه الصّلاة والسّلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتّلذّذ بها كفر أي بالنّعمة، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنّعمة لا شكر، فالواجب كلّ الواجب أن يجتنب كى لا يسمع لما روى أنّه عليه الصّلاة والسّلام أدخل إصبعه في أذنه عند سماعه، و أشعار العرب لو فيها ذكر الفسق تكره انتهٰى، و في الشّامي: قوله: (قال ابن مسعود إلخ) رواه في السّنن مرفوعًا إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم بلفظ: إنّ الغناء ينبت النّفاق في القلب كما في غاية البيان و قيل: إن تغنّى ليستفيد نظم القوافي و يصير فصيح اللّسان لا بأس به، و قيل: إن تغنى وحده لنفسه لدفع الوحشة لا بأس به، و به أخذ السّرخسيّ: وذكر شيخ الإسلام أن كلّ ذلك مكروه عند علمائنا، واحتجّ بقوله تعالىٰ: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ الآية ﴾ (لقمان:٦) جاء في التّفسير: أنّ المراد الغناء وحمل ما وقع من بعض الصّحابة على إنشاد الشّعر المباح الّذي فيه الحكم والمواعظ، فإنّ لفظ الغناء كما يطلق على المعروف يطلق على غيره كما في الحديث: من لم يتغنّ بالقرآن فليس منّا، و تمامه في النّهاية و غيرها(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدّرّ المختار مع ردّالمحتار: ۹/۴۲۴، كتاب الحظر والإباحة.
(۲) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۹/۴۲۴-۴۲۶، كتاب الحظر والإباحة.

دُف والی روایت سے قوالی اور رقص پر استدلال کرنا

سوال: (۷۶۵)......(الف) قوالی اور حال جو آج کل مروج ہیں، شرعًا ان کا حکم کیا ہے؟ ایسی محفلوں میں شریک ہونا اوران کو جائز سمجھنا کیسا ہے؟

(ب) سماع ورقص زمان نبوی اور صحابہ کرام واولیاء عظام میں بہ ہیئت کذائیہ مروجہ زمانہ ہذا مروج تھا یانہیں؟

(ج) جن دلائل سے سماع ورقص پر استدلال کیا جاتا ہے مثلاً اعلان نکاح میں دف بجانا اور حضور نبوی میں جاریات کا گانا ونیز اسی قسم کی روایتوں سے قوالی اور رقص پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۸۶۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) اس کے بدعت اور ممنوع ہونے میں کچھ اشتباہ نہیں ہے، ایسی محافل میں شریک ہونا جائز نہیں ہے، اور جائز سمجھنے والا خاطی وعاصی ہے۔

(ب) سماع ورقص جو مروج ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اور سلف کے زمانہ میں یہ نہ تھا، اس سے احتراز لازم ہے، واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

(ج) ان روایات سے ہرگز رقاصی ومزامیر مروجہ پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزار پر مزامیر وناچ وغیرہ کرنا

سوال: (۷۶۶) بزرگان دین کے مزار پر اہل اسلام کو مزامیر و ناچ وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ خصوصًا ایسی حالت میں جب کہ مزار اندر احاطۂ جامع مسجد کے ہو؟ (۱۹۰۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: یہ ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

میلۂ کلیر میں جانا اور بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرنا

سوال: (۷۶۷) میلہ پیران کلیر میں جانا اور بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرنا جائز ہے یانہیں؟ (۷۱۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: میلہ پیران کلیر وغیرہ میں جانا اور گیارہویں کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور معین تاریخ پر اس کا التزام کرنا یہ سب جاہلوں کی رسمیں ہیں اور بدعت وناجائز ہیں ان کو چھوڑنا چاہیے، نہ میلہ میں جائے نہ گیارہویں کرے، یہ امور اہل سنت وجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔ فقط

سوال: (۷۶۸) اکثر اہل اسلام چاند کی ۱۱/ تاریخ کو پیران پیر کے اسم گرامی پر نیاز بعضے دودھ اور بعض غلہ اور بعض حلوا پکا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرتے ہیں، اور اس نیاز کا نام گیارہویں ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۱۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طریقۂ مروجہ کی کوئی اصل کتب معتبرہ میں نہیں ہے، ایصال ثواب کے جو طریقے عامہ مسلمین سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ہیں وہی ہر ایک کے لیے ہیں، کسی کی کوئی تخصیص نہیں، بناءً علیہ اس قسم کے طریقے صحیح اور نہ ان سے ثواب کی امید۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اولیاء کی قبروں پر اس خیال سے جانا کہ وہ ہم کو نفع پہنچائیں گے؛ کیسا ہے؟

سوال: (۷۶۹) پیروں کی اور اولیاء اللہ کی قبور پر اس خیال سے جانا کہ یہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچائیں؛ کیا وہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۸۲۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: نفع اور ضرر کا مالک خدا تعالیٰ ہے کوئی بندہ اپنے نفس کو اور کسی کو بدون حکم الٰہی وارادہ الٰہی کے نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتا، جیسا کہ قرآن شریف میں بہت سی آیتوں میں یہ مضامین موجود ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ، وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ، وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۸)۔

ترجمہ: اے محمد! فرما دیجیے کہ میں اپنے نفس کے نفع ونقصان کا مالک اور مختار نہیں ہوں مگر جو کچھ اللہ چاہے وہ ہوتا ہے اور اگر میں غیب کو جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا، اور مجھ کو کوئی برائی نہ پہنچتی میں صرف ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایمان والوں کو۔

بزرگانِ دین کے مزار پر جانے اور فاتحہ پڑھنے سے فرائض وسنن کی مکافات نہیں ہوتی

سوال: (۷۷۰) ایک گروہ اہل اسلام کا فرض اور واجب وسنن ادا نہ کرے، اور مسجد کی غیر آبادی پر کچھ خیال نہ کرے، نہ اولاد کو تعلیم دے، اور فاتحۂ بزرگان دین کا ایسا انتظام کرے کہ اگر گھر میں کچھ نہیں ہے تو سودی روپیہ قرض لے کر بڑے دھوم دھام سے فاتحہ کرائے، اور مثل شادی کے فاتحہ کی دعوت میں ایک دوسرے کے یہاں بلائے جاتے ہیں، اور یہ عقیدہ ہے کہ بزرگان کے مزار پر جانے سے اور فاتحہ پڑھنے سے بدلۂ فرائض ہوجاتا ہے کہ یہ افعال معاوضۂ فرائض ہو جائیں گے، اولاد کو تعلیم نہ دینا اور ایسے کاموں میں روپیہ صرف کرنے سے حق اولاد پورا ہوجائے گا؟ (۱۰۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ سب جہل کی باتیں ہیں، ایسے رسوم کے ادا کرنے سے اوران میں روپیہ صرف کرنے سے الٹا عاصی ہوتا ہے، فرائض وسنن کی مکافات تو اس سے کہاں ہوسکتی ہے؟! اور اولاد کا حق بھی اس سے ساقط نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جائے انتقال اور قبر پر چالیس روز تک چراغ جلانا

سوال: (۷۷۱) جائے انتقال وقبر پر چالیس روز تک چراغ جلانا شرعًا کہاں تک درست ہے؟ (۱۵۱۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شامی کی عبارت سے قبروں پر چراغ جلانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا

سوال: (۷۷۲) ایک شخص کہتا ہے کہ شامی: جلد ثانی، ص:۱۳۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقرب الی اللہ کے قصد کرنے کی حالت میں شمع وزیت وغیرہ اولیاء کے مزار پر جائز ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۲۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عبارت درمختار اس بارے میں یہ ہے: و اعلم أنّ النّذر الّذي یقع للأموات

من أكثر العوام و ما يؤخذ من الدّراهم والشّمع والزّيت و نحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرّبًا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام إلخ ، اورشامی میں ہے: اللّٰهم إلاّ أن قال: يا اللّٰه! إنّي نذرت لك إن شفيتَ مريضي أو رددتَ غائبي أو قضيتَ حاجتي أن أطعم الفقراء الّذين بباب السّيّدة نفيسة إلخ أو أشترى حصرًا لمساجدهم أو زيتًا لوقودها أو دراهم لمن يقوم بشعائرها إلى غير ذٰلك ممّا يكون فيه نفع للفقراء إلخ(۱) پس ان روایات سے قبور پر چراغ جلانے کا جواز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان روایات کا حاصل تو یہ ہے کہ بزرگوں کے مزارات اور خانقاہوں میں جو فقراء ہیں ان کے استعمال اور نفع کے لیے اللہ واسطے اگر یہ اشیاء بوریہ وتیل و روپیہ پیسہ وغیرہ دیا جائے تو درست ہے، قبور و مزارات پر چراغ جلانا ان روایات سے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا، اور یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جب کہ آنحضرت ﷺ نے قبر پر چراغ جلانے والوں کو لعنت فرمائی ہے؟!عن ابن عبّاس رضي اللّٰه عنهما: قال: لعن رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم زائرات القبور والمتّخذين عليها المساجد والسّرج(۲)(رواه أبو داؤد والتّرمذيّ والنّسائيّ) پس تحقیق یہی ہے کہ قبور ومزار پر چراغ جلانا حرام اور تضییعِ مال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کا اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی قبروں پر جانا

سوال: (۳۷۷) عورتیں اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی قبروں پر جاسکتی ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۶۷۶ھ)

الجواب: اس میں اختلاف ہے، اوراحوط یہ ہے کہ عورتوں کو قبور کی زیارت کو جانا نہ چاہیے۔

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۳/۳۷۹-۳۸۰، كتاب الصّوم ، باب ما يفسد الصّوم و مالا يفسده مطلب في النّذر الّذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمعٍ أو زيت أو نحوه .

(۲) سنن أبي داؤد: ۲/۴۶۱، كتاب الجنائز، باب في زيارة النّساء القبور .

و سنن التّرمذي: ۱/۷۳، أبواب الصّلاة ، باب ما جاء في كراهية أن يتّخذ على القبر مسجدًا .

و سنن النّسائي: ۱/۲۲۲، كتاب الجنائز ، التّغليظ في اتّخاذ السّرج على القبور .

كما في شرح المنية : و يستحبّ زيارة القبور للرّجال وتكره للنّساء(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۷۴) زیارت قبور للنساء کے بارے میں علمائے حنفیہ کیا فرماتے ہیں؟ بلا کراہت جائز ہے، یا مع الکراہت؟ (۱۹۱۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: راجح عند المحقّقین کراہت ہے، شامی میں ہے: و جزم في شرح المنية بالكراهة لما مرّ في اتّباعهنّ الجنازة إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۷۵) اس زمانہ میں فسق وفجور میں مسلمان عورتوں کا اعراس کے مواقع پر مزاراتِ اولیاء اللہ پر جانا از روئے فقہ حنفی جائز ہے یا نہیں؟ (۴۵۹/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: فقہائے حنفیہ نے عورتوں کو مساجد میں جماعت میں شریک ہونے کے لیے بھی جانے کی اجازت نہیں دی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ دنیا میں تشریف رکھتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے (۳) اور درمختار میں ہے: ويكره حضورهنّ الجماعة إلخ (۴) پس جب کہ مسجدوں میں جماعت کی شرکت کے لیے بھی عورتوں کا جانا منع فرمایا گیا ہے، تو اس سے ظاہر ہے کہ اعراس اولیاء اللہ میں جانا بہ درجۂ اولیٰ ناجائز ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس بارے میں نہایت احتیاط کرنی چاہیے، اپنی عورتوں کو ہرگز عرسوں اور میلوں میں شرکت کے لیے جانے کی اجازت نہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصنوعی قبر بنانا اور عورتوں کا قبروں پر جا کر نذر و نیاز کرنا

سوال: (۷۷۶) کسی پیر کی مصنوعی قبر بنانا اور اس کی زیارت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور

---

(۱) شرح منية المصلّي المعروف بالكبيري، ص: ۵۲۴، فصل في الجنائز، مسائل متفرّقة من الجنائز .

(۲) الشّامي: ۳/ ۱۴۱، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنائز ، مطلب في زيارة القبور .

(۳) عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: لو أدرك رسول اللّه صلّى اللّه عليه وسلّم ما أحدث النّساء لمنعهنّ المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل الحديث (صحيح البخاري: ۱/ ۱۲۰، كتاب الأذان، باب خروج النّساء إلى المساجد باللّيل والغلس)

(۴) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۲/ ۲۶۳، كتاب الصّلاة ، باب الإمامة ، مطلب: إذا صلّى الشّافعيّ قبل الحنفيّ هل الأفضل إلخ .

عورتوں کا جانا نذر ونیاز کرنا کیسا ہے؟ (۱۶۷۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مصنوعی قبر بنانا اور عورتوں کا قبور پر جا کر نذر ونیاز کرنا اور امور خلاف شرع کرنا یہ سب محدث وبدعت وحرام ہے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ (۱) وقال صلّی اللّٰه علیه وسلّم: کلّ بدعة ضلالة الحدیث (۲) و في الدّرّالمختار: و اعلم أنّ النّذر الّذي یقع للأموات من أکثر العوام و ما یؤخذ من الدّراهم والشّمع والزّیت ونحوها إلٰی ضرائح الأولیاء الکرام تقرّبًا إلیهم فهو بالإجماع باطل و حرام إلخ (۳) و تحقیقه في الشّامي (۴) (۲/ ۱۲۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصنوعی مزار کو اکھاڑ دینا ضروری ہے

سوال: (۷۷۷) ایک مسجد کے سامنے مزار مصنوعی بنایا ہوا ہے اس کو کھدوانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۱۳/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس مصنوعی مزار کو اکھاڑ دینا درست ہے، بلکہ ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں کو گارے سے لیپنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۷۸) کیا اولیاء اللہ کے مزاروں اور مساجد کو لیپنا بارش کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۹۰/ ۱۳۳۷ھ)

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۷۱۷) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) الدّرّالمختار مع ردّالمحتار: ۳/ ۳۷۹، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم وما لا یفسده، مطلب في النّذر الّذي یقع للأموات من أکثر العوام من شمع أو زیت أو نحوه.

(۴) قوله: (باطل وحرام) لوجوه: منها أنّه نذر لمخلوق والنّذر للمخلوق لایجوز، لأنّه عبادة والعبادة لا تکون لمخلوق، ومنها: أنّ المنذور له میّت، والمیّت لایملك، ومنها: أنّه إن ظنّ أنّ المیّت یتصرّف في الأمور دون اللّٰه تعالٰی واعتقاده ذلك کفر إلخ. (الشّامي: ۳/ ۳۷۹، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم وما لایفسده، مطلب في النّذر الّذي یقع للأموات إلخ)

الجواب: فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ تجصیصِ قبور کو منع فرمایا ہے تطیین قبور کو بھی مکروہ لکھا ہے، اور تطیین کے معنی گارے سے لیپنے کے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ اس حکم میں جملہ اہل قبور داخل ہیں، اور اگرچہ تطیین قبور کو بعض فقہاءؒ نے جائز فرمایا ہے لیکن بہتر ترک تطیین ہے کہ امر مختلف فیہ کو اختیار کرنا احتیاط کے خلاف ہے، خصوصًا جب کہ اختلاف کراہت وعدم کراہت میں ہو کہ ایسے موقع میں کراہت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ درمختار میں ہے: و لا یجصّص......و لا یطین، و لا یرفع علیه بناء و قیل: لا بأس بهٖ إلخ(۱) و التّفصیل في الشّامي(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبور پر دانے روٹی ڈالنا، جانور چھوڑنا اور ذبح کرنا

سوال: (۷۷۹) کیا اولیاء اللہ کے قبور پر دانے یا روٹی یا کسی جانور کا چھوڑنا یا ذبح کرنا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کو مستحسن جاننے والوں کا کیا حکم ہے؟ (۲۵۹۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قبور کے ساتھ یہ امور مذکورہ کرنا درست نہیں ہیں، بلکہ حرام اور بدعت ہیں، درمختار میں ہے: واعلم أنّ النّذر الّذي یقع للأموات من أکثر العوام و ما یؤخذ من الدّراهم والشّمع والزّیت ونحوها إلٰی ضرائح الأولیاء الکرام تقرّبًا إلیهم فهو بالإجماع باطل و حرام إلخ(۳) وفي الحدیث: ملعون من ذبح لغیر اللّٰه تعالٰی أو کما قال صلّی اللّٰه علیه

(۱) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۱۳۴/۳، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن المیّت.

(۲) قوله: (وقیل لا بأس بهٖ إلخ) المناسب ذکره عقب قولهٖ: (ولا یطین) لأنّ عبارة السّراجیّة کما نقله الرّحمتيُّ ذکر في تجرید أبي الفضل أنّ تطیین القبور مکروه، والمختار أنّه لا یکره أهـ. ...... و أمّا البناء علیه فلم أر من اختار جوازه. وفي شرح المنیة عن منیة المفتي: المختار أنّه لا یکره التّطیین، وعن أبي حنیفةؒ یکره أن یبنٰی علیه بناء من بیت أو قبّة أو نحو ذلك إلخ. (الشّامي: ۱۳۴/۳–۱۳۵، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في دفن المیّت)

(۳) الدّرّالمختار مع الشّامي: ۳۷۹/۳، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم، مطلب في النّذر الّذي یقع للأموات إلخ.

وسلّم(۱) وفي حديث مسلم: لعن الله من ذبح لغير الله تعالىٰ الحديث (۲) پس مرتکب ان امور محدثہ کا اور جائز کہنے والا ان کا فاسق ومبتدع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کے پاس قاریوں کو تلاوت کے لیے بٹھانا اور بزرگوں کی نذر ونیاز درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۸۰)......(الف) لا يكره الدّفن ليلاً ولا إجلاس القارئين عند القبر وهو المختار، فتح القدير: ۷/۳۰۱، فتاوی قاضی خان، ص: ۸۷، فتاوی عالمگیری: ۶/۱۳۳۳، مجمع الأنهر، ص: ۱۸۸، دُرَرُالحُكّام، ص: ۱۶۸، خلاصة القاري، ص: ۳۴۴، فتاوی غیاثیہ، ص: ۴۵، فوائد سمیہ، ص: ۱۴۴، کبیری، ص: ۵۶۴، صغیری، روح البیان، فتاوی مصری، الدّرّالمختار: ۳/ ۱۴۵ وغیرہ کتب فقہ میں بہ علامت فتویٰ مرقوم ہے، کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

(ب) مظاہر حق جلد دوم باب النذور میں فاتحہ بزرگان دین اور نذر ونیاز ان کی درست اور جائز لکھی ہے اور کھانا اس کا روا ہے (۳) کیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟ (۱۲۶۷/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: قال النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: ملعون من سبّ أباه ملعون من سب أمه، ملعون من ذبح لغير الله الحديث. (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۸۳، تتمّة مسند عبد اللّٰه بن عبّاس رضي اللّٰه عنهما، رقم الحديث: ۲۹۱۴، المطبوعة: مؤسّسة الرّسالة، بيروت)

(۲) عن أبي الطّفيل قال: قلنا لعليّ رضي الله عنه: أخبرنا بشيء أسرّه إليك رسول الله صلّى اللّٰه عليه وسلّم فقال: ما أسرّ إليّ شيئًا كتمه النّاس ولكنّي سمعته يقول: لعن الله من ذبح لغير الله الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۲/۱۶۱، كتاب الذّبائح، باب تحريم الذّبح لغير الله تعالىٰ و لعن فاعله)

(۳) مظاہر حق کی عبارت یہ ہے:

اگر کوئی کسی بزرگ زندہ کو کچھ بہ طریق نیاز یعنی بروصلہ اور تحفہ کے دے وے تو وہ نیاز جائز اور اس بزرگ کو کھانا اس چیز کا جائز ہے، اسی طرح اگر نیاز کسی بزرگ مردہ کی کرے کہ بہ معنی فاتحہ اور پہنچانے ثواب اس چیز کے اس کو ہے یہ نیاز جائز اور بیچ کھانے اس چیز کے تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر دینے والے ==

الجواب: (الف) لوجہ اللہ میت کو قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا عمدہ ہے اوراس میں کسی کا خلاف نہیں ہے، لیکن استیجار علی التلاوت جیسا کہ مروج ہے یہ درست نہیں ہے جیسا کہ شامی میں ہے:
وفي الولوالجيّة ما نصّه: ولو زار قبر صدّيق أو قريب له و قرأ عنده شيئًا من القرآن فهو حسن، أمّا الوصيّة بذلك فلا معنى لها، و لا معنى أيضا لصلة القاري ، لأنّ ذلك يشبه استيجاره على قراءة القرآن و ذلك باطل ، و لم يفعل ذلك أحد من الخلفاء إلخ (۱) والتّفصيل في باب الإجارة الفاسدة (۲) پس یہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے اس زمانہ میں اجلاس القاری کو منع کیا جاتا ہے۔
(ب) ایصالِ ثواب برائے اموات کے: استحباب میں کچھ تأمّل نہیں ہے، بلا قیود ورسوم مخترعہ کے ایصالِ ثواب إلی الاموات جائز ہے، یہی مطلب عبارت مظاہر حق کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزارات پر طوائفوں کے ساتھ ناچنا اوران کا منہ چومنا

سوال: (۱۸۷) مزارات پر خاص کر طوائفوں کا ہجوم اور دہقانی اور ناشائستہ مستورات کا اژدہام کیسا ہے؟ مولوی شرف الحق کو یہاں ڈھولک پر ناچتے اورلونڈیوں کا مُنہ چومتے دیکھا ہے یہ

= نیاز کے نے بزرگوں مردہ کو پہنچانا ثواب صدقۂ ماکولی کا ان کو ارادہ کیا ہے تو کھانا اس چیز کا اغنیاء کو جائز نہیں، اوراگر پہنچانا ثواب اباحت ماکولی کا واسطے عام مؤمنوں کے ارادہ کیا ہے تو کھانا اس کا ہر بھوکے کو جائز ہے غنی ہو یا فقیر۔
(مظاہر حق قدیم: ۳/۲۳۰، کتاب العتق، أوّل باب الأيمان والنّذور، مطبوعہ: مطبع آسی لکھنؤ)
(۱) الشّامي: ۹/۶۷، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهمّ في عدم جواز الاستئجار على التّلاوة إلخ .
(۲) فالحاصل : أنّ ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز ، لأنّ فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثّواب للآمر والقراءة لأجل المال ؛ فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النّية الصّحيحة فأين يصل الثّواب إلى المستأجر؟! ولو لا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزّمان ، بل جعلوا القرآن العظيم مكسبًا و وسيلة إلى جمع الدّنيا ، إنّا للّه و إنّا إليه راجعون اهـ .
(الشّامي: ۹/۶۶، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحرير مهمّ في عدم جواز الاستئجار على التّلاوة إلخ)

افعال کیسے ہیں؟(۲۶۷۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مزارات مقدسہ پر مستورات فاحشہ وغیرہ کا اجتماع خصوصًا مردوں کے ساتھ جیسا کہ اعراس مشائخ میں ہوتا ہے بالکل حرام ہے، اور ڈھولک وغیرہ مزامیر کا سننا اور ناچنا کودنا اور امارد کی تقبیل وغیرہ کرنا یہ جملہ امور حرام ہیں، اور مرتکب ایسے امور کا فاسق و بدکار ہے، اگر ایسا شخص مولوی بھی کہلائے تو اس کے کرنے سے یہ امور جائز نہیں ہوسکتے، بلکہ مولوی ہوکر جو ایسے کام کرے گا وہ اور بھی زیادہ مستحق طرد ولعن کا ہوگا۔ حدیث شریف میں: إنّ شرّ الشّرّ شرار العلماء (۱) یعنی بدترین تمام بدتروں سے برے علماء ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاحشہ عورتوں کا مزاروں پر ناچنا موجب لعنت ہے

سوال: (۷۸۲) مغنیات فاحشات کو گورستان اور مزار بزرگان پر ناچنا رخصت ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: عن ابن عبّاس رضي اللّٰہ عنهما قال: لعن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم زائرات القبور والمتّخذین علیها المساجد والسّرج أخرجه النّسائيّ (۲) أیضًا و روی التّرمذيّ حدیث أبي هریرة رضي اللّٰہ عنه: أن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم لعن زوَّارَات القبور. ثمّ قال: وقد رأی بعض أهل العلم أنّ هٰذا کان قبل أن یرخِّص النّبيّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم في زیارة القبور، فلمّا رخّص دخل في الرّخصة الرّجالُ والنّساءُ، و قال بعضهم: إنّما کره زیارة القبور في النّساء لقلة صبرهنّ وکثرة جزعهنّ (۳) و قال ابن عبد البرّ: و لقد کره أکثر العلماء خروجهنّ إلی الصّلوات فکیف إلٰی مقابر ؟! وبسط الحافظ بدر الدّین العینيّ الکلام في هٰذا، و قال في آخره: وحاصل الکلام من هذا کلّه:

(۱) عن الأحوص بن الحکیم عن أبیه رضي اللّٰہ عنه قال: سأل رجل النّبيّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم عن الشّرّ، فقال: لا تسألوني عن الشّرّ و سلوني عن الخیر یقولها ثلاثًا، ثمّ قال: إنّ شرّ الشّرّ الحدیث. (مشکاة المصابیح، ص:۳۷، کتاب العلم، الفصل الثّالث)

(۲) سنن النّسائي:۱/۲۲۲، کتاب الجنائز، التّغلیظ في اتّخاذ السّرج علی القبور.

(۳) جامع التّرمذي:۱/۲۰۳، أبواب الجنائز، باب ما جاء في کراهیة زیارة القبور للنّساء.

أنّ زيارة القبور مكروهة للنّساء ، بل حرام في هٰذا الزّمان، ولا سيّما نساء مصر (۱).

ان نصوص سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا قبروں پر امور منہیہ کے ارتکاب کے لیے آنا موجب لعنت ہے، اور جو شخص باعث ومدِ منہیات ہوتا ہے وہ بھی عاصی ہے، نفس زیارت کی اجازت صرف عجائز کو ہے، کما في الشّامي تحت قوله: (ولو للنّساء) و قال الخير الرّمليّ إن كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والنّدب على ما جرت به عادتهنّ فلا تجوز، و عليه حمل حديث: لعن اللّٰه زائراتِ القبور، و إن كان للاعتبار والتّرحّم من غير بكاء والتّبرّك بزيارة قبور الصّالحين فلا بأس إذا كن عجائز. و يكره إذا كن شوابّ إلخ ملخّصًا (۲) (۹۴۲/۱) خلاصہ یہ ہے کہ اگر صحیح غرض ہو تو صرف عجائز کو اجازت ہے، اور جوان عورتوں کو کسی حال میں بھی زیارتِ قبور کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

زیارتِ قبور کا ایک غیر مشروع طریقہ

سوال: (۷۸۳) جب کبھی قبر کی زیارت کی جائے تو ایک آدمی قبلہ رخ ہو کر قبر کے سرہانے سے پائنتی تک تین یا پانچ مرتبہ پانی چھڑکے اور ایک دعا ہے اس کو پڑھتا رہے تو میت کی مغفرت ہوگی یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۷۰۵ھ)

الجواب: یہ طریقہ زیارت قبور کا مشروع نہیں ہے اور جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیروں کے نام کا بکرا پالنا

سوال: (۷۸۴) قبروں پر چادر چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور پیروں کے نام کا بکرا پالنا جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہے وہ کیسا ہے؟ اور جو ناجائز سمجھتا ہے وہ کیسا ہے؟ (۱۳۴۱/۲۲۹ھ)

الجواب: قبور پر چادر چڑھانا درست نہیں ہے، بلکہ بدعت اور ناجائز ہے، اور پیروں کے نام کا بکرا پالنا بھی جائز نہیں ہے، جو شخص ان امور سے منع کرے اور ناجائز بتلائے وہ حق پر ہے اور صحیح

(۱) عمدة القاري:۶/۹۵-۹۶، كتاب الجنائز ، باب زيارة القبور ، الحديث :۱۲۸۳۔

(۲) الشّامي:۳/۱۴۱، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة ، مطلب في زيارة القبور .

کہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبروں پر جا کر بزرگوں کے توسط سے دعا کرنا

سوال: (۷۸۵)......(الف) مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے مزار پر بہ زمانۂ عرس جا کر دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ میری مشکلات کو حل کردے جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی مشکلات ومعروضات وپریشانی کس طرح عرض کرے؟ (۱۳۴۱/۳۸۷ھ)

الجواب: (الف) عرس کے موقع کے سوا دوسرے وقت میں جانا زیارت کے لیے مضائقہ نہیں ہے، اس موقع عرس پر جانا نہ چاہیے، کیوں کہ یہ موقع خاصی منکرات سے خالی نہیں ہوتا، اور وہاں کی برکات حاصل کرنے اور وہاں جا کر دعا کرنے کے لیے خاص عرس کے موقع پر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ب) اللہ سے اس طرح دعا کرے یا اللہ بہ برکت صاحب اس قبر شریف کے میری حاجت پوری فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۷۸۶) اگر کوئی شخص کسی مزار پر جا کر یوں دعا کرے کہ اے قبر والے! اللہ اور رسول کے واسطے میرا فلاں کام ہو جاوے، اس طرح پکارنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۰۷۳ھ)

الجواب: اس طرح بزرگوں کو پکارنا اور دعا کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر یہ کہے کہ یا اللہ بہ برکت اس بزرگ کے یا بہ طفیل اس ولی اللہ کے میری حاجت اور مقصد پورا فرما تو یہ جائز ہے: **قال اللّٰه تعالیٰ:** ﴿ادْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۵۵) **وقال اللّٰه تعالیٰ:** ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۂ جن، آیت:۲۰) **و في الحديث: و إذا استعنت فاستعن باللّٰه**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کو خام رکھنا اور گرداگرد پختہ کرنا

سوال: (۷۸۷)......(الف) لحد کو خام رکھنا اور باقی گرداگرد قبر کو پختہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) متقدمین وبزرگان دین کے جو مقابر بلاد عرب وہند وغیرہ میں موجود ہیں، علماء نے ان

کی پختگی کیسے جائز فرمائی؟ (۱۲۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) عن جابر رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أن تجصّص القبور و أن يكتب عليها وأن يُبنىٰ عليها وأن توطأ (۱)(رواه التّرمذيّ)وفي الدّرّالمختار: لا الآجر المطبوخ إلخ(۲)اس حدیث اورروایت کتب فقہ سے معلوم ہوا کہ کسی میت کی قبرکو پختہ کرنا درست نہیں ہے، اورتعویذ قبرکوخام چھوڑنا اور گرداگرد پختہ کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(ب)حکم شرعی حدیث مذکورروایت فقہیہ مذکورہ سے واضح ہوگیا، اورعلامہ شامی نے بدائع سے نقل فرمایاہے: قوله:(المطبوخ) صفة كاشفة قال في البدائع: لأنّه يستعمل للزّينة ولا حاجة للميّت إليها و لأنّه ممّا مسّته النّار، فيكره أن يجعل على الميّت تفاولاً (۲)اس روایت بدائع سے یہ امر بہ خوبی واضح ہوگیا کہ پختہ اینٹ قبر پرلگانا دووجہ سے مکروہ ہے:

ایک یہ کہ میت کواس زینت اورآراستگی کی ضرورت نہیں۔

دوسری وہ آگ میں پکی ہے، تفاولاً میت کے قریب ایسی چیز نہ رکھی جائے، جس کوآگ میں پکایا ہو، اور بزرگان دین نے اس کو پسند نہیں فرمایا، کسی دوسرے شخص نے اگرکسی بزرگ کی قبرکو پختہ کردیا تواس میں اس بزرگ کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں، یہ دوسروں کا فعل ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بزرگوں کے مزار پر قبہ بنانا اورمیت کومکان میں دفن کرنا

سوال: (۷۸۸)مزارات سلاطین واولیائے کرام پر جو قبے تعمیر ہیں موافق کتاب کے ہیں یا ان میں کچھ کلام ہے؟ اگر بہ اتباع قبہ مزار پرانوار آنحضرت ﷺ کے بزرگوں کے مزار پر قبے قائم کریں تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور میت کو یا کسی بزرگ کو اندرون مکان مسقّف دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۳/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) جامع التّرمذي: ۲۰۳/۱، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهيّة تجصيص القبور و الكتابة عليها .

(۲) الدّرّالمختار والشّامي: ۱۳۲/۳ ، كتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميّت .

الجواب: قبہ بنانا یا مکان میں دفن کرنا سوائے انبیائے کرام کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ (شامي:۱/۶۶۰) ولا ینبغي أن یدفن المیّت في الدّار و لو کان صغیرًا لاختصاص هذه السّنّة بالأنبیاء ...... و یهال التّراب علیه ، و تکره الزّیادة علیه من التّراب ، لأنّه بمنزلة البناء(الدّرّ) وفي الشّاميّ:لما في صحیح مسلم عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: نهی رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أن یجصّص القبر و أن یبنیٰ علیه(۱)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک قبر کو پختہ کرنے کے لیے باقی قبروں کو پامال کرنا

سوال: (۷۸۹) خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے والد کی قبر کو پختہ بنالیا، اس پر چراغ جلاتا ہے، اور بہت سی قبور کو پامال کردیا، اور اکھاڑ دیا، اوراس کے علاوہ افعال شرک وبدعت کے کرتا ہے،اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟(۳۴۲۷/۳۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: قبور کو پختہ بنانا جائز نہیں ہے،حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے(۲)اسی طرح قبروں کو پامال کرنا اوران کو اکھاڑنا جائز نہیں ہے، جوشخص امور مذکورہ کا مرتکب ہے اور جواس کا معاون ہے وہ فاسق اورگنہ گار ہےاور بدعتی ہے،اس کوتوبہ کرنی چاہیے،اورافعال مذکورہ ترک کرنے چاہئیں، جب تک وہ رسوم شرکیہ کوترک نہ کرے اس وقت تک اس کے ساتھ مسلمانوں کوکسی قسم کا تعلق رکھنا روانہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزارات پرشام کے وقت بوتلوں میں پانی رکھنا اورصبح کولاکرشفاء کے لیےاستعمال کرنا

سوال: (۷۹۰) کاٹھیاوار کے مسلمان بزرگوں کے مزارات پرشام کے وقت بوتلوں میں پانی

---

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۳/۱۳۱-۱۳۳، کتاب الصّلاة ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن المیّت .

(۲) عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: نهیٰ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم أن یجصّص القبر و أن یُقعد علیه و أن یُبنیٰ علیه (الصّحیح لمسلم:۱/۳۱۲، کتاب الجنائز، فصل في النّهي عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیها)

بھر کر رکھ آتے ہیں، اور صبح کو لا کر خود پیتے ہیں اور بیماروں کو پلاتے ہیں، اور اس کو تبرک سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ (۶۳۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس کا بھی کچھ ثبوت شریعت میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کو غسل دینا اور اس کے پانی کو متبرک سمجھ کر پینا

سوال: (۷۹۱) قبر پر چادر چڑھانا، اور اس پر چراغ جلانا، اور غسل دینا، اور غسالہ کو پینا، اور اس پر جو شیرینی چڑھائی جاتی ہے اس کو متبرک سمجھنا اور کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۲۸۹۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ سب امور جائز نہیں ہیں، اور ان کے جواز کی کوئی دلیل کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بدعت ہونا ان امور کا ثابت ہے۔ **كما ورد في الصّحيح: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ**(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مزاراتِ اولیاء پر خوشبو جلانا اور غلاف چڑھانا

سوال: (۷۹۲) مزارات اولیاء اللہ پر خوشبو جلانا اور غلاف وغیرہ چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۲۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ امور ناجائز اور بدعت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قبر کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۹۳) قبر پر چراغ جلانا اور اس کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (۱۲۲۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قبر پر چراغ جلانے سے حدیث میں ممانعت ہے، بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کہ قبروں پر چراغ جلاوے(۲) اور قبر کی طرف سجدہ کرنا بھی حرام

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) **عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: لعن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم زائرات القبور والمتّخذين عليها المساجد والسّرج.** (سنن أبي داؤد: ۴۶۱/۲، كتاب ==

ہے، البتہ اگر دیوار درمیان میں حائل ہو تو اس طرف کو نماز پڑھنا اور سجدہ کرنا درست ہے، اور بہتر ہے کہ دیوار قدِ آدم سے کم نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو حاضر وناظر جان کر یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للّٰہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۹۴) وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ شیئًا للّٰہ ان کو حاضر وناظر جان کر پڑھنا کیسا ہے؟ (۱۶۴۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بہ اعتقاد مذکور وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للّٰہ پڑھنا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یا رسول اللہ! یا غوث اعظم! کہنا اور مزاروں کی تصویریں رکھنا

سوال: (۷۹۵)......(الف) یا رسول اللہ، یا غوث اعظم کہنا، بزرگانِ دین کے مزاروں کی تصویریں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) میلاد شریف کی محفل کرنا سنت ہے یا بدعت؟ اور اس میں قیام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تشریف لاتی ہے کیسا ہے؟ (۲۵۵۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف-ب) اس قسم کے بدعات اور رسوم اور خلاف شرع امور کرنا اور زبان سے نکالنا درست نہیں ہے، ندا غیر اللہ اور محفل میلاد مروجہ سے احتراز مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کُن مدد بہر خدا یا غوث اعظم الخ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۷۹۶) ''کُن مدد بہر خدا یا غوث اعظم دستگیر نور چشم مصطفیٰ ابن علی روشن ضمیر'' یہ پڑھنا

== الجنائز، باب في زيارة النّساء القبور، و سنن التّرمذي: ۷۳/۱، أبواب الصّلاة، باب ما جاء في كراهية أن يتّخذ على القبر مسجدًا، و سنن النّسائي: ۲۲۲/۱، كتاب الجنائز، التّغليظ في اتّخاذ السّرج على القبور)

موجب ثواب ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۵۵۸ھ)

الجواب: کُن مددالخ کہنا روا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم کے پہلے عشرہ میں حضرت حسین کا غم کرنا اور کتاب ''عناصر الشہادتین'' پڑھنا

سوال: (۷۹۷) عشرۂ اولیٰ محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا غم کرنا کیسا ہے؟ اور بالخصوص ان دنوں میں ''عناصر الشہادتین'' یعنی شہادت نامہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور کتاب ''عناصر الشہادتین'' معتبر ہے یا غیر معتبر؟ اور جو لوگ اس کو جائز کہتے ہیں کیسے ہیں؟ (۵۹۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب الاوّل: امام حسین رضی اللہ عنہ کا غم محرم الحرام میں کرنا کسی طرح درست نہیں، صواعق محرقہ میں ہے: **و إيّاه ثمّ إيّاه أن يشغله ببدع الرّافضة و نحوهم من النّدب والنّياحة والحزن ، إذ ليس ذلك من أخلاق المؤمنين و إلاّ لكان يوم وفاته صلّى الله عليه وسلّم أولٰى بذلك و أحرىٰ انتهٰى ملخّصًا** (۱) اور ان دنوں میں شہادت کا بیان پڑھنا نہیں چاہیے، نیز اسی میں ہے: **قال الغزالي وغيره: و يحرم على الواعظ وغيره رواية مقتل الحسن والحسين وحكاياته و ما جرىٰ بين الصّحابة من التّشاجر والتّخاصم ، فإنّه يهيّج على بغض الصّحابة والطّعن فيهم انتهٰى ملخّصًا** (۲) اور کتاب ''عناصر الشہادتین'' رطب و یابس سے پر ہے، اس لیے غیر معتبر ہے، اور اس کا مجوز ضال و مضل ہے، **و من ادّعٰى خلافه فعليه البيان بواضح البرهان. والله أعلم بالصّواب .**

کتبہ: ابوالقسام محمد عبدالسلام، مدرس مدرسہ انجمن ہدایت الاسلام، مالیگاؤں

الجواب الثانی: کسی شخص کے لیے اس کے مرنے کے بعد غم کرنا خواہ انبیاء ہوں یا شہداء، یا

(۱) **الصّواعق المحرقة ، ص:۱۰۹، خاتمة فيما أخبر به صلّى الله عليه وسلّم ممّا حصل لآله و ممّا أصابهم من الانتقام الشّديد إلخ .**

(۲) **الصّواعق المحرقة للعلاّمة الفقيه المحدّث شهاب الدّين أحمد بن حجر الهيثمي، ص:۱۳۳، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السّنّة والجماعة في الصّحابة رضوان الله عليهم إلخ.**

صدیقین ہوں یا صلحاء، عوام مؤمنین ہوں یا علماء، تین روز تک جائز ہے، اس سے زیادہ ممنوع ہے، پس کسی کے لیے بعد تین روز کے غم کرنا خواہ محرم ہو یا غیر محرم حرام و ممنوع ہے، تمام کتب احکام و احادیث اس سے مملوء ہیں، باقی کتاب ''عناصر الشہادتین'' نہایت لغو و بیہودہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: ابوالامجد محمد عبدالعلیم عفی عنہ

الجواب الثالث: جواب نقلاً صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ: اشرف علی عفی عنہ تھانوی

الجواب الرابع: أقول و بہ نستعین: جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ

عاشورا کے دن صبح آٹھ، نو بجے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا

سوال: (۷۹۸) محرم کی دسویں تاریخ قریب آٹھ نو بجے دن کے نماز عاشورا نہایت اہتمام سے با جماعت مساجد میں ادا کی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۱۰۰ھ)

الجواب: یہ جماعت بہ اہتمام و تداعی شریعت میں مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے، درمختار میں ہے:

ولا التّطوّع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلك لو على سبيل التّداعي إلخ . و في الشّامي: ثمّ إن كان ذلك أحيانًا كما فعل عمر رضي الله عنه كان مباحًا غير مكروه و إن كان على سبيل المواظبة كان بدعةً مكروهةً ، لأنّه خلاف المتوارث إلخ(۱) فقط

عاشورا کے دن قبروں پر پانی، دال، کھجور کی شاخ اور سبزی وغیرہ ڈالنا

سوال: (۷۹۹) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ دسویں تاریخ محرم الحرام کو عام لوگ زیارت قبور سے مشرف ہو کر اپنے اپنے بزرگان کے مزارات پر پانی اور دال اور شاخ کھجور و سبزی وغیرہ ڈالتے ہیں، آیا مردگان کو ان اشیاء سے عذاب قبر کی تخفیف ہوتی ہے یا نہیں؟ اور یہ فعل آنحضرت ﷺ سے ثابت اور مشروع ہے یا نہ؟ اور کس طرح سے کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۱۷۰ھ)

(۱) الدرّالمختار و ردّالمحتار: ۲/ ۴۳۶-۴۳۷، کتاب الصّلاة، باب: الوتر و النّوافل، مبحث: صلاة التّراويح، مطلب في كراهة الاقتداء في النّفل على سبيل التّداعي و في صلاة الرّغائب .

الجواب: یہ جملہ امور بدعت ہیں، خیر القرون اور سلف صالحین سے ان امور کا کچھ ثبوت نہیں ہے، اور شاخ درخت جو آنحضرت ﷺ نے قبور پر گاڑی تھی اور اس کے بعد تخفیف عذاب ہوئی وہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عاشورا کے دن قبر پر مٹی ڈالنا

سوال: (۸۰۰) یوم عاشورا میں قبر پر مٹی ڈالنا درست ہے یا نہ؟ (۱۳۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تخصیصِ یوم عاشورا بدعت ہے اور بے اصل ہے، اگر نشان قائم رکھنے کے لیے بہ وقت ضرورت قبر پر مٹی ڈلوادی جائے تا کہ نشان قبر مندرس نہ ہو جائے تو یہ درست ہے، لیکن تخصیصِ یوم وتاریخ کی معین کرنا یا اس کو ضروری سمجھنا یا التزام مثل ضروری کے کرنا یہ سب امور سبب ممانعت ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماہِ محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا کھچڑا پکا کر عوام کو کھلانا

سوال: (۸۰۱) ماہ محرم میں بعض جگہ نذر امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے کھچڑا پکایا جاتا ہے، اور وہ عوام کو کھلایا جاتا ہے۔ آیا اس کا کھانا پکانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نذر غیر اللہ کی حرام ہے، اور اگر محض ایصال ثواب کی غرض سے بلا قید تاریخ و دن کے کھانا پکا کر کھلایا جاوے تو وہ اغنیاء کو نہ کھانا چاہیے، فقراء کھا سکتے ہیں، لیکن رسم کھچڑے کی بدعت ہے، اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعوں کی چند رسمیں اور ان کا حکم

سوال: (۸۰۲)...... (الف) محرم کی مجلس میں شیعوں کے گھر جانا درست ہے کہ نہیں؟

(ب) عشرۂ محرم میں سبز کپڑے پہننا اور عورتوں کو غم حسین رضی اللہ عنہ میں چوڑیاں توڑنا درست ہے کہ نہیں؟

(ج) شربت وغیرہ تقسیم کرنا اور اس سے امید ثواب کی رکھنا اور کھچڑے کی رسم کو اہتمام سے کرنا

درست ہے یا نہیں؟

(د) ساتویں محرم کو مہندی وغیرہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

(ھ) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سید الشہداء کہنا کتاب اللہ وسنت رسول سے ثابت ہے کہ نہیں؟ (۲۴۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) شیعوں کی مجلس میں شریک ہونا درست نہیں اور شیرینی کھانا درست نہیں ہے، جو مسلمان ایسے امر کا مرتکب ہوگا گنہگار ہوگا اور ان کے ساتھ دوستی کرنا حرام ہے، خواہ تبرائی ہو خواہ غیر تبرائی۔

(ب) سبز کپڑے یا سیاہ کپڑا پہننا وغیرہ سب امور ناجائز ہیں۔

(ج) شربت وشیرینی بہ وجہ رسوم مروجہ کے سب ناجائز ہیں۔

(د) ساتویں محرم کو یہ افعال کرنے حرام ہیں۔

(ھ) حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں **سیّدا شباب أهل الجنّة**(۱) آیا ہے اور **سیّد الشّهداء حمزة**(۲) آیا ہے، اس کے خلاف مروی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عاشورا کے دن عید کی طرح زینت جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۰۳) عاشورا کے روز مثل اور عید کے زینت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: عاشورا کا دن اس امت کے لیے عید نہیں ہے، البتہ روزہ اس دن کا مع نویں یا گیارہویں کے مستحب ہے، اور اس میں توسیع طعام علی العیال بھی مستحب ہے۔ في الشّامي: **الاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فيه أثر، و هو بدعة ؛ نعم**

---

(۱) عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: الحسن والحسين سيّدا شباب أهل الجنّة (جامع التّرمذيّ: ۲/۲۱۷، أبواب المناقب، مناقب أبي محمّد الحسن بن عليّ بن أبي طالب والحسين بن عليّ بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنهما)

(۲) عن ابن عبّاس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: سيّد الشّهداء يوم القيامة : حمزة بن عبد المطّلب الحديث. (المعجم الأوسط للطّبرانيّ: ۳/۱۲۸، باب العين، من اسمهٔ عليّ، رقم الحديث: ۴۰۷۹)

حديث التوسّعة (۱) ثابت صحيح (۲) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۰۴) ایام عاشورا میں جو شربت وطعام اہل شیعہ پکوا کر عوام الناس میں تقسیم کرتے ہیں جس کو نیاز امام حسین کہا جاتا ہے، وہ ہم موحد اہل سنت کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح دیگر بزرگوں کے نام کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، کھانے حلال ہیں یا نہیں؟ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں کی قند جو سنی لوگ تقسیم کرتے ہیں کھائے جائیں یا نہیں؟ (۲/۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: غیراللہ کے نام کا جانور حلال نہیں ہے، اسی طرح طعام وشراب جو بہ نیت تقرب لغیر اللہ ہو روا نہیں ہے، اور ایصال ثواب کا کھانا اور شربت فقراء کو درست ہے اور اغنیاء کو احتراز اس سے اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہل تشیع کی شرکیہ رسوم میں شرکت کرنا

سوال: (۸۰۵) اہل تشیع محرم کے ایام میں افعال مفضی الی الکفر کے مرتکب ہوتے ہیں، مثلاً دُلدل کا نکالنا، اس موقع پر بہت سے افعال شرکیہ کرتے ہیں اس کے علاوہ تعزیہ وغیرہ رسومات کرتے ہیں، اگر کوئی اہل سنت والجماعت ایسے مجالس میں شریک ہو اور ان کی مجلس کو رونق دے اور ان کے ساتھ ہمدردی کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۲۴۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ یہ رسوم شرکیہ جو روافض اور بعض دیگر جہال کرتے ہیں شرعًا حرام اور باطل ہے، اور شرکت ایسی مجالس میں قطعًا حرام اور ناجائز ہے، اور اعانت اہلِ معصیت کی خود

---

(۱) عن ابن مسعود رضي اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم : مَنْ وَسَّعَ علٰی عیالہٖ في النَّفَقَةِ یوم عاشوراء وَسَّعَ اللہ علیه سائر سَنَتہٖ ، قال سفیان : إنّا قد جَرَّبْناہ فوجدناہ کذلك ، رواہ رزین .

(مشکاة المصابیح، ص:۱۷۰، کتاب الزّکاة ، باب فضل الصّدقة ، الفصل الثّالث)

(۲) الشّامي: ۳/ ۳۵۶، کتاب الصّوم ، باب ما یفسد الصّوم و ما لا یفسدہ ، مطلب في حدیث التّوسّعة علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء .

معصیت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآية ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (سورۂ أنعام، آیت:٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماہِ محرم میں کیا عمل کرنا چاہیے؟

سوال: (۸۰٦) اہل سنت کو عشرۂ محرم میں کیا افعال کرنے چاہئیں؟ (۱۳۳۹/۲۱۰ھ)

الجواب: اہل سنت وجماعت کو اس عشرہ میں بلکہ تمام ماہ محرم میں روزہ رکھنا خصوصًا نودس تاریخ محرم کو روزہ رکھنا ثواب کا کام ہے(۱) اور یہ ماہ محرم عنداللہ ماہ مکرم ومعظم ہے، اس میں جملہ طاعات وقربات کا ثواب زیادہ ہے(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم میں تعزیہ بنانا اور اس کا جلوس نکالنا

سوال: (۸۰۷) ہندوستان کے مقامات پر عمومًا ایام محرم میں لوگ تعزیہ بناتے اور ان کا جلوس

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أفضل الصّيام بعد رمضان شهر الله المحرّم و أفضل الصّلاة بعد الفريضة صلاة اللّيل.

(الصّحيح لمسلم: ۱/۳٦۸، كتاب الصّيام، باب فضل صوم المحرّم)

وعن الحكم بن الأعرج قال: انتهيت إلى ابن عبّاس رضي الله عنهما وهو متوسّد رداءه في زمزم، فقلت لهٗ: أخبرني عن صوم عاشوراء، فقال: إذا رأيت هلال المحرّم فاعدد و أصبح يوم التّاسع صائمًا، قلت: هكذا كان محمّد صلّى الله عليه وسلّم يصومه؟ قال: نعم.

(الصّحيح لمسلم: ۱/۳۵۹، كتاب الصّيام، باب صوم يوم عاشوراء)

(۲) ماہِ محرم عنداللہ مکرم ومعظم ہے، اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ضعیف حدیث دیلمی نے روایت کی ہے، شاید اسی روایت کی بنا پر مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس میں جملہ طاعات وقربات کا ثواب زیادہ ہے، روایت یہ ہے:

عن عليّ رضي الله تعالىٰ عنه: سيّد النّاس آدم، وسيّد العربي محمّد، و سيّد الرّوم صهيب وسيّد الفرس سلمان، وسيّد الحبشة بلال، وسيّد الجبال طور سيناء، وسيّد الشّجر السّدرة، وسيّد الأشهر محرّم، وسيّد الأيّام الجمعة الحديث رواه الدّيلميّ في مسند الفردوس و هو ضعيف. (ما ثبت بالسّنّة، ص:۸، المطبوعة: المطبع العالي نول كشور لكنؤ)

نکالتے ہیں، اور اسے عین مذہبی حکم سمجھتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ (۸۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا اور تعزیہ کے متعلق جملہ رسوم حرام اور ناجائز ہیں، اور یہ مذہبی حکم نہیں ہے، بلکہ خلاف مذہب اور خلاف حکم دین ہے، شریعت غراء نے ایسے رسومِ بد اور بدعات قبیحہ کو مٹانے کا حکم فرمایا ہے، پس اس میں کسی قسم کی شرکت اور اعانت ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۰۸) شدّوں (۱) کے آگے ایک شخص ہاتھ میں نشان پکڑے ہوئے ہوتا ہے، جس کے اطراف شہر کے نوجوان بہ ایک آواز قدم قدم پر ہائے دوست یا حسن حسین پکارتے ہوئے کودتے پھاندتے چلتے ہیں، اور تاکہ تکان معلوم نہ ہو مُنشّی اشیاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۲۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ سب فساق وفجار کا مجمع ہے جو مجمعِ شیاطین ہے، اہل اسلام کو ان امور میں شرکت اور کسی قسم کی امداد جانی ومالی دینا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایام محرم میں پان کھانے سرمہ لگانے اور سرخ کپڑے پہننے کو ناجائز سمجھنا

سوال: (۸۰۹) بعض آدمی ممنوع سمجھ کر ایام محرم میں پان کھانا، سرمہ لگانا، سرخ کپڑے پہننا ناجائز سمجھتے ہیں، ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۲۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ خیال غلط ہے، پان کھانا، سرمہ لگانا، سرخ کپڑے پہننا عورتوں کو جیسے اور دنوں میں درست ہیں ایام محرم میں بھی درست ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم میں سبز کپڑے پہننا

سوال: (۸۱۰) محرم میں سبز کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۱۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: محرم میں خصوصیت کے ساتھ سبز یا سیاہ کپڑوں کا پہننا غالباً اظہار سوگ وغیرہ کے لیے روافض خذلھم اللہ کا ایجاد ہوگا، اس لیے روافض کے ساتھ مشابہت نہ کرنی چاہیے، اور علاوہ روافض کی مشابہت کے ان ایام میں اظہار سوگ بھی شرعاً ممنوع ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا

(۱) شدّہ: وہ جھنڈا یا نشان جو محرم میں شہدائے کربلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ نکالا جاتا ہے (فیروز اللغات)

چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محرم میں اپنا منہ اور سینہ پیٹنا اور ماتم کرنا

سوال: (۸۱۱) ہمارے وطن میں محرم کے ایام میں لڑکیاں اپنا منہ اور سینہ حسنین رضی اللہ عنہما کے مظالم کو یاد کرکے پیٹتی ہیں، اور منع کرنے پر پیٹنا ثواب بتایا جاتا ہے، اس بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۲۱۶۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ حرام ہے، کیونکہ اول تو نوحہ وبکاء کے متعلق احادیث میں سخت سے سخت وعیدیں ہیں، پھر چونکہ اس خاص طریقہ میں روافض کے ساتھ پوری مشابہت اور بہت سے محرمات شرعیہ کا ارتکاب ہوتا ہے، اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل ملامت ہے، اور حدیث: من شقّ الجیوب (۱) میں علی وجہ الاتم داخل ہے، اہل سنت والجماعت ہوکر ایسے افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنا اور پھر ان کو ثواب سمجھنا حیرت انگیز ہے، ایسے خیالات سے توبہ کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کی غرض سے جو کھانا پکایا ہے اس کا ثواب حضرت حسین کی روح کو پہنچانا کیسا ہے؟

سوال: (۸۱۲) زید نے عشرۂ محرم کے دن اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وسعت رزق کا حکم اپنے اہل وعیال پر فرمایا ہے پلاؤ وفیرنی وشربت وغیرہ پکایا، اور یہ خیال کرکے کہ اس دن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی ہے، لاؤ اس کا ثواب امام حسین کی روح مبارک کو پہنچادیں، محلّہ میں سے ایک شخص نے انکار کیا، اور کہا کہ اس روز کا شربت وغیرہ بدعت ہے، اس پر علامہ کا فتویٰ ہوچکا، اب مفصل تحریر فرمادیں کہ کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۲۴۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس شخص کا قول صحیح ہے، شربت کا تقسیم کرنا اس دن جائز نہیں ہے، اور یہ بدعت

---

(۱) عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه عن النبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: لیس منّا من شقّ الجیوب وضرب الخدود و دعا بدعوة الجاهلیّة. (جامع التّرمذي: ۱/۱۹۵، أبواب الجنائز، باب ما جاء في النَّهْيِ عن ضرب الخدود وشقّ الجیوب عند المصیبة)

ہے، اور حدیث شریف میں ہے: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) اور عاشورۂ محرم کے دن محض وسعت رزقِ اہل وعیال کی نیت سے کھانے میں وسعت کرنی چاہیے، جیسا کہ حدیث شریف میں حکم ہے، اس میں اور کچھ نیت نہ ہونی چاہیے، حضرات شہداء کربلا کی ارواح کے لیے ایصال ثواب اور کسی دن کیا جاوے، کیوں کہ اس میں تخصیص یوم وفات وشہادت کی کرنا بدعت ہے، بلکہ اس میں کھانے اور شربت کی تخصیص بھی نہ ہونی چاہیے، نقد اور کپڑا وغیرہ خفیۃً محتاج کو ایصال ثواب کی نیت سے دے دیا جاوے، اس میں ثواب زیادہ ہے، عوام کا خیال کچھ اور ہے، اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیے، یہ دین کا کام ہے اس میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دینا چاہیے، عاشورا کے دن کی جس قدر بدعات ہیں ان کا بالکل استیصال کرنا چاہیے، تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی اور کتاب خوانی اور شربت وغیرہ سب ترک کرنا چاہیے، اس دن کھانے میں وسعت محض اس نیت سے کرنی چاہیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عاشورا کے دن وسعت رزق اہل وعیال پر کرنے سے تمام سال وسعتِ رزق ہوتی ہے (۲) اور یہ بھی ایک امرِ استحبابی سمجھ کر کرنا چاہیے، اس کو ضروری نہ سمجھنا چاہیے، کیوں کہ امر مستحب کو وجوب کے درجہ میں پہنچا دینا بھی بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عاشورا کے دن رشتہ داروں اور مسکینوں کو شربت پلانا اور اس کا ثواب شہدائے کربلا کو پہنچانا بدعت ہے

سوال: (۸۱۳) زید عشرۂ محرم کے دن فی سبیل اللہ شربت تیار کر کے اور سورۂ فاتحہ وقل ہو اللہ پڑھ کر اس کا ثواب شہدائے کربلا کی ارواح کو پہنچا کر ذوی القربیٰ اور مساکین کو پلا دیتا ہے، اور یہ

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قال العلّامة الشّامي عليه الرّحمة بعد تخريج هذا الحديث : و أمّا حديث التّوسّعة فرواه الثّقات ؛ وقد أفرده ابن القرافی في ”جزء“ خرجه فيه ...... و قال الجراحيّ في ”كشف الخفاء و مزيل الإلباس“: قال الحاكم أيضًا: الاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فيه أثر، و هو بدعة ؛ نعم حديث التّوسّعة ثابت صحيح كما قال الحافظ السّيوطيّ في الدّرر. (الشّامي: ۳/۳۵۵-۳۵۶، كتاب الصّوم ، باب ما يفسد الصّوم و ما لا يفسده ، مطلب في حديث التّوسّعة على العيال والاكتحال يوم عاشوراء)

خیال ہے کہ عشرہ کے دن ثواب کی زیادہ امید ہے، یہ فعل جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۳۳ھ)

الجواب: عاشورا کے دن وسعت طعام علی العیال کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے، وہ حدیث یہ ہے: من وسع علٰی عیالہٖ یوم عاشوراء وسع اللّٰہ علیہ السّنۃ کلّھا، قال جابر: جربتہ أربعین عامًا فلم یتخلف (۱) پس معلوم ہوا کہ عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال اور اقرباء واحباب کے لیے کھانے کی وسعت وارد ہوئی ہے، اس میں صدقہ کی خصوصیت وارد نہیں ہوئی، اور نہ یہ کہ صدقہ کا ثواب اس دن زیادہ ہے، پس یہ طریق ختم وغیرہ جو زید کرتا ہے مشروع نہیں ہے، بلکہ بدعت ہے اور واجب الترک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام صاحب کی سواری کا جلوس نکالنا اور منتیں ماننا

سوال: (۸۱۴) ایک لکڑی پر چاندی یا دھات وغیرہ کی نعل بہت سے پھول و مالا کے ساتھ رسی سے باندھ کر تیار کرتے ہیں، اور محرم کی ۷، ۹، ۱۰، تاریخ کو ایک آدمی مدہوشی سے لے کر چلتا ہے، اس کو امام صاحب کی سواری اور امام صاحب کا گھوڑا کہتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، شرعًا یہ کیسا ہے؟

(۱۳۴۵/۱۴۷ھ)

الجواب: یہ ناجائز اور حرام ہے، اور شرکت اس مجمع میں معصیت ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مولیٰ علی کی سواری اور شرکیہ اعمال

سوال: (۸۱۵)...... (الف) ایک شخص عشرۂ یوم محرم میں ایک لکڑی کے سرے پر ایک چاندی کا پنجہ لگاتا ہے، اور ایک مکان سجا کر جسے وہ عاشورہ خانہ کہتے ہیں؛ اس میں نصب کرتا ہے، اور اس کو مولا علی کی سواری مشہور کرتا ہے۔

(ب) عشرۂ محرم میں مرد وزن آ کر سواری کو سجدہ کرتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں، منتیں

---

(۱) ردّالمحتار علی الدّرّ: ۳/۳۵۵، کتاب الصّوم، باب ما یفسد الصّوم و ما لا یفسدہ، مطلب في حدیث التّوسعۃ علی العیال والاکتحال یوم عاشوراء.

مانتے ہیں، اور لونڈوں کا ناچ ہوتا ہے۔

(ج) سواری کے سامنے نقارے ڈھول بجائے جاتے ہیں۔

(د) سواری سے بیس قدم کے فاصلہ پر آتش کدہ سلگایا جاتا ہے، مسلمان عورتیں اس کی پوجا کرتی ہیں۔

(ھ) جو شخص پردہ نشین عورتوں کو ایسے اجتماع میں جانے کی اجازت دیتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(و) یہ شخص سواری بٹھانے والا اپنے آپ کو مولا علی کا شیر مشہور کرتا ہے، اور انعام مانگتا پھرتا ہے، اور دیگر افعال شرکیہ کا ارتکاب کرتا ہے، نماز کبھی نہیں پڑھتا ایسے شخص کا کیا حشر ہوگا؟

(ز) بہت سے لوگ مذکورہ بالا امور میں سینکڑوں روپیہ برباد کرتے ہیں، تو وہ لوگ ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۲۷) کے مصداق ہیں یا نہیں؟

(۳۰۱۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف-ھ) یہ تمام اعمال وخصائل شرکیہ ہیں، جو لوگ پردہ نشین عورتوں کو وہاں بھیج کر ان کا ناموس برباد کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں، ان کو آئندہ کے لیے توبہ کرنی چاہیے، اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو مسلمان ایسے لوگوں سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔

(و) جو مسلمان ایسے افعال شنیعہ اور اعمال شرکیہ کا ارتکاب اور اس پر اصرار کرتا ہے مسلمانوں کی جماعت میں شمار کرنے کے لائق نہیں جس کے دل میں توحید کی کچھ بھی روشنی ہے وہ کبھی بھی ایسا نہیں کرسکتا، تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ بہ حق ناموس توحید اس سے تمام علائق منقطع کردیں، اور اس کو بتادیں کہ وہ ان حالات میں صف مسلمین کے اندر جگہ نہیں پاسکتا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الآیة﴾ (سورۂ انعام، آیت:۶۸)

(ز) ایسے لوگ بے شبہ آیت کریمہ کے ہی مصداق ہیں، اور ان کی یہ امداد تعاون علی المعصیت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیة﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں تعزیہ رکھنا اور مرثیہ پڑھنا

سوال: (۸۱۶) بعض لوگ مسجد میں تعزیہ رکھتے ہیں اور مجلس کرتے ہیں، جس میں مرثیہ پڑھے جاتے ہیں، ان امور کا مسجد میں کرنا کیسا ہے؟ اور ان کا اصرار کفر ہے یا نہیں؟ (۹۱۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تعزیہ داری اور مجالس مرثیہ خوانی وغیرہ ہر جگہ اور ہر وقت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، بالخصوص مساجد میں یہ کام کرنا سخت ظلم اور معصیت اور موجب عقاب الٰہی ہے، مسلمانوں کو ایسی حرکات سے توبہ کرنی چاہیے، یہ امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، کفر نہیں ہیں، اصرار کرنے والا ان امور پر فاسق ہے اور تعزیہ کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ کے سامنے کوئی ہندو سجدہ کرے تو تعزیہ بنانے والا گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۸۱۷) تعزیہ کے سامنے کوئی ہندو اگر سجدہ کرے، اور تعزیہ بنانے والا ساجد کو نہ روکے تو گنہ گار ہوگا یا نہ؟ (۱۰۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: تعزیہ بنانے والا اور سجدہ کرنے والا اور منت ماننے والا سب ہی گنہ گار و فاسق ہیں، اور تعزیہ بنانے والا اگر ہندو کو سجدہ کرنے سے منع کرے تب بھی تعزیہ کے گناہ سے نہیں بچ سکتا، اور نہ منع کرنے میں اور بھی زیادہ شریک معصیت ہے اور معاون فعل حرام کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ بنانا اور رسوم شرکیہ کرنا

سوال: (۸۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہادت سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں تعزیہ بنانا اور اس میں قبر کی علامت بنانا اور تعزیہ پر شیرینی وروٹی وغیرہ چڑھانا اور منت ماننا اور سجدہ کرنا اور تعزیہ کا بازار اور سڑکوں پر گشت کرانا اور مسلمانوں کو اپنی گلی میں ڈھول وتاشہ ڈال کر تمسخرانہ انداز سے پیترا بدل کر بجاتے ہوئے ساتھ ساتھ رہنا، تعزیہ کے ساتھ ساتھ عورتوں کا گیت یا مرثیہ گاتے ہوئے بے پردہ پھرنا ان تمام اعمال کی شرع شریف میں کیا اصلیت ہے؟ اور ایسے کام کرنے والے کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ تعزیہ بنانے والا اور اس کے

اہتمام میں شریک ہونے والا اور تعزیہ کی تعظیم اور اس کی بزرگی کا اعتقاد رکھنے والے کو مشرک بدعتی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ تعزیہ کے گشت کرانے کے اہتمام میں نماز قضا کرنے والے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ تعزیہ کے ساتھ گشت کرنے والی عورتوں کے لیے اور ان کے لیے جو خود بھی ساتھ ساتھ رہتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا مستفتی کا یہ قول کہ تعزیہ داری شیوۂ روافض ہے —— جن پر فتویٔ تکفیر جاری ہو چکا ہے —— صحیح ہے یا غلط؟ تعزیہ مسجد میں رکھنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟ فقط (۳۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا اور اس کے ساتھ رسوم محدثہ شرکیہ کا کرنا سب حرام اور گناہ کبیرہ ہے، تعزیہ کا بنانے والا اور اس کی اعانت کرنے والا اور تعظیم کرنے والا بدعتی اور فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور جو شخص افعال شرکیہ تعزیہ کے ساتھ کرتا ہو جیسا سجدہ وغیرہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اور تعزیہ کے اہتمام میں رہنا خود موجب فسق ہے، اور نماز ترک کرنا دوسرا سبب فسق ہے، تعزیہ کے ساتھ گشت کرنے والی عورتیں اور مرد سب فاسق اور فاجر ہیں، یہ کہنا کہ تعزیہ داری شیوۂ روافض خذلهم الله کا ہے صحیح ہے، اور روافض کے بعض فرقوں غلاۃ پر فتویٰ کفر کا ہونا بھی صحیح ہے۔ كما في الشّامي: نعم، لا شكّ في تكفير من قذف السّيّدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أو أنكر صحبة الصّدّيق رضي الله عنه أو اعتقد الألوهيّة في عليّ رضي الله عنه أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصّريح إلخ(۱) (۲۹۴/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ بنانا اور اس کے سامنے مٹھائی وروٹی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا

سوال: (۸۱۹) تعزیہ بنانا وبراق وگھوڑا بنا کر اس کے سامنے مٹھائی وروٹی وغیرہ رکھ کر فاتحہ دینا کیسا ہے؟ (۱۰۳۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ امور حرام اور بدعت ہیں، مرتکب ان امور کا فاسق ومبتدع ہے، کچھ ثواب ان امور کے کرنے میں نہیں ہے، بلکہ یہ جملہ امور ورسوم معصیت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الشّامي: ۲۸۸/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب مهمّ في حكم سابّ الشّيخين.

یہ عقیدہ رکھنا باطل ہے کہ تعزیہ داری ترک کردیں گے تو ضرور نقصان ہوگا

سوال: (۸۲۰) اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے کہ اگر تعزیہ داری ترک کردیں گے تو ضرور نقصان ہوگا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ (۹۸۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسا عقیدہ رکھنے والے فاسق ومبتدع ہیں، اور یہ عقیدہ اور عمل ان کا باطل ہے اور معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ داری کی مخالفت کرنے والوں کو برادری سے خارج کرنا درست نہیں

سوال: (۸۲۱) محی الدین نگر میں تعزیہ داری قدیم سے چلی آتی ہے، اس سال ایک لڑکا قوم نورباف کا کلام اللہ حفظ کرکے آیا، اس نے اپنی قوم میں چند آدمیوں کو اپنے خیال کے مطابق بتایا کہ تعزیہ داری اچھا نہیں ہے، اس میں شرک بدعت افعال قبیح سرزد ہوتے ہیں، اس واسطے تعزیہ داری اٹھ جانا بہتر ہے، ہم لوگوں کو اس میں شرکت حرام ہے، ۸/محرم تک یہ چند آدمی تعزیہ داری سے علیحدہ رہے، ۸/محرم کو تعزیہ داراں نے ان لوگوں پر زور ڈالا کہ تعزیہ وغیرہ کے بنانے میں تم لوگوں کو بھی شرکت کرنا پڑے گا ورنہ ہم لوگ تعزیہ دار تم کو ذات سے باہر ڈال دیں گے، اس پر حافظ صاحب نے کہا کہ تعزیہ کے نیچے فاتحہ کرنا اور تعزیہ میں جو روٹی اور سبزی وغیرہ باندھی جاتی ہے وہ حرام ہے، اگر اس کی جگہ سور کا گوشت باندھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اس جملہ کے کہنے پر جملہ نور بافان اس حافظ کے خلاف ہوگئے، حافظ نے معافیٔ تقصیر چاہی، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۰۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ان حافظ صاحب کا یہ بیان صحیح ہے کہ تعزیہ داری حرام ہے اور اس کے ساتھ شرک و بدعت کا معاملہ ہوتا ہے، جملہ رسوم تعزیہ داری اور اس میں شرکت اور اعانت اور نذر و نیاز کے حرام ہونے میں اصلاً شبہ نہیں ہے، تعجب اس کا ہے کہ وہ حافظ صاحب دین پر پختہ نہ نکلے کہ جہلاء جولاہگان کی دھمکی میں آکر اپنے قول سے رجوع کیا ان کو اوران کے معاونین کو چاہیے کہ خلاف تعزیہ داری ومخالفت رسوم تعزیہ پر پختگی سے قائم رہیں، اور بہ حکم ﴿لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۴) کسی سفیہ قوم کے دھمکی میں نہ آئیں ایسی برادری اور ایسے قوم سے علیحدگی ہی اچھی

ہے جو ایسے جاہل ہوں کہ رسوم شرک و بدعت کے مرتکب ہوں اور جو کوئی اہل حق میں سے ان رسوم کا خلاف کرے تو اس کو برادری سے خارج کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

الحاصل شرعًا حافظ صاحب موصوف اوران کے معاونین کو برادری سے خارج کرنا درست نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ جملہ مسلمانان اس مقصد میں ان کے ساتھ ہوں اور انسداد شرک و بدعت میں پوری سعی کریں اور واضح ہو کہ قرآن شریف میں خنزیر اور مردار کی حرمت (۱) کے ساتھ ہی ﴿مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳) کی حرمت کو بیان فرمایا ہے، اور بتوں کو اور بت پرستی کو رجس اور رجز یعنی پلید اور نجس فرمایا ہے، بلکہ اگر سچ پوچھو تو تعزیہ اور تعزیہ داری کی نجاست اس سے زیادہ ہے کہ وہاں ظاہری پلیدی ہے اور یہاں باطنی پلیدی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جو امام تعزیہ داری میں شریک ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تعزیہ داری ثابت ہے اس کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: (۸۲۲)...... (الف) محرم میں تعزیہ سینوں کو بنانا اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور سینوں کا حاملین تعزیہ وغیرہ تماشائی لوگوں کو شربت و چائے پلانا کیسا ہے؟ اور سینوں کو تعزیہ داروں کی تقریب میں شریک ہونا یا دعوت کھانا کیسا ہے؟

(ب) اور جو امام مذکورہ باتوں سے لوگوں کو نہ روکتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تعزیہ داری ثابت ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور چونکہ ایسا امام جامع مسجد کا امام ہے تو کسی دوسری مسجد میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۱۰ھ)

الجواب: (الف-ب) تعزیہ بنانا اور اس میں کسی قسم کی جانی و مالی مدد کرنا اور شریک ہونا اور حاملین تعزیہ کو شربت و چائے وغیرہ پلانا یہ جملہ امور حرام اور معصیت کبیرہ ہیں، اور مرتکب ان امور کے فساق و فجار و مبتدع ہیں، ایسے لوگوں سے اہل سنت و جماعت کو متارکت اور علیحدگی لازم ہے، اور ان کی کسی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں ہے، اور ان کی دعوت قبول کرنا روا نہیں ہے، اور ایصال ثواب کا دعوی رسوم مذکورہ کے ادا کرنے میں محض باطل ہے، اس سے کچھ ثواب شہدائے کربلا

(۱) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳)

رضی اللہ عنہم کی ارواح کو نہیں پہنچتا، بلکہ مرتکب ان بدعات ورسوم کے عاصی وآثم ہیں، اور ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام بنانا اس کو ناجائز ہے، اس کو معزول کرنا چاہیے، اگر وہ توبہ نہ کرے اور ایسے مبتدع امام کی اقتداء کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ ادا کرنا اور عالم صالح کو امام بنانا مستحسن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنے گھر میں اور مسجد میں تعزیہ رکھنا

سوال: (۸۲۳) تعزیہ بنانا اور اپنے مکان میں رکھنا اور اس پر چڑھاوا چڑھانا اور منت ماننا کیسا ہے؟ اور جس مسجد میں تعزیہ رکھا جاتا ہے اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ باوجود علم کے اس کے معاون اور مددگار رہوں ان سے شرعاً کس قسم کا برتاؤ کیا جاوے؟ (۲۵۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا اور اس میں کسی قسم کی شرکت اور اعانت کرنا شرعاً حرام اور ناجائز ہے، اور اپنے مکان میں رکھنا اور اس پر نذریں چڑھانا اور منت مانگنا یہ سب امور حرام اور بنیاد شرک کی ہے۔ قال علیه الصّلاة والسّلام من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) اور جس مسجد میں تعزیہ رکھا جاوے اس مسجد کو اس سے پاک اور صاف کرنا اور تعزیہ کو وہاں سے اٹھانا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خانۂ کعبہ سے بتوں کو نکالا تھا اور توڑ کر پھینکوا دیا تھا (۲) اسی طرح مسجد میں سے جو کہ بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر ہے بہ موجب احادیث صحیحہ کے تعزیہ کو جو کہ مشابہ بت کے ہے اور تعزیہ پرست مشابہ بت پرست کے ہیں نکال دینا ضروری ہے، کیوں کہ مساجد کی تطہیر کا یعنی پاک رکھنے کا حکم ہے، نجاسات ظاہریہ اور نجاسات باطنیہ سے (۳) اور ظاہر ہے کہ تعزیہ نجاسات باطنیہ

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) عن عبد الله مسعود رضي الله عنهما قال: دخل النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم مكّةَ وحولَ الكعبةِ ثلاث مائة وستّون نُصُبًا فجعل يَطعَنُها بعود في يدهٖ وجعل يقول: جآء الحقّ و زَهَقَ البَاطلُ الآية . (صحيح البخاري: ۳۳۶/۲، كتاب المظالم باب هل تُكسر الدّنان الّتي فيها الخمر و تخرق الزّقاق فإن كسر صنمًا أو صليبًا أو طنبورًا أو ما لا ينتفع بخشبه إلخ)

(۳) و عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: أمر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ببناء المساجد في الدّور، و أن تنظف و تطيب . ==

میں سے ہے، کیوں کہ اس کے ساتھ معاصی کیے جاتے ہیں، اور تلوث بالمعاصی اس کی وجہ سے ہوتا ہے، پس پاک کرنا مساجد کا تعزیہ سے ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے میں خوفِ کفر ہے

سوال: (۸۲۴) جس وقت تعزیہ سامنے آئے اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۸۳۷ھ)

الجواب: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهِ اللَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ﴾ (سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۷) پس عبادت اور تعظیم غیر اللہ کی اس درجہ کی کرنی کہ اس کو رکوع وسجدہ کیا جائے حرام ہے، اور چونکہ تعزیہ ایک بت ہے اور اس کی تعظیم کرنے والے بت پرستوں کی مشابہت رکھتے ہیں، اور اکثر عوام اس کو سجدہ بھی مثل بتوں کے کرتے ہیں، اور اس کو حاجت روا جانتے ہیں، اس لیے ایسے شعار پر کفر وفسق کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا صریح فسق ومعصیت ہے کہ اس میں خوفِ کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ داری سے متعلق چند سوالات

سوال: (۸۲۵)...... (الف) عمر جو محض جاہل اور امور شرعیہ سے ناواقف تھا اس نے اپنے لڑکے یا بھتیجے کے نام سے زید کے تعزیہ پر علم چڑھایا، بعدہ عمر فوت ہوگیا، تو عمر پر عذاب ہوگا یا نہیں؟

(ب) کیا ورثائے عمر کو اس علم مذکور کو زید سے لے کر اس کے نشان کو مٹانا ضروری ہے یا نہ؟

(ج) اگر ورثائے عمر ایسا نہ کریں تو ان پر کچھ گناہ ہوگا یا نہیں؟

(د) بہ حالت خوف فتنہ کیا حکم ہے؟ اور بہ حالت غیر مجبوری ورثائے عمر کے لیے کیا حکم ہے؟

(ھ) تحفۃ الزوجین میں روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قبول کرتا اللہ بدعتی کا روزہ اور نہ نماز وغیرہ نہ فرض نہ نفل، نکل جاتا ہے وہ اسلام سے جیسا کہ نکلتا ہے

== سنن أبي داؤد: ۱/۶۶، کتاب الصّلاۃ، باب اتّخاذ المساجد في الدّور.
و جامع الترمذي: ۱/۱۳۰، أبواب الصّلاۃ، باب ما ذکر في تطییب المساجد.
و سنن ابن ماجۃ، ص: ۵۵، أبواب المساجد والجماعات، المساجد في الدّور.

بال گندھے ہوئے آٹے سے الخ، کیا تعزیہ بنانے والے اور بنوانے والے اور تعزیہ بیچنے والے اور خریدنے والے اور زیارت کرنے والے وغیرہ مثل انہیں بدعتیوں کے ہیں جن کا روزہ نماز وغیرہ کچھ مقبول نہیں ہے؟

(و) کیا تعزیہ اور بت کا حکم ایک ہے؟

(ز) کیا تعزیہ اور علم کا ایک حکم ہے؟

(ح) جو لوگ محض تفریحًا کھیل، تماشا سمجھ کر تعزیہ، علم دیکھنے جاتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(ط) جو لوگ کھیل سمجھ کر تعزیہ اور علم اٹھاتے ہیں اور لے کر چلتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(ی) جو لوگ گھر گھر چندہ کر کے بڑے اہتمام سے تعزیہ رکھتے ہیں اور روشنی کراتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(ک) ڈھول، تاشہ، جھانجھ(۱) علم وغیرہ خود بنوانا یا چندہ کر کے بہ اہتمام خود بنوانا کیسا ہے؟

(ل) کیا یہ شعر اور عبارت ذیل واجب العمل ہے؟ شعر:

تعزیہ پر جاکے مت سر کو جھکا ❁ اور اس کے پاؤں پڑنا ہے برا
فاتحہ تو واں نہ کر اے باخبر ❁ پائخانہ میں تلاوت تو نہ کر

تحفۃ الزوجین میں مرقوم ہے کہ ایسی جگہ جہاں تعزیہ وغیرہ ہو فاتحہ درود پڑھنا بھی درست نہیں۔

(م) کیا تعزیہ نجاست باطنی میں پائخانہ کی نجاست ظاہری کے برابر ہے؟

(ن) تعزیہ کے آگے حلوا ملیدہ مٹھائی وغیرہ جو لوگ رکھتے ہیں اور فاتحہ کرتے ہیں، تو ان کا کھانا شرعًا کیسا ہے؟ اگر فاتحہ نہ کریں تو اس حلوا کا کھانا کیسا ہے؟

(س) جو لوگ تعزیہ داری سے باز رہنے کی ہدایت کرتے ہیں ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

(ع) تعزیہ داری کفر و شرک ہے یا فسق و فجور؟ (۱۰۵۶/۱۳۴۲ھ)

(ف) کیا شعر ذیل صحیح ہے؟

کاٹھ و کاغذ بانس و ابرک میں نہیں حبّ امام ❁ اس کے سارے زائر و بانی کا ہے دوزخ مقام

---

(۱) جھانجھ: وہ طشتریاں یا تھالیاں جن کے نیچے ڈورا باندھا جاتا ہے اور ڈھول کے ساتھ ساتھ بجائی جاتی ہے۔۱۲ (فیروز اللغات)

الجواب: (الف) اگر عمر نے اپنے اس فعل سے توبہ نہ کی ہو اور نادم نہ ہو تو ممکن ہے کہ اس کو برابر عذاب ہو، اور بہ حکم ﴿يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۴۸و۱۱۶) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا عذاب بخش دے اور عذاب نہ ہو۔

(ب) اگر ایسا ہوسکے تو بہت اچھا ہے اور محو بدعت کا ثواب ان کو حاصل ہوگا۔

(ج) ان پر کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ وہ اس سے راضی نہیں ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾(۱)

(د) ورثۂ عمر اگر اس کا ازالہ کرسکتے ہیں تو بہتر ہے کہ اس کا ازالہ کریں اور اگر مجبور ہیں اور اس میں فتنہ ہے تو ان پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ کما مرّ.

(ھ) بدعتی کے اسلام سے نکلنے کے یہ معنی ہیں کہ کمال اسلام سے نکل جاتا ہے اور اس کے سوا دوسری تاویلیں بھی ہوسکتی ہیں اور کی گئی ہیں، اور نماز وروزہ وغیرہ عبادات کا قبول نہ ہونا جو بدعتیوں کے بارے میں وارد ہے(۲) اس وعید میں یہ بدعتی تعزیہ والے بھی داخل ہیں۔

(و) مشرکین بت پرست میں اور ان میں فرق ہے، تعزیہ والے مسلمان ہیں مگر فاسق وعاصی ہیں، اور بت پرست کافر ومشرک ہیں۔

(ز) حرمت میں برابر ہیں۔

(ح) وہ بھی فاسق اور گنہگار ہیں، کافر نہیں ہیں۔

(ط) وہ بھی فاسق ہیں۔

(ی) فاسق ہیں۔

---

(۱) سورۂ أنعام، آیت:۱۶۴، سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۱۵، سورۂ فاطر، آیت:۱۸، سورۂ زمر، آیت:۷۔

(۲) عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم لا يقبل الله لصاحب بدعة صومًا ولا صلاةً ولا صدقةً ولا حجًّا ولاعمرةً ولا جهادًا ولا صرفًا ولا عدلاً يخرج من الإسلام كما تخرج الشّعرة من العَجِيْنِ.

و عن عبد الله بن عبّاس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أبى اللّٰهُ أن يقبل عمل صاحب بدعة حتّى يَدَعَ بدعته. (سنن ابن ماجة، ص:٦، المقدّمة، باب اجتناب البدعِ والجدل)

(ک) حرام ہے اور معصیت ہے، اور مرتکب ان افعال کے فاسق ہیں۔

(ل) شعر مذکور اور مسئلہ جو تحفۃ الزوجین میں لکھا ہے صحیح ہے۔

(م) بے شک ایسا ہی ہے۔

(ن) دونوں شقوں میں فعل مذکور حرام ہے۔

(س) ثواب ہے اور اجر عظیم کے وہ لوگ مستحق ہیں، اور أمر بالمعروف ونهي عن المنكر پر عامل ہیں، اور پکے مسلمان اور سنی ہیں۔

(ع) فسق وفجور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ف) یہ بھی صحیح ہے، کیوں کہ ہر ایک معصیت اور کبیرہ گناہ مستحق دوزخ بناتے ہیں؛ اگر چہ مخلداً اور دائماً نہ ہو۔

تعزیہ کی خاطر مندر بند کروانے میں مدد کرنا

سوال: (۸۲۶) ایک مندر ۱۲ برس سے لبِ سڑک ہے جس طرف سے تعزیہ اور علم نکلتے ہیں، اس کے جھگڑے میں مسلمان چاہتے ہیں کہ مندر بند ہو جائے، تو کیا اس میں چندہ دے کر مقدمہ چلانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۹۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تعزیہ وغیرہ امور شرکیہ ہیں، اس میں کسی قسم کی امداد چندہ وغیرہ سے دینا اہل اسلام کو درست نہیں ہے، بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کے انسداد میں سعی وکوشش کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ میں چندہ نہ دینے کی وجہ سے برادری سے خارج کرنا

سوال: (۸۲۷) اس شہر میں تعزیہ ہر قوم میں بنایا جاتا ہے، اور اس قوم کے پنچ اپنی برادری سے تعزیہ کے لیے چندہ وصول کرتے ہیں، بعض لوگ گناہ سمجھ کر اس میں چندہ نہیں دیتے، اس وجہ سے پنچ ان کو برادری سے خارج کر دیتے ہیں، اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟ اگر درست نہیں ہے تو برادری سے خارج کرنا پنچوں کا خلاف شرع ہے یا نہیں؟ (۹۱۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: تعزیہ میں اور اس کے لوازمات میں چندہ دینا سخت گناہ ہے اور اعانت علی المعصیت

ہے، اس میں کسی کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اور کسی کے کہنے سے اور مجبور کرنے سے چندہ دینا جائز نہیں ہے، اور اس وجہ سے جو پنچ چندہ نہ دینے والوں کو برادری سے خارج کریں وہ سخت فاسق وفاجر ہیں کہ خوف کفر ہے، ایسے امور سے ایمان سلب ہوجاتا ہے، اور قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید وارد ہیں (۱) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا تعزیہ بنانے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت ثابت ہوتی ہے؟

سوال: (۸۲۸) تعزیہ بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تعزیہ بنانا اس لیے جائز ہے کہ اس سے محبت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہوتی ہے یہ کہنا اس کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۰۸۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا کسی طرح جائز نہیں ہے، اور یہ قول اس شخص کا غلط ہے، اس سے محبت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یہ امر ان کی ناخوشی کا باعث ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تعزیہ کے خلاف گواہی دینا کیسا ہے؟

سوال: (۸۲۹) تعزیہ کے راستہ کے متعلق مقدمہ ہوا، تین آدمیوں مسلمانوں نے خلاف گواہی دی، عدالت نے فیصلہ خلاف کیا، یعنی جو راستہ تعزیہ کا تھا اس کے خلاف دوسرا راستہ رکھا، جن لوگوں نے تعزیہ کے خلاف گواہی دی ان کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۵/۵۷ھ)

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ...... ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعه لاينقص ذلك من آثامهم شيئًا، رواه مسلم. (مشكاة المصابيح، ص:۲۹، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسّنّة، الفصل الأوّل)

وعن أوس بن شُرحبيل رضي الله عنه أنّه سمع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: من مشى مع ظالم لِيُقَوِّيَه و هو يعلم أنّه ظالم فقد خرج من الإسلام، رواه البيهقيّ في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، ص:۴۳۶، كتاب الآداب، باب الظّلم، الفصل الثّالث)

الجواب: تعزیہ سازی اور تعزیہ کا نکالنا اور تعزیہ کی تعظیم کرنا اور اس کو ماننا یہ تمام امور شریعت میں حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور تعزیہ کے ساتھ جو کچھ عوام جہال شرک کے کام کرتے ہیں اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں ان سب کاموں کا وبال تعزیہ بنانے والوں پر ہے، کیونکہ نہ وہ تعزیہ بناتے اور نہ یہ شرک و بدعات اس کے ساتھ ہوتے، افسوس صد افسوس کہ مسلمان شرک و بدعت کے کام کو دین کا کام سمجھ کر اس قسم کے سوالات کرتے ہیں، مسلمانوں کو تو متفقہ کوشش سے تعزیہ کے بند کرنے میں اور اس رسم بد کے مٹانے میں ہمت کرنی چاہیے تا کہ شرک و بدعت کے مٹانے کا ثواب حاصل ہو، تعزیہ کی کسی قسم کی تائید کرنا ہمارے نزدیک سخت معصیت اور گناہ ہے، یہ کوئی دین کا کام نہیں ہے جو اس کی تائید میں مقدمہ اور جنگ وجدال یا قتل وقتال کیا جائے، اس کو خوب سمجھ لیا جائے۔ فقط

ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک روزانہ احباب کو جمع کر کے درود شریف پڑھنا اور بارہ تاریخ کو احباب وغرباء کی دعوت کرنا

سوال: (۸۳۰) ایک شخص نے بہ غرض تکثیر ثواب بلکہ بغرض تسہیل کار یہ معمول کیا ہے کہ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ سے بارہ یوم تک روزانہ چند احباب کو جمع کر کے درود شریف پڑھتا ہے، بعد ختم حاضرین کو کچھ کھلاتا ہے، اور بارہویں تاریخ کو اپنے احباب وغرباء وطلباء کی دعوت کرتا ہے، اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے، کیوں کہ ایسا طریقہ سلف صالحین میں رائج نہ تھا، وہ جواباً کہتا ہے کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن سلف صالحین ہمیشہ اکثر اوقات درود شریف وغیرہ پڑھا کرتے تھے، ان کو خصوصیت ایام کی ضرورت نہ تھی، فی زماننا ہم لوگ بالکل غافل اور دن رات خرافات میں مبتلا رہتے ہیں، اگر دن معین نہ کریں تو درود شریف سے محروم رہیں گے، اور بارہ تاریخ کی دعوت سے غرض ایصال ثواب ہے، اگر ایسا جلسہ بجائے ربیع الاول کے کسی دوسرے مہینہ میں کیا جائے تو کیا حکم ہوگا؟ (۲۲۴۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: فقہاءؒ اس قسم کی تخصیصات کو اسی وجہ سے بدعت لکھتے ہیں کہ یہ التزام مالایلزم ہے، اور آخر میں یہ تخصیص و تعیین واجب کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے، اور جہلاء کے لیے حجت ہوتی ہے، اگر

خود اعتقادِ وجوب کا نہ ہو تب بھی دوسروں کے لیے سبب اعتقاد کا بن جاتا ہے، کما هو مشاهد في مثل هٰذه الأمور، اور یہ امر بھی موجب ممانعت فقہاء نے لکھا ہے، اور یہی وہ احداث فی الدین ہے، جس کے بارے میں ارشاد ہے: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) اور قیاس کرنا ہمارا کام نہیں ہے، پس ضروری ہے کہ آپ حضرات اکابر کے مسلک کو نہ چھوڑیں، اور اس قسم کے التزامات وتخصیصات کے پابند نہ ہوں، اور علاوہ ماہ ربیع الاول کے جس ماہ میں بھی اس قسم کی تخصیص کی جائے گی اور التزام کیا جائے گا اس کا بھی یہی حکم ہوگا (۲) اس وقت بہ وجہ عدیم الفرصتی وکثرت کام کے زیادہ تفصیل نہیں کرسکتا، اور روایات جو کتب فقہ میں موجود ہیں نقل نہیں کرسکتا کبھی موقع ہوا تو زبانی تفصیل بیان کی جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہر گھر سے چاول جمع کرکے ۱۲/ ربیع الاوّل کو کھیر پکا کر کھانا

سوال: (۸۳۱) بنگال میں اب یہ رسم جاری ہوئی ہے کہ ہر ایک باشندہ کے گھر سے ایک سیر یا آدھ سیر چاول طوعًا وکرہًا جمع کرکے ۱۲/ ربیع الاوّل کو کھیر پکا کر سب آدمی کھاتے ہیں، اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ (۸۴/۷۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس کی کچھ اصل شریعت میں نہیں ہے، بدعت ہے، اس رسم کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط

ماہِ رجب میں تبارک کی روٹیاں پکانا اور حضرت جعفرؓ کے کونڈے بھرنا

سوال: (۸۳۲)......(الف) ماہ رجب میں اکثر جگہ تبارک کی روٹیاں پکتی ہیں، اور ان پر

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) و أمّا إذا سجد بغير سبب فليس بقربة و لا مكروه و ما يفعل عقيب الصّلوات مكروه، لأنّ الجهّال يعتقدونها سنّة أو واجبةً، و كلّ مباح يؤدّي إليه فمكروه (الفتاوى العالمغيريّة: ۱/۱۳۶، كتاب الصّلاة، الباب الثّالث عشر في سجود التّلاوة، و ممّا يتّصل بذلك مسائل سجدة الشّكر)

وقال الطّيبي: من أصرّ على أمر مندوبٍ و جعله عزمًا و لم يعمل بالرّخصة فقد أصاب منه الشّيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح: ۳/۲۶، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۹۴۶)

سورۂ ملک پڑھی جاتی ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(ب) اسی مہینہ میں امام جعفرؒ کے نام کے کونڈے بھرے جاتے ہیں، یعنی پوریاں ہوتی ہیں، اس میں قید یہ ہے کہ وہ پوری صرف نمازی ہی کھاویں، اور اسی جگہ پر بیٹھ کر کھائی جاویں، کہیں باہر نہ بھیجی جاویں، ان پوریوں کا کھانے والا مستحق ثواب کا ہے یا نہیں؟

(ج) بہت سے مقامات میں سوم دسواں بیسواں، چہلم، وغیرہ ہوتے ہیں اور سوم کے روز چنے پڑھے جاتے ہیں، یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض جگہ چوکیوں پر کھانا رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے یہ فاتحہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۱۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف-ج) تبارک کی روٹیاں اور امام جعفرؒ کا کونڈا اور پوریاں اور سوم ودسواں وبیسواں وچہلم اور سوم کے چنے اور فاتحہ دینا کھانا سامنے رکھ کر، یہ جملہ رسوم ناجائز اور بدعت اور خلاف شریعت ہیں ان کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ماہِ رجب کے کونڈوں، مدار صاحب کا مرغا اور میران صاحب کی کڑھائی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۳۳) بریلی میں بہ ماہ رجب کونڈوں کی رسم یعنی نیاز ہوتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ رجب کے ہر پنج شنبہ یا جمعہ کو کونڈ ہائے گلے جدید (نئی مٹی کے کونڈوں) میں شیرینی یا فیرینی یا کسی اور قسم کا نفیس کھانا رکھ کر ایک جگہ پاک اور صاف پر جمع کر کے فاتحہ حضرت سید جلال بخاریؒ کی دلاتے ہیں، اور اپنے اہل برادری اور احباب کو بلا کر اسی مقام پر کھلاتے ہیں، یہ کھانا یا شیرینی اس جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل کرنے کی ممانعت ہے، اور اسی طرح ۲۲ رجب کو کونڈا پوریوں کا ہوتا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھی شکر دودھ میدہ کی پوریاں پکا کر کورے کونڈوں میں پاک صاف جگہ پر رکھ کر فاتحہ حضرت جعفر صادقؒ کی دی جاتی ہے، اور ان پوریوں کو بھی اسی مقام پر جہاں فاتحہ دی گئی ہے کھلاتے ہیں اس کھانے کو بھی منتقل کرنے کی اجازت نہیں ہے، یہ دونوں فاتحہ جائز ہیں یا ناجائز؟ اور جس طرح اس کے کھلانے کا قاعدہ مقرر کر لیا گیا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح مدار صاحب

کا مرغا اور میران صاحب کی کڑھائی جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس کے کرنے والوں کی نسبت کیا احکام ہیں؟ (۱۳۴۲/۹۴۰ھ)

الجواب: یہ ہر دو فاتحہ بہ ہیئت مروجہ وتخصیصات مذکورہ جائز نہیں ہیں، و تفصیله في المطوّلات اور اسی طرح مدار صاحب کا مرغا اور میران صاحب کا بکرا وکڑھائی وغیرہ بھی ناجائز اور بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادقؒ کی فاتحہ دینا

سوال: (۸۳۴) ۲۲/رجب کو فاتحہ امام جعفرؒ کی اہل سنت والجماعت کرتے ہیں، اور اس فاتحہ میں پوریاں بے نمک کی پکا کر کونڈوں میں پنڈول سے زمین لیپ کر کونڈے رکھے جاتے ہیں اور فاتحہ ہوتی ہے، یہ کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۹۸۳ھ)

الجواب: یہ محض بدعت اور ناجائز ہے، اس کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شب براءت میں حلوہ روٹی پکا کر تقسیم کرنا

سوال: (۸۳۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ خاص شب براءت میں حلوا روٹی پکا کر آپس میں ایک گھر والے دوسرے گھر والے کو اور نیز محتاجوں کو تقسیم کرتے ہیں، اور اس امر کو باعث ضرورت وثواب سمجھتے ہیں۔ (۱۳۳۰-۲۹/۵۰۰ھ)

الجواب: اس کو ضروری اور ثواب سمجھنا یا التزام ایسا کرنا جیسا کہ واجبات وضروریات کا ہوتا ہے، بدعت ہے اور ممنوع ہے، ان رسوم خلاف شریعت کو ترک کرنا لازم ہے، آنحضرت ﷺ نے اس کا کبھی امر نہیں فرمایا، نہ یہ فعل خود کیا نہ آپ کے زمانۂ خیر میں اور کسی صحابی نے اس کو کیا، نہ خیر القرون میں یہ فعل کسی نے کیا، الغرض یہ فعل بدعت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۂ حشر، آیت:۷) و قال عليه الصّلاة والسّلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ (۱) وقال عليه الصّلاة والسّلام: كلّ بدعة ضلالة

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

الحدیث (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شب براءت میں آتش بازی کرنا

سوال: (۸۳۶) شب براءت میں آتش بازی اور تلعب بالنار کا کیا حکم ہے؟ (۲۲۳۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: فی الواقع شب براءت عبادت کی شب ہے، آتش بازی اور لہولعب میں اس رات میں مشغول ہونا حرام اور اسراف ہے، جو کہ کار اخوان الشیاطین ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۷) اور کار شیطان اور لہو ولعب کو شعائر اسلام سے کہنا سخت گناہ اور فسق و فجور ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے، تلعب بالنار کسی طرح موجب قرب الٰہی نہیں ہوسکتا، اور وہ امر جو در اصل مباح ہو اور مآلاً مفضي إلی الشرك والحرمة ہو وہ بھی حرام ہوجاتا ہے، چہ جائیکہ وہ امر اصل سے ہی حرام اور ناجائز ہو (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شعبان کی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخوں میں گوشت کھانا حرام اور حلوہ کھانا ضروری ہے؟

سوال: (۸۳۷) شب براءت کی ۱۳/۱۴/۱۵/ ان تاریخوں میں گوشت کھانا کیسا ہے؟ کیا حلوا کھانا ضروری ہے؟ قاضئ شہر فرماتے ہیں ان تاریخہائے مذکورہ میں گوشت کھانا ایسا ہے جیسا کہ اپنے والد کا گوشت کھانا؟ (۱۴۵۰-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قاضی صاحب کا یہ قول لغو اور غلط ہے، شریعت میں اس کی کہیں بھی اصل نہیں ہے، ایسے ہی ان تاریخوں میں حلوا کو ضروری سمجھنا بھی بدعت اور بے اصل ہے، اس سے اجتناب کرنا

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۷۱۷) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قال الطّیبيّ: من أصرّ علی أمر مندوب و جعله عزمًا و لم یعمل بالرّخصة فقد أصاب منه الشّیطان من الإضلال، فکیف من أصرّ علی بدعة أو منکر (مرقاة المفاتیح: ۲۶/۳، کتاب الصّلاة، باب: الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل، رقم الحدیث: ۹۴۶)

چاہیے، امورِ بدعت پر اصرار حرمت کے مرادف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز کے بعد دنیا کی رسم خیال کر کے مصافحہ اور معانقہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۳۸) عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو دنیا کی رسم خیال کر کے مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا (۱۹۱/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: نماز عیدالاضحیٰ وعیدالفطر کے بعد چوں کہ عوام مصافحہ یا معانقہ کو ضروری خیال کرنے لگے ہیں، یہ تخصیص خلاف حکم شریعت ہے، اس لیے علماء منع فرماتے ہیں، اور کتابوں میں بھی ایسی تخصیص کو منع لکھا ہے، پس رسم دنیاوی بھی سمجھ کر اس کو نہ کرنا چاہیے۔ فقط والسلام مع الاکرام

نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب سے مصافحہ کرنا

سوال: (۸۳۹) بعد فراغ نماز جب امام مسجد سے جانے کا قصد کرے اس سے مصافحہ کر لینا جائز ہے یا نہ؟ اور اگر اس میں بھی کوئی کر لیوے تو گنہ گار تو نہیں ہوگا؟ اور مسجد میں مصافحہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ملاقات جائز ہے یا نہ؟ (۹۱۳/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مصافحہ بعد جماعت کے اس کو فقہاء کرام نے بدعت اور ناجائز لکھا ہے، اور شامی میں نقل کیا ہے کہ یہ طریقہ روافض کا ہے، عبارت اس کی یہ ہے: **و نقل في تبيين المحارم عن الملتقط تكره إلخ** (۱) (ص:۲۴۴) پس جب کہ یہ طریقہ روافض کا ہے اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

---

(۱) شامی کی پوری عبارت یہ ہے:

و نقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنّه تكره المصافحة بعد أداء الصّلاة بكلّ حال ، لأنّ الصّحابة رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم ما صافحوا بعد أداء الصّلاة ، و لأنّها من سنن الرّوافض اهـ . ثمّ نقل عن ابن حجر من الشّافعيّة أنّها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشّرع ، و إنّه يُنبّه فاعلها أوّلاً و يعزّر ثانيًا ، ثمّ قال: وقال ابن الحاج من المالكيّة في المدخل : إنّها من البدع و موضع المصافحة في الشّرع إنّما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبار الصّلوات ، فحيث وضعها الشّرع يضعها فينهىٰ عن ذلك و يزجر فاعله لما أتى به من خلاف السّنّة اهـ.

(الشّامي: ۹/ ۴۶۵، كتاب الحظر و الإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

علیہم اجمعین نے ایسا نہیں کیا تو خلاف سنت طریقہ کیوں اختیار کیا جاوے؟ پس شرک اس کو بھی نہ کہا جاوے مگر بدعت اور گناہ ضرور ہے، لہٰذا ترک اس کا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر، جمعہ اور عید کی نماز کے بعد باہم مصافحہ کرنا

سوال: (۸۴۰) صحاح ستہ کی معتبر حدیثوں سے یہ ثابت ہے کہ جہاں کہیں دو مسلمان جمع ہوں آپس میں مصافحہ کرنے سے محبت زیادہ ہوتی ہے، اور جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، معترضین کی جانب سے ممانعت کی جارہی ہے کہ اہل احناف جو بعد نماز فجر و جمعہ و عیدین مصافحہ کیا کرتے ہیں، صریحًا ناجائز ہے، بلکہ یہ فعل رافضیوں کا ہے، آیا اس صورت میں موافق مذہب اہل سنت والجماعت کیا حکم ہے؟ (۱۳۹۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: فقہائے حنفیہؒ نے اس مصافحہ کو بدعت اور مکروہ فرمایا ہے، اور تبیین المحارم میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے، پس ترک کرنا اس کا اہل سنت والجماعت کو لازم ہے، ردالمحتار معروف شامی میں ہے: **و نقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنّه تكره المصافحة بعد أداء الصّلاة بكلّ حال، لأنّ الصّحابة ما صافحوا بعد أداء الصّلاة، ولأنّها من سنن الرّوافض** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعا اور مناجات کرنا

سوال: (۸۴۱) جمعہ کے روز بعد اذان ثانی مناجات کرنا کیسا ہے؟ (۹۴۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مکروہ ہے اور ممنوع ہے، درمختار میں ہے: **و ينبغي أن لا يجيب بلسانه اتّفاقًا في الأذان بين يدي الخطيب** (۲) (باب الأذان)

وفي الشّامي: و إجابة الأذان حينئذ مكروهة (۳) اور حدیث شریف میں ہے: **إذا**

(۱) الشّامي: ۹/۴۶۵، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره.

(۲) الدّرّ المختار مع ردّ المحتار: ۲/۶۴، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد.

(۳) الشّامي: ۳/۳۴، كتاب الصّلاة، باب الجمعة، مطلب في حكم المرقي بين يدي الخطيب.

خرج الإمام فلا صلاة و لا کلام إلخ (۱) پس معلوم ہوا کہ بعداذان ثانی جمعہ دعا اور مناجات زبان سے نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نفل نماز کے لیے ڈھول بجا کر لوگوں کو جمع کرنا

سوال: (۸۴۲) نفل نماز کے لیے لوگوں کو اگر ڈھول بجا کر جمع کیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۵۴۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ جملہ امور جو سوال میں درج ہیں بدعت اور ناجائز ہیں، نوافل کے لیے تداعی اور اجتماع ممنوع ہے (۲) اور ڈھول بجا کر جمع کرنا اور بھی برا ہے، اور مذموم اور قبیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

عرفہ کے دن دوگانۂ حج باجماعت ادا کرنا

سوال: (۸۴۳) موضع ننگل علاقہ بہلور میں ہمارے جدامجد نماز دوگانہ حج بہ روز عرفہ قبل نماز عصر ادا کیا کرتے تھے، اور اس نماز میں ثواب حج حاصل کرنے کی نیت سے دیگر دیہات قرب و جوار کے لوگ اکثر شامل ہوا کرتے تھے، اب بعض علماء منع کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟ (۳۲/۸۵۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بہ روز عرفہ جمع ہونا لوگوں کا تشبہًا بالواقفین اور نفل بہ جماعت کثیرہ پڑھنا بہ خیال حصولِ ثوابِ حج لاریب بے اصل اور بدعت و مکروہ ہے۔ قال في الدّرّالمختار: والحاصل أنّ

---

(۱) قال الزّيلعيّ بعد تخريج هذا الحديث: "قلتُ: غريب مرفوعًا، قال البيهقيّ: رفعه وهمٌ فاحش، إنّما هو من كلام الزّهريّ، انتهٰى" ثمّ أطال الزّيلعيّ في تخريج متابعاته و شواهده، فمن شاء فليراجع. (نصب الرّاية في تخريج أحاديث الهداية للزّيلعيّ: ۲/۲۰۱، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجمعة، الحديث الخامس)

(۲) ولا التّطوّع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذلك لو على سبيل التّداعي إلخ . و في الشّامي: ثمّ إن كان ذلك أحيانًا كما فعل عمر رضي الله عنه كان مباحًا غير مكروه و إن كان على سبيل المواظبة كان بدعةً مكروهةً ، لأنّه خلاف المتوارث إلخ. (الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲/۴۳۶-۴۳۷، كتاب الصّلاة، باب: الوتر والنّوافل، مبحث : صلاة التّراويح، مطلب في كراهة الاقتداء في النّفل على سبيل التّداعي وفي صلاة الرّغائب)

الصّحيح الكراهة كما في الدّرر، بل في البحر أنّ ظاهر ما في غاية البيان أنّها تحريميّة إلخ(۱) وفي شرح المنية: و إنّما مفاتيح هذهٖ الأشياء البدع إلخ و ما لم يكن من أمرهم فهو بدعة ، والبدعة إذا لم تستلزم سنةً فهي ضلالة انتهٰى (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھا چومنا اور نماز کے بعد تین بار تہلیل کی ضرب لگانا

سوال: (۸۴۴) ایک شخص نے یہاں آکر سخت فساد کرادیا ہے، علمائے دیوبند وسہارنپو وغیرہ کو اور ان کے ہم خیال کو وہابی وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے، اور یہ چند مسائل خصوصیت کے ساتھ خود کرتا ہے اور دوسروں کو حکم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب مسائل احادیث وفقہ سے ثابت ہیں:

(الف) حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگاتا ہے، اور اس کا سخت التزام ہے، سویم، چہلم، میلا دوغیرہ پر بہت زور دیتا ہے۔

(ب) بعد نماز تین دفعہ ضرب تہلیل زور سے لگاتا ہے اور دوسرے نماز پڑھنے والوں کا بھی خیال نہیں کرتا، بلکہ اس کو ضروری امر خیال کرتا ہے۔ (۵۵۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(ج) علمائے دیوبند وسہارنپور اور ان کے ہم خیال کو وہابی متشدد وغیرہ الفاظ سے بلکہ غیر مقلد کہتا ہے۔

الجواب: (الف) صحیح بات یہ ہے کہ نام مبارک سن کر اس پر انگوٹھا چومنا سنت سے ثابت نہیں ہے، پس امر خلاف سنت پر اس قدر اصرار درست نہیں ہے، سوم وچہلم وانعقاد مجلس میلا د مروج بدعت ہے اور امور خلاف دین کو مشتمل ہے اس کو چھوڑنا چاہیے۔

(ب) یہ التزام بھی بدعت ہے اور شعار مبتدعین کا ہے اس کو اس فعل سے منع کیا جائے اور روکا

---

(۱) الشّامي: ۳/۵۶-۵۷، كتاب الصّلاة، باب العيدين ، مطلب: لا يلزم من ترك المستحبّ ثبوت الكراهة إذ لا بدّ لها من دليل خاصّ .

(۲) غنية المستملي في شرح منية المصلّي المعروف بالحلبي الكبيري، ص:۴۹۳-۴۹۴، فصل في صلاة العيد ، فروع : الخروج إلى المصلّى .

جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ج) علمائے مذکورین متبع سنت اور حنفی ہیں، بدعتی اور برے عقیدہ والے ان کو برا سمجھتے ہیں اور برا کہتے ہیں، اور یہ بہ سبب حسد اور عداوت سنت کے ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ امر موجب فسق ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انگوٹھا چومنے کے سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بے بنیاد ہے

سوال: (۸۴۵) بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نام مبارک سنتے ہیں تو غایتِ محبت سے انگوٹھے چومتے ہیں اور یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں قبول ہوئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے داہنے انگوٹھے کے درمیان دیکھو؛ چنانچہ انگوٹھے میں بعینہٖ شبیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہوئی اس وجہ سے چومنا چاہیے۔ (۱۴۷۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسا کرنا سنت سمجھ کر درست نہیں ہے، اور یہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کا صحیح نہیں ہے، بالکل بے اصل ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۴۶) 'مولود طیش' میں یہ مضمون لکھا ہے کہ جب آدم علیہ السلام آسمان پر گذرتے تو ملائکۂ مقربین بہ تعظیم آدم پیچھے پیچھے چلتے، آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار عالم! کیا سبب ہے کہ ملائکہ میری تعظیم کرتے ہیں؟ حکم ہوا کہ تمہاری پیشانی میں نور محمدی ہے؛ یہ اس کی تعظیم ہے، آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ! وہ نور کسی ایسی جگہ آجاوے کہ میں بھی اس سے مشرف ہوؤں اور دیکھوں بہ درخواست آدم وہ نور انگشتِ سبابہ میں آگیا، فوراً آدم علیہ السلام نے چوم لیا، بس یہی وجہ ہے کہ جب مؤذن: أشھد أنّ محمّدًا رّسول اللّٰہ کہتا ہے تو لوگ انگلی چوم لیتے ہیں؛ یہ سنت آدم علیہ السلام کی ہے۔

الجواب: یہ قصہ موضوع معلوم ہوتا ہے کسی حدیث واثر صحیح سے اس کا ثبوت نہیں۔فقط

کتبہٗ مفتی صاحب دیوبند، ۲۵/محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

بعد دیکھنے جواب کے چند اعتراضات پیدا ہوئے جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) جب کہ یہ عمل تعظیمًا کیا جاتا ہے تو کیوں نہ کرنا چاہیے؟ آیا ایسا نہ کرنا بھی کسی کتاب سے ثابت ہے؟ اور کون سی کتاب سے؟

(۲) جب مؤذن اذان کہتا ہے تو لوگ انگشت کو چوم لیتے ہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو اس کا بدعت ہونا کس کتاب سے ثابت ہے؟ (۱۳۰/۱۳۳۵) الراقم: محمد زبیر خاں، اعظم گڑھ

الجواب: **أقول و باللّٰہ التوفیق:** جب کہ یہ قصہ جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے ثابت نہیں ہے بلکہ موضوع حدیث ہے، تو اس کے موافق عقیدہ کر کے یہ عمل کرنا جائز نہیں، اور اس کو تعظیم سمجھنا بھی صحیح نہیں کیونکہ تعظیم امر غیر مشروع میں نہیں ہوتی، اور شامی میں اس کے متعلق بحث کی ہے، اور اس عمل کو بعض سلف سے نقل کر کے لکھا ہے: **وذکر ذلك الجراحيّ وأطال، ثمّ قال: ولم یصحّ في المرفوع من کلّ هذا شيء إلخ**(۱)

پس بناءً علیہ ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے کہ یہ عمل خلاف سنت ہے اور سنت سمجھ کر اس کو نہ کرنا چاہیے اور نیز اس وجہ سے کہ اس زمانے میں اہل بدعت کو اس میں غلو ہے اور تارک پر طعن کرتے ہیں؛ چھوڑنا اس عمل کا لازم ہے۔ **کما صرّح به الفقهاء**(۲) فقط

---

(۱) الشّامي: ۲/۶۳، کتاب الصّلاۃ، باب الأذان، مطلب في کراهة تکرار الجماعة في المسجد

(۲) امداد الفتاوی میں ہے:

سوال: تقبیل الابہامین یعنی بہ وقت کہنے مؤذن کے **أشهد أنّ محمّد رّسول اللّٰه** بہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ناخن دونوں انگوٹھوں کے چوم کر آنکھوں پر رکھنے بدعت ہیں یا سنت؟ اگر اس کی کوئی اصل ہو تو وہ حدیث یا اثر جس قدر تعداد میں ذہن مبارک میں ہوں بہ قید نام کتاب حدیث باب وفصل وصفحہ مرقوم فرما کر ممنون ومشکور فرماویں، ایک دفعہ کسی صاحب نے اس کے متعلق دو حدیثیں دو کتابوں سے پیش کی تھیں، اگرچہ ضعیف تھیں لیکن کتابیں یاد نہیں رہیں، للہ جواب سے جلدی سرفرازی عطا فرماویں، **والسّلام علیٰ من اتّبع الهدی**، نیز اگر وہ حدیثیں ضعیف ہوں تو ارشاد ہو کہ اُن پر عمل کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

جواب: مقاصد حسنہ سخاوی میں ان روایات کی تحقیق ہے، ان کا مضمون صرف یہ ہے کہ یہ عمل ہے رمد یعنی آشوب چشم کا مگر اب لوگ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں، تو بدعت ہونا ظاہر ہے اور صحیح نیت پر بھی تشبّہ ہے اہل بدعت کے ساتھ، اس لیے ترک لازم ہے۔ (امداد الفتاوی: ۵/۲۶۰، کتاب البدعات، سوال: ۲۴۵)

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتاوی رحیمیہ کامل: ۱/۵۰۴-۵۱۱، سنت وبدعت کا بیان۔ سوال: (۸۰-۸۱) مطبوعہ: مکتبۃ الاحسان دیوبند۔

آنحضرت ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی روایات صحیح ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۴۷) آنحضرت ﷺ کے نام مبارک سننے پر اذان میں ہو یا غیر اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا سنت ہے یا بدعت؟ اور جو روایات اس بارے میں آئی ہیں صحیح ہیں یا نہ؟

(۱۳۴۳/۶۷۹ھ)

الجواب: جو روایات اس بارے میں منقول ہیں، ان کے بارے میں علمائے محدثین کا یہ قول ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں، اس لیے فعل مذکور سنت نہ ہوگا اور اصرار و مداومت اس پر جائز نہ ہوگی کہ سنت ہونے کا شبہ نہ ہوجائے، شامی میں بعد نقل روایات مذکورہ جراحی سے نقل کیا ہے: و ذكر ذلك الجراحي وأطال . ثمّ قال: و لم يصح في المرفوع من كلّ هذا شيء إلخ(۱) فقط واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا

سوال: (۸۴۸) تقبیل الابہامین عند الشہادتین سنت ہے یا بدعت؟ اگر کسی حدیث سے ثابت ہے تحریر فرمائیں۔ (۱۳۳۷/۸۰ھ)

الجواب: اس عمل کی کچھ اصل صحیح ثابت نہیں ہے، اس لیے حضرات اکابر رحمہم اللہ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، اور اذان کی اجابت اور دعا بعد الاذان کے بارے میں جو الفاظ و ادعیہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں، اور صحابہ و تابعین وائمۂ دین و جمہور سلف و خلف رحمہم اللہ کا جس پر تعامل چلا آیا ہے اسی کو اختیار کیا ہے، ردالمحتار معروف بہ شامی میں اس کو نقل کرنے کے بعد جراحی سے یہ نقل کیا ہے: وذكر ذلك الجراحي وأطال ثمّ قال: ولم يصح في المرفوع من كلّ هذا شيء إلخ(۲) فقط

سوال: (۸۴۹) جس وقت نام آنحضرت ﷺ کا سنے انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر رکھنا مباح

---

(۱) الشّامي: ۶۳/۲، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد

(۲) ردّالمحتار على الدّرّالمختار شرح تنوير الأبصار لابن عابدين الشّامي: ۶۲/۲-۶۳، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد .

ہے یا بدعت؟ (۱۲۳۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: محققین نے کہا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ فالترك أحوط. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۵۰) آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر تقبیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی کہتا ہے: صریح منع ہے، دوسرا کہتا ہے: بوسہ نہ لینے والا کافر اور مشرک ہے۔ (۲۰۶۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اسم مبارک آنحضرت ﷺ کا سن کر تقبیل کرنا کسی اثر اور روایت سے ثابت نہیں ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسا نہ کرتے تھے، اور ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں ہے، لہٰذا اِتباع سنت کا یہی طریق ہے کہ اس کو ترک کیا جاوے، لیکن کرنے والے کو کافر ومشرک نہ کہا جاوے، اسی طرح تارک اس فعل کا جو کہ متبع سنت ہے اس کو کافر ومشرک کہنا جہالت قائل کی ہے۔ فقط واللہ اعلم

انگوٹھے چومنے کی حدیث ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۵۱) سنا ہے کہ انگوٹھے چومنے کی حدیث شامی میں ہے یہ حدیث کیسی ہے؟

(۱۵۱۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں کنز العباد سے اس مضمون کی یعنی تقبیل ابہامین کی حدیث نقل کی ہے، لیکن آخر میں یہ کہا ہے نقلاً عن الجراحيّ: ولم يصحّ في المرفوع من كلّ هذا شيء (۱) یعنی مرفوع حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے، حاصل یہ ہوا کہ اس کو سنت نہ سمجھنا چاہیے اور اصرار اس پر نہ کرنا چاہیے اور اصرار غیر سنت پر اچھا نہیں ہے، مگر اس حالت اصرار میں ترک اس کا لازم ہے تاکہ عوام وجوب اور سنیت کا اعتقاد نہ رکھیں، خصوصًا اس زمانے میں کہ بعض عوام کو اس میں زیادہ غلو ہے اور تارک کو ملامت وطعن کرتے ہیں ایسی حالت میں فقہاء نے امر مستحب کے بھی ترک کو ضروری قرار دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان اور اقامت کے وقت جب آنحضرت ﷺ کا نام سنے تو انگوٹھے چومنا

سوال: (۸۵۲)...... (الف) روزانہ نماز صبح کے بعد خصوصًا اکثر مساجد میں مصافحہ کیا کرتے

(۱) الشّامي: ۲/۶۲-۶۳، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة.

ہیں یہ حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(ب) کیا حدیث شریف میں یہ بھی ذکر ہے کہ اذان یا اقامت میں نام آنحضرت ﷺ پر بوسہ لیا کریں؟ (۱۸۳۶/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف-ب) یہ دونوں باتیں یعنی تخصیص مصافحہ بعد صلاۃ الفجر اور تقبیل ابہامین فی الاقامۃ حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شامی نے نقل کیا ہے کہ اذان میں بھی تقبیل ابہامین عند الشہادتین حدیث مرفوع سے ثابت نہیں ہے، بہرحال مصافحہ بعد صلاۃ الفجر بدعت ہے، اوراسی طرح تقبیل ابہامین فی الاقامۃ بہ اتفاق منفی ہے۔ قال في الشّامي ناقلاً عن تبيين المحارم عن الملتقط: أنّه تكره المصافحة بعد أداء الصّلاة بكلّ حال ، لأنّ الصّحابة رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم ما صافحوا بعد أداء الصّلاة ، ولأنّها من سنن الرّوافض اهـ . ثمّ نقل عن ابن حجر من الشّافعيّة: أنّها بدعة مكروهة ، لا أصل لها في الشّرع إلخ (۱)(جلد خامس) وفي باب الأذان منه: و ذكر ذلك الجراحي و أطال، ثمّ قال: ولم يصح في المرفوع من كلّ هذا شيء —— إلى أن قال —— إنّ هذا مختصّ بالأذان و أمّا في الإقامة فلم يوجد بعد الاستقصاء التّام والتّتبّع إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اصحابِ کہف کی نیاز دینا

سوال: (۸۵۳) نیاز اصحاب کہف قیود کے ساتھ مثلاً کھانے کی تخصیص، آدمیوں کی تعداد مقررہ، کھانے کی اشیاء کے اوزان مقررہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: نیاز اصحاب کہف طریق مخصوص، اوزان مخصوص، اشخاص معدود وغیرہ کے ساتھ بدعت ہے، اس قید اور اس التزام کی شریعت میں کچھ اصل نہیں، اور یہی اصل بدعات کی ہے، طریق جائز ومباح یہ ہے کہ بلا قید کسی تاریخ اور کسی چیز اور کسی وزن اور کسی مقدارِ مردمان وغیرہ کے جب چاہیں جو چاہیں کھانا پکوا کر گوشت روٹی یا پلاؤ پکوا کر فقراء ویتامی وبیوگان کو کھلا دیا جائے یا تقسیم

(۱) الشّامي: ۹/۴۶۵، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره .

(۲) ردّالمحتار: ۲/۶۳، كتاب الصّلاة، باب الأذان، مطلب في كراهة الجماعة في المسجد.

کر دیا جائے یا نقد یا کپڑا محتاجوں کو دے دیا جائے، اور ثواب ان اشیاء کا اصحاب کہف کو پہنچا دیا جائے، یہ طریق ہے جو ایصال ثواب اموات کے لیے صحیح و درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرنا

سوال: (۸۵۴) جماعت سے ہر فرض نماز کے بعد نہایت اختصار کے ساتھ دعا مانگی جانے کے علاوہ سنتیں اور نفلیں پڑھ لینے کے بعد پھر اسی امام کی متابعت اور اقتداء کے ساتھ نہایت طول طویل بہ آواز جہر دعا مانگی جاتی ہے، یہ جائز ہے یا بدعت؟ جب کہ نمازیوں کو اس دعا سے پریشانی ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔ (۱۶۰۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس طرح اس قسم کی دعا کا کچھ ثبوت نہیں ہے، بہ ہیئت کذائیہ التزام اس کا بدعت ہے، اور جب کہ نمازیوں کی تشویش وغیرہ کا باعث ہے تو یہ وجہ بھی کراہت کی ہے، لہٰذا اس التزام کے ساتھ اس فعل دعائے مکرر کو چھوڑ دیا جائے، دعائے اوّل بعد فرائض پر اکتفاء کیا جائے کہ وہ مسنون و مستحب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قحط سالی اور وبا وغیرہ میں اذان کہنا

سوال: (۸۵۵) زمانۂ قحط اور وبا میں اور دیگر حادثات میں اور دفن میت کے بعد اذان کہنا کیسا ہے؟ (۲۴۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان حوادثات میں اذان شارع علیہ السلام سے اور اقوال و افعال سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بستی میں طاعون ہے اس کے گرد سورۂ یٰسٓ پڑھنا

سوال: (۸۵۶) بہ وجہ مرضِ طاعون کے اگر کوئی شخص شہر کے گرداگرد سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہوا طواف کرے اور جس جگہ مبین آوے وہاں کھڑا ہو جاوے اور ''بانگ اللہ اکبر، اللہ اکبر'' سات بانگ دے کر پھر چل پڑے، اس سے طاعون دور ہو جاتا ہے، اس فعل کو سنت اور فرض کہنا کیسا ہے؟ ایک

شخص اس کو بدعت کہتا ہے۔ بینوا توجروا (۴۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ فعل شریعت سے ثابت نہیں ہے، پس فرض وسنت کہنا اس کو غلط ہے، اور بدعت کہنا صحیح ہے، کیونکہ جو امر محدث ہے وہ بدعت ہے، اور جو بدعت ہے وہ ضلال ہے۔ قال علیه الصّلاۃ والسّلام: من أحدث في أمرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردّ (۱) وقال علیه الصّلاۃ والسّلام: کلّ بدعة ضلالة الحدیث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بعد دلہن کا لوگوں کے پاؤں پر ہاتھ رکھنا

سوال: (۸۵۷) ہمارے پنجاب میں یہ رسم ہے کہ دلہن بعد نکاح کے لوگوں کے پاؤں پر ہاتھ رکھتی ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۴۸۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ رسم خلاف شرع ہے اس کو چھوڑنا چاہیے، پس یہ رسم بدعت اور ناجائز ہے۔ فقط

مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر چندہ کر کے لوگوں کی دعوت کرنا

سوال: (۸۵۸) بنگال میں ایک رسم اقامت مسجد کی جاری ہوگئی ہے، صورت اس کی یہ ہے کہ جب مسجد تیار ہوجاتی ہے تو اپنے گاؤں میں چندہ کرتے ہیں، اور تاریخ معین کر کے دس پندرہ بستی کے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں، اور کھانا کھلاتے ہیں، اس کو ایک امر ضروری اور عبادت وکارِ خیر جانتے ہیں، آیا صورت مذکورہ قرون ثلاثہ وائمۂ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اس کو ضروری جان کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۳۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ اس طریق خاص سے یہ صورت ثابت نہیں ہے، اور ضروری جاننا اس کا التزام مالا یلزم میں داخل ہو کر بدعت ہوجاوے گا، باقی ایسے افعال کی نہ شرعاً ممانعت ہے نہ حکم ہے، اگر اتفاقاً بہ وجہ اظہار مسرت واتحاد کے احباب کی دعوت کی جاوے اور ان کو کھانا کھلایا جاوے دراصل اس کی کچھ ممانعت نہیں ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لیکن ضروری جاننا اس کا

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۷۱۷) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

بے اصل ہے، اور التزام مثل واجبات کے ممنوع ہے، اور ایسے امر غیر ضروری کے لیے لوگوں سے چندہ لینا اوران پر جبر کرنا حرام ہے، اگر بانیٔ مسجد خود صاحب ثروت ہواور وہ اپنے مالِ حلال سے دعوت لوگوں کی اس خوشی میں کرے تو اس میں وہ حکم ہے جو پہلے لکھا گیا، یعنی بلا التزام درست ہے اور التزام اور ضروری جاننا اس کا بدعت ہے، باقی چندہ لینا لوگوں سے جس میں جبر وغیرہ ہوتا ہے وہ نہ چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز سے فارغ ہوکر کعبۃ اللہ کا نقشہ چومنا

سوال: (۸۵۹) ہمارے یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ نماز سے فارغ ہوکر کعبۃ اللہ کے نقشے کو چومتے ہیں، مسجد میں کعبۃ اللہ کا نقشہ رکھا ہوا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نقشہ کا چومنا ثابت نہیں ہے، ایسا نہ کرنا چاہیے، چومنے والوں کو یہ مسئلہ بتلا دینا چاہیے کہ اس کی کچھ اصل شریعت سے نہیں ہے، لہٰذا ایسا فعل چھوڑ دینا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں کے بعد بار بار الفاتحہ کہہ کر دعا مانگنا

سوال: (۸۶۰) ہر نماز کی دعا کرنے کے بعد بلند آواز سے الفاتحہ کہنا اور پھر فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ فاتحہ کے اوقات مقرر ہیں یا نہیں؟ (۲۶۴۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: نمازوں کے بعد امام ومقتدیان کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ومستحب ہے، پھر بار بار الفاتحہ کہہ کر دعا مانگنا، اور نمازیوں کو مقید رکھنا اور جو ایسا نہ کرے اس پر طعن وتشنیع کرنا یہ مکروہ ہے اور برا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد مخصوص یا معروف طریقہ پر سجدہ کرکے دعا کرنا مکروہ ہے

سوال: (۸۶۱)......(الف) بعد نماز کوئی شخص دونوں ہاتھ کی ہتھیلی پر سجدہ کرکے دعا اپنی حاجت کی خداوند کریم سے کرسکتا ہے یا نہ؟

(ب) ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرنا اور سجدہ کی حالت میں اللہ

پاک سے اپنی حاجت کے لیے دعا مانگنا یہ امر کتاب وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ (۲۴۶۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) یہ ثابت نہیں ہے، اور شامی میں نقل کیا ہے کہ یہ مکروہ ہے (۱)

(ب) ایسا کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اور شامی میں ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ **وما یفعل عقب الصّلاة فمکروہ إلخ** (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد شمال کی طرف چہرہ کرنا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا رہنا

سوال: (۸۶۲) ایک شخص بعد نماز کے شمال رخ ہاتھ باندھ کر جیسا کہ نماز میں اور آنکھیں بند کر کے کھڑا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پیر صاحب کے حضور میں ادب سے کھڑا رہتا ہوں؛ یہ فعل کیسا ہے؟ (۱۸۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ فعل خلاف شریعت ہے اور بدعت ہے، سلف سے ایسا ثابت نہیں ہے۔ فقط

مسجد میں عورتوں کا آنا، شور وشغب کرنا اور منبر پر منتیں چڑھانا

سوال: (۸۶۳) ایک شہر میں جامع مسجد ہے، اس میں عرصہ چالیس سال سے ایک رسم بدعت جاری ہے، وہ یہ ہے کہ رات کو عورتیں آتی ہیں، سو پچاس تو روزمرہ آتی رہتی ہیں، مگر ستائیسویں شب رمضان المبارک کو کئی ہزار عورتیں شیر خوار بچوں کو لے کر آتی ہیں، اور مسجد میں خوب چیخیں مارتی ہیں، اور خوب کودتی پھرتی ہیں، اور جماعت کے سامنے کو پھرتی ہیں، ایک دو بچہ روزمرہ پیشاب کر جاتا ہے، اور بے حد شور وغل ہوتا ہے، برہنہ پاؤں گھر سے آتی ہیں، اور تمام فرش مسجد کا ناپاک کر جاتی ہیں، مسجد کے دروازہ پر مٹھائی کی دکانیں لگ جاتی ہیں، خوب ریوڑی وغیرہ چڑھاتی ہیں، اور بدمعاش لوگ ان کے ساتھ میں آتے ہیں، بعض دفعہ بیہودہ حرکت بھی سننے میں آئی، مسجد میں سنگ مرمر کا منبر ہے اس پر چڑھاوا چڑھاتی ہیں، اور چومتی چاٹتی ہیں، اور اس سے منتیں مانگتی ہیں، یہ کیسا کھلا شرک اور منبر پرستی ہے؟ آیا اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۵۱۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ افعال جو مسجد میں ہوتے ہیں سخت قبیح اور مذموم ہیں، مساجد کو پاک وصاف رکھنے

(۱) الشّامي: ۵۲۲/۲، کتاب الصّلاة، باب سجود التّلاوة، مطلب في سجدة الشّکر.

کا حکم ہے، اورشوروشغب کرنا مساجد میں ممنوع وحرام ہے، بچوں کو مساجد میں لانے کی ممانعت حدیث میں وارد ہے، درمختار میں ہے: و يحرم إدخال صبيان و مجانين إلخ . شامی میں ہے: قوله: (و يحرم إلخ) لما أخرجه المنذريّ مرفوعًا جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم و بيعكم و شراء كم ، و رفع أصواتكم (الحديث)(۱)

و عن عائشة رضي الله تعالٰى عنها قالت: أمر رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ببناء المساجد في الدّور، و أن تنظف و تطيّب ، رواه أبوداؤد و التّرمذيّ و ابن ماجة (۲) ان احادیث اورروایات سے مسجدوں کے پاک وصاف رکھنے کا حکم اورلڑکوں اور دیوانوں کومسجد سے علیحدہ رکھنے کا حکم اور مسجدوں میں شوروشغب کرنے کی ممانعت وحرمت ثابت ہوئی، پس جوصورت سوال میں درج ہے کہ عورتوں کا مسجد میں بہ طریق مذکور جمع ہونا اورشوروشغب کرنا اورمسجد کوملوث کرنا وغیرہ یہ جملہ امورحرام اورمنکر ہیں، متولیان وممبران مسجد کوضروری ہے کہ ان افعال کو روکیں اور بالکلیہ انسداد اس فعل شنیع ومنکر کا کریں، ورنہ اگر باوجودقدرت کے وہ اس میں کوتاہی کریں گےتو وہ بھی ماخوذ ہوں گے، کیوں کہ أمر بالمعروف اورنهي عن المنكر جملہ مسلمانوں پرحسب استطاعت فرض ہے، حدیث شریف میں ہے: من رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده ، فإن لم يستطع فبلسانه ، فإن لم يستطع فبقلبه ، و ذلك أضعف الإيمان (۳) رواه مسلم یعنی جو شخص تم میں سے کسی امرمنکرغیرمشروع کودیکھےتو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کو بدلے اورروکے،

(۱) الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۲/۳۷۱، كتاب الصّلاة ، باب ما يفسد الصّلاة و ما يكره فيها ، مطلب في أحكام المسجد .

(۲) سنن أبي داؤد: ۱/۶۶، كتاب الصّلاة ، باب اتّخاذ المساجد في الدّور .

وجامع التّرمذي: ۱/۱۳۰، أبواب ما يتعلّق بالصّلاة ، باب ما ذكر في تطييب المساجد .

وسنن ابن ماجة ، ص: ۵۵، أبواب المساجد والجماعات ، باب تطهير المساجد و تطييبها .

(۳) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: من رأى منكم منكرًا الحديث. (الصّحيح لمسلم: ۱/۵۱، كتاب الإيمان، باب بيان كون النّهْيِ عن المنكر من الإيمان)

پھر اگر یہ نہ ہوسکے تو زبان سے روکے، پھر اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے اس کو برا جانے، اور یہ ضعیف ترمرتبہ ایمان کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چند بدعات جو عورتوں میں زیادہ رائج ہیں

سوال: (۸۶۴) کیا جمعہ والے دن غریب چھوٹے بچوں کو پیسہ بانٹنے جائز ہیں؟ گیارہویں دن عصر کے بعد مغرب تک روزہ رکھنا، مولا مشکل کشا کا نیاز اور ہر ایک چاند کے پہلے جمعہ کو روزہ رکھنا، اور اسی طرح کی چیزیں جو عورتوں میں آج کل مروج ہیں جائز ہیں یا نہیں؟ منگل کے دن حجامت نہ کرانی اور بازو پر روپیہ باندھنا، عورتوں کے لیے جمعہ کے دن کپڑا نہ دھونا، اور بدھ کو سفر نہ کرنا، منگل کے دن سر نہ دھونا، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، اور مرے ہوئے پیروں کو مرشد بنانا، قبور پر جاکر دعائیں مانگنا کہ بچہ پیدا ہو یا اور کوئی مراد مانگنی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۱۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بچوں کی تخصیص کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، محتاج اور غریبوں کو صدقہ کرنا بہتر ہے جو کچھ صدقہ خیرات کیا جاوے، یہ دیکھ لیا جاوے کہ زیادہ محتاج کون ہے اس کو دینا افضل ہے، اور بیوہ عورتوں اور یتیموں اور مسکینوں کو دیوے، اور گیارہویں دن عصر سے مغرب تک کا روزہ اور منگل کے دن حجامت نہ کرانا اور بازو پر روپیہ باندھنا اور جمعہ کے دن کپڑے نہ دھونا اور بدھ کے دن سفر نہ کرنا اور منگل کے دن سر نہ دھونا اور قبروں پر چڑھاوا چڑھانا اور اہل قبور سے اولاد مانگنا وغیرہ یہ جملہ رسوم اور اس قسم کی تمام رسوم جاہلوں کی رسمیں ہیں اور بے اصل اور خلاف شرع ہیں، ان کو ترک کرنا چاہیے، اور جمعہ کے دن روزہ رکھنا درست ہے، لیکن یہ تخصیص کہ ہر ایک چاند کے پہلے جمعہ کو خاص کرنا روزہ کے لیے اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے، غرض یہ کہ مسلمانوں کو حکم شریعت کے موافق کام کرنا چاہیے، اس قسم کی بدعات میں مشغول ہونا نہ چاہیے، ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سات سال تک میٹھی روٹیوں پر تَبٰرَكَ الَّذِیْ پڑھوانا

سوال: (۸۶۵) سات سال تک میٹھی روٹیوں پر تبارک الذی اس غرض سے پڑھوانا کہ میت

کی قبر میں قیامت تک روشنی رہے گی کہاں تک صحیح ہے؟ (۱۵۱۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بالکل بے اصل اور بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارات کی روانگی سے ایک دن پہلے نیاز ومیلاد کرنا اور بکرا کھانا

سوال: (۸۶۶) منگل کے روز بارات جاوے گی اس سے ایک روز پہلے نیاز کرنا اور میلاد کرنا اور بکرا کھانا کیسا ہے؟ (۱۵۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ رسمیں خلاف شرع ہیں اور ناجائز ہیں ان کو چھوڑنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دولہا کے گلے میں گجرا ڈالنا

سوال: (۸۶۷) بہ وقت نکاح دولہا کے گلے میں پھولوں کا گجرا ڈالتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

(۱۸۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ بدعت ہے، اس کو ترک کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے بعد دولہا کا اہلِ مجلس سے سلام ومصافحہ کرنا

سوال: (۸۶۸) نکاح کے بعد دولہا اہل مجلس سے سلام ومصافحہ کرتے ہیں، اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ فعل ضروری نہیں ہے، اور ضروری سمجھنا اس وقت خاص میں بدعت ہے۔ فقط

نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا کیسا ہے؟

سوال: (۸۶۹) نکاح میں کلمہ کا پڑھانا کیسا ہے؟ ایک عالم اس کو بدعت فرماتے ہیں؟

(۶۵۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: نکاح کے وقت کلمہ کا پڑھانا جیسا کہ بعض جگہ مروج ہے ضروری نہیں ہے، اس لیے اس وقت میں ضروری سمجھ کر کرنا بے شک بدعت ہے، پس اس کو ترک کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ رمضان کی شب میں سورۂ عنکبوت اور روم پڑھنے اور سننے کی من گھڑت فضیلت

سوال: (۸۷۰) بعض ملکوں میں رمضان شریف کی ۲۳/ شب کو بعد تراویح کے امام محلّہ لوگوں کو سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم سناتے ہیں، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ان سورتوں کے پڑھنے اور سننے والوں پر جنتی ہونے کا حکم لگانا جائز ہے یا نہ؟ (۲۴۵۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس طریقۂ مخصوصہ اور ثواب مذکور مخصوص کا کچھ ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ہے، عام فضیلت قرآن شریف کی تلاوت اور سماعت کی جو کچھ ہے وہ سب کو معلوم ہے، مگر یہ خاص فضیلت وبشارت وارد نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کنکریوں پر قرآن کی سورتیں پڑھ کر قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۱) میت کو قبر میں رکھتے وقت سب لوگ قبر کی مٹی سے کنکری لے کر اس پر قرآن شریف کی سور اور آیات پڑھ کر کنکریوں کو جمع کر کے میت کے پاس رکھتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۷۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ایسا کرنا مکروہ اور ممنوع ہے، ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ کے لیے جو مکان مقرر کیا گیا ہے اس کا نام ''نبی خانہ'' رکھنا

سوال: (۸۷۲) کسی قصبہ میں وہاں کے مسلمان کوئی مکان ایسا مقرر کریں جہاں عام مسلمانوں کی اصلاح حالت کی غرض سے خصوصًا ماہ ربیع الاوّل میں ۱۲/ یوم تک بیان میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں اور ربیع الثانی میں ۱۱/ یوم تک بیان حالات سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے سلسلہ میں اور ماہ رجب کی ۲۷/ تاریخ جشن معراج النبی کے سلسلہ میں اور ماہ محرم میں ۱۰/ یوم تک بیان واقعات شہادت امامین کے سلسلہ میں وعظ اور پند ونصائح اور متفرق ایام غیر مخصوصہ میں مجالس وعظ ونصیحت

وغیرہ اور تردید رسوم مروجہ کے لیے مقرر ہو، ایسے مکان کو نبی خانہ کے نام سے موسوم کرنا کیسا ہے؟
(۱۳۴۱/۴۹۳ھ)

الجواب: اس قسم کی تخصیصات شریعت میں نہیں ہیں، بہتر ان سب رسوم کا ترک کرنا ہے، اور ایسی جگہ کا نام جس میں رسوم محدثہ کی تردید اور احکام شریعت کی تبلیغ اور اتباع سنت کی تاکید اور وعظ اور پند ہو، ''دارالوعظ یا مکان الوعظ'' وغیرہ رکھ دیا جاوے تو مضائقہ نہیں ہے، اگرچہ اس کی ضرورت نہیں ہے، اور نبی خانہ نام رکھنا اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اٹھتے بیٹھتے ''یا محبوب سبحانی یا حسین'' کہنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۳) اٹھتے بیٹھتے یا محبوب سبحانی! یا حسین! کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۴۱/۵۶۶ھ)

الجواب: یہ سب حرام اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وباء کی بیماری میں دال چاول پکا کر لوگوں کو کھلانا اور پکاتے وقت بہ آواز بلند لآ إلٰه إلاّ اللّٰه محمّد رسول اللّٰه پڑھنا

سوال: (۸۷۴) جب وبا کی بیماری ہوتی ہے تب کچھ لوگ جمع ہو کر چاول دال لوگوں کو کھلاتے ہیں اور کھانا پکانے اور اتارنے کے وقت اس طرح ذکر لآ إلٰه إلاّ اللّٰه محمّد رسول اللّٰه کا کرتے ہیں کہ دوسرے گاؤں کے لوگ سنتے ہیں، ایسا ذکر کرنا حرام ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۰۹۷ھ)

الجواب: اس کا التزام اس خصوصیت کے ساتھ بدعت ہے، شریعت میں ثابت نہیں ہے، لہٰذا اس رسم کو ترک کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شام کو چراغ جلا کر قبلہ رخ ہو کر فاتحہ، درود، کلمہ یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا نیز میلاد کے برتنوں پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا

سوال: (۸۷۵) ہمیشہ شام کو چراغ جلا کر قبلہ رخ ہو کر فاتحہ یا درود یا کلمہ یا اور کچھ پڑھنا یا پلاؤ

وغیرہ کے برتنوں پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۶۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف کی سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۸۷۶) اس زمانہ میں جس ہیئت اور ترکیب سے کھانا سامنے رکھ کر اور اس کے آگے ہاتھ دعا کے طور پر رکھ کر بخور (لوبان) جلا کر سورۂ فاتحہ و درود پڑھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا اہتمام کرتے ہیں اور تارک کو لعن طعن کرتے ہیں، اگر بہ فرض محال یہ فعل مباح بھی ہو تو آج کل اس کا ترک کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے، موافق اس حدیث کے: **عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: لا يجعل أحدكم للشّيطان شيئًا من صلاته يرى أنّ حقًّا عليه أن لا ينصرف إلاّ عن يمينه، لقد رأيت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم كثيرًا ينصرف عن يساره، متّفق عليه** (۱) بینوا توجروا (۸۸۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں ہے کہ فاتحہ مروجہ جس طریق اور کیفیت سے مروج ہے، ایصال ثواب الی الاموات کو اس پر موقوف سمجھ رکھا ہے یہ بدعت اور ناجائز ہے، احکام مطلقہ کی تقیید اپنی طرف سے کرنا یہ بھی بدعت ہے۔ **قال عليه الصّلاة والسّلام من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ** (۲) اور امر مباح کا ایسا التزام کرنا بھی کہ وہ بہ منزلہ واجب کے سمجھا جائے ممنوع ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مفہوم ہے، پس امر محدث و بدعت کا التزام کیسے ممنوع و ناجائز نہ ہوگا؟!

سوال: (۸۷۷) کھانا آگے رکھ کر قرآن شریف کی سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ بدعت حسنہ یا سیئہ؟ (۴۶۳-۳۳/۱۳۳۴ھ)

---

(۱) **مشكاة المصابيح، ص:۸۷، كتاب الصّلاة، باب الدّعاء في التّشهّد، الفصل الأوّل.**
وصحيح البخاريّ: ۱/۱۱۸، كتاب الأذان، باب: الانفتال والانصرام عن اليمين والشّمال.
والصّحيح لمسلم: ۱/۲۴۷، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز الانصراف من الصّلاة عن اليمين والشّمال.

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۴۹۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب: بدعت سیئہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا کھانے پر فاتحہ دینا حدیث سے ثابت ہے؟

سوال: (۸۷۸) زید کہتا ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس حلوا لایا کہ اس پر میرے باپ کی فاتحہ دے دو، چنانچہ آں جناب نے فاتحہ دیدی یہ صحیح ہے یا غلط؟ (۱۲۹۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مروجہ طریقہ سے حلوا اور مٹھائی پر تلاوت آیات اور فاتحہ دیا ہو، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو فقہاء حنفیہ ان اعمال کو مکروہ نہ کہتے، حالانکہ تصریح بالکراہت کر چکے ہیں، کما في الشّامي: والحاصل أن اتّخاذ الطّعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره(۱) (۱/۹۴۰) پس زید کا قول موضوع ہے۔ ومن ادّعیٰ فعليه البيان.

کھانے پر فاتحہ دینا بدعت ہے

سوال: (۸۷۹) فاتحہ دینا کھانے وغیرہ پر جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۷۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فاتحۂ مروجۂ زمانۂ ہذا بدعت ہے، کیونکہ اس کی کوئی اصل آنحضرت ﷺ اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہیں تھی، اور یہ تقیید ہے اطلاق شارع علیہ السلام کی، لہٰذا یہ بدعت ہے۔ وقال عليه الصّلاة والسّلام: كلّ محدثة بدعة وكلّ بدعة ضلالة و كلّ ضلالة في النّار(۲)

دعا کی درخواست پر امام کا تین مرتبہ دعا کرنا

سوال: (۸۸۰) اس علاقہ میں اور بعض دیگر جگہوں میں امام مسجد بعد نماز دعائے مسنونہ کسی

---

(۱) الشّامي: ۳/۱۳۹، كتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في كراهة الضّيافة من أهل الميّت.

(۲) عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول في خطبته: يحمد الله ويثنى عليه بما هو أهله ثمّ يقول: من يهده اللّه فلا مضلّ له و من يضلله فلا هادي له، ...... و شرّ الأمور محدثاتها و كلّ محدثة بدعة الحديث. (سنن النّسائي: ۱/۱۷۹، كتاب صلاة العيدين، كيف الخطبة؟)

مقتدی کے استدعاء پر جسے کچھ حاجت یا مصیبت پیش ہوتی ہے دعائے خیر بہ شمولیت باقی مقتدیان دعا کرتا ہے، ازاں بعد بدون کسی ضرورت یا استدعاء کے محض تین عدد پورا کرنے کی خاطر تیسری دفعہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانے کے وقت ثالث بالخیر کا لفظ بھی کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وتر پسند ہے، اس لیے ایسا کرتا ہوں، یہ کہنا امام کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۰۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ طریق تین بار دعا کا شریعت میں اس التزام خاص کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور یہ التزام مالا یلزم ہے جو کہ بدعت ہے، اور اس میں جو خرابیاں ہیں وہ کتب مبسوط ورسائل مصنفہ میں مذکور ہیں (۱) لہٰذا اس طریق کو چھوڑ دینا چاہیے، اور موافق طریق سنت بعد صلوات خمسہ کے امام ومقتدیان مجتمعًا ایک دفعہ جس قدر دیر تک چاہیں دعا مانگیں مگر اس بار بار کی دعا کے التزام میں اور اس کی پابندی تجاوز عن الحدود اور ارتکاب محظورات شرعیہ ہے جو کہ جائز نہیں ہے، اور وتر ایک میں بھی حاصل ہے، کما ورد: إنّ اللّٰہ وتر یحبّ الوتر (۲) لہٰذا اس سے تین دفعہ کی دعا پر استدلال صحیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان کی چاندرات جمعرات اور ستائیسویں شب میں سات مرتبہ اذان کہنا

سوال: (۸۸۱) ماہِ رمضان میں چاندرات وجمعرات وستائیسویں شب کو سات اذانیں ایک زمانہ سے دیتے آئے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) قال الطّیبيّ: من أصرّ علی أمر مندوب و جعله عزمًا و لم یعمل بالرّخصة فقد أصاب منه الشّیطان من الإضلال، فکیف من أصرّ علی بدعة أو منکر؟! (مرقاة المفاتیح: ۲۶/۳، کتاب الصّلاة، باب: الدّعاء في التّشهّد)

(۲) عن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه عن النّبيّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم: إنّه وتر، یحبّ الوتر. (الصّحیح لمسلم: ۳۴۲/۲، کتاب الذّکر والدّعاء والتّوبة والاستغفار، باب في أسماء اللّٰه تعالٰی و فضل مَن أحصاها)

تراویح میں ختم قرآن پر مساجد میں روشنی کرنا

سوال: (۸۸۲) ختم قرآن شریف تراویح میں بعض جگہ مساجد میں روشنی کی جاتی ہے، اور اس کا بہت ہی اہتمام کیا جاتا ہے، آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، یہ اسراف ہے، نص قطعی سے حرام ہے، قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ (سورۂ اَنعام، آیت: ۱۴۱، سورۂ اَعراف، آیت: ۱۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے بعد مصلّٰی کا ایک گوشہ موڑ دینا بے اصل ہے

سوال: (۸۸۳) اکثر صاحبان مصلے کا ایک گوشہ موڑ دیتے ہیں، اس کی کیا اصلیت ہے؟ (۱۴۵۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ بے اصل اور لغو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشاء کی نماز سے پہلے تمام انبیاء پر سلام و درود بھیجنا

سوال: (۸۸۴) شہر اکولہ میں رواج ہے کہ عشاء کی نماز سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کے نام بلند آواز سے لیتے ہیں (اس طرح) الصّلاۃ والسّلام علیك یا آدم صفي اللّٰہ إلخ (۲۱۱۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پہلے بچہ کی پیدائش پر چالیس دن کے اندر اناج وغیرہ بھیجنے کو ضروری قرار دینا

سوال: (۸۸۵) خلاصہ یہ ہے کہ ہماری برادری میں یہ دستور ہے کہ جب کسی کے پہلا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے میکے میں خبر کی جاتی ہے، وہاں سے چالیس یوم کے اندر کچھ اناج اور گھی،

مٹھائی، میوہ، کپڑے، زیور بچہ کے لیے بھیجا جاتا ہے، اگر نہ بھیجیں تو تمام برادری اس کو طعن وتشنیع کرتی ہے، ان رسوم کا کیا حکم ہے؟ (۱۱/۱۱۷۱-۴۶/۱۳۴۷ھ)

الجواب: شریعت میں سلوک کرنا اور اپنی لڑکی کو یا دیگر اقرباء کو ہدیہ بھیجنا اور کچھ ہبہ کرنا اشیائے خوردنی یا کپڑوں وغیرہ کا ممنوع نہیں ہے، لیکن ان رسوم اور پابندیوں کو اٹھا دینا چاہیے کہ اگر کوئی نہ دے تو اس کو طعن وتشنیع نہ کیا جائے وغیرہ، اور التزام خاص اوقات کا بھی نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

چند گمراہ کن اشعار

سوال: (۸۸۶) جو شخص مندرجہ ذیل اشعار کا قائل ہو اور اس کا معتقد ہو وہ حنفی المذہب اور مسلمان ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بہ طور نمونہ کچھ لکھے جاتے ہیں:

عقائد میں نہیں نقصان آتا ہے کبھی واللہ ❁ اگر یا غوث الاعظم کا جو ہم تکرار کرتے ہیں
نہیں میلاد احمد کا مخالف بس سوا ان کے ❁ رشیدی دیوبندی تھانوی انکار کرتے ہیں
شب جمعہ کو روحیں آتی ہیں اپنے مکانوں میں ❁ مگر انکار اس سے بھی یہی فجار کرتے ہیں
دیا معراج میں کندھا جناب غوث کی روح نے ❁ کتابوں میں دکھاویں گے تجھے ہوشیار کرتے ہیں

(۱۴۱۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قائل اور معتقد ان اشعار کے مضمون کا بدعتی ہے، حنفیہ کی تعلیم اور فقہ کے خلاف ہے، پس وہ شخص اگرچہ اپنے آپ کو حنفی کہے مگر صحیح طور سے حنفی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
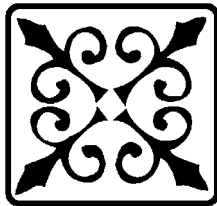
معتبر اور غیر معتبر کتابوں کا بیان

تفسیر فتح العزیز اور فتاوی عزیزیہ معتبر اور مستند ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۸۷) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی اور فتاوی عزیزیہ کے متعلق زید کہتا ہے کہ ان میں بعض مسائل خلاف شریعت ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۵۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے علم وفضل وتقویٰ میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں، لہٰذا جن چیزوں کا ثبوت ان تک پہنچ جائے وہ ویسے ہی قابل عمل ہیں جیسا کہ اور علمائے امت کے اقوال، باقی فتاوٰی عزیزیہ کے متعلق چونکہ اب تک یہی شبہ ہے کہ ان کا ہے بھی یا نہیں، اس لیے اس پر کلیۃً یہ حکم بھی نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ وہ سب صحیح اور قابل عمل ہے، خلاصہ یہ کہ فتاوٰی مذکور مستند نہیں ہے، البتہ تفسیر فتح العزیز معتبر کتابوں میں سے ہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تصنیف ہے اور صحیح ہے۔ فقط

فتاوٰی عزیزی اور ضیاء القلوب معتبر ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۸۸) مجموعۂ فتاوی شاہ عبدالعزیز صاحب معتبر وقابل عمل ہیں یا نہیں؟ اور ضیاء القلوب مصنفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب معتبر وقابل عمل ہے یا نہیں؟ (۱۴۶۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ دہلوی اور حضرت مولانا شاہ حاجی محمد امداداللہ صاحب فاروقی چشتی علمائے کبار واولیائے کرام میں سے ہیں، باقی ان حضرات کی کتابوں کا حال یہ ہے کہ مجموعۂ فتاوی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو بندہ نے نہیں دیکھا، پس جو مسائل اس میں موافق کتب فقہ حنفیہ کے ہوں ان کو معمول بہا بنانا چاہیے، اور اگر کوئی مسئلہ اس میں

خلاف کتب فقہ حنفیہ کے ہوتو اس پر عمل نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ کسی نے بعد شاہ صاحب کے کوئی مسئلہ اس میں الحاق کردیا ہو، اسی طرح ضیاء القلوب حضرت حاجی صاحب کی جو کہ سلوک طریقت میں ہے، اس کو کسی شیخ کامل خلیفہ حضرت حاجی صاحب سے سمجھنا اور پڑھنا چاہیے، ممکن ہے کہ اس میں کوئی بات ایسی ہو جو کہ عوام کے سمجھنے اور عمل کرنے کی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

'ضیاء القلوب' کی روایت صحیح نہیں

سوال: (۸۸۹) 'ضیاء القلوب' مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی میں لکھا ہے: جو کوئی اتوار کے دن کپڑا قطع کرائے اس کو کوئی نہ کوئی غم ہو، اور جو پیر کے دن قطع کرے اس کو مبارک ہوالخ؛ یہ صحیح ہے؟ اور اس پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۸/۱۷۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: سب دن اللہ کے ہیں، اور سب مبارک ہیں، اور سب میں برکت ہے، اس قسم کے توہمات ناجائز ہیں، ترک کرنا چاہیے، اور روایت مذکورہ صحیح نہیں ہے ایسا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تمام تصانیف معتبر ہیں یا نہیں؟

سوال: (۸۹۰) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی جملہ تصانیف معتمد ہیں یا نہیں؟ ان سے کہاں کہاں لغزش ہوئی؟ (۱۰۵۴/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: قال في الدّرّالمختار: و يأبى الله العصمة لكتاب غير كتابه إلخ و في ردّالمحتارعن الشّافعيّ: إنّه قال: إنّي صنفتُ هٰذه الكتب فلم آل فيها الصّواب، ولابدّ أن يوجد فيها ما يخالف كتاب الله تعالىٰ وسنّة رسوله صلّى الله عليه وسلّم. قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلٰفًا كَثِيْرًا﴾ (النّساء: ۸۲)...... قال المزنيّ: قرأت كتاب "الرّسالة" على الشّافعيّ ثمانين مرّةً، فما من مرّة إلاّ وكان يقف على خطاءٍ فقال الشّافعيّ: هيه، أبى الله أن يكون كتابًا صحيحًا غير كتابه انتهٰى (۱) پس اکابر سلف کی ان نقول سے آپ کے سوال کا جواب ظاہر ہوگیا، باقی یہ کہ شیخ عبدالحقؒ کی یا اور کسی کی کتاب میں

(۱) ترجمہ: صاحب درمختار نے فرمایا: اور حق تعالیٰ ہر کتاب کی عصمت (یعنی خطاؤں سے محفوظ ہونے) کو مکروہ رکھتا ہے سوائے اپنی کتاب کے الخ (غایۃ الاوطار) اور ردالمحتار میں امام شافعی علیہ الرحمہ سے ==

لغزشوں اور خطاء کی تعیین نہیں کی جاسکتی، جو مسئلہ کسی کتاب کا پیش ہوگا اس کی تحقیق کرنے پر خطا وصواب کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ و نعم ما قال في الدّرّالمختار: والمصنّف من اغتفر قليل خطأ المرءِ في كثير صوابه (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمے معتبر اور صحیح ہیں

سوال: (۸۹۱) مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ محدثان دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی نے جو قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے وہ غلط ہے یا صحیح؟ (۴۴۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ ہرسہ ترجمہ مذکورہ صحیح ہیں اور معتبر ہیں، یہ حضرات جن کے یہ ترجمے ہیں معتبر اور محقق عالم حنفی مذہب کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تفسیر حسینی معتبر ہے یا غیر معتبر؟

سوال: (۸۹۲) تفسیر حسینی معتبر ہے یا غیر معتبر؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نہ سب معتبر ہے اور نہ سب غیر معتبر، جو بات خاص دریافت کی جاوے اس کا حکم لکھا

== منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ان کتابوں کی تصنیف کی لیکن ان میں درستگی پر قادر نہ رہا اور ضروری ہے کہ پائی جائیں گی ان میں ایسی باتیں جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کی مخالف ہوں، فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے وہ لوگ اس میں بہت تفاوت (نساء:۸۲)

مزنی نے کہا کہ میں نے امام شافعی علیہ الرحمہ کے سامنے کتاب الرسالہ کو اَسّی (۸۰) مرتبہ پڑھا، لیکن کوئی مرتبہ ایسا نہ گزرا کہ وہ کسی غلطی کے بارے میں واقف نہ ہوئے ہوں تو شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور پڑھو، اللہ تعالیٰ نے کسی کتاب کی صحت کو پسند نہیں فرمایا سوائے اپنی کتاب کے۔

(الدّرّالمختار و ردّالمحتار: ۱/۱۰۳، تقديم المؤلّف ، مطلب : أفضل صيغ الصّلاة)

(۱) اور صاحبِ درمختار نے کتنی اچھی بات کہی: اور مُنصف وہ ہے جو آدمی کی تھوڑی خطا کو اس کی بہتیری درست گوئی میں چھپاڈالے۔ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار)

(الدّرّالمختار: ۱/۱۰۳-۱۰۴، تقديم المؤلّف ، مطلب : أفضل صيغ الصّلاة)

جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تفسیر موضح القرآن معتبر ہے

سوال: (۸۹۳) تفسیر موضح القرآن معتبر ہے؟ (۱۳۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۹۴) شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا حاشیہ قرآن مجید پر موضح القرآن صحیح ہے یا نہیں؟ (۴۴۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: موضح القرآن معتبر اور صحیح ہے، بہت مفید حواشی اور فوائد اس میں لکھے ہیں۔ فقط

کیا کتب صحاح ستہ پر عمل کرنا بدعت ہے؟

سوال: (۸۹۵) کتب صحاح ستہ کب تصنیف ہوئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں نہ ہوئی ہوں تو اس پر عمل کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ (۳۸۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ احادیث اسی وقت یعنی قرن صحابہ میں موجود تھیں، تدوین ان کی بعد میں ہوئی ہے اس کو بدعت سے کیا تعلق؟! مجمع البحار میں صحاح ستہ کے مؤلفین کے اسماء معہ تاریخ وسن ولادت و وفات درج ہے اس کو ملاحظہ کرلیں، اور مصنفین صحاح ستہ وغیر صحاح ستہ نے احادیث کو بہ سند بیان کر دیا ہے، ان احادیث سے ائمۂ مجتہدین نے مسائل استنباط فرما کر بہ غرض عمل امت بہ صورت کتب فقہ مدون فرمادیا ہے، پس ہر ایک امام مجتہد کا مقلد اپنے امام متبوع کے احکام مستنبطہ پر عمل کرے اور دلائل ان مسائل کے احادیث سے سمجھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقہ کی کتابوں میں کوئی مسئلہ کتاب وسنت کے خلاف ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۹۶) فقہ کی کتابوں میں جتنے مسئلے ہوتے ہیں وہ سب کے سب صحیح اور موافق قرآن وحدیث کے ہوتے ہیں یا کچھ مسئلے مخالف حدیث صحیح کے بھی ہوتے ہیں؟ اگر موافق ہی ہوتے ہیں تو ثابت کر کے بتلائیں، اگر کچھ مخالف بھی ہیں تو وہ کتنے مسئلے ہیں؟ اور عمل کس پر کریں؟

(۱۸۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جوکوئی دعوی کسی مسئلۂ فقہیہ کے خلاف کتاب وسنت ہونے کا کرے اس سے پوچھا جاوے کہ وہ کون سا مسئلہ خلاف کتاب وسنت کے ہے تا کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

فقہ کی چند معتبر کتابیں

سوال: (۸۹۷) فقہ کی اردو کتابوں میں کون کتاب معتبر ہے؟ (۶۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ترجمہ درمختار، ترجمہ شرح وقایہ وغیرہ معتبر کتابیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۹۸)...... (الف) غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درمختار عندالاحناف معتبر ہے یا نہیں؟

(ب) جو شخص حنفی ہونے کا مدعی ہو ترجمہ مذکورہ کو ذلیل حقیر اردو کی کتاب غیر معتبر قرار دے، تو اس شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (۱۸۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف-ب) ترجمہ درمختار کا غایۃ الاوطار معتبر کتاب ہے، اور عندالاحناف معمول بہ ہے، اس کو اردو کی کتاب کہہ کر متروک سمجھنا جہالت کی بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۸۹۹) بہ مذہب امام ابوحنیفہؒ فقہ میں بہ زبان اردو مستند اور صحیح کون سی کتاب ہے؟

(۱۳۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کتب فقہ کا ترجمہ مثل غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار اور ترجمۂ شرح وقایہ وغیرہ اور مالابدمنہ وغیرہ یہ کتابیں اور ان کے سوا فقہ کی بہت سی کتابیں ہیں جو فقہِ حنفی میں مفصل موجود ہیں، ان کو مطالعہ کیا جائے، اور کسی محقق عالم حنفی سے تصحیحِ مسائلِ ضرور یہ کرلی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقہ اکبر امام اعظم کی تصنیف ہے

سوال: (۹۰۰) فقہ اکبر کی تصنیف امام صاحبؒ کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۷۷۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: فقہ اکبر امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ کما أقر به الأعلام(۱) فقط واللہ اعلم

---

(۱) چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: قال الإمام الأعظم ==

بہشتی زیور پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال: (۹۰۱) بہشتی زیور میں مولانا اشرف علی صاحب علیہ الرحمہ نے جو کچھ لکھا ہے ہم لوگوں نے اس کو صحیح سمجھ کر اپنا دستور العمل بنا رکھا تھا، اب بعض یہ کہتے ہیں کہ اکثر مسائل اس کے غلط روایتوں سے ماخوذ ہیں، خصوصًا بزرگوں کے واقعات اس میں بالکل ہی بے جا طور سے بیان کیے گئے ہیں، جیسے حضرت ہاجرہ کی شان میں یہ لکھا ہے کہ وہ باندی تھیں(۱) حالانکہ یہ محض غلط ہے، کیوں کہ باندی ہونا ان کا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے، اس لیے جو شخص بہشتی زیور کے مضامین اور مسائل کی صحت پر اعتقاد رکھتا ہے اس کے عقائد میں خرابی ہے، لہٰذا اس کی امامت درست نہیں ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟ (۱۵۰۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

== والهـمـام الأفخم، الأقدم، قدوة الأنام أبو حنيفة الكوفيّ رحمه الله في كتابه المسمّٰى بـ"الفقه الأكبر". (شرح فقه أكبر، ص:۹، مقدّمة الشّارح)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولا ينـافـي أيضًا قاله الإمام في "الفقه الأكبر" (الشّامي على الدّرّ المختار: ۲۶۲/۴، كتـاب الـنّـكـاح، باب نكاح الكافر، مطلب في الكلام على أبوي النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم إلخ)

اور علامہ احمد بن محمد الحموی غمز عیون البصائر میں فرماتے ہیں: إنّ أبـا حـنـيـفة رحمه الله لم يصنّف شيئًا سوى "الفقه الأكبر" في علم الكلام. (شـرح الحموي على الأشباه والنّظائر المسمّٰى بـ غمز عيون البصائر: ۴۴/۱، مقدّمة الماتن)

نیز علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطنی المعروف بحاجی خلیفہ کشف الظنون میں فرماتے ہیں: الفقه الأكبر: في الـكـلام لـلإمـام الأعـظـم أبـي حـنـيـفة الـنّـعـمان بن ثابت الكوفي رحمه الله. (كشف الظّنون: ۱۲۸۷/۲، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

نیز موسوعة الفقه الإسلامي، المطبوعة وزارة الأوقاف المصرية میں ہے:

نـقـل عـن الإمام أبي حنيفة رحمه الله من أنّ الفقه هو معرفة النّفس ما لها و ما عليها، و مـا هذه المعرفة إلاّ معرفة أحكام الله بنوعيها، كما أنّه سمّى كتابه في العقائد "الفقه الأكبر".

(موسوعة الفقه الإسلامي مصر: ۱/۱، معنى الفقه، المكتبة الشّاملة، الإصدار الثّاني)

(۱) اختری بہشتی زیور عکسی، ۸/۶-۷، حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر، مطبوعہ: کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارن پوری۔

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے قصص اور نقلیات میں اختلاف ہونا محل استبعاد نہیں ہے، مگر اس اختلاف کی وجہ سے کسی دوسرے کو طعن کرنا اور نا قابل امامت ہی ٹھہرا دینا انصاف اور دین سے بعید ہے، مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمہ نے جو بات حضرت ہاجرہ کے متعلق لکھی ہے، احادیث کی رو سے بھی راجح معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث صحیحین میں حضرت سارہ کے قصہ میں لفظ **فأخدمها هاجر** موجود ہے(۱) اس کا مطلب شراح نے یہ لکھا ہے: **أي جعل الجبّار هاجر خادمة لسارة** (۲) پس ظاہر اس سے بھی ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت سارہ کی مملوکہ تھی، اور اسی وجہ سے حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ کو اپنے خاوند حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی ملک کر دیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۹۰۲) ایک شخص کہتا ہے کہ مولانا اشرف علی نے مسائل ذیل بہشتی زیور میں درج فرمائے ہیں، یہ محض بے اصل اور بے دلیل ہے، آیا یہ صحیح ہے یا کیا؟ مسائل بہشتی زیور یہ ہیں:

مسئلہ: ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی تو اس کو کسی نے تین مرتبہ زبان سے چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گی۔ (۲/۲۰)

مسئلہ: میاں پردیس میں ہے، مدت ہوگئی کہ گھر نہیں آیا، اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا، تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ (حصہ چہارم)

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنے خاص حصہ میں کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا؛ بہ شرطیکہ کپڑا اس قدر موٹا ہو کہ جسم کی حرارت اس کی وجہ سے محسوس نہ ہو۔ (۱۱/۱۹)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لم يكذب إبراهيم إلاّ ثلاث كذبات ثنتين منهنّ في ذات الله قوله: ﴿إِنِّي سَقِيْمٌ﴾ وقوله: ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ وقال بينا هو ذات يوم وسارة، إذ أتىٰ علىٰ جبار من الجبابرة، فقيل له: إنّ هٰهنا رجلاً معه امرأة من أحسن النّاس، فأرسل إليه، فسأله عنها من هذه؟ قال: أختي .... فأخدمها هاجر فأتته وهو قائم يصلّي الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۵۰۶، باب بدء الخلق و ذكر الأنبياء عليهم الصّلوٰة والسّلام، الفصل الأوّل)

(۲) مرقاة المفاتيح: ۱۰/۳۷۴، كتاب أحوال القيامة و بدء الخلق، باب بدء الخلق و ذكر الأنبياء، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۵۷۰۴۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی بے شہوت مرد یا جانور کے خاص حصہ کو یا لکڑی یا انگلی کو داخل کرے تب بھی اس پر غسل فرض ہو جائے گا منی گرے یا نہ گرے۔ (۲۰/۱۱)

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی عورت یا مرد کی ناف میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔(۲۱/۱۱)۔(۱۰۹۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ مسائل جو آپ نے بہشتی زیور کے مختلف حصص کے نقل فرمائے ہیں مولانا تھانوی سلمہ نے یہ مسائل کتب فقہ درمختار وشامی وغیرہ سے نقل فرمائے ہیں، اور کتب فقہ میں یہ مسائل موجود ہیں، مولانا سلمہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھے، لہٰذا مولانا پر کچھ اعتراض نہیں ہے، باقی یہ کہنا کہ کتب فقہ میں جو یہ مسائل لکھ دیے ہیں یہ غلط اور باطل ہیں، تو ایسی جرأت فقہاءؒ کے بارے میں وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل اور مسائل اجتہادیہ سے نابلد اور ناواقف ہے، فقہاء نے ان کی اصل کتاب وسنت سے سمجھی ہے جب ہی تو ان کو کتابوں میں لکھا ہے، اور جو عالم حقانی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے، اور اگر بالفرض کسی مجتہد سے اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاوے تو وہ قابل اعتراض نہیں ہوتی، کیونکہ مجتہد کو خطا میں بھی ثواب ملتا ہے اور ان کے مقلدین پر کچھ مواخذہ نہیں ہوتا۔

بہشتی زیور عورتوں کے لیے اچھی اور مفید کتاب ہے

سوال: (۹۰۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہشتی زیور لامذہبی اور بدعت کی کتاب ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۴۸۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: کتاب بہشتی زیور عورتوں کے لیے اچھی اور مفید کتاب ہے اور اس کے اکثر مسائل صحیح ہیں اور موافق کتب فقہ حنفیہ کے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں شبہ یا اختلاف ہو تو کتب معتبرہ سے تحقیق کر لیا جائے، اور علمائے حنفیہ سے اس کی تحقیق کر لی جاوے اس کتاب میں کوئی بات لامذہبی اور بدعت کی نہیں ہے، باقی کوئی بات اگر غیر معتبر لکھی گئی ہو تو اس کی تصحیح کر لی جاوے۔ فقط واللہ اعلم

یہ کہنا کہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی کتاب شیعوں کے لیے زہر ہے: کیسا ہے؟

سوال: (۹۰۴) مولانا عبدالشکور صاحب کی کتاب کو یہ کہنا کہ یہ شیعہ لوگوں کے لیے زہر ہے، اور ایسی ہے جیسا کہ حسینؓ کے لیے یزید تھا، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۰۲۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی تشبیہ دینا صورت مذکورہ میں غلط ہے، اور ایسی بات رافضی کہہ سکتا ہے، سنی ایسی بات نہیں کہہ سکتا، پس اگر وہ سنی ہے تو اس کو توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ ایسا کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ فقط

تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف کے خلاف اہلِ بدعت کا پروپیگنڈہ

سوال: (۹۰۵) ہم تقویۃ الایمان کو ایک اچھی اور توحید کے بیان میں ایک مفید کتاب سمجھ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں، اور اس کے مصنف حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ کا ایک فرماں بردار بندہ اور اس کی راہ میں شہید جانتے ہیں، مگر اب بعض مولوی صاحبوں کی زبانی سنا جاتا ہے کہ تقویۃ الایمان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دینے والی کتاب اور اس کے مصنف گمراہ اور ایمان سے خالی تھے، کیا یہ صحیح ہے؟ (۲۰۹۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: کتاب تقویۃ الایمان ایسی ہی کتاب ہے جیسا کہ آپ سمجھتے تھے، درحقیقت ایمان کو قوت دینے والی کتاب ہے، اور بیان توحید و اتباع سنت میں بے نظیر کتاب ہے، اور اصل ایمان توحید و رسالت کو درجہ بہ درجہ اور اپنے اپنے مرتبہ میں کما حقہ ثابت کرتی ہے، مخلات ایمان سے مسلمانوں کو بچایا گیا ہے، اور بدعات ومخترعات سے ڈرایا ہے، اور ﴿اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۵۹) کا طریقہ پوری طرح بتلا دیا ہے، اور اس کے مصنف حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ علمائے ربانیین اور نمونۂ سلفِ صالحین میں سے تھے، اشاعتِ دین وتبلیغِ توحید واتباع سنت میں اپنی عمر صرف کی اور آخر میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان بھی قربان کردی، عامل کامل تھے، اور درویش اہل باطن، مصداق آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾(سورۂ نساء، آیت:۶۹)اور حدیث شریف: عش حميدًا و مت شهيدًا(۱) کے تھے، نور الله مضجعه .

ایسی کتاب کو جو شخص گمراہ کرنے والی کتاب سمجھے اور ایسے اللہ کے مقبول بندہ کو ضال ومضل سمجھے وہ درحقیقت گمراہ اور جاہل ہے، مبتدعین کو چونکہ مولانا شہیدؒ سے خاص عداوت تھی کیونکہ مولانا نے بدعات کا استیصال کیا ہے اس لیے وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ کتاب تقویۃ الایمان کو کوئی نہ دیکھے، اور اس کے مصنف کا کوئی معتقد نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۹۰۶) کتاب مستطاب (مبارک) تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلویؒ کا پڑھنا پڑھانا، اس کو اپنے پاس رکھنا اور اس کی ہدایتوں پر عمل کرنا مسلمانوں کو ضروری اور جائز ہے یا نہیں؟ فرقۂ فضل رسولیہ، رضایہ جماعت علی شاہ پنجابی اور اس کے تابعین کا گروہ اور کئی علمائے اسلام جو حنفی المذہب ہونے کا دعوی کرتے ہیں، اور ان کے معتقدین کتاب مذکورہ اور اس کے مصنف سے سخت مخالفت اور تنفر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کو ہاتھ میں بھی نہ لینا چاہیے کہ اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے مؤمن کا ایمان قائم نہیں رہتا، اور مولوی اسماعیل پر کفر کا اطلاق عائد کرتے ہیں، حال میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے ایک مرید معتقد نے لکھنؤ کے ایک اردو اخبار میں اپنے پیر مخدوم کی تعریف کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ہمارے مولانا معظم نے بہ دلائل قاہرہ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے اَتباع پر ستر پچھتر وجہ سے لزوم کفر ثابت کردیا ہے، عرصہ ہوتا ہے کہ مولوی فضل رسول کے بیٹے مولوی عبد القادر بدایونی نے کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں ایک کتاب موسومہ سوط الجبار تصنیف کرکے مطبوع اور شائع کرادی ہے، افسوس کی جگہ ہے کہ سوط الجبار کا جواب علمائے اہل سنت سے کسی نے بھی نہیں لکھا جس سے فضل رسولیوں، مجدد بریلوی کے تابعوں اور دوسرے مخالفوں کا زعم باطل اور بھی بڑھ گیا ہوگا۔ بینوا توجروا (۲۵۲۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: کتاب تقویۃ الایمان درحقیقت اسم بامسمّٰی ہر مؤمن کے ایمان کے لیے باعث تقویت

---

(۱) في شرح السّنّة عن ابن عمر رضي الله تعالٰى عنهما أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم رأى علٰى عمر قميصًا أبيض ، فقال: أجديد قميصك هٰذا أم غسيل ؟ قال: بل غسيل، فقال: البس جديدًا و عش حميدًا و مُت شهيدًا .

(مرقاة المفاتيح: ۸/۲۱۹، كتاب اللّباس ، رقم الحديث:۴۳۴۳)

ہے اور غذائے روح ہے، اور اس کے مصنف حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ ان علمائے ربانیین میں سے ہیں کہ جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، بلا شبہ اس کے موافق عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے کیوں کہ اس کتاب میں اوّل سے آخر تک وہ عقائد اور اعمال مذکور ہیں جو اہل سنت کے عقائد و اعمال ہیں، اس میں کفر کی بیخ کنی ہے، شرک کی گردن پر توحید کا آرا چلایا گیا ہے، رسوم جاہلیت اور رسوم بدعات وشرک کی تردید ہے، ہندوستان میں بہ سبب بے علمی اور ہواء پرستی جو اعتقادات فاسدہ راسخ ہوگئے تھے اور جو بہت سی رسوم ہندوؤں کی مسلمانوں میں رائج ہوگئی تھیں اور جاہل صوفیوں اور شہوت پرست دنیا کے کتوں نے ان کو داخل ایمان سمجھ لیا تھا ان کی تردید ہے، پس ایسی کتاب پر عمل کرنے سے اور اس کو پاس رکھنے سے اور اس کو اچھا کہنے سے کسی مؤمن کا ایمان تو کیوں جائے گا؟! خدا نہ کرے ہاں! خواہش کے مطیع اور نفس پرست لوگوں کا جو مصداق حدیث: ضلّوا فأضلّوا (۱) کے ہیں اگر ایمان جاتا رہے تو اس کو نہ میں کچھ کر سکتا ہوں نہ مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کچھ کر سکتے ہیں، قدیم سے عادت اللہ تعالیٰ کی جاری ہے کہ اہلِ ہواء اہلِ حق کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں، کفار و مشرکین انبیاء علیہم السلام کو بھی یونہی کہا کرتے تھے، یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جو مبتدعین ہواء پرست کی جانب سے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کو ملا ہے، اہلِ حق کی تکفیر اہلِ ہواء ہمیشہ کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ حضرت امام غزالیؒ پر اہلِ اہواء و ناواقفین کی جانب سے کس قدر سب وشتم کا مینہ برستا تھا، اور کتاب احیاء العلوم کی کیا گت کی گئی تھی؟! وہی آج کل کے معاندین تقویۃ الایمان کی کرتے ہیں، مگر بالآخر حق واضح ہو کر رہا اور آج دنیائے اسلام میں جو مرتبہ حضرت امام غزالیؒ کا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، اور جو خوبی احیاء العلوم کو نصیب ہے سب پر روشن ہے۔

مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کے مکفر کا یہ جملہ کہ لزوم کفر ستر چھتر وجہوں سے ثابت کیا ہے، مگر علانیہ کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہیے کیا کسی عاقل دین دار کی زبان سے نکل سکتا ہے، اللہ کے لیے بغض اور حب تو من جملہ ایمان ہے تو ان لوگوں کا چھپا ہوا رفض ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کافر کہیں اور علانیہ کفر سے احتراز کریں، روافض بھی تو یہی کرتے ہیں کہ گھر میں چھپ کر سب شیخین اور تبرا کرتے ہیں اور

(۱) صحيح البخاريّ: ۱/۲۰، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم و كتب عمر بن عبدالعزيز إلخ؟

ظاہر میں سکوت کرتے ہیں، بس یہ نفاق کی شان ان لوگوں کی آپ کے ایمان واخلاص کی حقیقت کو آشکارا کرتی ہے، ہم کو کچھ کہنے کی حاجت نہیں، ہمارا تو یہ شعار ہے کہ حتی الامکان ان کو ایمان کے دائرہ میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر یہ خود دائرۂ ایمان سے خارج ہوتے ہیں تو کوئی کیوں کر روک سکتا ہے؟!

مبتدعین کی وہ ہفوات (بکواس) جو حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ کی شان میں بہ صورت رسالہ شائع ہوئی ہیں ان کا جواب متعدد مرتبہ اہل حق کی طرف سے شائع ہو چکا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے اہلِ ہواء کی یہ علامت رہی ہے کہ گو ان کی ہفوات کا دنداں شکن جواب مل جائے مگر کچھ دنوں بعد پھر انہیں ہفوات کو شائع کرتے ہیں کہ جو لوگ پہلے جوابات سے لاعلم ہوں گے وہ دھوکا کھا جائیں گے، یہی شیطانی جال دُنیائے باطل پرست میں معیار طاعت ہے، آریہ، قادیانی وغیرہ فرقوں کے صنع سے یہ امر خوب واضح ہے محتاج دلیل نہیں ہے، اس زمانہ کے رئیس المعاندین مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہیں جن کے نزدیک غالباً تکفیرِ اہلِ حق ہی وہ عمل ہے کہ جس سے درجۂ شہادت حاصل ہوتا ہے، جیسے روافض کے نزدیک تبرا اور سبّ شیخین رضی اللہ عنہما موجبِ نجات اور ذریعہ حصول ثواب شہادت ہے، ایسے ہی خاں صاحب بریلوی کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے تکفیر کے لقمہ نہیں توڑتے ہیں، ان کی ہفوات اور رسائل جن میں حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے ربانی کی تکفیر کی گئی ہے، ان کے رد میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف عالم میں شائع ہیں، یہ غلط ہے کہ اہل ہواء کے رسائل کا جواب اہل حق نے نہیں دیا، اصل جواب دیا اور بہ کثرت دیا متعدد مرتبہ دیا، ہاں! یہ بالکل صحیح ہے کہ جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے ''تحفۂ اثناء عشریہ'' کا جواب روافض سے نہ ہوسکا، ایسے ہی مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب ابن شیرِ خدا کے بعض رسائل کا جواب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور ان کے اعوان و انصار و معتقدین سے نہ ہوسکا، نہ کسی لکھنؤ کے اخبار کو یہ ہمت ہوئی کہ اس طرف توجہ کرے، بارہا شہر بریلی میں اہل حق کے وعظ ہوئے اور ہوتے ہیں اور بدعات کی تردید برسر مجمع ہوتی ہے، مگر کبھی مولوی احمد رضا خاں صاحب سے(۱) جری مکفر اہل حق کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ مقابلہ میں آئے، مولانا سید مرتضی

(۱) 'سے' یعنی جیسے مُکَفِّرِ أَهْلِ حَقّ کوالخ۔سعید احمد پالن پوری

حسن صاحب کو ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ بیس مرتبہ خاص شہر بریلی میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کتب کی تردید کرنے کا اتفاق برسر مجمع ہوا ہے، اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کو کبھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ اس کا جواب دیں، ان کے مریدین اور معتقدین آئے، فساد کی کوشش تو کسی نے کی مگر یہ کسی نے نہ کیا کہ جواب دیتا۔

الحاصل مولانا شہیدؒ اور دیگر علماء ربانی کا احوال یہ ہے کہ توحید پر جان دیتے ہیں، خدا تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو سہیم وشریک نہیں مانتے، رسول اللہ ﷺ کو رسول خاتم النبیین شفیع المذنبین مانتے ہیں خدا نہیں جانتے اور اس کو شرک سمجھتے ہیں، اور نہ آپ کو ایک دنیاوی معشوق کی طرح سراہتے ہیں کہ اس کو بھی اعلی درجہ کی بے ادبی سمجھتے ہیں، جو اعتقادات قرآن شریف اور حدیث شریف اور افعال واعمال صحابۂ کرام وائمہ مجتہدین عظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں دنیائے دون کا خیال ان کو مانع نہیں ہوتا، اس پر کیا محل اعتراض ہے اگر ہے تو اب کرے، اور جواب ترکی بہ ترکی لے، حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل حق ہمیشہ سے دنیا میں موجود ہیں اور رہیں گے، پر ہر شخص کے ہفوات کا جواب دینا نہ شرعاً ضروری ہے نہ عقلاً، زمانہ گذشتہ میں جو اہل حق نے جوابات دیے ہیں اس سے قطع نظر کر کے میں بہ آواز دہل کہتا ہوں کہ ہم پر کسی معاند و مخالف کے جواب اب باقی نہیں ہیں، مولانا سید مرتضی حسن صاحب نے ہر ہر بات کے جوابات دیے، مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تحریرات میں افتراء اور بہتان دکھائے، ان کے اقوال سے ان پر الزام دیے، اور مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے مریدین اور معتقدین نے جوابات نہیں دیے، پس یہ بڑی دلیل اہل حق کے غلبہ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید اور مولانا محمد قاسم صاحب ومولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہم اور مولانا خلیل احمد صاحب ومولانا اشرف علی صاحبؒ ومولانا محمود حسن صاحب سلّمهم وعمّ فيضُهم وجمیع علمائے دیوبند کے غلبہ اور حق پر ہونے کی ہے کہ اہلِ عناد جواب سے عاجز ہیں، اس کے سواء کسی اور دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمين، والصّلاة والسّلام علىٰ خير خلقهٖ سيّدنا ومولانا محمّد وآلهٖ وأصحابهٖ واَتباعه أجمعين، أللّٰهم آمين. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کی عبارتوں کا مطلب

سوال: (۹۰۷) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے، انبیاء اور اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے نہ وہ سنتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے، تقویۃ الایمان، صراط مستقیم لمولانا اسماعیل دہلویؒ ان الفاظ اور مضامین کے کیا معنی ہیں؟ (۴۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس میں بعض الفاظ اگرچہ سخت ہیں؛ لیکن مضمون صحیح ہے، خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کی قدرت اور اقتدار اور اختیار کے سامنے سب مجبور ہیں، اور اس میں انبیاء اور اولیاء سب داخل ہیں، اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں؛ لہٰذا جو عبادت خالص اس کے لیے ہے اس میں کسی کا تصور نہ آنا چاہیے، علی الخصوص نبی کریم ﷺ کی تعظیم مسلمان کے رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے شرک کے مشابہ ہے، اسی لیے مولانا نے یہاں ایسے سخت اور صاف الفاظ لکھے ہیں، ان کا مقصد ہرگز توہین نبی علیہ السلام نہیں، بلکہ شرک کو مٹانا اور خالص اللہ تعالیٰ کی توحید کو پختہ کرنا ہے، **وهو عين الإيمان والإحسان و إليه المستعان.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وضاحت:

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے ''تقویۃ الایمان'' کی عبارت کا جو مطلب تحریر فرمایا ہے وہ واضح ہے، مزید وضاحت کی ضرورت نہیں، البتہ سائل نے ''صراط مستقیم'' کے حوالہ سے جو بات نقل کی ہے اس کی وضاحت ضروری ہے، لیکن پہلے تمہید کے طور پر چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں، بعد میں ''صراط مستقیم'' کی عبارت کا مطلب بیان کیا جائے گا۔

پہلی بات یہ کہ اصل ''صراط مستقیم'' فارسی زبان میں ہے اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تالیف وتصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کے شیخ حضرت سید احمد شہید صاحب رائے بریلوی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جس کو شاہ اسماعیل شہیدؒ نے مرتب فرمایا ہے، اس لیے شاہ صاحب اس کے مصنف نہیں، بلکہ جامع اور مرتب ہیں، کتاب کے سرورق پر اس کی تصریح موجود ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تصوف کے بعض سلسلوں میں سالک کی تربیت کا ایک طریقہ رائج ہے،

جس کو ''صرفِ ہمت'' کہا جاتا ہے، یہ صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کی توجہ کو یکسو کرنے کے لیے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ مراقبہ میں پوری عظمت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے شیخ کا تصور کرے، یعنی تمام خیالات سے اپنے دل کو خالی کر کے دل میں شیخ کی صورت کو جمائے اور اسی کا دھیان باندھے؛ گویا وہ حاضر ہے ـــــ اور کبھی یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اسی طرح مراقبہ میں سالک رسول اللہ ﷺ کا تصور کرے، اور اپنے دل کو ہر قسم کے خیالات وخطرات سے خالی کر کے دل میں رسول اللہ کا دھیان باندھے حتی کہ اس وقت دل میں اللہ کا بھی دھیان نہ ہو؛ تاکہ پوری یکسوئی اور دلجمعی حاصل ہو ـــــ اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں ''شغل برزخ'' بھی کہا جاتا ہے، اور خود ''صراط مستقیم'' میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

فائدہ: اشغالِ مبتدعہ میں سے ''شغل برزخ'' بھی ہے، جو کہ اکثر متأخرین میں مشہور ہو گیا ہے ...... اور شغل مذکور کی صورت یہ ہے کہ وسوسوں کو دور کرنے اور ارادے جمع ہونے کے لیے پوری تعیین اور تشخیص کے ساتھ شیخ کی صورت کو خیال میں حاضر کرتے ہیں، اور خود بہ نہایت ادب اور تعظیم اپنی پوری ہمت سے اس صورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، گویا بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھے ہیں، اور دل کو اسی کی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔

(صراط مستقیم مترجم، ص:۱۳۴-۱۳۵، صراط مستقیم فارسی، ص:۱۱۸)

تیسری بات یہ ہے کہ فارسی محاورہ میں متاع دنیا کو ''گاؤخر'' سے تعبیر کرتے ہیں، فارسی کا مشہور شعر ہے:

برزباں تسبیح ودردل گاؤخر ❁ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(زباں پر تسبیح اور دل میں گاؤخر- ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟!)

ظاہر ہے کہ اس شعر میں گاؤخر سے صرف گدھا اور بیل مراد نہیں، بلکہ تمام وہ چیزیں مراد ہیں جو انسان کو خدا سے غافل کرنے والی ہیں، گاؤخر کے یہ معنی خود ''صراط مستقیم'' میں بیان کیے گئے ہیں، گاؤخر تمثیل است ہرچہ سوائے حضورِ حق است، گاؤ باشد یا خر، فیل باشد یا شتر۔ (صراط مستقیم، ص:۸۵)

ان تمہیدی باتوں کے بعد جاننا چاہیے کہ ''صراط مستقیم'' میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے'' ـــــ صراط مستقیم کی عبارت اور اس کا ترجمہ

ذیل میں درج کیا جاتا ہے اس کو غور سے پڑھیں:

آرے بہ مقتضائے ﴿ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ از وسوسۂ زنا خیالِ مجامعتِ زوجۂ خود بہتر است ــــ وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثالِ آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ وخر خود است کہ خیالِ آں با تعظیم واجلال بسویدائے دلِ انسان می چسپد، بخلاف خیالِ گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود ونہ تعظیم، بلکہ مہان ومحقر می بود، وایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد (صراطِ مستقیم، ص:۸۶)

ترجمہ: ہاں بہ مقتضائے ﴿ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ (اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہیں) زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے ــــ اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں صرفِ ہمت کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے، کیوں کہ شیخ کا خیال تو تعظیم وتکریم کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں پیوست ہوجاتا ہے، اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ اس قدر چسپیدگی (تعلق اور لگاؤ) ہوتی ہے اور نہ تعظیم، بلکہ وہ خیال حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر اللہ کی یہ تعظیم وتکریم جو نماز میں ملحوظ ومقصود ہوتی ہے شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے دھیان کو ہٹا کر کسی اور چیز کی طرف لے جانا برا ہے، کیوں کہ ہیئاتِ نماز میں جو خشوع وخضوع اور توجہ الی اللہ مطلوب ہے اس کے منافی ہے، لیکن تمام وساوس اور خیالات کا حکم یکساں نہیں ہے، بلکہ بعض وساوس بعض سے زیادہ برے ہیں، مثلاً اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا خیال اتنا برا نہیں جتنا زنا کا خیال برا ہے ــــ اسی طرح نماز میں اپنے شیخ یا کسی بزرگ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف صرفِ ہمت کرنا یعنی اپنے دل کو تمام خیالات حتی کہ توجہ الی اللہ سے بھی قصداً خالی کر کے شیخ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ہمہ تن متوجہ کرنا اور اسی کو مرکز توجہ بنانا، یہ زیادہ برا ہے دنیوی وساوس میں مستغرق ہونے سے، کیوں کہ دنیوی وساوس قصد واختیار سے نہیں لائے جاتے، بلکہ خود بہ خود آجاتے ہیں اور نمازی کو اُن سے ایسی دلچسپی نہیں ہوتی جو مفضی الی التعظیم ہو، بلکہ ان کی حقارت پیش نظر رہتی ہے، اسی لیے جب نمازی کو اس کا خیال آتا ہے تو تمام وساوس کو دل سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور خشوع وخضوع

پیدا کر لیتا ہے، برخلاف ''صرفِ ہمت'' کے کہ اس میں بالقصد اپنی توجہ کا مرکز شیخ یا رسولِ خدا کو بنایا جاتا ہے اور ان کے تصور کے سوا ہر خیال کو حتی کہ اللہ جل شانہٗ کے خیال کو بھی دل سے نکال کر شیخ یا رسالت مآب ﷺ کی خیالی صورت کو تعظیم وتکریم کے ساتھ ملحوظ ومقصود بنایا جاتا ہے، اس لیے نمازی توجہ الی اللہ سے محروم ہو جاتا ہے، اور اس کی تعظیم وتکریم یعنی قیام رکوع اور سجدہ وغیرہ سب غیر اللہ کے لیے ہو جاتا ہے، اور ایسی تعظیم وتکریم انسان کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے، اسی لیے ''صرف ہمت'' کو دنیوی وساوس سے بدرجہا بدتر کہا گیا ہے، فَافْهَمْ وَ تَدَبَّرْ !!

لیکن صرف ہمت اور شغلِ برزخ کے بغیر نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال آجائے یا التحیات اور درود شریف پڑھتے وقت آنحضرت ﷺ کی طرف خیال چلا جائے، اس طرح پر کہ توجہ الی اللہ میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو اس کی نماز نہ صرف کامل بلکہ اکمل ہوگی، خود ''صراطِ مستقیم'' میں اس مقام پر تصریح ہے کہ اگر حالتِ نماز میں ملائکہ اور انبیاء واولیاء کی ارواح کا انکشاف ہو جائے تو وہ قبیح اور مذموم نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کا جلیل القدر انعام ہے، جو اللہ کے مخصوص بندوں کو عطا کیا جاتا ہے، صراط مستقیم میں ہے:

نباید دانست کہ سنوح مسائل غریبہ وکشف ارواح وملائکہ در نماز قبیح است، بلکہ توجیہ ہمت وقصد ایں کار در طویّت وامتزاج ایں مدّعا در نیت، مخالفِ خلوص مخلصاں است، واما سنوح وکشف مذکورَین پس از قبیل خلعتہائے فاخرہ است کہ مخلصان مستغرق حضورِ حق را بسبب وفور عنایتہا بآں می نوازند، پس در حق ایشاں کمالے است کہ در موطن مثال مجسم گردیدہ، ونماز ایشاں عبادتے ست کہ ثمرہ اش بمنظر رسیدہ۔ (صراط مستقیم، ص:۸۵)

ترجمہ: یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح وفرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے، بلکہ اپنی ہمت کو اس کی طرف متوجہ کرنا، اور دل میں اس کام کا ارادہ کرنا، اور نیت میں اس مقصد کو ملا دینا مخلص لوگوں کے اخلاص کے مخالف ہے اور خود بہ خود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ نعمتوں میں سے ہے جو حضورِ حق میں مستغرق حضرات کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے نوازا جاتا ہے، پس یہ ان کے حق میں ایسا کمال ہے جو کہ عالمِ مثال میں مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ ان کی آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔۱۲ محمد امین پالن پوری

تعلیم الاسلام نہایت مفید کتاب ہے

سوال: (۹۰۸) یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ چند سال سے چل رہا ہے، جس میں بچوں کی دینی تعلیم کے متعلق خاص انتظام کیا گیا ہے، سلسلۂ نصاب میں تعلیم الاسلام ہر چہار حصہ مصنفہ مولانا کفایت اللہ دہلوی داخل ہے، بعض لوگ حصہ چہارم میں قابل اعتراض باتیں بتلاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ رسائل اہل سنت والجماعت حنفی بچوں کو پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۲۵/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: کتاب تعلیم الاسلام مؤلفہ مولانا کفایت اللہ صاحب نہایت مفید کتاب ہے، اور عقائد و مسائل جو اس میں درج ہیں صحیح ہیں، اور موافق مذہب اہل سنت و جماعت کے ہیں، بچوں کو کتاب مذکور کے جملہ حصص کی تعلیم دینا جائز اور مفید ہے، اور حصہ چہارم کے مندرجہ عقائد و مسائل بھی موافق اہل سنت و جماعت کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ابن حجر کی بلوغ المرام حنفی طلباء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۹۰۹) تعلیم الاسلام اور بلوغ المرام عربی مصنفہ ابن حجر عسقلانیؒ طلباء حنفی پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۲۶/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: کتاب تعلیم الاسلام کے متعلق دوسرے کاغذ پر جواب ہے کہ یہ کتاب بچوں کی تعلیم کے لیے مفید ہے اور موافق کتب فقہ و عقائد حنفیہ کے ہے، بلوغ المرام کا پڑھانے والا اگر عالم محقق حنفی ہو جو کہ حنفیہ کی طرف سے احادیث کی تحقیق کر سکے، اور فقہ حنفیہ کے مسائل کو احادیث صحیحہ سے ثابت کر سکے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، الغرض ضرورت اس کی ہے کہ نصاب تعلیم میں ایسی کتاب حدیث کی داخل کی جاوے جو کہ حنفیوں کے لیے ترک تقلید کا سبب نہ ہو، بلکہ مؤید مسائل فقہ حنفیہ کا ہو یا فقہ کی کتاب داخل کی جاوے جو کہ مسائل حنفیہ کو مفصل طور سے ثابت کرے اور عمل کے لیے شمع ہدایت ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النبی کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۹۱۰) سیرۃ النبی مصنفہ شبلی نعمانیؒ مطالعہ کرنی کیسی ہیں؟ کچھ عقائد میں تو فرق نہیں

آ تا؟ جلد اوّل میں تین قسم کی حدیث کو غیر معتبر لکھا ہے، ایک روایت ہے کہ دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضوو غسل جائز نہیں کہ اس سے برص ہونے کا اندیشہ ہے، سیرت میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر معتبر ہے، دوم یہ کہ اگر ذرا سی نیکی پر زیادہ ثواب کا وعدہ اور ذرا سی بدی پر زیادہ عذاب کی دھمکی دی گئی ہو وہ حدیث بھی غیر معتبر ہے، سوم یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص ایک دفعہ لآ إلٰہ إلاّ اللّٰہ کہتا ہے تو اس کے کہتے ہی ایک جانور پیدا ہوتا ہے جس کے ستر ہزار پر ہوتے ہیں یا ستر ہزار مُنہ، ہر مُنہ میں ستر ہزار زبان، ہر زبان میں نعت الخ وغیرہ وغیرہ سو یہ بھی غیر معتبر ہے، یہ لکھنا سیرۃ النبی کے مصنف کا صحیح ہے یا نہیں؟ اور معراج کو روحانی کہنا کیسا ہے؟ (۱۳۶۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسی کتاب کا مطالعہ کرنا بدون تبحر علمی کے مناسب نہیں ہے، اور اگر مطالعہ کرے تو عالم محقق سے اس کی تحقیق کرلیا کرے، اس پر اعتماد نہ کرے، اور دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضوء کرنا درمختار میں جائز بلا کراہت لکھا ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے(۱) مگر اس کراہت کو کراہت طبّیہ پر محمول کیا ہے، یعنی یہ مضر ہے، شامی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اثر اس بارے میں صحیح ہے۔ حیث قال: قال ابن حجر: و استعماله یخشی منه البرص کما صحّ عن عمر رضي اللّٰه عنه (۲) پھر آگے حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نقل فرمائی ہے، اور بعد میں فرمایا: وعن عمر مثله (۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہے، دوسرے اور تیسرے قاعدہ کو محدثین

---

(۱) وَ بِمَاءٍ قُصِدَ تَشْمِيْسُهُ بِلا كَرَاهةٍ و كَرَاهتُهُ عند الشّافعي طِبِّيَّةٌ .
(الدّرّالمختار مع ردّالمحتار:۱/۲۹۰، کتاب الطّهارة ، باب المياه)

(۲) ردّالمحتار :۱/۲۹۰، کتاب الطّهارة ، باب المياه .

(۳) و تكره الطّهارة بالمشمّس ، لقولهٖ عليه السّلام لعائشة رضي اللّٰه عنها حين سخنت الماء بالشّمس : " لا تفعلي يا حُمَيْرَاءُ ، فإنّهٗ يُورِثُ البَرَصَ" وعن عمر مثله (الشّامي:۱/۲۹۰، کتاب الطّهارة ، باب المياه)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: دخل عليّ رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم و قد سخنت ماء في الشّمس ، فقال: لا تفعلي يا حميرا ، فإنّه يُورث البرصَ . (سنن الدّار قطني: ۱/۳۴ ، کتاب الطّهارة ، باب الماء المسخن ، رقم الحديث : ۸۳، المطبوعة : دارالکتب العلميّة ، بيروت ، لبنان)

نے بھی تسلیم فرمایا ہے، اور تیسری حدیث جس میں کلمہ لآ إلٰه إلاّ اللّٰه کے متعلق فضیلت مذکورہ نقل کی ہے بہ ظاہر وہ غیر معتبر ہے، معراج کو روحانی کہنا جسمانی نہ کہنا اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے، باقی اور جو کوئی مسئلہ خلافِ عقیدہ اہل سنت و جماعت ہو اس پر اعتماد نہ کیا جاوے۔ فقط

کتاب دلائل الخیرات واجب التعظیم ہے

سوال: (۹۱۱) زید دلائل الخیرات کو قابل تعظیم وتوقیر نہیں مانتا؟ (۱۴۵۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: دلائل الخیرات میں درود شریف ہیں، جو کہ صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا کا مصداق اور اللہ تعالیٰ کے امر کا امتثال ہے، لہٰذا اس کے واجب التعظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں، ہاں اگر اس کی بعض روایتوں کو ضعیف مانتا ہو تو من حیث السّند ایسا کہنا موجب فسق نہ ہوگا، اور اگر درود شریف وآیات کریمہ کے اعتبار سے کہتا ہے تو اس میں بھی خوف کفر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا الحزب الاعظم کے تمام اوراد معتبر ہیں؟

سوال: (۹۱۲) الحزب الاعظم کے تمام اوراد معتبر اور ماثورہ ہیں یا نہیں؟ (۲۶۶۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: الحزب الاعظم میں اکثر ادعیہ ماثورہ ہیں اس کا پڑھنا اور وِرد کرنا اچھا ہے۔ فقط

مثنوی مولانا روم پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۱۳) مثنوی مولانا روم پر عمل کرنا اور اس کے احکام ماننا ضروری ہے یا نہیں؟

(۹۸۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: عمل کرنے کی کتابیں فقہ کی ہیں، تصوف اور حقائق کی کتابوں کے بارے میں یہ سوال نہ کرنا چاہیے کہ وہ قابل عمل کے ہیں یا نہیں؛ ان میں بہت سی باتیں عام فہم سے بالاتر ہوتی ہیں اور شریعت میں ان کی تکلیف نہیں دی گئی، غرض تصوف وحقائق کا فن جداگانہ ہے مثنوی مولانا روم بھی اسی قبیل سے ہے وہ فقہ کی کتاب نہیں اور مسائل فقہ کی بھی کتاب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب ''زین المجالس'' میں خرافات اور کفریہ باتیں ہیں

سوال: (۹۱۴) کتاب زین المجالس میں مضامین مندرجہ ذیل درج ہیں، یہ صحیح ہیں یا نہیں؟

(الف) پیران پیر رحمہ اللہ کا نام بے وضو لینے والے کا سر تن سے جدا ہو جانا۔

(ب) ایک روح سے نکیرین نے سوال کیا، تو اس نے اللہ اور رسول کا نام نہ بتلایا بلکہ عبد القادر رحمہ اللہ کا نام کہہ دیا، اس پر حکم خدا ہوا کہ عذاب کیا جائے، فرشتوں سے حکم خداوندی کی تعمیل کے وقت پیر صاحب کی روح نے گُرز چھین لی، اور فرمایا کہ چاہوں تو سب جنت وجہنم کو آتشِ عشق سے نیست ونابود کر دوں۔

(ج) ملک الموت سے آسمان چہارم پر روحیں چھین لی اور فرشتہ کو طمانچہ بھی رسید کیا۔

(د) کسی مرید کو حاجت ہو تو روضہ النبی اور بارگاہ خداوندی سے مراد جلد حاصل نہ ہوگی، کیونکہ وہاں رحمت عام ہے، مگر پیران پیر سے حاجت طلب کرتے ہی آپ خود کام فرما دیتے ہیں، اگر چہ مرید مشرق ومغرب میں کیوں نہ ہو۔

(ھ) جس نے آپ کے قدم کو نہ مانا مردود ہوا، ایک ولی اللہ سے قبر سے اٹھا کر قدم کا اقرار لیا گیا، کیا یہ باتیں صحیح ہیں؟ اور ایسی کتاب کو مسجدوں میں متواتر گیارہ یوم تک پڑھنا اور سنانا، ترغیب دینا، منع کرنے والوں کو وہابی وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ اور جو عالم کتاب مذکورہ کے پڑھنے کی اجازت دے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور ایسے عالم کے وعظ ونصیحت میں شامل ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (۳۳۹۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) یہ غلط ہے۔

(ب) یہ قصہ بھی محض غلط اور افتراء ہے اور معتقد اور قائل اس کا بدعتی اور فاسق وفاجر ہے، بلکہ خوفِ کفر ہے، کیونکہ اس میں اختیارات پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت باری تعالیٰ سے بڑھا دیا ہے جو موجب کفر ہے۔

(ج) یہ بھی جھوٹ ہے اور کفر ہے۔

(د) اولیاء اللہ سے بعد مرنے کے بھی فیض ہوتا ہے اہل سنت کو اس کا انکار نہیں ہے، لیکن جو کچھ

فیض ان سے ہوتا ہے وہ بھی بہ حکم خداوندی ہوتا ہے، اوران کے تصرف کو حکم خداوندی سے بڑھا دینا کفر ہے اورشرک ہے، باری تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۴۸، اور۱۱۶) اورقبور سے اورغیر اللہ سے مرادیں مانگنا بھی شرک ہے۔

(ھ) غلط ہے، اور جس کتاب میں اس قسم کی خرافات لکھی ہوں اس کو پڑھنا اوریقین کرنا اور رواج دینا اوراشاعت کرنا حرام اورنا جائز ہے، عالم حقانی متبع شریعت ہرگز ان باتوں کو روانہیں رکھ سکتا، اوراشاعت نہیں کرسکتا، اورترغیب اوراجازت نہیں دے سکتا، پس جو شخص ان امور کومنع کرے وہ عالم ربانی اور متبع شریعت ہے، اور جوان امور کی ترغیب دے اور مساجد میں اس قسم کی بدعات اورکفریات کوکرائے وہی وہابی اور بدعتی ہے، اہل محلّہ اوراہل مسجد کولازم ہے کہ وہ اپنی مساجد کوایسی لغویات سے محفوظ رکھیں، کیونکہ مساجد ان بدعات اور کفریات کے لیے نہیں ہیں بلکہ مساجد صرف نماز کے لیے ہیں، اور جو شخص کتاب مذکور کے پڑھنے کی اجازت دے اس کے وعظ میں شریک ہونا اوراس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، ایسے شخص سے قطع تعلق کرنا چاہیے جب تک وہ ان امور سے تائب نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب ’’گیارہ مجالس‘‘ میں بہت سی باتیں کفر وشرک کی ہیں

سوال: (۹۱۵) کتاب گیارہ مجالس جس میں حالات وکرامات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے منقول ہیں، اکثر ان میں ایسے حالات ہیں جن کے سننے سے سخت شکوک واوہام پیدا ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاجت دیر میں ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی، مگر آپ کے پاس فوراً حاجت روائی ہوجاتی ہے وغیرہ وغیرہ، ایسی کتاب کا پڑھنا اورسننا اور ترغیب دینا، ثواب جاننا، محبتِ اولیاء قرار دینا کیسا ہے؟ ایسی کتاب کو نہ ماننے والے پر کیا حکم ہے؟ متولیانِ مسجد جب امام مسجد کوحکم پڑھنے کا کریں تواس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۷۷/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسی کتاب پر اعتقاد کرنا اور سنانا اور ترغیب دینا وغیرہ سب حرام اور ناجائز ہے، بہت سے اموراس میں کفر وشرک ہیں، اور پیش امام کو متولیان کا حکم اس بارے میں نہ ماننا چاہیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی کی اطاعت نہیں ہے، لا طاعة لمخلوق في معصية

الخالق(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب قصص الانبیاء مستند نہیں

سوال:(۹۱۶) کتاب 'قصص الانبیاء' مستند ہے یا نہ؟ (۵۵۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: مستند نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
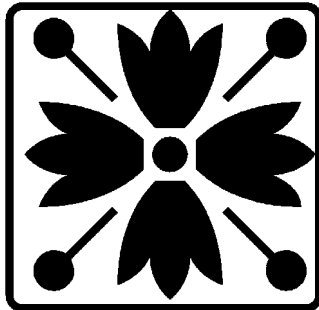
(۱) عن النّوّاس بن سِمْعان رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : لا طاعة لمخلوقٍ الحديث . (مشكاة المصابيح، ص:۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثّاني)

مسائل شتّٰی

کفر واسلام کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟

سوال: (۹۱۷) مسلم اور ہندو حضرت آدم علیہ السلام سے ہیں یا دو قومیں بیچ سے ہوئی؟

(۱۳۴۵/۱۱۷۵ھ)

الجواب: ہندو اور مسلمان سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور کفر واسلام کا سلسلہ ان کی اولاد سے شروع ہو گیا، پھر نوح علیہ السلام کی اولاد سے شائع ہوا ہے، ان کی اولاد میں بعض کافر تھے، یہ موجودہ ہنود بہ ظاہر انہیں کے سلسلہ سے ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت آدم علیہ السلام جنت سے کیوں نکالے گئے تھے؟

سوال: (۹۱۸)......(الف) آدم علیہ السلام کس درخت کا پھل کھانے کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے؟

(ب) یہ کہنا کس حد تک درست ہے کہ آدم علیہ السلام کو عورت کے پاس جانے سے منع کیا گیا، انہوں نے اس حکم کے خلاف کیا اس بناء پر دنیا میں بھیجے گئے؟

(ج) مفسرین کے اس خیال سے کہ آدم علیہ السلام نے گندم کھایا اور اس بناء پر دنیا میں بھیجے گئے، یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ آدم علیہ السلام عورت کے پاس گئے کیوں کہ گیہوں کی شکل عورت کی فرج سے مشابہت رکھتی ہے، کہاں تک درست ہے؟

(د) اگر آدم علیہ السلام کو عورت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ کسی درخت سے منع کیا تو

کیا وجہ ہے کہ حواء کی پیدائش کے بعد منع کیا اس سے پہلے منع نہیں کیا، اور اس کا کیا ثبوت ہے؟

(۱۱۴۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) صریح آیات ونصوص قرآن سے یہ ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام درخت کے کھانے کی وجہ سے جنت سے اتارے گئے، اس میں اختلاف ہے کہ وہ درخت گندم کا تھا یا انگور کا یا انجیر کا (معالم التّنزیل)(۱)

(ب) یہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔

(ج) نتیجہ مذکورہ اس سے اخذ کرنا محض لغو اور بے اصل ہے اور یہ وساوس شیطانی سے ہے۔

(د) حضرت حواء کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام ان کے ساتھ انس پکڑیں اور ان کے لیے وہ سکون کا سبب ہوں، جیسا کہ آیات قرآن شریف: ﴿وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۸۹) سے ظاہر ہے، پس یہ خیال کرنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو عورت کے پاس جانے سے منع کیا گیا الخ صریح معارض نص قرآنی کے ہے، ایسا خیال باندھنا محض غلط اور بے اصل ہے، باقی رہا درخت کے کھانے سے منع کرنے میں کچھ حکمتیں ہیں؟ ان کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے جس وقت منع کرنا مناسب سمجھا منع کیا، اس میں ایسے اعتراضات واہیہ کرنا کہ پہلے سے کیوں نہ منع فرمایا، حضرت حواء کے پیدا کرنے کے بعد کیوں منع فرمایا شرارتِ نفس اور اغوائے شیطان لعین سے ہے، اور قرآن شریف سے تو یہ واضح ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حواء دونوں کو درخت کے پاس جانے سے اور کھانے سے منع کیا: ﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۳۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) قال بعض العلماء: وقع النّهي على جنس من الشّجرة وقال آخرون: على شجرة مخصوصة، واختلفوا في تلك الشّجرة، قال ابن عبّاس و محمّد بن كعب و مقاتل: هي السّنبلة، وقال ابن مسعود: هي شجرة العنب وقال ابن جريج: شجرة التّين وقال قتادة: شجرة العلم وفيها من كلّ شيء وقال عليّ: شجرة الكافور. (معالم التّنزيل، ص:۲۲، سورة البقرة تفسير الآية: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ)

کیا حضور ﷺ کے والدین مسلمان تھے؟

سوال: (۹۱۹) والدین رسول اللہ ﷺ کے کس نبی پر ایمان رکھتے تھے؟ اور شاہ عبد القادر صاحب نے جو سورۂ توبہ میں آیت: ﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۱۴) اور سورۂ احقاف میں آیت: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾ (۱) کے حواشی پر موضح القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ والدین کے لیے حضرت ﷺ نے دعا نہیں کی، کیا یہ صحیح ہے؛ غرض اس بارے میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کا کیا ہے؟ (۲۱۹۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قال في شرح الفقه الأكبر: و والدَا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ماتا على الكفر، هٰذا ردّ على من قال: إنّهما ماتا على الإيمان أو ماتا على الكفر ثمّ أحياهما الله تعالىٰ، فماتا في مقام الإيقان إلخ (۲) (ص:۱۳۱، شرح فقه أكبر) وفي الشّامي بعد ذكر إحياء أبوى النّبي صلّى الله عليه وسلّم بعد الموت: ولايُنافي أيضًا ما قاله الإمامُ في الفقهِ الأكبرِ مِن أنّ والدَيْه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ماتا على الكفر، ولا ما في صحيحِ مسلمٍ: "استأذَنتُ ربّي أن أستغفر لأمّي فلمْ يَأذَن لي" وما فيه أيضًا: أنّ رجلاً قال يا رسول الله! أين أبي؟ قال: في النّار، فلمّا قَفَا دَعاه فقال: إنَّ أبي وأباك في النّار لإمكان أن يكون الإحياء بعد ذلك إلخ (وبعد أسطر) وبالجُملةِ كما قال بعض المحقّقين: إنّه لاينبغي ذكرُ هٰذه المسألةِ إلاّ مَعَ مزيدِ الأدبِ وليستْ من المسائل الّتي يَضرّ جهلها أو يسأل عنها في القبر أوفي المَوقفِ فحفظُ اللّسانِ عن التّكلّم فيها إلاّبخيرٍ أولىٰ وأسلمُ إلخ (۳) (شامی:۳/۳۸۶)

حاصل یہ ہے کہ احادیث جو آپ ﷺ کے والدین کی موت علی الکفر اور ناری ہونے پر دال ہیں مسلم شریف کی حدیثیں ہیں اور صحیح ہیں، لیکن بہ وجہ امکان احیائے بعد الموت وورود بعض احادیث

---

(۱) سورۂ عنکبوت، آیت:۸، سورۂ لقمان، آیت:۱۴، سورۂ احقاف، آیت:۱۵۔

(۲) شرح الفقه الأكبر، ص:۱۳۰-۱۳۱، قبيل للسّلف في الشّهادة بالجنّة ثلاثة أقوال، مطبع مجتبائي، دهلي.

(۳) ردّالمحتار على الدرّ: ۴/۲۶۲-۲۶۳، كتاب النّكاح، باب نكاح الكافر، مطلب في الكلام على أبوَى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وأهل الفترة.

اس بارے میں بعض علمائے محققین نے اس میں کف لسانی اور توقف کو الیق سمجھا ہے، اور تطبیق اس طرح دی ہے کہ ممکن ہے کہ بعد میں زندہ ہوکر ایمان لائے ہوں اور آپ کا یہ فرمانا، إنّ أبي و أباك في النّار قبل علم بنجاتهما تھا، اور احیاء اور قبولِ ایمان بعد اس ارشاد کے ہو، شامی میں ہے: ألا ترٰى أنّ نبيّنا صلّى الله عليه وسلّم قد أكرمه اللّٰه تعالىٰ بحياة أبوَيه له حتّٰى آمَنَا بِهٖ كما في حديثٍ صحَّحه الْقُرْطُبِيُّ وابنُ ناصرِ الدّينِ حافظُ الشّامِ وغيرُهُما فانتفعا بالإيمان بعدالموت على خلاف القاعدة إكرامًا لنبيّهٖ صلّى اللّٰه عليه وسلّم إلخ(۱)

پس سکوت اس بارے میں اقرب واصوب معلوم ہوتا ہے(۲) واللّٰه ولي التّوفيق و آخر دعوانا أن الحمد للّٰه ربّ العالمين. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خواجہ ابوطالب مؤمن تھے یا نہیں؟

سوال: (۹۲۰) ابوطالب عم نبی ﷺ مؤمن تھے یا کافر؟ بہرحال ان کی محبت میں نبی ﷺ کے ساتھ کچھ شبہ نہیں تو ان کو تصدیق رسالت پر تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو اس تصدیق کی وجہ سے بلا تلفظ کلمۂ ایمان یا صرف محبت ومعاونت کے باعث سے زمرۂ مؤمنین میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟
(۵۱۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ابوطالب کا قصہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کی اخیر حالت میں اور نزع کے وقت ان کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اے چچا! لآ إلٰهَ إلاّ اللّٰه کہہ لو، تاکہ میں تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ سے عرض معروض کروں، مگر انہوں نے کلمۂ توحید نہیں پڑھا اور آخر

(۱) الشّامي على الدّرّ المختار: ۲۸۰/۶، كتاب الجهاد، باب المرتدّ، مطلب في إحياء أبوَى النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم بعد موتها .

(۲) فتاوی رشیدیہ میں ہے:

سوال: ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

الجواب: حضرت ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے، حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔ فقط (فتاوی رشیدیہ، ص: ۱۰۴، کتاب العقائد، عنوان: حضور ﷺ کے والدین کا اسلام)

کلمہ جو کہا وہ یہ تھا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں (۱) اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت واعانت کی وجہ سے ان کو عذاب میں تخفیف ہوگی (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خواجہ عبدالمطلب کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۲۱) آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے حق میں کیا حکم ہے؟ (۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بہ ظاہر وہی حکم ہے جو جملہ کفار کا ہے، اور عذاب میں خفت تو ہوسکتی ہے۔ فقط

شہادت سے حقوق العباد معاف ہوتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۹۲۲) جو شخص دین کے بارے میں یعنی جہاد میں شہید ہو جاوے اس سے علاوہ دیگر گناہوں کے حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ (۱۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حقوق العباد معاف نہیں ہوتے (۳) البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ

---

(۱) عن سعيد بن المسيّب عن أبيه رضي الله عنهما أنّه أخبره أنّه لمّا حضرتْ أبا طالب الوفاةُ جاءَهُ رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم فوجد عنده أبا جهل بنَ هشام وعبدَ اللّٰهِ بنَ أبي أميّةَ ابن المغيرةِ ، قال: قال رسولُ الله صلّى الله عليه وسلّم لأبي طالبٍ: أي عمِّ ! قل: لآ إلٰه إلّا اللّٰه كلمةً أشهدُ لك بها عند اللّٰه ، فقال أبو جَهْل و عبدُ اللّٰهِ بنُ أبي أميّة : يا أبا طالب ! أترغب عن ملّةِ عبدِالمطّلب ؟ فَلَمْ يَزَلْ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يعرضُها عليه، ويَعودَانِ بتلك المقالة، حتّٰى قال أبو طالب: آخرَ ما كلّمهم بهٖ هو على ملّة عبدِالمطّلب، وأبٰى أن يقول: لآ إلٰه إلّا اللّٰه ، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : أما واللّٰهِ ! لأستغفرنَ لك مَا لَمْ أُنْهَ عنه ، فأنزلَ اللّٰهُ فيه : مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الآية . (صحيح البخاري: ۱/۱۸۱، كتاب الجنائز، باب: إذا قال المشرك عند الموت: لآإلٰه إلّا اللّٰه، وفيه أيضًا: ۱/ ۵۴۸، كتاب المناقب، باب قصّة أبي طالب)

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال (۲۵۸) میں ملاحظہ فرمائیں۔۱۲

(۳) عن عبد اللّٰه بن عمرو بن العاص رضي الله عنه ، أنّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: يُغفر للشّهيد كلُّ ذَنْبٍ إلّا الدَّينَ. (الصّحيح لمسلم: ۲/۱۳۵، كتاب الإمارة ، باب من قتل في سبيل اللّٰه كفرت خطاياه إلّا الدَّينَ)

==

صاحبِ حق کو راضی فرما دیوے اور اپنے پاس سے اس کو ثواب اس کے بدلہ میں عطا فرماوے(۱) فقط

کافروں کا مال غصب اور چوری کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۹۲۳) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۱۰۵) اس پر سوال یہ ہے کہ اگر مسلمان کافر کا مال غصب کرلے یا چرالے تو اس کا مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۹۲ھ)

الجواب: اس آیت سے کفار کے اعمال کا حبط ہونا اور غیر مفید ہونا ثابت ہوتا ہے، پس اگر کسی مسلمان نے کافر کا مال غصب کیا تو وہ فعل مسلمان کا ہے اس پر مواخذہ کیوں نہ ہوگا، اور اصل یہ ہے کہ ظلم عمومًا حرام ہے اور غصب اور سرقہ ہر ایک کافر اور مسلم کے مال کا حرام ہے، حدیث شریف میں ہے: **ألا لا تظلموا**(۲) اور **الظّلم ظلمات يوم القيامة** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== وفي المرقاة: قوله: (إلّا الدّينَ) أراد حقوق الآدميين من الأموال والدّماء والأعراض، فإنّها لا تعفٰى بالشّهادة. (مرقاة المفاتيح: ۱۱۱/۶، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۲۹۱۲)

(۱) الذّنب ما يذم به الآتي به شرعًا، وهو أربعة أقسام: ...... وقسم يحتاج إلى التّراد وهو حقّ الآدمي، والتّراد إمّا في الدّنيا بالاستحلال أو ردّالعين أو بدله، و إمّا في الآخرة برد ثواب الظّالم للمظلوم أو إيقاع سيّئة المظلوم على الظّالم، أوأنّه تعالٰى يُرضيه بفضله وكرمه. (مرقاة المفاتيح: ۲۰۴/۱، كتاب الإيمان، باب الكبائر و علامات النّفاق، الفصل الأوّل، رقم الحديث: ۴۹)

(۲) عن أبي حرّة الرّقاشيّ عن عمّه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ألا لا تظلموا، ألا لايحلّ مال امرىء إلّا بطيب نفس منه، رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، ص:۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعاريّة، الفصل الثّاني)

(۳) عن عبدالله بن عمر رضي‌الله عنهما عن النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قال: الظّلم ظلمات يوم القيامة. (صحيح البخاري: ۳۳۱/۱، أبواب المظالم والقصاص، باب الظّلم ظلمات يوم القيامة و الصّحيح لمسلم: ۳۲۰/۲، كتاب البرّ والصّلة والأدب، باب تحريم الظّلم)

سورج گرہن کس تاریخ کو ہوتا ہے؟

سوال: (۹۲۴) اہل ہیئت سے منقول ہے کہ سورج گرہن ۲۸ تاریخ کو ہوتا ہے، اور کسی تاریخ کو نہیں ہوتا ہے، بیہقی کا مذہب ہے کہ سورج گرہن اور عیدالاضحیٰ جمع ہو سکتے ہیں، یعنی گرہن دس تاریخ کو بھی ہوتا ہے، شرعًا کون سا امر محقق ہے؟ (۸۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: موافق عادت اور تجربہ اور قواعد ہیئت کے یہی ہے کہ سورج گہن ۲۸ کو ہوتا ہے، دس ذی الحجہ کو نہیں ہوسکتا، خلاف عادت وخرق عادت کا قصہ جدا ہے، پس بیہقی کا شاید یہی مطلب ہو کہ خلاف عادت ایسا ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط فہمی سے کسی نے مسئلہ غلط بتا دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۲۵) زید نے کتب فقہ کو دیکھ کر کسی حلال چیز کو حرام کہہ دیا، اور تحقیق یہ ہے کہ زید کو غلط فہمی ہوئی، واقع میں وہ چیز حلال ہی تھی اور یقین ہے کہ اگر زید کو سمجھایا جائے تو وہ اس کو حرام کہنے سے باز آجائے گا، ایسی صورت میں زید دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا یا نہیں؟ اور جو اس کو خارج از دائرۂ اسلام سمجھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۵۲۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: غلطی فہمی سے کوئی مسئلہ غلط سمجھنے اور غلط بتلانے سے گناہ اور کفر کچھ نہیں ہوتا، وہ معذور ہے، البتہ بعد علم اس امر کے کہ وہ مسئلہ غلط سمجھا گیا اور غلط بتلایا گیا رجوع کرنا اس سے لازم ہے، سلف سے لے کر اس زمانہ تک علماء سے غلطی ہوجاتی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، البتہ بعد علم کے اپنی غلطی سے رجوع کرنا ضروری ہے، بہر حال تکفیر اور تفسیق اس شخص کی جس سے مسئلہ بتلانے میں غلطی ہوگئی جائز نہیں ہے، اس کو کافر یا فاسق کہنے والا غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مردے کے زندہ ہونے کی دعا کرنا درست نہیں

سوال: (۹۲۶) زید فوت ہوگیا، زید کے بھائی کا یہ عقیدہ ہے کہ دعا میں بہت بڑی طاقت اور بڑا اثر ہے، اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ زید کو دوبارہ زندہ فرمادے، اور وہ اپنے عزیز و

اقارب سے آملے، یہ خیال زید کے بھائی کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۱۷۰ھ)

الجواب: زید کے بھائی کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، اور اس کو ایسی دعا کرنی نہ چاہیے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ سے اس کی تمنا کریں گے کہ پھر دنیا میں زندہ ہو کر جائیں، اور پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مارے جائیں، تو اللہ تعالیٰ فرمادیگا کہ یہ نہیں ہوسکتا، جو مر گیا وہ پھر دنیا میں نہیں لوٹایا جاتا الخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا؟

سوال: (۹۲۷) کلبِ اصحاب کہف جنت میں جاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۰ھ)

الجواب: معالم التنزیل میں ایسا ہی منقول ہے کہ اصحاب کہف کا کتا جنت میں جاوے گا۔

قال خالد بن معدان: ليس في الجنّة شيء من الدّوابّ سوى كلب أصحاب الكهف وحمار بلعام (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جادو کی حقیقت

سوال: (۹۲۸) ......(الف) زید کا عقیدہ ہے کہ ڈائن (۳) نے ہمارے لڑکے یا بی بی کو مار ڈالا

---

(۱) عن عبد الله بن مرّة عن مسروقٍ قال: سألنا عبدالله عن هذهِ الآية: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۶۹) قال: أمّا أنا قد سألنا عن ذلك، فقال: أرواحهم في جوف طيرٍ خضرٍ لها قناديل معلّقة بالعرش، تسرح من الجنّة حيث شاءت، ثمّ تأوي إلى تلك القناديل، فاطّلع إليهم ربّهم اطّلاعة، فقال: هل تشتهون شيئًا؟ قالوا: أيّ شيء نشتهي ونحن نسرح من الجنّة حيث شئنا؟ ففعل ذلك بهم ثلاث مرّات، فلمّا رأوا أنّهم لن يتركوا من أن يسألوا، قالوا: يا ربّ! نريد أن تردّ أرواحنا في أجسادنا حتّى نقتل في سبيلك مرّة أخرى، فلمّا رأى أن ليس لهم حاجة تركوا. (الصّحيح لمسلم: ۲/۱۳۵-۱۳۶، كتاب الإمارة، باب في بيان أرواح الشّهداء في الجنّة و أنّهم أحياء عند ربّهم يرزقون)

(۲) معالم التّنزيل، ص:۵۴۷، تفسير سورة الكهف، المطبوعة: المطبع الواقع في المعمورة الممئي.

(۳) ڈائن: جادوگرنی جو خیال ہے کہ بچوں کا کلیجہ کھا جاتی ہے۔ (فیروز اللغات)

یا بیمار کردیا؟

(ب) یہ جو مشہور ہے کہ جادو برحق، کرنے والا کافر، اس کا کیا مطلب ہے؟ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جادوگر میں یہ طاقت ہے کہ وہ آدمی کو مار سکتا ہے بیمار کرسکتا ہے؟ (۲۷۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) یہ عقیدہ جہالت کا عقیدہ ہے، جہلاء ایسا خیال کرلیتے ہیں، اور عقیدہ رکھتے ہیں در حقیقت یہ غلط ہے، فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، بدون اس کے حکم کے کوئی کچھ نہیں کرسکتا، البتہ یہ چیزیں اسباب امراض و ہلاکت کبھی ہوجاتی ہیں، جو کوئی جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور حکم سے ہوتا ہے ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (سورۂ دہر، آیت: ۳۰) پس زید نے بھی جو کچھ عقیدہ کرلیا ہے اور خیال کرلیا ہے بہ سبب جہل کے اسلام سے خارج نہیں ہوا، اس کو کافر نہ کہا جائے البتہ سمجھایا جائے کہ ایسا عقیدہ نہ رکھے۔

(ب) جادو کے حق ہونے کا یہ مطلب ہے کہ تاثیر جادو کی ہوتی ہے، خود آنحضرت ﷺ پر جادو نے اثر کیا مگر بہ حکم حق تعالیٰ سورۂ فلق اور سورۂ ناس کے ذریعہ سے وہ زائل ہوگیا (۱) اور یہ اثر جادو میں اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے، لہٰذا جادو کو مؤثر حقیقی نہ کہا جاوے گا، یہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے کی قوت دی ہے اور اس کو مہلت دی ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کرے مگر یہ قوت اور طاقت اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے؛ اس لیے اس کو مؤثر حقیقی نہیں کہا جاتا البتہ وہ سبب گمراہی کا ہوتا ہے اس سے زیادہ اور کچھ مطلب جادو کے حق ہونے کا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سحر (جادو) کا اثر ہوتا ہے

سوال: (۹۲۹) زید کہتا ہے کہ میں سحر کا قائل نہیں، آیا زید کا کہنا غلط ہے یا صحیح؟ بہر صورت

---

(۱) إنّ يهوديًا سحر النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في إحدى عشرة عقدة في وتر دسه في بئر، فمرض النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: فنزلت المعوّذتان، و أخبرهُ جبرئيل عليه السّلام بموضع السّحر، فأرسل عليًّا رضي الله عنه، فجاء بهٖ فقرأهما عليه، فكان كلّما قرأ آية انحلت عقدة و وجد بعض الخفة. (مرقاة المفاتيح: ۱۱/۳۲، كتاب الفضائل والشّمائل، باب في المعجزات، رقم الحديث: ۵۸۹۳)

زید کے لیے کیا حکم ہے؟(۱۳۳۹/۳۴۱ھ)

الجواب: مذہب اہل سنت و جماعت کا یہ ہے کہ سحر حق ہے یعنی اس کا اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا، اور آپ پر اس کا اثر ہوا، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو دفع فرمایا، تفسیر خازن میں ہے: **ومذهب أهل السّنّة أن له وجودًا أو حقيقةً والعمل به كفر إلخ** (۱) پس زید جو ایسا کہتا ہے وہ مذہب اہل سنت و جماعت سے جاہل ہے، اس کو مذہب اہل سنت و جماعت کی تحقیق کرنی چاہیے، اور علمائے اہل سنت سے دریافت کرنا چاہیے، خود بدون علم کے کوئی رائے قائم کر لینا ٹھیک نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: **إنّما شفاء العيّ السّوال** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطوط وغیرہ کے شروع میں ۷۸۶ لکھنا

سوال: (۹۳۰) بعض لوگ خطوط یا رسالہ وغیرہ میں محض اعداد بسملہ ہی تحریر کر دیتے ہیں اور بسملہ نہیں لکھتے، آیا یہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟ آیا علمائے امت کا معمول بہ ہے؟ عمر اس کی بابت یہ کہتا ہے کہ یہ از قسم بدعات ہیں شرعًا کتب معتبرہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۱۰۹۶ھ)

الجواب: خطوط یا رسائل وغیرہ کے سروں پر جو لوگ اعداد بسملہ لکھتے ہیں شرعًا اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، علمائے امت کا معمول بہ ہے، پس عمر کا اس کو قسم بدعات سیئہ سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) **لُباب التّاويل في معاني التّنزيل المعروف بتفسير الخازن: ۹۸/۱، تفسير سورة البقرة، رقم الآية: ۱۰۲، المطبوعة: مكتبة حضرة السّيّد محمد عبد الواحد بك الطّوبىٰ و أخيه .**

(۲) اس حدیث شریف کی تخریج کتاب الایمان کے سوال: (۱۸۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ میں ہے:

سوال: ہمارا ایک مسئلہ پر بحث ومباحثہ چلتا رہا، جس میں ہر ایک شخص اپنے اپنے خیالات پیش کرتا رہا، مگر تسلی ان باتوں سے نہ ہوئی، بحث کا مرکز ۷۸۶ تھا جو کہ عام خط و کتابت میں پہلے تحریر کیا جاتا ہے، جس کا مقصد ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جانتے ہیں، آیا خط کے اوپر ۷۸۶ لکھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو ۷۸۶ کیا ہے، اور کس طرح بسم اللہ مکمل بنتا ہے؟

==

بنی آدم ہونے کے اعتبار سے سب انسان بھائی ہیں

سوال: (۹۳۱) ایک شخص کہتا ہے کہ بہ حیثیت انسان ہونے کے سب اپنے بھائی ہیں خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، بزرگ ہوں یا اولیاء، اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا قائل ہے، اس شخص کا قول صحیح ہے یا نہ؟ (۳۰/۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ قول صحیح ہے، انسان سب بنی آدم ہیں اور سب اس اعتبار سے بھائی بھائی ہیں، اور مسلمان سب آپس میں دینی بھائی ہیں، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۰) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: **اعبدوا ربّکم وأکرموا أخاکم** (۱) یعنی اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم اور اکرام کرو، اس حدیث شریف میں آپ نے **أخاکم** سے اپنی ذات مبارک کو مراد لیا ہے، پس معلوم ہوا کہ عام مسلمان اور انبیاء و اولیاء سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، اگرچہ باہم فرق مراتب بہت ہے، **کما لا یخفی** اور آنحضرت ﷺ

== اور ہاں کئی آدمیوں کی رائے ہے کہ یہ ہندوؤں کے کسی آدمی نے بات نکالی ہے تاکہ مسلمانوں کو اس کے لکھنے کے ثواب سے محروم کیا جائے، یعنی مکمل وضاحت فرمائیں تاکہ کوئی ایسی غلطی یا بات نہ ہو کہ ہم گناہ کے مرتکب ہوں۔

جواب: ۷۸۶ بسم اللہ شریف کے عدد ہیں بزرگوں سے اس کے لکھنے کا معمول چلا آتا ہے، غالبًا اس کو رواج اس لیے ہوا کہ خطوط عام طور پر پھاڑ کر پھینک دیے جاتے ہیں، جس سے بسم اللہ شریف کی بے ادبی ہوتی ہے، اس بے ادبی سے بچانے کے لیے غالبًا بزرگوں نے بسم اللہ شریف کے اعداد لکھنے شروع کیے، اس کو ہندوؤں کی طرف منسوب کرنا تو غلط ہے، البتہ اگر بے ادبی کا اندیشہ نہ ہو تو بسم اللہ شریف ہی کا لکھنا بہتر ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۸/ ۳۴۸، عنوان: بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ لکھنا، مطبوعہ: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها أنّ رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کان في نفرٍ من المهاجرین والأنصار، فجاء بعیر فسجد له، فقال أصحابه: یا رسول اللّٰه! تسجد لك البهائم والشّجر؟ فنحن أحقّ أن نسجد لك، فقال: اعبدوا ربّکم و أکرموا أخاکم الحدیث. (مشکاة المصابیح، ص:۲۸۲-۲۸۳، کتاب النّکاح، باب عشرة النّساء وما لکلّ واحدٍ من الحقوق)

کی شانِ مبارک تو وہ ہے جو کسی بزرگ نے فرمایا ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر(۱) ولنعم ما قیل في مدحہٖ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم :

بلغ العُلٰی بکمالہٖ ❁ کشف الدّجٰی بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ ❁ صلّوا علیہ وآلہٖ

نیک فال کا مطلب

سوال: (۹۳۲) اسلام میں نیک فال جائز اور بدفال کو شرک مانا گیا ہے، حالانکہ کسی نیک وبد فال سے اگر علم غیب کا اظہار سمجھنا مساوی ہے تو نیک فال کیسے جائز ہے؟ (۱۰۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: نیک فال میں محض یہ ہوتا ہے کہ اس نے کسی موقع پر کسی کو یہ کہتے سنا کہ وہ ایک شخص کو پکار رہا ہے کہ اس کا نام حسن ہے یا محمود ہے یا مسعود وغیرہ ہے، اور یہ کہتا ہے کہ یا حسن یا مسعود یا محمود تو اس کو ایک مسرت اس نام کے سننے سے ہوئی، اور اس نے دل میں خیال کیا کہ نیک آواز کان میں آئی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ میرا کام اچھا ہوگا، اور محمود ومسعود ہوگا، سو اس کو شارع علیہ السلام نے جائز رکھا ہے(۲) اور پسند فرمایا ہے وکفی بہ قدوۃً ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شیعوں کا سنیوں سے مقدمہ بازی کے لیے زبردستی چندہ وصول کرنا

سوال: (۹۳۳) یہاں شیعہ وسنی عشرہ محرم میں شریک رہتے تھے، یعنی سنی شیعوں کے ساتھ شریکِ ماتم رہتے تھے، اور جو سنی شریک ماتم نہ ہوتے تھے ان کو زدوکوب کیا جاتا ہے، سال گزشتہ ۱۳۴۱ھ

---

(۱) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ وبرتر ہیں، مختصر بات یہی ہے۔

(۲) عن أبي ہریرۃ رضي اللّٰہ تعالٰی عنہ قال: سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: لا طیرۃ وخیرھا الفال قالوا: وما الفال؟ قال: الکلمۃ الصّالحۃ یسمعھا أحدکم . متّفق علیہ .

(مشکاۃ المصابیح، ص:۳۹۱، کتاب الطّب والرّقٰی، باب الفال والطّیرۃ، الفصل الأوّل)

وعن أنسٍ بن مالك رضي اللّٰہ عنہ أن النّبيّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان یُعجبہ إذا خرج لحاجتہ أن یسمع یا راشدُ یا نجیحُ . (جامع التّرمذي:۱/۲۹۰-۲۹۱، أبواب السّیر – باب ما جاء في الطّیرۃ)

میں ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا، اس کو شیعہ نے زدوکوب کیا، چند سنی مجروح کے شریک ہو گئے، فریقین کے لوگ زخمی ہوئے، اب مقدمہ بازی ہو رہی ہے، اور سب لوگوں سے چندہ بہ جبر وصول کیا جاتا ہے، کیا یہ مذہبی لڑائی ہے؟ اور جو لوگ چندہ نہ دیں گے کیا وہ گنہ گار ہوں گے؟ (۱۳۴۲/۱۸۳ھ)

الجواب: یہ مذہبی لڑائی نہیں ہے، محض جدال باطل ہے، اور چندہ دینا تعزیہ وغیرہ میں اور اس کی اعانت میں حرام اور ناجائز ہے، نہ دینے والے چندہ کے گنہ گار نہیں ہیں، بلکہ مثاب وماجور ہیں، البتہ جو سنی مظلوم مارے پیٹے گئے، ان کی اعانت کرنا ضروری ہے، اور ان کی کامیابی کے لیے بہ مقابلۂ روافض کوشش کرنا اور چندہ دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس عورت نے چند نکاح کیے آخرت میں وہ کون سے شوہر کو ملے گی؟

سوال: (۹۳۴) ایک عورت نے چار نکاح کیے، قیامت میں وہ کون سے شوہر کو ملے گی؟ ان سب کو یا اخیر کو؟ اس مسئلہ کو قرآن وحدیث سے ثابت فرما کر ارقام فرمائیں اور چہارم شوہر سے اس کی اولاد بھی ہوئی اور اس کے ہی گھر میں انتقال ہوا (۳۲۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: شامی میں نقل کیا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ عورت اپنے آخری شوہر کو ملے گی اور عبارت اس کی یہ ہے: **لأنّه صحّ الخبرُ بأنّ المرأة لآخر أزواجها: أي إذا مات وهي في عصمته إلخ** (۱) (شامی) یعنی جس کے نکاح میں عورت آخر تک رہی اسی کو آخرت میں ملے گی، مثلاً جس کے نکاح کی حالت میں شوہر کا انتقال ہوا وہ عورت اسی کو ملے گی۔ فقط واللہ اعلم

مرنے کے بعد میاں بیوی ایک جگہ رہیں گے یا نہیں؟

سوال: (۹۳۵) مرنے کے بعد خاوند اور زوجہ ایک جگہ رہیں گے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۵۲ھ)

الجواب: اگر عورت اور خاوند دونوں جنتی ہیں تو جنت میں اس کی زوجہ اس کو ہی ملے گی، اور

(۱) **ردّالمحتار علی الدّرّالمختار: ۱۰۴/۳، کتاب الصّلاة، باب صلاة الجنازة، مطلبٌ: هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصّبيّ؟**

نیز اس حدیث شریف کی تخریج سوال: (۹۳۶) کے حاشیہ: (۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

علاوہ اس کے اور حوریں بھی ملیں گی اور صحبت بھی ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس کے نکاح میں چار بیویاں ہیں آخرت میں وہ سب اُس کو ملیں گی یا نہیں؟

سوال: (۹۳۶) زید نے چار نکاح کیے، بعد سزا و جزا کیا حشر ہوگا؟ آیا زید کو چاروں منکوحہ ملیں گی یا نہیں؟ اور اگر ان چار میں ایک لونڈی ہو تو؟ علیٰ ہذا القیاس ایک عورت نے چار نکاح کیے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟ (۱۲۷۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر وہ سب زوجات اور زوج جنتی ہیں تو سب ازواج اسی زوج کو ملیں گی (۱) اور لونڈی بھی مل جائے تو تعجب نہیں، اس کی کچھ تصریح کہیں دیکھی نہیں گئی، بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل شوہر کو ملے گی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ان میں احسن اخلاقاً ہے اس کو ملے گی (۲)

---

(۱) ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کی متعدد بیویاں ہیں اور وہ سب بیویاں اور شوہر جنتی ہیں تو سب بیویاں اسی شوہر کو ملیں گی۔

وهبت (سودة) يومها لعائشة حين أراد رسول الله صلّى الله عليه وسلّم طلاقها، فقالت له : أمسكني ، قد وهبتُ يومي لعائشة ، لعلي أكون من نسائك في الجنّة . (مشكاة المصابيح، ص:۲۸۰، كتاب النّكاح ، باب القسم ، الفصل الثّالث)

(۲) جس عورت نے یکے بعد دیگرے متعدد نکاح کیے ہوں وہ جنت میں کس کے ساتھ رہے گی، اس سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں ہیں:

(۱) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری شوہر کو ملے گی۔ عن ميمون بن مهران قال : خطب معاويةُ أمّ الدّرداء ، فأبت أن تتزوّجه ، قالت: سمعت أبا الدّرداء يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : المرأة لآخر أزواجها ، ولستُ أريد بأبي الدّرداء بدلاً. (المطالب العالية بزوائد المسانيد الثّمانية: ۲/۶۷-۶۸، كتاب الوليمة، باب: المرأة لآخر أزواجها في الآخرة المطبوعة: دارالمعرفة ، بيروت، لبنان، و إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة للإمام البوصيري: ۳۹/۵، كتاب النّكاح ، باب: الزّجر عن الانتساب إلى غير الآباء و ما جاء في أنّ المرأة لآخر أزواجها، رقم الحديث: ۴۳۹۸، المطبوعة: مكتبة الرّشد ، الرّياض) ==

جو عورت دوزخ میں داخل ہونے کے بعد جنت میں گئی وہ جنتی شوہر کی زوجہ ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۹۳۷) ایک شخص بلا دخول جہنم جنتی ہوا، اس کی بیوی بہ وجہ معصیت داخل فی النار ہوئی، پھر وہ جنت میں داخل ہوکر اس کی زوجہ ہوگی یا نہ؟ (۱۶۳۱/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابالغ بچوں کی عبادات کا ثواب کس کو ملتا ہے؟

سوال: (۹۳۸) نابالغ بچے جو عبادات کرتے ہیں اس کا ثواب کس کو پہنچتا ہے؟ (۱۳۷۱/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نابالغ اطفال کی عبادات کا ثواب نابالغوں کو ہی پہنچتا ہے۔ كذا في الدّرّ المختار وغیرہ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== (۲) اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ عمدہ اخلاق والے کو ملے گی۔ عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قالت أمّ حبيبة : يا رسول الله ! المرأة منّا يكون لها زوجان ، ثمّ تموت، فتدخل الجنّة هي و زوجاها، لأيّهما تكون ؟ للأوّل أو للآخر؟ قال: تخيّر أحسنهما خلقا كان معها في الدّنيا يكون زوجها في الجنّة يا أمّ حبيبة ، ذهب حسن الخلق بخير الدّنيا والآخرة . (المعجم الكبير للطّبراني: ۲۲۲/۲۳، ما أسندت أمّ حبيبة زوج النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم إلخ، رقم الحديث: ۴۱۱، المطبوعة: مكتبة ابن تيمية ، القاهرة)

(۳) اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جس کو چاہے اس کو اختیار کرے، جیسا کہ فتاویٰ عبدالحی میں ہے: في الغرائب: اختلف النّاس في المرأة الّتي يكون لها زوجان في الدّنيا، لأيّهما تكون في الآخرة ؟ قيل: تكون لآخرهما ، و قيل: تُخيّر فتختار أيّهما شاء . (فتاویٰ عبدالحی: ۳/ ۱۵)

لیکن ایسی کوئی روایت ہمیں نہیں ملی کہ اوّل شوہر کو ملے گی۔ ۱۲

(۱) ثواب الطّفل للطّفل يُحصر (الدّرّ) وفي الشّامي: لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ (النّجم: ۳۹) وهذا قول عامّة مشائخنا (الدّرّ والرّدّ: ۵۳۰/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

سوال: (۹۳۹) یہ جو مشہور ہے کہ نابالغ بچہ کے اعمال کا ثواب والدین کو ملتا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۲۸۳۵ھ)

الجواب: درمختار میں اس قول کو اختیار کیا ہے کہ لڑکے کے اعمال کا ثواب لڑکے کو ہی ہوتا ہے۔ وقالوا: ثواب الطّفل للطّفل یحصر إلخ(۱) (درّمختار) اور والدین کو تعلیم کا ثواب ہے(۲) فقط

حفظ کے طلباء کا سبق سننے سے استاذ کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۴۰)......(الف) جو شخص طلباء کو قرآن شریف اجرت پر حفظ کراتا ہے، آپس میں جو طلبہ ایک دوسرے کو قرآن شریف سناویں مقصود یاد کرنا ہو تلاوت مقصود نہ ہو، تو استاد کے کان میں جو آواز قرآن شریف سنانے کی آتی ہے اس کا ثواب استاد کو ملے گا یا نہ؟ اور یہ وقت استاد کا عبادت میں صرف ہوتا ہے یا نہیں؟

(ب) طلباء کو یاد کرانے کی غرض سے جو استاد قرآن شریف سنتا ہے اس کا ثواب استاد کو ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۴-۳۳/۶۴۸ھ)

الجواب: (الف) إنّما الأعمال بالنّیّات (۳) حدیث شریف میں وارد ہے، پس اگر نیت عبادت کی ہے ثواب حاصل ہوگا۔

(ب) نیت اچھی ہے تو ثواب ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرابی کو تلاوتِ قرآن و دیگر عبادات کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۴۱) شراب پینے والا اگر تلاوتِ قرآن کرے تو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۳۸۹ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) عن أبي مسعود الأنصاري قال: ...... فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم : مَنْ دَلَّ علٰی خیر فله مثل أجر فاعله رواه مسلم . (مشکاة المصابیح، ص:۳۳، کتاب العلم ، الفصل الأوّل، والصّحیح لمسلم: ۲/۱۳۷، کتاب الإمارة ، باب فضل إعانة الغازي في سبیل اللّٰه)

(۳) صحیح البخاري: ۱/۲، باب کیف کان بدؤ الوحي إلٰی رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم إلخ

الجواب: جب کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ شراب پینے والا اگر توبہ نہ کرے تو چالیس روز تک کی نماز اس کی قبول نہیں ہوتی (۱) یعنی ثواب نہیں ملتا، تو تلاوتِ قرآن شریف ودیگر عبادات کا ثواب بہ درجہ اولیٰ اس کو حاصل نہ ہوگا، کیونکہ نماز اصل جملہ عبادات کی ہے، اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ عبادات کو متضمن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

انبیاء اور نابالغ بچوں پر مصائب کیوں آتے ہیں؟

سوال: (۹۴۲) آیت: ﴿مَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ سے ثابت ہے کہ مصیبت گناہ کے باعث ہی لاحق ہوتی ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ انبیاء اور چھوٹے بچے باوجود عدمِ ارتکابِ معاصی کیوں ماخوذ ہوتے ہیں؟ (۱۴۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ان حضرات کے لیے رفعِ درجات کے لیے تکالیف پیش آتی ہیں، اور ﴿فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۳۰) عام ہے معاصی سے، مقربین پر غیر اولیٰ پر بھی مواخذہ ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نیک لوگوں کو دُنیا میں تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ اور بدکار خوش کیوں رہتے ہیں؟

سوال: (۹۴۳) نیک لوگوں کو دُنیا میں تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ اور بدکار کیوں خوش رہتے ہیں؟ (۴۸/۷۴-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: دنیا میں تکلیف اس واسطے ہوتی ہے کہ آخرت میں راحت پہنچے۔ ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

---

(۱) عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من شربَ الخمرلم تُقبل له صلاة أربعين صباحًا، فإن تاب تاب الله عليه، فإن عاد لم يقبل الله له صلاة أربعين صباحًا الحديث.

(جامع التّرمذي: ۸/۲، أبواب الأشربة، باب ما جاء في شارب الخمر)

یُسْــرًا ﴾ (سورۂ الم نشرح، آیت: ٦) تکلیف کے بعد آرام ضرور ملتا ہے، اور بدکار یہاں خوش رہتے ہیں وہاں مشقت سے گذاریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معصوم بچوں کو جو تکلیف ہوتی ہے اس سے اُن کے درجات بلند ہوتے ہیں

سوال: (۹۴۴) ایک لڑکا جس کی عمر آٹھ سال کی تھی، بخار ہوا، اور سخت تکلیف روزمرہ رہتی تھی، دن بہ دن تکلیف بڑھتی گئی، بیس روز کے بعد انتقال ہو گیا، کیا وجہ ہے بچے تو معصوم ہوتے ہیں بچوں کو اس صورت میں اس قدر تکلیف کیوں ہوتی ہے؟ شرع شریف میں اس حالت میں کیا حکم ہے؟ (۳۳۱۴/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اس بچہ کو جو تکلیف ہوئی یہ ترقیٔ درجات کے لیے ہوئی، یعنی اگر وہ بچہ زندہ رہتا اور بڑا ہو کر خدا تعالیٰ کی عبادات کرتا اور نیک کام کرتا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرماتا، اب چونکہ وہ تھوڑی عمر میں فوت ہوا تو جو تکالیف بیماری کی اس کو ہوئیں وہ اس کے لیے موجبِ ترقیٔ درجات ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بچوں کو معصوم کہنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۴۵) جب کہ لفظ معصوم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں نازل ہوا ہے تو بچوں کو معصوم کہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۷/ ۱۳۴۰ھ)

الجواب: معصوم صرف انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور بچوں کو بہ وجہ غیر مکلّف ہونے کے کہہ دیتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنت میں جماع کرنے سے منی نہیں نکلے گی لیکن لذت میں کوئی کمی نہیں ہوگی

سوال: (۹۴۶) جنت میں جماع کرنے سے اگر منی نہ گرے گی تو لذت ویسی ہی حاصل ہوگی

جیسا کہ منی گرنے سے حاصل ہوتی ہے یا نہیں؟ (۴۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: وہاں پر منی نہ گرے گی صرف لذت اسی طرح کی حاصل ہوگی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: لَا یَبُولونَ وَلَا یَتَغَوَّطُونَ ولا یَتْفُلُونَ ولا یَمْتَخِطُوْنَ (الحدیث) (۱) پس اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منی بھی نہ گرے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عنین جنت میں جماع پر قادر ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۹۴۷) بہشت میں عنین بھی جماع پر قادر ہوگا یا نہ؟ (۱۶۲۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ جنت میں وہ عنین نہ رہے گا کہ یہ عوارض وامراض دنیا ویہ وہاں نہ ہوں گے، بہشت آنجا کہ آزارے نباشد (بہشت وہ جگہ ہے جہاں کوئی بیماری نہیں ہے) فقط واللہ اعلم

منکر ونکیر کا سوال اور اہلِ جنت ودوزخ کی گفتگو کس زبان میں ہوگی؟

سوال: (۹۴۸) فرشتے آپس میں کس زبان میں گفتگو کرتے ہیں؟ نکیرین اور موتیٰ کا سوال و جواب کون سی زبان میں ہوگا؟ اہل جنت کس زبان میں گفتگو کریں گے؟ اہل نار کی گفتگو جہنم میں کس زبان میں ہوگی؟ (۱۸۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عن ابن عبّاس رضي اللہ عنهما قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: أحبّوا العرب لثلاث: لأنّي عربيّ والقرآن عربيّ وكلام أهل الجنّة عربيّ، رواه البيهقيّ في شعب الإيمان (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی اور بعض روایات میں فارسی دری (۳) کی زیادتی بھی آئی ہے، كما في الشّامي بحديث لسان أهل الجنّة

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إنّ أوّل زمرة يدخلون الجنّة على صورة القمر ليلة البدر و الّذين يلونهم على أشدّ كوكب دُرّي في السّماء إضاء ة لا يبولون الحديث.

(الصّحيح لمسلم: ۲/۳۷۹، كتاب الجنّة وصفة نعيمها وأهلها)

(۲) مشكاة المصابيح، ص:۵۵۳، كتاب الفتن، باب مناقب قريش وذكر القبائل، الفصل الثّالث.

(۳) دَرِی: ایک قسم فارسی زبان کی، منسوب طرف درۂ کوہ کے۔ (لغات کشوری)

العربيّة والفارسيّة الدّرية إلخ (۱) باقی ملائکہ کے کلام کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی گئی، ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عربی زبان میں تکلم کریں گے، اور سوال نکیرین بھی عربی میں ہوگا، اور اہل دوزخ کے کلام بھی اگر عربی میں ہو تو کچھ اشکال نہیں، اور ظاہر آیات قرآنیہ یہی ہے: ﴿وَنَادٰی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۵۰) ﴿وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ﴾ (سورۂ زخرف، آیت:۷۷) وغیرها من الآيات والأحاديث اور اگر کسی دوسری زبان میں ہو تب بھی ممکن ہے، الغرض ایسے سوالات سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

گرونانک سے متعلق ایک من گھڑت قصہ

سوال: (۹۴۹) ایک شخص بیان کرتا ہے کہ بابا نانک صاحب مکہ شریف لے گئے تھے، وہاں بیت الحرام کی طرف پاؤں کر کے سو گئے، ایک آدمی نے آکر ان کے پاؤں دوسری طرف کو کردیئے اور بیت الحرام بھی اسی طرف ہوگیا، جس سے یہ ثابت کیا کہ مسلمان جھوٹے ہیں اور سکھوں کا مذہب سچا ہے، یہ بات صحیح ہے یا نہیں ہے؟ اور وہ شخص کیسا ہے؟ (۱۵۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ قصہ محض افتراء اور بہتان ہے، اور وہ شخص جو ایسا کہتا ہے مفتری کذاب ہے، اس کا قول بالکل قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ہمزاد کیا چیز ہے؟

سوال: (۹۵۰) یہ جو کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے ساتھ ہمزاد ہے تو کیا کسی حدیث سے ثابت ہے؟ اور ہمزاد کیا چیز ہے جن ہے یا کچھ اور ہے؟ (۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں یہ وارد ہے: ما منكم من أحد إلّا وقد وُكّل به قرينهٗ من الجنّ وقرينه من الملائكة الحديث (۲) یعنی ہر ایک شخص کے ساتھ دو قرین ہوتے ہیں: ایک

(۱) الدّرّ المختار مع الشّامي: ۲/۱۶۱، كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، آداب الصّلاة، قبيل مطلب: الفارسيّة خمس لغات.

(۲) عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما منكم من أحد الحديث. (مشكاة المصابيح، ص:۱۸، كتاب الإيمان، باب في الوسوسة، الفصل الأوّل)

فرشتہ، اور ایک جن، فرشتہ خیر کا حکم کرتا ہے اور جن برائی کا حکم کرتا ہے، فرشتہ کا نام ملھم ہے، اور جن کا نام وسواس ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حاملہ عورت قیامت کے دن قبر سے حمل کے ساتھ اٹھے گی یا بغیر حمل کے؟

سوال: (۹۵۱) حاملہ عورت روز قیامت قبر سے مع حمل اٹھے گی یا وضع حمل؟ (۱۹۶/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس بارے میں کوئی تصریح نہیں دیکھی، ظاہر یہ ہے کہ مع حمل محشور ہوگی۔ کما ورد في الحديث: كما تموتون تحشرون ، الحديث (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پل صراط کس چیز کا ہے؟

سوال: (۹۵۲) پل صراط کس چیز کا ہے؟ (۲۵۹۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ 'صراط' ایک پل ہے بچھایا ہوا جہنم پر، باریک تر ہے بال سے، اور تیز ہے تلوار سے (۳) حقیقت اس کی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کاہے کا ہے۔ فقط واللہ اعلم

نوٹ: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی قدس سرہ کے فتاویٰ اس جلد پر مکمل ہوگئے۔ والحمد للہ۔

❁❁❁

---

(۱) قوله: (وقرينه من الجنّ) أي صاحبه منهم ليأمره بالشّرّ، واسمه "الوسواس" وهو ولد يولد لإبليس حين يولد لبني آدم ولد، وقوله: (وقرينه من الملائكة) أي ليأمره بالخير واسمه "الملهم" (مرقاة المفاتيح: ۱/ ۲۲۸، كتاب الإيمان ، باب الوسوسة ، الفصل الأوّل ، رقم الحديث: ۶۷)

(۲) مرقاة المفاتيح: ۷/ ۳۷۵، كتاب الجهاد، الفصل الثّاني، وفيه أيضًا: ۱/ ۳۳۲، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثّالث .

(۳) مسلم شریف میں ہے: قال أبو سعيد الخدريّ رضي الله عنه : بلغني أنّ الجِسْرَ أَدَقُّ من الشَّعْرَة و أحدُّ من السّيف. (الصّحيح لمسلم: ۱/ ۱۰۳، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربّهم سبحانه وتعالىٰ)